

APPROVED

By WWW.ATTABLIG.COM at 7:20 am, Oct 26, 2010

اَمَدُ الْاَحْكَامِ

تأليف

حضرت مولانا طاهر احمد صاحب دہلوی

حضرت مولانا مفتی محمد اکرم صاحب دہلوی

ترجمہ و تصنیف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

جلد دوم

تکریم الکریم و ذلوسب

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

APPROVED

By WWW.ATTABLIG.COM at 7:20 am, Oct 26, 2010

امداد الاخكام

امداد الفتاویٰ کا تکملہ جو ۳۴ حصوں کے بعد کے تقریباً سواد و ہزار
فتاویٰ پر مشتمل ہے،

تالیف

حضرت مولانا ظفر احمد رضا عثمانیؒ ① حضرت مولانا مفتی عبدالکریم رضا گھٹلوٹیؒ

زیر نگرانی و رہنمائی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحبہا تھانویؒ قدس سرہ

جلد چہارم

ناشر

زکریا بک ڈپو دیوبند ضلع سہارنپور

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	فصل فی الطلاق بالکنایات		
۲۴	اس کی ماں کو کہہ دینا کہ دوسری شادی کر دے		
"	ہم اس کو نہیں چاہتے، کنایہ کے حکم میں ہے۔		
۲۵	بیوی کو کہا "تم کو حرام کیا"		
۲۶	شوہر کی نیت کے مطابق ایک طلاق بائن یا		
"	تین طلاق کا واقعہ ہونا۔		
۲۷	شوہر نے کہا "میں تم سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں"		
۲۸	میرا اس عورت پر کچھ دعویٰ نہیں، شوہر نے کہا۔		
۲۹	میں تیرا وارادہ نہیں، نہ تو میری کچھ لگتی ہے نہ		
"	میں تیرا کچھ۔		
۳۰	طلاق بلفظ "جائناح کر" و تفصیل حکم کنایات		
"	دیا نہ وقفہ۔		
۳۱	تیرے ساتھ جماع کروں تو ماں بہن سے		
"	جماع کروں۔ میں نے تجھے کو چھوڑ دیا، تیرا میرا		
"	کچھ تعلق نہیں۔		
۳۲	شوہر نے بیوی سے کہا "تجھے کو میری طرف سے		
"	جواب ہے"		
۳۳	لفظ "صاف جواب ہے" کہنے کا حکم۔		
"	لفظ حرام سے بلا نیت طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔		
۳۴	وہ میری زوجیت سے باہر ہے، وہ میرے		
"	سے مرگئی میں اس سے مرگیا۔		
۳۵	تجھے سے کوئی سروکار نہیں، نہ میں شوہر نہ تو زوجہ		
"	کہنے کا حکم۔		
	فصل فی الطلاق الصریح		
۱۳	طلاق صریح میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔		
۱۴	لفظ "چھوڑی" سے بغیر نیت کے بھی طلاق صریح		
"	واقع ہو جائیگی۔		
۱۵	"جائتھے طلاق دیا میں" شوہر نے کئی بار کہا تو		
"	کیا حکم ہے۔		
۱۶	شوہر نے دوسرے کہا "میں نے تجھے آزاد کر دیا"		
"	تو میری بہن ہے۔		
۱۷	"جائتھے کو چھوڑ دیا" استقبال کی نیت سے		
"	کہنے کا حکم۔		
۱۸	تجھے القط کیا، آزاد کیا کے الفاظ سے وقوع		
"	طلاق کا حکم۔		
۱۹	عمرو نے پوچھا کہ بیوی چھوڑ دی، زید نے جواب		
"	دیا چھوڑ دی۔		
۲۰	دو طلاق صریح دینے کے بعد شوہر نے کہا کہ بفضل		
"	کی لڑکی کو طلاق بائن دیا تو کتنی طلاقیں ہوئیں۔		
۲۱	حکم طلاق بلفظ بہشتم ادرا۔		

نام کتاب :- امداد الاحکام، جلد چہارم

تالیف :- حضرت مولانا طفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

تبویب :- مولانا محمود اشرف عثمانی مولانا رفیع اللہ عثمانی

ترتیب مقدم :- مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب صدر دارالعلوم کراچی

زیر ہدایت :- ذوالفقار علی

ناشر :- زکریا بک ڈپو دیوبند، سکھارنپور

فون نمبر :- ۲۳۲۲۳ - ۱۳۳۶

فیکس :- ۲۲۹۲۲ - ۱۳۳۶

طباعت :- اشرفی آفسیٹ پریس دیوبند

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۲	تفویض معلق میں عورت کو وقوع طلاق کا اختیار	۳۸	رابطہ کو مت بلاؤ میرے کام کی نہیں بلانیت
"	مجلس وقوع شرط یا مجلس علم بالوقوع تک ہے۔	"	طلاق کہا۔
۶۴	نکاح کے بعد عورتوں کو پیش آنیوالے مصائب	۴۲	لفظ آزاد ہو کے کنایہ ہونے اور نہ ہونے کی تحقیق۔
"	کاہل علاج۔	"	کنایات میں اگر نیت میں شک ہو تو طلاق نہیں ہوگی۔
فصل فی تعلیق الطلاق		۴۳	کمرہ نے فرار عن الطلاق کی نیت سے کہا
۶۶	اگر تو اس گھر میں آئی تو تجھے سات طلاق ہیں	"	"تلا ہے، تلا ہے، تلا ہے"
۶۷	تعلیق طلاق کی ایک خاص صورت اور اس کا حکم۔	۴۴	میں نے ہندہ کو اجازت دی ہے کہ جسے چاہے نکاح کرے، مجھ کو کچھ غرض نہیں۔
۶۸	تعلیق طلاق کی ایک صورت۔	۴۵	حکم بعض الفاظ کنایہ۔
۶۹	اگر اس گھر میں جاؤ گی تو طلاق ہو جاؤ گی۔	۴۶	طلاق بائن کی ایک صورت کا حکم۔
۷۰	اگر تو اس بات کا تذکرہ کسی سے کریگی تو تجھ پر تین طلاق، اور پھر خود تذکرہ کرنیکی اجازت دیدی۔	۵۰	دو طلاق متر کے بعد ایک طلاق بائن دینا۔
۷۱	اگر اپنے بچہ کو فلاں جگہ پانچ سال تک روانہ کروں تو اسکی ماں پر تین طلاق، پھر بچہ کو خود دباؤ لے گیا۔	۵۱	طلاق بالکتابت کی ایک صورت۔
۷۲	اگر تو فلاں سے بات کرے تو تجھ پر تین طلاق، اور بوقت ضرورت اجازت دینے کا خیال تھا	فصل فی تفویض الطلاق	
"	پھر اجازت دیدی۔	۵۲	تفویض طلاق کی ایک صورت اور اس کا حکم۔
"	حالت کراہ میں تعلیق طلاق کا حکم۔	۵۳	تفویض طلاق میں مجلس علم میں طلاق واقع کرنا شرط ہے
۸۰	اگر تو زبان درازی کریگی تو تجھ سے تعلق نہ رکھوں گا	ایضاً	ایضاً
"	اور کچھ نیت نہیں کی۔	ایضاً	ایضاً
۸۱	اگر تو نہ آویگی تو تین طلاق کہنے کا حکم۔	ایضاً	ایضاً
۸۲	اگر کسی ایک شرط کی خلاف ورزی کی تو وہ ہنزلہ طلاق بائن منظور ہوگی۔	ایضاً	ایضاً
"		۵۸	تفویض طلاق کی ایک صورت۔
"		۶۰	اپنے باپ کو وکیل بالطلاق بنایا، اپنے اس کے سسر کو اختیار دیدیا تو کیا حکم ہے۔
"		"	اگر کسی شرط کے خلاف کروں تو تین طلاق دینے کے لئے اپنا اختیار زوجه کو سسر دیکر

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۵	بیوی کو تین طلاقیں معلق کرنے کا یقین ہے اور شوہر کو عدد میں شک ہے تو کیا حکم ہے۔	۸۴	تعلیق طلاق کی ایک صورت۔
۱۰۶	تعلیق طلاق باءار دین کی ایک صورت کا حکم۔	۸۶	لفظ طلاق واقع خواہ شد سے تعلیق پر شبہ کا جواب۔
۱۰۷	تعلیق طلاق کی ایک صورت۔	۸۷	تمہارے سوا کسی سے نکاح کروں تو اسکو طلاق ہوگی، کہنے کا حکم۔
۱۰۸	کابین نامہ میں لکھا کہ اگر آپ کی زندگی میں دوسرا نکاح کروں تو وہ عورتیں (۱۱)، (۱۲)، (۱۳) طلاق ہوئیں، اگر دوسرے نکاح کی ضرورت ہوئی تو آپ احمد آپ کے اولیاء سے علیحدہ علیحدہ اذن لے کر کروں گا۔	۸۸	تعلیق طلاق کی ایک صورت۔
۱۱۳	ارتداد سے عین باطل ہوتی ہے، تعلیق باطل نہیں ہوتی۔	۹۱	اگر فلاں کام کروں تو میں جو نکاح کروں اور جب کروں، جس سے اسے تین طلاق، پھر وہ کام کریں تو کس حیلہ سے نکاح کرے۔
۱۱۴	تعلیق طلاق کا ایک مسئلہ۔	۹۲	طلاق معلق کے بارے میں ایک فتویٰ۔
۱۲۱	سسر نے داماد سے لکھوایا کہ اگر تو میرے حکم اور مرضی کے بغیر گھر سے نکلے گا تو میری لڑکی کو تین طلاق، پھر لڑکا مظلوم سے تنگ آکر بلا اذن نکل گیا۔	۹۵	نکاح سے قبل کابین نامہ میں لکھ دیا کہ اگر تمہارے زندہ رہنے کی حالت میں نکاح کروں تو دوسری مطلقہ ٹلا نہ ہو جائیگی، پھر بیوی کو طلاق دے کر دوسرا نکاح کر لیا۔
۱۲۲	طلاق معلق سے بچنے کا حیلہ۔	۹۷	تعلیق کے بعد تنجیس طلاق کا حکم۔
۱۲۳	طلاق معلق سے بچنے کا حیلہ۔	۱۰۱	اگر فلاں کام نہ کروں تو مجھ پر زن طلاق ہے، کہنے کا حکم۔
۱۲۴	طلاق معلق سے بچنے کا حیلہ۔	۱۰۲	بیوی کے ہاتھ کے پکائے ہوئے کھانے کیساتھ تعلیق طلاق کی ایک صورت۔
۱۲۵	طلاق معلق سے بچنے کا حیلہ۔	۱۰۳	طلاق معلق بلفظ اگر میں مرتہ واحد سے عین منحل ہو جاتی ہے۔
۱۲۶	طلاق معلق سے بچنے کا حیلہ۔	"	وقوع شرط میں تردد ہو تو طلاق نہ ہوگی۔
۱۲۷	طلاق معلق سے بچنے کا حیلہ۔	۱۰۴	اگر یہ فعل کروں گا تو جو عورت نکاح میں لاؤں گا مجھ پر طلاق ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶۱	شوہر نے تین مرتبہ کہا، اگر مجھے مارنے کا اختیار نہیں تو میں نے طلاق دی۔	۱۳۰	فصل فی طلاق المریض ولبسی اسکران
۱۶۲	طلاق بائن کے بعد تین مرتبہ طلاق اس سے ملحق ہوگی۔	۱۳۱	الروح المنقوش فی حکم طلاق المدحوش
۱۶۳	حکم طلاق ثلاث نابالغہ غیر مدخولہ۔	۱۳۲	عقل زائل ہونے کی صورت میں طلاق نہیں ہوتی۔
۱۶۵	ایک دو تین طلاق کہنے کا حکم۔	۱۳۳	نابالغ کی طلاق کا حکم۔
۱۶۶	دو بیویوں کو کہا، دونوں کو ایک دو تین طلاق دی ہوں۔	۱۳۴	نابالغ نہ خود طلاق دے سکتا ہے، نہ اس کا ولی۔
۱۶۸	طلاق مغلطہ کی ایک صورت۔	۱۳۵	حکم تفسیری زوجہ نابالغ۔
۱۶۹	ایک دوسرے طلاق ہستی سے کتنی طلاقیں ہونگی۔	۱۳۸	فصل فی الطلاق الثلاث و احکامہ
۱۷۰	طلاق مغلطہ کی ایک صورت کا حکم۔	۱۳۹	مطلقة ثلاثہ کا حکم۔
۱۷۲	دو بیویوں کو مخاطب کر کے کہا، شمار ایک طلاق، دو طلاق، سہ طلاق دادم۔	۱۴۰	ایک وقت میں تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو گئیں۔
۱۷۳	مذکر طلاق میں کہا، ایک دو تین تو طلاق مغلطہ ہو جائیگی۔	۱۴۱	متعدد الفاظ کا یہ استعمال کرنے کے بعد ایک طلاق صریح دی تو تین طلاقیں ہو گئیں۔
۱۷۴	دو بیویوں کو کہا، اللہ کا حکم شمار اس طلاق دادم۔	۱۴۲	یکبارگی تین طلاق دینے کے حکم کی تحقیق اور اعترافات کا جواب۔
۱۷۵	تم دونوں کو تین طلاق دیدی کہنے کا حکم۔	۱۴۳	لفظ طلاق تین بار کہنے سے طلاق مغلطہ ہو گئی۔
۱۷۶	مطلقہ ثلاث کے ارتداد سے طلاق کا حکم باطل نہیں ہوگا۔	۱۴۴	جانتھو کہ طلاق دی میں نے، پھر کہا، تجھ کو دو طلاق دی۔
۱۷۷	والدہ سے کہا، ماں تیری بہو کو تین طلاق تو طلاق مغلطہ ہوگی۔	۱۴۵	حکم طلاق ثلاث بدون اضافت۔
۱۷۸	میں اس کو چھوڑ چکا، وہ میری بیوی نہیں ہے مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں، وہ میری طرف سے آزاد ہے، کہنے کا حکم۔	۱۴۶	تجھ کو آزادی اور طلاق دی، تو چلی جا کہنے کا حکم۔
۱۷۹	تجھ کو قطعاً چھوڑ دیا، تو میری بیوی گری سے نکل گئی اور تم کو قطعاً بائیکاٹ کر دیا ہے۔	۱۴۷	تجھ کو قطعاً چھوڑ دیا، تو میری بیوی گری سے نکل گئی اور تم کو قطعاً بائیکاٹ کر دیا ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸۳	طلاق دی، تین مرتبہ کہا تو باتفاق ائمہ اربعہ طلاق مغلطہ ہو جائیگی۔	۱۸۳	طلاق دی، تین مرتبہ کہا تو باتفاق ائمہ اربعہ طلاق مغلطہ ہو جائیگی۔
۱۸۴	حکم الدیانتہ ثلاثہ اذا سمعن من الازواج الطلقات الثلاث۔	۱۸۴	حکم الدیانتہ ثلاثہ اذا سمعن من الازواج الطلقات الثلاث۔
۱۸۵	فصل فی الخلع و احکامہ و الطلاق علی ما	۱۸۵	فصل فی الخلع و احکامہ و الطلاق علی ما
۱۸۶	والدین کے کہنے سے عورت خلع لے سکتی ہے یا نہیں بشرط معافی مہر طلاق کی ایک صورت۔	۱۸۶	والدین کے کہنے سے عورت خلع لے سکتی ہے یا نہیں بشرط معافی مہر طلاق کی ایک صورت۔
۱۸۷	شوہر اپنے والد کو وکیل بالخلع بنا کر خلع کرے تو کیا حکم ہے۔	۱۸۷	شوہر اپنے والد کو وکیل بالخلع بنا کر خلع کرے تو کیا حکم ہے۔
۱۸۸	رسالہ قطع اللہاج فی بعض احکام الخلع و الطلاق و تعدد الازواج۔	۱۸۸	رسالہ قطع اللہاج فی بعض احکام الخلع و الطلاق و تعدد الازواج۔
۱۸۹	فصل فی فسخ النکاح عند کون	۱۸۹	فصل فی فسخ النکاح عند کون
۱۹۰	الزوج مفقوداً او غائباً او	۱۹۰	الزوج مفقوداً او غائباً او
۱۹۱	متعنتاً فی النفقة او مجنوناً	۱۹۱	متعنتاً فی النفقة او مجنوناً
۱۹۲	زوجہ مجنون کا حکم۔	۱۹۲	زوجہ مجنون کا حکم۔
۱۹۳	ایضاً ایضاً	۱۹۳	ایضاً ایضاً
۱۹۴	زوجہ عین کا حکم اور اس کی عدت و مہر کا بیان	۱۹۴	زوجہ عین کا حکم اور اس کی عدت و مہر کا بیان
۱۹۵	مفقود و الخیر پر حکم بالموت کیلئے فقہاء رضائی شرط	۱۹۵	مفقود و الخیر پر حکم بالموت کیلئے فقہاء رضائی شرط
۱۹۶	ایضاً ایضاً ایضاً	۱۹۶	ایضاً ایضاً ایضاً
۱۹۷	زوجہ عین کا حکم۔	۱۹۷	زوجہ عین کا حکم۔
۱۹۸	زوجہ مجنون کا حکم۔	۱۹۸	زوجہ مجنون کا حکم۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۶۲	حسن المحاضرة في تحقيق بعض شرائط حرمة المصاهرة	۳۶۰	حرمت مصاہرت کی ایک صورت کے متعلق مدرسہ
۳۸۱	حکم حرمت مصاہرت از تقبیل فم و معانقہ	"	سہارنپور و خانقاہ امدادیہ کے دو مختلف فتویٰ
فصل فی ارتداد الزوجین و احدهما		۳۶۳	شوہر اس اقرار کے بعد کہ اس کے باپ نے اسکی
۳۸۳	عورت کا من شریعت تو خواہم کہنے کا حکم	"	بیوی سے زنا کیا ہے، انکار کرے اور عورت
"	اورین طلاق کے بعد ارتداد کا حکم	"	بھی مدعیہ زنا ہو۔
۳۸۵	حکم نکاح مرتدہ کہ بعد از اسلام آوردہ	۳۶۴	خسر نے شہوت کے ساتھ ہو کا ہاتھ پکڑا تو وہ
۳۸۷	عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا	"	اپنے شوہر پر حرام ہو جائیگی۔
فصل فی الظہار و الایلاء و اللعان		۳۶۵	حرمت مصاہرت کے متعلق ایک استفتاء
۳۸۹	شوہر نے کہا اگر تیرے ساتھ جینا کروں تو تیرے	۳۶۹	مصاہرت کی ایک خاص صورت کا حکم
"	پیٹ سے پیدا ہوئے مرچکا کر کے	۳۵۲	حدیث سے حرمت مصاہرت بالزنا کا ثبوت
"	تمہارے گھر جاؤں تو ماں کے گھر جاؤں کہنے	۳۵۴	جب تک مس بالہ شہوت نہ ہو موجب حرمت نہیں
"	کا حکم	۳۵۵	منہ یا خسر پر بوسہ لیا تو انکا شہوت معتبر نہیں
باب العدة		۳۵۶	ساحقت موجب حرمت مصاہرت ہے یا نہیں
۳۹۰	نومسلمہ کی عدت کا حکم	"	صل یوز للحنفی الافتاء بقول الشافعی فی مسئلہ
۳۹۱	حاملہ کی عدت مطلقاً وضع حمل ہے	"	المصاهرة أم لا
۳۹۲	زوجہ عین مطلقہ غیر مدخولہ پر بوجہ خلوت	۳۵۷	عورت دو گواہوں کی شہادت کے ساتھ دعویٰ
"	صحیحہ عدت لازم ہے	"	کرے کہ خسر نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے، اور
۳۹۳	مسئلہ ممتدة الطهر	۳۵۸	بیوی کی سوتیلی ماں سے زنا کیا تو بیوی حرام
۳۹۴	رضاع کی وجہ سے حیض بند ہو تو عدت	"	نہیں ہوگی
"	کس طرح شمار ہوگی	۳۵۹	دہلی ربیعہ بیوی کا حرام ہونا
۳۹۵	خلع کی عدت کتنی ہے	"	حرمت مصاہرت کے متعلق چند سوالوں پر
		"	مشتمل ایک استفتاء
		۳۶۱	مسئلہ مصاہرت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۹۲	بدون لعان کے نسب منقہ نہیں ہو سکتا	۳۹۶	دعویٰ عدت ثبوت نسب کے تابع ہے
"	داشتہ کی اولاد کا ثابت نسب نہ ہونا	"	مطلقہ ثلاث بعد از علالہ مرتد ہو گئی تو مسلمان
۳۹۳	زوج ثالث کے طلاق دینے کے بعد انفقار	"	ہونے کے بعد زوج اول سے بدون عدت
"	عدت سے قبل زوج اول نے وطی کی اور حمل	"	نکاح جائز نہیں
"	گھر گیا تو یہ حمل کس سے تصور ہوگا	۳۹۷	زنا کی عدت نہیں ہے
کتاب الرضا		فصل فی الحداد	
۳۹۵	مسئلہ رضاعت کی ایک صورت	"	بغرض دفع غم معتدہ وفات گھر سے نکلنا
"	جس نے دودھ پیا ہے وہی حرام ہو گیا یا ب	"	درست ہے یا نہیں
"	رضاعت کی ایک صورت اور اس کا حکم	۳۹۸	حکم خروج معتدہ وفات از خانه شوہر بعد از
"	ایضاً	۳۹۹	ضرورت نفقہ کے علاوہ دیگر ضروریات کے
۳۹۶	رضاعی خالہ سے نکاح حرام ہے	"	لئے معتدہ وفات کا گھر سے نکلنا
"	تنہا رضاع کی شہادت سے حرمت رضاعت	"	شوہر کے انتقال کے وقت ایک بیوی دوسری
"	ثابت نہیں ہوتی	"	کے گھر میں بغرض عیادت مقیم ہو تو عدت کہاں
۳۹۹	رضاعت کی ایک صورت	"	گزارے
۴۰۱	تحقیق اختلاف روایات در باب ثبوت رضاع	باب ثبوت النسب و مدة الحمل	
۴۰۲	مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانے کا	۴۰۱	حکم نکاح زن مطلقہ کہ حاملہ شد و بیان
"	اعتبار نہیں	"	نسب ولید آں
۴۰۳	مسئلہ رضاعت	"	اکثر مدت حمل پر شبہ اور اس کا جواب
۴۰۴	بیٹے کی اخت رضاعیہ سے نکاح جائز ہے	"	زوج کی وفات کے دو سال بعد اور نکاح
"	پستان سے دودھ گر کر آئے میں مل گیا تو	"	ثانی سے اقل مدت حمل سے بچہ پیدا ہوا
"	اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں	۴۰۹	حکم نفی نسب بتہمت زنا
۴۰۵	رضاع کے متعلق ایک مفصل فتویٰ	"	ثبوت نسب کی ایک صورت کا حکم
۴۰۶	مسئلہ رضاعت	"	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	کتاب النفقات	"	رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔
		۴۲۲	تنہا مرضعہ کی شہادت ثبوت رضاعت کے لئے کافی نہیں۔
	فصل فی نفقۃ الزوجۃ وسکناھا	۴۳۵	رضاعت کا ایک مسئلہ۔
۴۵۱	زوجہ شوہر کی اجازت کے بغیر اسکا مال خرچ نہیں کر سکتی۔	۴۳۶	مسئلہ رضاعت۔
"		۴۳۷	دو سال سے بڑے بچہ کو دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔
"	ناشرہ عورت اپنے نان و نفقہ اور مہر کا مطالبہ کرے۔		باب الحضانۃ
"	عورت شوہر کے ساتھ سفر میں جانے سے انکار کر دے تب بھی نفقہ واجب ہے۔	۴۳۸	نابالغ کے حق ولایت میں دادی، ہمیشہ اور پھوپھی زاد بھائی میں کون مقدم ہے۔
۴۵۲	ناشرہ مطلقہ کے نان و نفقہ کا شوہر کے ذمہ واجب نہ ہونا۔	"	حق حضانت اور ولایت نکاح کا ایک مسئلہ۔
"		۴۳۹	احکام حضانت اور یتیم کے مال میں حاضنہ کے تصرف کا حکم۔
۴۵۵	زوجہ اور والدین میں نا اتفاقی کی صورت میں والدین سے علیحدہ رہنا۔	"	بچہ کے غیر محرم سے حاضنہ کا نکاح سقط حق حضانت ہے۔
"	حکم نفقہ ناشرہ اور کن امور میں زوج کی اطاعت واجب ہے۔	۴۴۰	سات سال کے لڑکے کی پرورش کا حق ولی عصبہ کو ہے۔
۴۳۶	زوجہ کے والدین اور اقارب سے ملنے کی مدت اور اس عرصہ کے نفقہ کا حکم۔	"	بالغ ہونے تک لڑکیوں کی پرورش کا حق ماں کو ہے۔
"	ایسی دو بیویوں کے نفقہ کا حکم جن میں ایک کی اولاد زیادہ ہو۔	۴۴۱	باپ، ماں کی فالہ، دادا، دادی میں کون حق بالحضانت ہے۔
	فصل فی نفقۃ الاولاد والاباء والامہات	"	حاضنہ یا حضانہ میں منکر کی ہوئی رقم کہاں سے لے۔
۴۶۰	دوسرے شوہر پر بیوی کی پہلی اولاد کی نفقہ شرعاً واجب نہیں۔	۴۵۰	مادر صغیر بیٹے کے کھانے میں سے ایندھن کے عوض باپ کو کھانا جائز ہے یا نہیں۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
"	چچا کے ذمہ بھتیجے کے نفقہ کا حکم۔	"	ما جتمند باپ کا نفقہ غنی اولاد کے ذمہ واجب ہے۔
۴۶۷	یتیم کے مال سے اسکے معلم کو تنخواہ وغیرہ دینا۔	"	رسالہ خیر الرشاد فی العدل بین الاولاد
۴۶۸	حکم نفقہ ذوی الارحام۔		فصل فی نفقۃ ذوی الارحام
	فہرست ختم شد	۴۶۶	بہن کے مصارف نکاح باپ اور دوسرے بھائیوں سے لے سکتا ہے یا نہیں۔
	امداد الاحکام جلد ثانی	"	



APPROVED

By WWW.ATTABLIG.COM at 7:21 am, Oct 26, 2010

APPROVED

By WWW.ATTABLIG.COM at 7:21 am, Oct 26, 2010

فصل فی الطلاق الصریح

(سوال) کیا فرماتے علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کوئی اعتبار نہیں نے اپنے بیوی کو دو مرتبہ دو شخصوں کے رو برو دو طلاقیں صریح دین جس کے یہ لفظ تھے کہ میں نے تجھے طلاق دی ہیں نے تجھے طلاق دی اور دونوں مرتبہ یہ کہا کہ تو میری ماں ہے اور یہ الفاظ اس سے حالت غصہ میں نکلے بعد میں یہ کہتا ہے کہ اس کو میری نیت جد کرنے کی نہ تھی اب اس کے واسطے نکاح جدید کی بغیر حلال ہو سکتی ہے یا نہیں بغیر نکاح ثانی کئے؟

الجواب: اگر زید نے اپنی بیوی کے متعلق یہ لفظ کہے کہ "میں نے تجھے طلاق دی" تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی خواہ اس کی نیت طلاق کی ہو یا نہ ہو، اب اگر یہ لفظ دوبار کہا تو دو طلاقیں رجعی پڑیں جن سے عدت کے اندر نہ نکاح ٹوٹا نہ حرمت ثابت ہوئی عدت کے اندر اگر وہ اس کے پاس چلا جلوسے یا شہوت سے اس کو چھوئے یا زبان سے یہ کہہ دے کہ میں نے رجعت کر لی تو بدستور نکاح قائم رہے گا اور اگر عدت گزر گئی تو نکاح جدید کی ضرورت ہوگی اور اگر خدا نخواستہ طلاق کا لفظ تین بار زبان سے نکل گیا ہو تو پھر یہ حکم نہیں ہے اگر ایسا ہوا ہو تو دوبارہ سوال کریں تین بار طلاق کا لفظ کہنے سے بدون حلالہ کے کسی طرح نکاح نہیں ہو سکتا۔ باقی زید کا یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے "اس سے کچھ نہیں ہوا البتہ بیوی کو ایسا لفظ کہنا مکروہ اور بُری بات ہے اور اگر یہ کہا ہو کہ تو میری ماں جیسی ہے" تو اس کا دوسرا حکم ہے اگر ایسا ہو تو دوبارہ سوال کیا جائے۔ قال فی الدسوان قال تعدتہ تخویفًا لم یصدق قضاءہ وفیہ ایضًا ویقع بہا (ای بالفاظ الصریح) واحدا رجعیة وان نوی خلافہا اولم ینوشیعًا اھ ص ۶۷ و ص ۶۸ ج ۲ - وفیہ ایضًا ویقع حکم لفظ "انت علی مثل امی وکامی" مانصہ والا ینوشیعًا اور حذف الکاف لغا۔ ویکرم قولہ "انت امی ویا ابنتی ویا اختی" ونحوہ اھ

ص ۹۳۹ و ص ۹۵۹ ج ۲ واللہ اعلم۔ نظرا ص ۳ رذی الحجۃ ۱۳۴۰ھ

لفظ ”چھوڑ دی“ سے طلاق صریح واقع ہو جائے گی خواہ نیت کرے یا نہ کہ چھوڑ دی اور کچھ نہیں کہا نہ کسی قسم کا دل میں خیال تھا تو بیٹھے ہوئے شخص کے لئے کیا حکم ہے اور اس کے نکاح میں کوئی فرق تو نہیں آیا۔ یہی بیٹھا ہوا شخص اس بات کے کہنے سے جو اوپر معلوم کی دوڑھائی مہینے یا اس سے زائد تین یا چار مہینے بعد اپنی بیوی سے تنہائی ایک مکان میں ہوئی جس میں سوائے شوہر اور بیوی کے کوئی نہیں تھا مگر ہم بستر نہیں ہوئی بوجہ بیوی کی بیماری کے تو اس بیٹھے ہوئے شخص کے لئے کیا حکم ہے نکاح اس کا جائز رہا یا نہیں؟ مدت جو اوپر لکھی دوڑھائی مہینے یا تین چار مہینے بیٹھیک یا دن نہیں مگر دو مہینے سے کم نہیں اور چار سے زائد نہیں۔

الجواب: شامی میں چھوڑ دینے کا ترجمہ سرحت کا لکھا ہے اور سرحت کا لفظ کنایات میں سے ہے اور احتمال رد اور شتم کا نہیں رکھتا اس واسطے طلاق کا واقع ہونا نیت پر موقوف ہے اور جبکہ طلاق دینے کی نیت نہیں تھی تو طلاق نہیں ہوئی، تنویر الابصار میں ہے نفی حالة الرضى توقف الاقسام على النية فقط والله اعلم۔

کتبہ الاحقر افضل احمد رضا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح،

عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند، ۱۷ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ

الجواب غیر صحیح عندنا قال فی العالمگیریہ ولو قال الرجل لامرأته ترا چنگ بازداشتم او بہستم او یلہ کردم او پائے کشادہ کردم ترا فہذا کلمہ تفسیر قولہ طلقک عر فاحتی یکون رجعیاً ویقع بدون النیۃ کذا فی الخلاصۃ وکان الشیخ الامام ظہیر الدین المرغینانی یفتی فی قولہ بہستم بالوقع بلانیۃ ویكون الواقع رجعیاً فی ۲۷، ۲۸۔ اور ظاہر ہے کہ لفظ چھوڑ دی ہماری زبان میں بہستم کا ترجمہ ہے اور معنی طلاق میں صریح ہے لہذا صورت مسئلہ میں قائل کی بیوی پر طلاق رجعی واقع ہو گئی خواہ نیت ہو یا نہ ہو اگر عدت کے اندر اس نے اپنی بیوی سے قولاً رجوع کر لیا یا اس کو شہوت سے چھو لیا تب تک نکاح فاسد نہیں ہوا ورنہ عدت گزرنے پر نکاح ٹوٹ گیا دوبارہ نکاح کر سکتا ہے واللہ اعلم۔ حررہ الاحقر ظفر احمد رضا اللہ عنہ بامرسیدی حکیم الامت ۱۰ رجب ۱۴۱۵ھ

”جانتھے ایک طلاق دیا میں“ اس کو شوہر نے کئی بار کہا تو کیا حکم ہے

(سوال) ما قولکم رحمکمہ اللہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی سے کہا جانتھے ایک طلاق دیا میں۔ جانتھے ایک طلاق دیا میں۔ جانتھے ایک طلاق دیا میں۔ مگر بیوی تینوں دفعہ جانے سے انکار کرتی ہے اور کہتی تھی مجھے صاف کر کے دو تب جاؤں گی اور شوہر ہر مرتبہ جانتھے ایک طلاق دیا میں کہتا رہا اب زید قسم سے کہتا ہے کہ مجھ کو صرف ایک طلاق دینے کی نیت تھی اور باقی دو دفعہ صرف زوجہ کے جواب میں اعادہ کیا تھا اور زید قرآن مجید لیکر قسم کھا کر کہتا ہے مجھ کو صرف ایک طلاق کی نیت تھی اب زید کے زوجہ پر آیا ایک ہی طلاق ہوگی یا دو طلاق یا تین طلاق؟

الجواب: قال فی العالمگیریہ رجل قال لامرأته انت طالق انت طالق انت طالق انت طالق فقال عنیت بالاولی الاولی بالثانیۃ والثالثۃ افہا مہا صدق دیانۃ و فی القضاء طلقت ثلاثاً کذا فی فتاویٰ قاضی خاں متی کسر لفظ الطلاق بحرف الواو وبغیر حرف الواو یبعد الطلاق وان عنی بالثانی الاولی لم یصدق فی القضاء کقولہ یا مطلقۃ انت طالق ولو ذکر الثانی بحرف التفسیر وهو حرف الفاء لا یقع الاخری الا بالنیۃ کقولہ طلقک فان انت طالق کذا فی الظہیریۃ ولو طلقها ثم قال لہا طلاق وادمت یقع اخری ولو قال طلاق دادم امت لا یقع اخری اھ من ۵۶ ج ۲۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ اولیٰ میں اگر عورت مدخولہ ہے تو قضاء تین طلاق واقع ہو گئی ہیں۔ والمرأۃ کالقاضی لہذا عورت کو یہی سمجھنا واجب ہے کہ مجھ کو تین طلاق ملی ہیں گو دیانۃ شوہر کی نیت اگر تاکید و افہام کی تھی تو اس کے حق میں طلاق ایک ہی ہوئی مگر عورت کو ایک سمجھنا جائز نہیں وہ اپنے کو مطلقہ ثلاث ہی سمجھے اور شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ ہے بلکہ اس سے الگ ہو جائے اور بدون تحلیل کے اس کو اپنے لئے حلال نہ سمجھے۔ واللہ اعلم۔

۶، سوال ۱۴۱۵ھ

شوہر نے دو مرتبہ کہا ”میں نے تجھ کو آزاد کر دیا تو میری بہن ہی آزاد کر دیا تو میری بہن ہے۔ بعد دو روز ہونے غصہ کے ہوش و حواس درست ہونے پر

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین۔ ایک شخص زید نے غصہ و لڑائی میں اپنی زوجہ کو دو دفعہ یہ کہہ دیا کہ میں نے تجھ کو آزاد کر دیا تو میری بہن ہے۔ بعد دو روز ہونے غصہ کے ہوش و حواس درست ہونے پر

بہت پچھتایا۔ اب ایسی طلاق جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب : قال فی العالمگیرۃ وکان الشیخ الامام ظہیر الدین المرغینانی یفتی فی قولہ بہتم بالوقوع بلانیۃ ویکون الواقع رجعیاً وفتی فیما سواہا باشتراط النیۃ ویکون الواقع بائناً کذا فی الذخیرۃ ۱ھ (ص ۲۷۲) وفیہ ایضاً (ص ۲۷۵) واما حکمہ فوقع الفرقة بانقضاء العدة فی الرجعی وبدونہ فی البائن کذا فی فتم القدیر و زوال حل المناکحة متى تم ثلثا کذا فی محیط السرخسی ۱ھ و فی الدرر ان نوى بانث علی مثل امی او کامی برا او طهارا او طلاقاً صحت نیته ووقع مانواہ لانہ کنایۃ والا یو شیئاً او حذت الکاف بان قال انت امی لغا ویکرا قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ۱ھ قال الشامی وفیہ حدیث رواہ ابوداود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلاً یقول لامرأته یا اخیۃ فکرا ذلک ونهی عنہ فلم یمین فیہ حکما سوی الکراهۃ والنهی ۱ھ (ص ۹۵۰ ج ۲) قلت ولفظ آزاد کردن من الصریح عندی فی عرف اهل الهند لا یطلقونہ علی النساء الا فی معنی الطلاق

صورت مسئلہ میں زید کی بیوی پر دو طلاق رجعی پڑ گئیں جن سے نکاح نہیں ٹوٹا پہلا نکاح بدستور باقی ہے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں (لیکن نئے سرے سے امتیاطاً طالع پڑھالیا تو اچھا ہے گو ضرورت نہیں قلت و دجھہ الشبۃ فی کون اللفظ صریحاً او کنایۃ فان بعض الناس یعدونہ کالاعتاق فی العربیۃ وھو کنایۃ ۱۲) اب تک تو نکاح نہیں ٹوٹا لیکن اس کے بعد اگر کسی وقت خدا نخواستہ زید کی زبان سے ایک دفعہ طلاق کا لفظ اور نکل گیا تو پھر اس کی بیوی ہمیشہ ہی کے لئے حرام ہو جائے گی نکاح سے بھی حلال نہ ہو سکے گی بلکہ اس وقت حلالہ کرنا پڑے گا اول دوسرے مرد سے نکاح کرے پھر وہ طلاق دیدے یا مرجائے تو زید اس کے بعد نکاح کر سکے گا لہذا اب زید کو اپنی زبان ہمیشہ سنبھالنی چاہئے اور طلاق کو کھیل نہ بنانا چاہئے کہ سخت گناہ ہے واللہ اعلم

(سوال) زید اور زوجہ زید مسماۃ ہندہ میں کچھ معاشرت کی نیت کے ساتھ کہنے کا حکم کے متعلق گفتگو ہوئی ہندہ مذکورہ سے زید نے کہا کہ اب تو میں تجھ کو چھوڑ ہی دیا ہوں اب میں کیا شکایت تیرے والدین سے کروں؟ زید عبارت مذکورہ

کی توجہ یوں بیان کرتا ہے کہ میرا مقصود نہ طلاق دینا تھا اور نہ میں نے طلاق ماضیہ کے خبر دی بلکہ مقصود صرف تہدید تھی چونکہ میرا خیال تھا کہ اس سے قطع تعلق کر دینا چاہئے اور بنا علیہ اس جملہ کا صدور ہوا کہ تو طلاق ہونے والی ہے زمانہ استقبال میں اس کو تعبیر کیا لفظ ماضی کے ساتھ نہ باعتبار ماکان کے بلکہ باعتبار ما یكون . آیا زید کی یہ نیت شرعاً معتبر ہوگی یا نہیں اگر معتبر نہیں تو طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب : زید کا یہ لفظ کہ اب تو میں نے تجھ کو چھوڑ ہی دیا ہے " ارد میں طلاق کے لئے صریح ہے جس سے بدون نیت کے وقوع طلاق کا ہو جاتا ہے اور عبارت سوال بتلا رہی ہو کہ زید نے بھی معنی طلاق کا قصد کیا تھا مگر اس نے ماضی و حال کے اعتبار سے قصد نہیں کیا بلکہ آئندہ کے لحاظ سے قصد کیا ہے مگر یہ نیت لغو ہے کیونکہ صیغہ تطلق فی الحال میں صریحاً اس سے تطلق مستقبل کی نیت صریح نہیں ہو سکتی پس صیغہ مذکور سے طلاق کا وقوع ہو گیا، واللہ اعلم۔

۱۵ رذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین تجھے القط کیا، آزاد کیا کے الفاظ سے وقوع طلاق کا حکم اس مسئلہ میں کہ میں نے اپنی لڑکی کی شادی اپنے سگے بھانجے کے ساتھ عرصہ ۳ سال کا ہوا کر دی تھی امسال جو طاعون پھیلا تو میرے بھانجے کے ۳ بھائی مر گئے اور دو تین لڑکیاں اور لڑکے بھی مر گئے ان کی وجہ سے میری لڑکی کو ہر وقت یہ کہا گیا کہ "تو نے میرے بھائیوں کو کھالیا تو سخت منحوس اور کمبخت ہے جا نکل جا اپنا منہ کالا کر جا میں تجھے ساری عمر کو القط و آزاد کیا" کچھ روز کے بعد لڑکی کی والدہ لڑکی کو لینے گئیں تھیں تو کہا کہ تم اس کو ساری عمر کو اور سب دن کو لے جاؤ یہ کلمہ سن کر لڑکی کی والدہ لڑکی کو نہیں لائیں پھر دوسرے دن لڑکی کو میں خود لینے گیا جس پر لڑکی کو یہ کہا کہ میں نے ساری عمر کو القط کر دی آزاد کر دی میں اپنے مکان پر لڑکی کو لے آیا پھر چار پانچ دن کے بعد لینے کو آگیا تو میں نے اپنے داماد سے یہ کہا کہ جب تو نے ساری عمر کو القط کر دیا ہے اور آزاد کر دیا ہے تو طلاق دیدے اس کے جواب میں کہا میں طلاق تو نہیں دینے کا ساری عمر کو نہیں رکھوں گا لڑکی کے والدین سے لڑکی کو لیجانے کو کہا پھر لڑکی کے والدین نے کہا کہ ہم دو ماہ کے بعد بھیج دیں گے اس پر سخت ناراض ہو کر کہا کہ تم ساری عمر کو رکھو میں نے القط کیا ساری عمر کو آزاد کیا اور سخت سے سخت الفاظ کہہ کر چلا گیا اور اب پھر بارہ چودہ روز کے بعد لینے کو آگیا۔ اس حالت کے چند لوگ گواہ

بھی ہیں اس معاملہ میں حکم شرع کیا ہے۔ لڑکی کو بھیج دی جائے یا طلاق ہو گئی یا پھر دوبارہ نکاح کیا جائے کیا کرنا چاہئے، اور یہ بھی کہتا تھا کہ میں بھی بڑا ہٹھلا ہوں اب لینے کو نہیں آنے کا اندر تم اس کو اور دوسرا کرادینا، ایک لڑکا بھی اس سے پیدا ہوا ہے اور اس حال کا خود اقراری ہے کہ میں نے یہ لفظ کہے ہیں۔ فقط

تفتیح ۱۔ یہ بتلایا جائے کہ شوہر نے یہ الفاظ۔ جائنکل جا، منہ کالا کر جا، میں نے تجھے ساری عمر کو القط کیا، آزاد کیا۔ ایک ساتھ ایک ہی مجلس میں کہے۔ یا الگ الگ کئی مجلسوں میں کہے کہ ایک دفعہ جائنکل جا کہہ دیا۔ پھر دوسری مجلس میں یا اسی مجلس میں اور کام کر کے یا ادھر ادھر کی باتیں کہ پھر منہ کالا کر جا کہہ دیا پھر کسی مجلس میں تجھے القط کر دیا کہہ دیا پھر کسی مجلس میں آزاد کر دیا کہہ دیا یا ایسا نہیں ہوا بلکہ ایک ہی مجلس میں ساتھ ساتھ یہ سب الفاظ کہے نیز یہ بھی بتلایا جائے کہ شوہر کے ان الفاظ کہنے کے بعد لڑکی کو ایام ماہواری کتنی دفعہ ہو چکے ہیں؟ فقط۔

۲۷، محرم الحرام ۱۲۳۳ھ

جواب تفتیح ۱۔ پہلے گھر میں مستورات کے سامنے جائنکل جا، کالامنہ کر جا، دفعہ ہو جا ایک مرتبہ ایک جلسہ میں کہا اور اس بات کو چار مہینہ ہو گئے اور جب میں لینے کو گیا تھا تو ساری عمر کو القط کیا ساری عمر کو آزاد کیا دوسرے جلسہ میں کہا پونے دو ماہ ہو گئے اور پھر ان سب باتوں کو اقرار کیا ایک مجمع عام میں سوا مہینہ کی بات ہے اور پھر تیسری مجلس میں یہ کہا کہ میں ساری عمر کو چھوڑ چلا کوئی سوا مہینہ کی بات ہے خود مجھ سے یہ کہا کہ میں تمہاری لڑکی کو ساری عمر کو لینے کو نہیں آؤں گا دوسرا کرادینا یونہی تباہی رکھوں گا کوئی سوا مہینہ کی بات ہے۔ ایام ماہواری کا حساب حضور کو خود ظاہر ہو جائے گا۔ پھر ایک موقع مذکورہ بالا میں یہ لفظ کئی کئی مرتبہ ادھر ادھر کی باتوں کر کے پھر بھی کہا ہے اور زبان سے ایک ساتھ دو ایک دفعہ کہہ کر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ اور علیحدہ علیحدہ مجلس میں ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد بھی کہا ہے اور میں سنت جماعت ہوں میرے گھر لڑکی کو آئے ہوئے دو ماہ ہو گئے ہیں اور چار ماہ سے یہ جھگڑے شروع ہو گئے تھے۔

الجواب عن السؤال؛ صورت مسئلہ میں مسماۃ پر دو طلاق رجعی تو ضرور پڑ گئی ہیں شوہر کے اس لفظ سے کہ تجھے القط کیا آزاد کیا، اور اگر اس لفظ کو شوہر نے ایک دفعہ سے زائد کہا تو تین طلاق پڑ چکی ہیں یہ الفاظ تو صریح ہیں ان میں نیت طلاق کی ضرورت نہیں۔

اور اگر شوہر نے جائنکل جا، منہ کالا کر جا، دفع ہو جا بھی طلاق کی نیت سے کہے ہیں تب یہ الفاظ پہلے الفاظ سے مل کر تین طلاق کو مفید ہیں بہر حال یہ لڑکی بعد عدت تمام ہونے کے جو کہ وقت طلاق سے تین حیض ہونے چاہئیں دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے بشرطیکہ طلاق رجعی کی صورت میں شوہر نے رجوع عدت کے اندر نہ کیا ہو اور تین طلاق کی صورت میں تو رجوع لغو ہے۔ واللہ اعلم۔

لفظ "چھوڑ دی" صریح طلاق میں سے ہے (سوال) زید بیٹھا ہے عمر نے کہا کہ بیوی چھوڑ دی زید نے جواب دیا چھوڑ دی اور کچھ نہیں کہا اس الفاظ کے کہنے کے بعد جو اوپر لکھا ہے زید اپنی بیوی سے چھ مہینہ تک بالکل نہیں ملا نہ بات چیت کی نہ صورت دیکھی تو اس کے لئے کیا حکم ہے صاف تشریح کے ساتھ لکھئے؟

الجواب؛ فی الشامی (ص ۲۷۵، ۲۷۶) ولا یلزم کون الاضافة صریحۃ فی کلامہ لما فی البحر ولو قال طالق فقیل له من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ ایضاً وبعد اسطر ویؤید ما فی البحر لو قال امرأتہ طالق اور قال طلقت امرأتہ ثلثا وقال لما عن امرأتی یصدق ام ویفہم منہ انه لو لم یقل ذلك تطلق امرأتہ لان العادة ان من له امرأتہ انما یحلف بطلاقہا لا بطلاق غیرہا فقولہ انی حلفت بالطلاق ینصرف الیہا مالم یرد غیرہا لانہ یحتملہ کلامہ۔

پس اس کی عورت پر ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی اگر اب تک عدت ختم نہ ہوئی ہو تو رجوع کر سکتا ہے اور عدت ختم ہو چکی تو نکاح ہو سکتا ہو، اور اگر وہ شخص کہتا ہو کہ میں نے اپنی عورت کے متعلق نہیں کہا تو اس سے نیت کا مفصل حال دریافت کر کے لکھا جائے کہ پھر اس نے بیوی سے کونسی بیوی مراد لی ہے فقط۔

احقر عبد الکریم عفی عنہ، یکم شعبان ۱۲۳۳ھ۔

الجواب صحیح۔

ظفر احمد عفا عنہ، یکم شعبان ۱۲۳۳ھ۔

دو طلاق مرتب دینے کے بعد شوہر نے کہا فضل کی لڑکی کو طلاق بائن دیا (سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین تو قول ثانی اول کا بیان سمجھا جائیگا یا مستقل طلاق ہو کر حرمت مغلط ہوگئی اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کے ساتھ جبرگاہ کر کے کہا ایک طلاق دو طلاق فضل کی لڑکی کو طلاق بائن دیا اب اس کی بی بی پر کتنی طلاق واقع ہوں گی؟ بینوا تو جروا۔

الجواب؛ صورت مذکورہ میں اس کی بی بی پر دو طلاق بائن واقع ہوں گی کیونکہ مطلق کا قول اخیر بیان ہوا اول قول کا یعنی پہلی دو طلاق۔ طلاق بائن ہیں لہذا فی الہدایۃ فی الجلد الثانی فی صفحہ ۳۴۹ فاذا وصف الطلاق بصرب من الزیادۃ والشدة کان بائناً مثل ان يقول انت طالق بائن او البتۃ فیکون هذا الوصف لتعین احد المحتملين الى الرجعی والبائن۔ پس معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ میں اس کی بی بی پر دو طلاق بائن واقع ہوں گی فقط واللہ اعلم۔ کتبہ احقر محمود اللہ عفی عنہ

الکلام علی الجواب المذکور

یہ جواب غلط ہوا اور صورت مسئلہ میں شخص مذکورہ کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو گئیں اور عبارت ہدایہ کا مطلب صرف اتنا ہو کہ جب طلاق کے ساتھ کوئی وصف مفید معنی زیادت و شدت ملحق ہوگا تو طلاق بائن ہو جائیگی اس کا مقتضاء یہ ہے کہ شخص مذکور نے جو تیسری بار کہا فضل کی لڑکی کو طلاق بائن دیا تو وصف بائن سے یہ طلاق بائن ہو گئی۔ رہا یہ کہ اس وصف کے بڑھانے سے لفظ طلاق بائن دیا موجب وقوع نہ ہوگا۔ بلکہ پہلے کلام کا بیان ہوگا عبارت ہدایہ اس پر دل نہیں۔ والدلیل علی وقوع الثالث بقولہ طلاق بائن دیا مافی رد المحتار تحت قول الدر لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبار عن الاول کانت بائن ابتداء بتطبیقہ فلا یقع لانه اخبار فلا ضرورة فی جعلہ انشاءً مانصہ اشار بہ الی انہ لا یشترط اتحاد اللفظین فتشمل ما اذا کان الاول بلفظ الکناية البائنة او الخلع او الطلاق الصریح اذا کان علی مال او موصوفاً بما ینبئ عن البینونة کما علم مما قد مناه بعد کون الثانی بلفظ الکناية البائنة کا الخلع ونحوہ وما یتوقف علی النية ولو باعتبار الاصل کانت حرام بخلاف الکنايات الرجعية فانها فی حکم الصریح فتلحق

البائن کما مر ۱۷ (ج ۲ ص ۷۷) تحت قول الدر والبائن یدلح الصریح مانصہ یدخل فیہ الطلاق الرجعی والطلاق علی مال وکذا ما مر من الفاظ الصریح الواقع بہا البائن مثل انت طالق بائن او البتۃ او انحر الطلاق الخ فہذا کلمہ صریح لا یتوقف علی النية ویقع بہ البائن ویلحق الصریح والبائن ۱۷

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ طلاق متاخر کو متقدم کا بیان اس وقت قرار دیا جاتا ہے جبکہ اول سے طلاق بائن واقع ہوئی ہو۔ اور ثانی کنایہ متوقف علی النية ہو۔ اور اگر اول سے طلاق رجعی واقع ہوئی ہو اور ثانی کنایہ متوقف علی النية نہ ہو تو ثانی کو بیان نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ وہ اول کے ساتھ ملحق ہو کر عدد طلاق کو بڑھا دے گا۔ اور صورت مسئلہ میں لفظ اول و دوم صریح ہوا اور لفظ سوم کنایہ متوقف علی النية نہیں بلکہ وہ بھی صریح ہے گو اس سے طلاق بائن واقع ہوتی ہو اس لئے ثالث اولین سے ملحق ہوگا اور زوجہ پر تین طلاق واقع ہوں گی۔ یہ جواب اس وقت ہی جبکہ مشکلم نے لفظ سوم کو اول کا بیان قرار دینے کی نیت نہ کی ہو۔ اور اگر اس نے بیان کی نیت کی ہو تو دیانۃً اس کا قول قبول کیا جائے گا نہ قصاً اور چونکہ عورت طلاق کے بارہ میں مثل قاضی کے ہو اور اس نے یہ الفاظ خود سننے ہیں جیسا کہ سوال سے مفہوم ہو رہا ہو اس لئے عورت شوہر کی اس نیت کو قبول نہیں کر سکتی اس پر یہ لازم ہو کہ اپنے کو مطلقہ الثالث سمجھے اور اس شوہر سے بالکلیہ علیحدگی اختیار کرے اور بعد عدت کے بدون تحلیل کے اس سے نکاح نہ کرے، واللہ اعلم

۱۳ صفر ۱۳۷۷ھ

حکم طلاق بلفظ ہشتم اور (سوال) کتب رجل الی سلفہ وھو یشکون شوزا مرأۃ طلقھا بالعربیۃ ثم قال وفرق بینی و بینھا معاشرۃ بمن یرا لہا بالرفاء والہناء لکیلا یحل لی اثم وکفی بہ حوباً کبیراً ولا تبالی بانھا سلفۃ لک فانک خلیلی وشنان ما بینک فہل یقع الطلاق ام لا بینوا تو جروا۔

الجواب؛ یقع الطلاق لان قولہ لامرأۃ "ہشتم" صریح فی الطلاق فیقع الواحدة الرجعية فوی الطلاق اولہ ینو شیئاً قال شمس الامۃ الخ

بعد ما ذکر الاختلاف بین الاثمة فی انه صریح او کنایہ لکن نقول نحن اعرب بلفظنا منهم والواقع بهذا اللفظ عندنا تطليقة رجعية سواء نوى الطلاق او لم ينو ونوى الثلاث او لم ينولان هذا اللفظ في لساننا صريح بمنزلة الطلاق في لسان العرب ثم ان البيان بالكتاب بمنزلة البيان باللسان ولا سيما اذا كان الكتابة مرسومة قال الشمس المذكور بعد ذكر نوعي الكتابة والثالث ان يكتب على رسم الرسالة طلاق امراته او عتاق عبده فيقع الطلاق والعتاق بهذا في القضاء وان قال عنيت به تجربة الخط لا يدين في القضاء لانه خلاف الظاهر وهو ما لو قال انت طالق ثم قال عنيت به الطلاق من وثاق. اقول. ههنا مع ذلك من قرأ ان تدل على ان الكتاب نوى الطلاق لا غير كما لا يخفى على من امعن نظره في عبارة الكتاب وايضا يقع الطلاق بمجرد الكتابة حيث قال الامام المذكور ثم ينظر الى المكتوب فان كتب "امرأته طالق" فهي طالق سواء بعث الكتاب اليها او لم يبعث هذا والله عنده ام الكتاب واليه المرجع والمآب. حرره ابو المولى محمد شمس الهدى

صانه الله عن الهلك والرجى

نعم الجواب، مخلص الرحمن اسلام آبادی مدرس مدرسہ پانچ باغ
صح الجواب، محمد عتيق الله خان يوسى ۱۲ نومبر ۱۳۸۵ھ

اقول

اذا قال الرجل لامرأته "بهشتم ترا زرنه" فاعلم بان هذه اللفظة استعمالها اهل خراسان واهل عراق في الطلاق وانها صريحة عند ابى يوسف حتى كان الواقع بها رجعيًا ويقع بدون النية وفي الخلاصة وبه اخذ الفقيه ابوالليث وفي التفريد وعليه الفتوى كذا في التتارخانية. احقر الناس منير الدين احمد عني عنه احد مدرسي المدرسة الاسلامية

الواقعة بپانچ باغ

مدرسہ سؤلہ میں طلاق رجعی واقع ہوگی اور چونکہ عدت گزر گئی ہے لہذا تجدید نکاح

کی ضرورت ہے۔ اصواب من اجاب سيد احمد غفر له سيتا پوری مولوی فضل صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ ڈھاکہ
ماحققه المحقق فهو حق وخلافه باطل. حرره ابو الفضل عبد الحميد
خادم الطلبة مدرسہ اسلامیہ ڈھاکہ
وذكر في العالمگیریه ولو قال الرجل لامرأته "تراجنگ بازداشتم" او "بهشتم او" يكرهه "ياي كشادم ترا" فهذا كله تفسير قوله طلقته عرفاً حتى يكون رجعيًا ويقع بدون النية كذا في الخلاصة. محمد ناصر الدين عفا الله عنه مدرس مدرسہ پانچ باغ
المجيب مصيب لا شك فيه كما لا يخفى. محمد ايوب علي عفي عنه مدرس مدرسہ حماديه ڈھاکہ
طلاق رجعی پڑ گئی اب بغیر تجدید نکاح زوج کو اس کے ساتھ مباشرت درست نہیں
احقر ابو الحسن غفر له غازی پوری معلم العربیہ فی المدرستہ الاسلامیہ ڈھاکہ
المجيب مصيب. هذا الصريح ان استعماله في معنى موضوع له وخص به
محمد سعيد الرحمن عني عنه مدرس مدرسہ حماديه ڈھاکہ

○

تنقيح

بنگالی الفاظ کا ترجمہ فارسی و عربی اگر لغت عربی و فارسی میں صریح ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بنگلہ میں بھی وہ لفظ صریح ہو پس سوال مذکور کے جواب میں صرف عالمگیری و تاتاریخانیہ "بہشتم" کا رجعی ہونا نقل کر دینا کافی نہیں بلکہ اہل عرف بنگال سے اس بات کے نقل کی ضرورت ہے کہ یہ لفظ ان کی زبان میں صریح ہے بدون اس کے یہ تمام جوابات ناکافی ہیں اور لفظ "بہشتم" اور "تراجنگ" کے ترجمہ کے بعد جو الفاظ ہیں وہ محض مشورہ وغیرہ پر دل میں الفاظ ایقاع سے نہیں ہیں اور ان کو مذکورہ طلاق میں بھی داخل نہیں کر سکتے کیونکہ مذکورہ طلاق لفظ طلاق سے مقدم ہوتا ہے مؤخر قال فی الدر المختار ص ۶۰ ج ۲ نقلاً عن النہر تحت قول الدر لا تطلق بها ای بالکنایات الابنیۃ او دلالة الحال دہی حال مذکورہ الطلاق مانصہ ان دلالة الحال تعم دلالة المقال قال وعلى

هذا فتفسر المذكرة بسؤال الطلاق او تقديم الايقاع وقال قبله المذكرة ان تسال هي ادا جنبى الطلاق اه . قلت ولا شك في اشتراط تقدم سؤال الطلاق عن لفظ الكناية حتى يحمل الجواب بالكناية على الايقاع بقريضة السؤال وقد صرح باشتراط التقديم في الايقاع فثبت ان المذكرة التي تفيد تعيين الكناية للايقاع انما هي المتقدمة لا المتأخرة وفي الصورة المسئلة لم توجد المذكرة المتأخرة فتلغو، والله تعالى اعلم

۲۳ رمضان ۱۳۴۵ھ

فصل في الطلاق بالكنايات

اس کی ماں کو کہدینا کہ دوسری شادی کرے (سوال) اس خط میں جو عبارت خط کشیدہ اب ہم اس کو نہیں چاہتے۔ کنایہ کے حکم میں ہے آیا اس سے طلاق ہوگئی یا نہیں اگر ہوگئی اور طلاق کنایہ کے بعد طلاق صریح کا حکم تو کیسی ہوئی

جناب بخدمت شریف چچا صاحب جناب چچی صاحبہ ومانی صاحبہ و سب صاحبان کو سلام علیکم ، بابو عزیزم لوگوں کو پیار ۔ میں ساتھ خیریت کے ہوں آپ لوگوں کی خیریت نیک چاہتا ہوں جو دل میں تشفی ہو ۔ دیگر حال یہ ہے کہ ہمارے سر بھاگ گئی ہو کس بات سے ہم اس کو ایک دم نہیں چاہتے ہیں اس کی ماں کو کہدینا کہ دوسرا شادی کرے اب ہم اس کو نہیں چاہتے ہیں ہم کو بہت شرمندہ کیا ہوا اور بھر بھاگ گئی کیا اس کو تکلیف ہوا کہ بھاگ گئی خیر حل گئی تو کوئی مضائقہ نہیں ہوا اور ہمارا بھی جان ہلکا ہوا اور ہم تو اب جا رہے ہیں جہاز میں تین چار برس کے لئے اور جو کچھ ہمارے مکان سے لے گئی ہوا اس کو بھیج دو گے اور اس کو ہم نے طلاق دیتے ہیں دس آدمی کے سامنے خط پڑھا کر سنا دینا اور سو کہا و براتی چچا کے سامنے سو کہا چچا و براتی چچا و حفیظ بھائی وغیرہ سب کے سامنے ہم طلاق دیتے ہیں سب کو جمع کر کے خط دیدینا اور سنا دینا اور جناب چچی صاحبہ کو معلوم ہو کہ تم کوئی بات نہیں چھپاؤ گی وہیں سب بات کہدینا نہیں تو تم لوگ کہو تو ہم اگر کے صفائی کرے اور نہیں تو خط سے ہو جائے گا تو ہم کو جانا کیا ضرور ہے ۔

تفہیم :- جب صریح الفاظ طلاق کے اس نے کہدیے اب کنایات کی تحقیق

کی کیا ضرورت ہے البتہ اگر وہ اب رجوع کرنے کا ارادہ کرے اس وقت کنایات کی تحقیق کی ضرورت ہوگی ۔ اشرف علی

جواب :- رجوع کرنا چاہتا ہے ۔

الجواب :- صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو گئیں کیونکہ شوہر کا یہ لفظ کہ ”اس کی ماں کو کہدینا کہ دوسری شادی کر دے اب ہم اس کو نہیں چاہتے“ کنایہ طلاق کا لفظ ہے اس کے بعد اس نے دو مرتبہ ”اس کو ہم طلاق دیتے ہیں“ تحریر کیا ہے جو کہ طلاق کا صریح لفظ ہے وصریح یلحق البائن اس لئے مجموعہ تین طلاق ہو گئیں، البتہ اگر اس نے دوسرے اور تیسرے لفظ سے انشاء طلاق کا قصد نہ کیا ہو بلکہ پہلے طلاق کی اخبار کا قصد کیا ہو تو اس صورت میں دینا نہ ایک یا دو طلاق ہوں گی تین نہ ہوں گی مگر اس صورت میں اگر عورت کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مجھ کو تین طلاق دی گئی ہیں تو اس کو شوہر کے پاس رہنا اور اس کو اپنے اوپر قابو دینا حرام ہے کیونکہ قضاء تین طلاق ہو چکی ہیں والمرأة كالقاضي، والله اعلم ۔

اور اگر عورت کو تین طلاق کا علم نہیں ہوا بلکہ ایک یا دو کا علم ہوا ہے یا کچھ بھی علم نہیں ہوا تو شوہر کے پاس صورت ثانیہ میں جبکہ اس نے اخبار کا قصد کیا ہو وہ رہ سکتی ہے اور اگر اس نے اخبار کا قصد نہیں کیا بلکہ ہر لفظ میں انشاء کا قصد کیا ہو یا کچھ بھی نیت نہ تھی تو زوج پر قضاء و دمانہ تین طلاق کا وقوع ہو چکا ہے اب بدون حلالہ کے وہ حلال نہیں ہو سکتی واللہ اعلم

وفي التجريد لو قال دھبتك لاهلك ادلا بیک اولامك اوللا زواج و نوى الطلاق ففي طالق اه خلاصہ (ج ۲ ص ۹۹) وفي الدر المختار كسر لفظ الطلاق وقع الكل وان نوى التاكيد دين اه ورد المختار قال في الفتح والتاكيد خلاصہ الظاهر وعلمت ان المرأة كالقاضي لا يحل لها ان تمكنه اذا علمت منه ما ظاهره خلاف مدعاه اه (ص ۶۹ ج ۲) ۱۵ جمادی الاخری ۱۳۴۵ھ

شوہر کا اپنی بیوی کو کہنا ”تم کو حرام کیا“ (سوال) (۱) ایک عورت کو اس کے شوہر نے یہ کہا کہ تمہارے ہاتھ کا کھانا کھانا حرام ہے بلکہ تم کو حرام کیا اور قیامت تک تمہاری طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھیں گے جس کو ڈیڑھ برس کا زمانہ ہوا ۔ اور اب تک اپنی حالت پر قائم ہے نہ آمد و رفت نہ نان نفقہ ۔

(۲) جس صورت میں وہ بدباطن ہو اور عورت کو پریشان رکھنے کے لئے صاف بات

نہیں کرتا ہوا اور عورت بھی اس کے برتاؤ سے بیزار ہو۔ اور عا کا جو واقعہ گزرا ہوا اس کے بعد اس عورت کے والد نے لڑکی کی مرضی سے دوسرے سے عقد کر دیا، یہ عقد جائز ہے یا نہیں؟
 (۳) جو صورتیں اوپر گزری ہیں ان سے اگر عقد جائز نہیں ہوا تو جواز عقد کی کیا صورت ہوگی؟
الجواب؛ قال فی الدر المختار قال لامرأته انت علی حرام ونحو ذلك كانت معی فی الحرام ایلاء ان نوى التحريم اولم ينوشيثاً وظهاراً ان نواه وهدراً ان نوى الكذب وذا ديانة واما قضاء فایلاء قهستانی وتطليقة بآنة ان نوى الطلاق وثلاث ان نواها وبقی بانه طلاق بائن وان لم ينو لغلبة العرف اهـ ص ۹۱۰ و ۹۱۱ ج ۲ - وفی رد المحتار ص ۲۷۲ ج ۲ و سیاتی وقوع البائن به ای بالحرام بلانية فی زماننا للتعرف لافرق فی ذلك بین محرمة وحرام سواء قال علی ادلا اهـ

قائل نے اپنی بیوی کو جو یہ لفظ کہا ہے کہ "بلکہ تم کو حرام کیا" متاخرین نے عرف کی وجہ سے اس کو طلاق بائن مانا ہے جہاں ہم نے تحقیق کیا ہے کہ اس وقت یہی معلوم ہوا کہ بیوی کو حرام کرنے سے عوام کو طلاق کے ہی معنی متبادر ہوتے ہیں دوسرے معنی کی طرف ذہن نہیں جاتا لہذا اس تقدیر پر صورت مسئلہ میں طلاق بائن واقع ہوگئی، اور اگر دوسرا نکاح اس عورت کا اس واقعہ سے بعد تین حیض گزرنے کے ہوا ہے تو وہ نکاح بھی صحیح ہوگیا۔ اور اگر سائل کے یہاں لفظ حرام سے کوئی دوسرے معنی بھی مفہوم ہوتے ہیں یا قائل نے کسی دوسرے معنی کا قصد کیا تھا تو وہ اس کو مفصل لکھے پھر جواب دیا جائے گا، واللہ اعلم۔

۶ سوال مسئلہ

(سوال) نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم - مسیما شوہر کی نیت کے مطابق ایک طلاق بائن یا تین طلاق کا واقع ہونا دین شرع متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں جو شخص اس قسم کا طلاق نامہ لکھ کر اپنی بیوی کو دے جائے تو اس طلاق نامہ سے طلاق رجعی پڑتی ہے یا طلاق بائن یا مغلظ پڑتی ہے۔ جواب سے مطلع فرمادیں مہربانی ہوگی۔ طلاق نامہ کی نقل ذیل میں درج ہے:

نقل طلاق نامہ

منکے عبد الحفیظ ولد محمد مہنگا سکھ موضع کہوئیاں ڈاکخانہ ڈبوالی تحصیل سرسہ ضلع حصار کاہوں کہ رجعی دختر کریم بخش موضع سوانہ مال ضلع ریتک کے ساتھ میرا نکاح ہوا میں نے طلاق نامہ

لکھ دیا ہے تاکہ سند ہے مہر اس کا میں چار ماہ کے اندر انشاء اللہ روانہ کر دوں گا جو مبلغ تین روپے ہیں جو مہر میں اس کا ادا نہیں کروں گا خدا کے ہاں دین دار ہوں گا اور میرا اس عورت سے کچھ دعویٰ نہیں اس کے باپ کو اختیار ہے جہاں مرضی ہو بٹھا دیوے۔
 نوٹ: اصل طلاق نامہ پر عبد الحفیظ کا نشان انگوٹھ ہے اور تین شخصوں کے دستخط اور پانچ شخصوں کے انگوٹھے ہیں۔

الجواب؛ قال فی العالمگیریہ ولوقال فی حال مذاکرة الطلاق بائنتک او ابنتک او ابنت منک او لا سلطان لی علیک اوسرحتک او دھبتک لنفسک او خلیت سبیلک الی آخر الامثلة یقع الطلاق وان قال لم انوال طلاق لم یصدق قضاء - وفیہا ایضاً ردی الحسن عن ابی حنیفۃ انه اذا قال دھبتک لا هلك او لا بیك او لا ملک او لا لزواج فهو طلاق اذا نوى اهـ ص ۲۶۹ ج ۲ - پس صورت مسئلہ میں بموجب الفاظ اس طلاق نامہ کے مسماہ رجعی پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی بشرطیکہ شوہر نے تین طلاق کی نیت نہ کی ہو اب بدون تجرید نکاح کے وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور اگر شوہر نے طلاق نامہ لکھنے سے پہلے یا اس کے بعد زبان سے بھی طلاق دی ہو تو اگر دوبار اس نے طلاق کا لفظ استعمال کیا ہوگا تو مسماہ رجعی پر تین طلاق پڑ جائیں گے۔ اسی طرح اگر اس نے زبان سے تو کچھ نہ کہا ہو لیکن طلاق نامہ لکھتے ہوئے تین طلاق کی نیت کا ہوتب بھی مسماہ پر تین طلاق پڑ جائیں گی۔ پس دوسری صورت میں عبد الحفیظ سے اس کی نیت کا حال دریافت کیا جاوے اگر اس نے ایک طلاق کی نیت کی ہو تو ایک ہے اور اگر تین کی نیت کی ہے تو تین طلاق مغلظ واقع ہو جائیں گی واللہ اعلم۔

۱۱ ربيع الثاني ۱۳۸۵ھ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین متین و مفتیان "میت" ہے علیحدگی اختیار کرتا ہوں" شرع میں کہ زید نے ہندہ کو تہمت زنا لگایا یہ الفاظ شوہر نے کہے

خالد کے ساتھ جو ہندہ کا ماموں زاد بھائی اور اب وہ بمنزلہ حقیقی بھائی کہے اسے خیال پر زید نے ہندہ سے کہا کہ میں تم سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں اور اپنے باپ اور قاضی کو بلاؤ

لہ قلت ثم ظہری ان الواقع فی هذه الصورة طلاقان کما سیاتی ۱۲ منہ

میں بخوشی اسی وقت تمہارا نکاح خالد سے کئے دیتا ہوں۔ اب ہندہ زید سے سخت ناخوش ہے اور اس سے قبل زید ہندہ سے ناراضگی کی حالت میں بار بار یہ الفاظ بھی کہہ چکا ہے کہ تم اپنے باپ کے گھر بیٹھی رہو۔ میں اپنے گھر خوش تم اپنے گھر خوش اور خرچ وغیرہ بھی تم کو نہیں دوں گا۔ اب ہندہ زید سے علیحدگی چاہتی ہے اس حالت میں ہندہ کی زید سے علیحدگی کی موافق شرع شریف کے کیا صورت ہونی چاہئے بینوا تو جروا۔ (بعض کلمات دوسرے پرچہ میں ہیں) میں تم سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں اور اپنے باپ اور قاضی کو بلا لو میں بخوشی لادعویٰ ہوتا ہوں۔ اور اسی وقت تمہارا نکاح خالد سے کئے دیتا ہوں۔ میں خوشی سے لادعویٰ ہوا۔ اور پھر چپاتی ٹھوک کر کہا کہ میں لادعویٰ ہو چکا، یہ الفاظ تین مرتبہ کہا اور یہ الفاظ کہے ہوئے آٹھ ماہ کا عرصہ ہو چکا اور اس پر پردہ کر دیا گیا ہے۔

الجواب؛ صورت مسئلہ میں عورت پر تین طلاق مغلظہ واقع ہو چکیں اگر زید کو یہ الفاظ کہے ہوئے اتنا عرصہ گزر چکا جس میں ہندہ کو تین حیض آچکے ہوں تو وہ اپنا دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور اگر تین حیض ان کلمات کے بعد سے ابھی تک پورے نہیں ہوئے تو بعد اتمام عدت دوسرے نکاح کر سکتی ہے زید سے بدون تحلیل کے اس کا نکاح درست نہیں فان قولہ علیحدگی اختیار کرتا ہوں بمعنی جدائی وصرح فی الخلاصۃ مناج ۲ ان فی لفظہ جدائی لا یحتاج الی النیۃ ثم قولہ خوشی سے لادعویٰ ہوتا ہوں اور لادعویٰ ہو چکا و ان کان من الکنایات فانہا تلحق بالصریح ولا یحتاج الی النیۃ فی حالۃ الغضب فانہا لا تصلح الا للطلاق والجواب فی عرفنا کمالا یشفی واللہ اعلم۔ ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۳۸۵ھ

شوہر کا کہنا "میرا اس عورت پر کچھ دعویٰ نہیں" (سوال) علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، یہ طلاق نامہ کی نقل آپ کی خدمت میں ارسال ہے، طلاق لکھنے والا یعنی طلاق دینے والا کہتا ہے کہ میں نے طلاق نامہ لکھتے وقت نیت طلاق رجعی کی تھی اور عدت ہی کے اندر دو گواہوں کے سامنے اپنی بیوی کو رجوع کر لیا تھا اور رجوع کرنے کی خبر بذریعہ خط اپنی عورت کو دیدی تھی آیا یہ رجعت درست ہوئی یا نہیں یا طلاق بائن ہوئی یا مغلظہ؟

نقل طلاق نامہ :- منکہ عبد الحفیظ ولد محمد مہنگا سکنہ موضع کھوئیاں ڈاکخانہ

ڈیوالی تحصیل سرسہ ضلع حصار کا ہوں کہ رحیمی دختر کریم بخش موضع سوانہ مال ضلع ریتک کے ساتھ میرا نکاح ہوا تھا میں نے طلاق نامہ لکھ دیا ہے تاکہ سند ہے مہر اس کا میں چار ماہ کے اندر انشاء اللہ روانہ کر دوں گا جو مبلغ تیس روپیہ ہیں جو مہر میں اس کا ادا نہیں کر دوں گا خدا کے ہاں دیندار ہوں گا اور پھر اس عورت سے کچھ دعویٰ نہیں اس کے باپ کو اختیار ہے جہاں مرضی ہو بٹھا دیوے۔

نوٹ :- اصل طلاق نامہ پر عبد الحفیظ کا نشان انگوٹھا ہے اور تین شخصوں کے دستخط اور پانچ شخصوں کے انگوٹھے ہیں۔

الجواب؛ صورت مسئلہ میں مسماۃ رحیمی پر دو طلاق بائن واقع ہو گئی ہیں ایک طلاق اس لفظ سے واقع ہو گئی میں نے طلاق نامہ لکھ دیا ہے اور دوسری اس لفظ سے میرا اس عورت پر کچھ دعویٰ نہیں فانہ بمعنی لا سبیل لی علیک ولا سلطان لی علیک والبائن یلحق الصریح فیکون الکمل بائننا پس عبد الحفیظ کا رجوع کرنا صحیح نہیں ہوا۔ ہاں اگر عورت رضی ہو تو نکاح دوبارہ ہو سکتا ہے واللہ اعلم۔ ۲۷ جمادی الثانیہ

شوہر نے کہا: میں تیرا روادار نہیں، (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین متین مسئلہ ہذا میں کہ نہ تو میری کچھ لگتی ہے نہ میں تیرا کچھ مسی زید نے اپنی بیوی مسماۃ ہندہ سے بوجہ عقیمہ (بانجھ) ہونے کے قطع تعلق کر دیا حتیٰ کہ بات چیت بھی نہیں کرتا اور اکثر یہ الفاظ کہتا رہتا ہے کہ تیرا دل جس جگہ چاہے چلی جائیں تیرا روادار نہیں نہ تو میری کچھ لگتی ہے نہ میں تیرا کچھ لگتا ہوں۔ میری طرف سے تجھ کو طلاق ہے اور مسماۃ مذکورہ اس پر کہتی ہے کہ ایک کاغذ طلاق نامہ کا مجھے لکھ دے مگر زید مذکور زبانی طلاق تو اکثر دیتا رہتا ہے کاغذ پر طلاق نامہ لکھ کر نہیں دیتا اس لئے کہ عورت مہر کا دعویٰ نہ کر دے اور پھر مہر ادا کرنا پڑے گا۔ لہذا ایسی صورت میں مسماۃ مذکورہ کیا کرے کیا ایسی صورت میں طلاق پڑ جاتی ہے یا نہیں اگر ایسی صورت میں طلاق ہو جائے تو کسی دوسرے آدمی سے بعد عدت کے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب؛ صورت مسئلہ میں ہندہ پر تین طلاق پڑ گئیں اب اس کو زید کے پاس رہنا ہرگز جائز نہیں عدت کے بعد وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے طلاق نامہ لکھنے پر وقوع

عہ لانہ یتضمن الاقرار بالطلاق السابق و اقرار بالطلاق اللاحق کما عرف فی موضعہ ۱۲ منہ

طلاق موقت نہیں ہوا کرتی۔ قال فی العالمگیریۃ ولو قال لہا مرا با تو کا رہے نیست و ترا با من نے اعطینی ما کان لی عندک واذہی حیث شئت لایقع بدون النیۃ کذا فی الخلاصۃ ۱۷ ص ۲۷ قلت وھو فید الوقوع بالنیۃ و من اکرۃ الطلاق فی حکم النیۃ کما عرفت فیقع واحدۃ بقولہ تیرا دل جس جگہ چاہے چلی جائیں تیرا روادار نہیں و الثانیۃ بقولہ نہ میں تیرا کچھ لگتا ہوں نہ تو میری کچھ لگتی ہے فی العالمگیریۃ ولو قال ما انت لی با مرأۃ و لست لک بزوج و نوى الطلاق یقع عند ابی حنیفۃ ۱۷ ص ۲۷ اور جب شوہر نے زبانی طلاق اکثر دی ہے تب تو صراحتہ ہندہ پر تین طلاق واقع ہو گئیں اب وہ بدون تحلیل کے زید کے لئے حلال نہیں ہو سکتی واللہ اعلم۔ ۱۹ رجب ۱۳۳۵ھ

بامرسیدی حکیم الامت

طلاق بلفظ "جائناک کر" و (سوال) زید نے مسامۃ ہندہ سے کہا کہ اب تو دوسرا نکاح کرے گی ہی فلاں سے یا یوں کہا جائناک کر یا ہندہ کے گھر والوں سے کہا کہ جاؤ دوسرا انتظام کرو۔ لفظ ثالث سے مقصود طلاق نہیں علیٰ ہذا ما قبل کے دونوں لفظوں سے بھی طلاق کا خیال نہیں۔ زید کہتا ہے کہ میں نے الفاظ مذکورہ اس وجہ سے استعمال کیا کہ آئندہ ہندہ کو عبرت ہو پھر ایسے حرکت ناشائستہ نہ کرے ممکن ہے کہ آئندہ اپنی حرکت نامعقول سے باز آجائے۔ جب مقصود تنبیہ ہے طلاق نہیں تو کیا دلالت حال کا اعتبار کر کے مشروع وقوع طلاق کا حکم لگا سکتی ہے یا نہیں اگر یہ الفاظ مذکرۃ طلاق اور حالت غضب میں نہ کہے جائیں بلکہ استہزاء کہے جائیں تو کیا حکم ہے؟

(۲) فقہاء نے کنایہ کی تعریف یہ کی ہے: ما یوضع لہ ولغیرہ ولا یقع الطلاق الا بالنیۃ او بدلائلہ کحالة الغضب و من اکرۃ الطلاق۔ سوال یہ ہے کہ دلالت اس وقت بھی معتبر ہے جبکہ کنایات سے مقصود طلاق نہ ہو صرف علیٰ سبیل التنبیۃ التہدید تلفظ کئے گئے ہوں جیسا کہ صورت مذکورہ میں یا ایسے صورت میں دلالت معتبر نہیں اور طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۳) اگر زید کی نیت قضاء معتبر نہ ہو تو کیا دیانۃ فیما بینہ و بین اللہ بھی معتبر نہ ہوگی یعنی اگر قضاء ہندہ طلاق ہوگئی تو فیما بینہ و بین اللہ بھی طلاق ہوئی یا نہیں اگر دیانۃ طلاق نہیں پڑی تو کیا تعلق رکھنا ہندہ سے جائز ہے یا تجدید نکاح کی ضرورت ہے؟

(۴) زید نے ہندہ کو دو طلاق رجعی دی (اس واقعہ کے قبل) اور رجعت بھی کر لی پھر ایک دفعہ کے بعد الفاظ کنایہ کا تکلم کیا جن سے ایک طلاق بائن پڑی۔ اب سوال یہ ہے کہ دو اور ایک ملکر تین طلاقیں ہوئیں اور ہندہ مغفلہ ہوگئی یا ہر ایک کا حکم جداگانہ ہے مغفلہ نہیں ہوئی۔ ازمنہ متفرقہ کی تین طلاقیں جو مغفلہ ہو جاتی ہیں وہ رجعی اور ایک قسم کے طلاق کا مسئلہ ہے یا دو قسموں کا بھی یہی حکم ہے؟

حاصل مرام یہ ہے کہ اب جواز تعلق کی کوئی صورت ہندہ سے ہے یا نہیں بالتفصیل سوالات مذکورہ بالا کا جواب دے کر فلاح دارین حاصل کیجئے فقط بینوا تو جروا۔

الجواب؛ زید کا یہ قول کہ اب تو دوسرا نکاح کرے گی ہی کنایہ یا صریح کچھ نہیں اس سے انشاء طلاق کا قصد محاورات میں نہیں ہو سکتا اور دوسرا اور تیسرا لفظ یعنی یعنی "جائناک کر" یا ہندہ کے اہل سے کہا جائو دوسرا انتظام کرو" یہ کنایات طلاق میں سے ہے جس کا حکم یہ ہے کہ قضاء دلالت حال غضب بائنا کر کے ہوتے ہوئے بدون نیت کے اس سے طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر دلالت حال ومقال نہ ہو تو بدون نیت کے وقوع نہ ہوگا۔ اور دلالت حال غضب کے ہوتے ہوئے قضاء نیت تہدید مسموع نہ ہوگی اور عورت قضاء کا سامعہ کرے گی اور دیانۃ جمیع کنایات میں بدون نیت کے طلاق واقع نہیں ہوتی کما یظهر من اللہ والشامیۃ (ص ۶۴ و ۶۵ ج ۲) من تفتید ہما مسئلۃ وقوع الطلاق بہا بدلالة الحال من غیرنیۃ بالقضاء و تعلیلہما ایہا بانہ صرف عن الظاہر فلذا وقع بہا قضاء بلا توقف علی النیۃ کما فی صریح الطلاق اذ النوی بہ الطلاق عن وثاق اہ قلت وقد مر فی باب الصریح انہ لو نوى بہ الطلاق عن وثاق دین فکذا فی المشبہ فافصو۔

(۲) دلالت قائم مقام نیت کے ہے بلکہ اس سے اقویٰ ہے قال فی الدرر فی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول فقط ویقع بالاخیرین وان لم یزلان مع الدلالة لا یصدق قضاء فی نفی النیۃ لانہا اقویٰ لكونہا ظاہرۃ والنیۃ باطنۃ ۱۷ ص ۶۵ ج ۲) لہذا دلالت حال کے ہوتے ہوئے نیت کی کوئی ضرورت نہیں بدون نیت کے بھی قضاء وقوع طلاق ہو جائے گا البتہ دیانۃ کنایات سے دلالت حال کے بعد بھی نیت ہی سے وقوع ہوتا ہے بدون نیت کے وقوع نہیں ہوتا۔

(۴) جن صورتوں میں قضاء وقوع طلاق ہوتا ہے اور دیانۃ نہیں ہوتا وہاں حکم یہ ہے

کہ شوہر کو تو بیوی کے ساتھ معاملہ زوجیت جائز ہے لیکن اگر عورت نے الفاظ طلاق کہے بغیر خود
میں یا تو کسی عادل نے اسے خبر دی ہے تو اس کو شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں اور تمکین
جائز ہے لانہا کا لقاضی لا تقبل منه الا ما یقبلہ القاضی و تسد ما یردہ ۔

(۳) دو طلاق رجعی کے بعد تیسری طلاق کنایہ خواہ متصل دے یا منفصل وہ دو پہلی طلاقوں کے
ساتھ مل کر تین طلاق ہو جائیں گی خواہ تیسری کتنے ہی زمانہ کے بعد دے پس جس عورت کو دو طلاق
رجعی پہلے مل چکی ہوں پھر عرصہ کے بعد طلاق بائن دی گئی ہو وہ اب تین طلاق کے ساتھ مغلف
ہو جائے گی جو بدون تحلیل کے اپنے شوہر کے واسطے حلال نہیں ہو سکتی واللہ اعلم ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ
تیرے ساتھ جماع کروں تو ماں بہن جماع کروں (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ
میں نے تجھ کو چھوڑ دیا تیرا میرا کچھ تعلق نہیں اگر ایک شخص نے اپنی عورت سے کہہ لیا کہ اگر میں تیرے ساتھ
جماع کروں تو میں اپنی ماں بہن کے ساتھ کروں کہنے سے طلاق بائن واقع ہونے کا حکم

میں نے تجھ کو چھوڑ دیا میرا تیرا کچھ تعلق نہیں خواہ تو کہیں رہ میں کہیں رہوں پھر واپس نہیں
آیا اپنی دوکان میں خود پہنے لگ گیا اور عورت کو گھر چھوڑ گیا پھر گھر نہیں آیا پھر عورت کا
مقدمہ وغیرہ چلایا اور جب اس سے دریافت کیا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اس کی بدچلتی دیکھ
کر اس سے اظہار ناراضگی کی تھی طلاق کا میرا ارادہ نہیں تھا جب پوچھا جاتا ہے کہ پھر تو اس
کے پاس کیوں نہیں پہنچا تو کہتا ہے کہ یہ بدفعالی سے باز نہیں آتی تھی میرے کہنے پر عمل نہ کرتی
تھی اور مجھ میں اتنی قوت و طاقت نہیں جو مقدمہ چلاؤں یا جس کے گھر میں ہے اس سے مقابلہ
کروں میرا معاملہ اللہ کے یہاں ہے اگر میری ہوگی تو مل جائے گی ورنہ بروز قیامت سمجھوں گا
تو کیا اس سے طلاق ہو گئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا ۔

الجواب : اس شخص کا یہ قول تو محض لغو ہے کہ اگر تیرے ساتھ جماع کروں تو اپنی
ماں بہن کے ساتھ کروں البتہ اس کا یہ قول میں نے تجھ کو چھوڑ دیا طلاق میں صریح ہے اور
یہ لفظ میرا تیرا کچھ تعلق نہیں کنایہ ہے اور چونکہ مذکر طلاق میں واقع ہوا ہے اس لئے محتاج
نیت نہیں پس اس شخص کی بیوی پر دو طلاق بائن واقع ہو گئیں ۔ اگر طرفین راضی ہوں تو عدت
میں یا بعد عدت کے تجدید نکاح کر کے باہم رہ سکتے ہیں اگر تجدید نکاح نہ کریں تو بعد عدت کے یہ
عورت دوسرے نکاح کر سکتی ہے قال فی الہندیۃ ولو قال الرجل ترا جئتک بائنا ثم
ادبہتم اولیہ کردم ترا فہذا کلمہ تفسیر قولہ طلقنتک عرفا حتی یکون رجعیاً دیقہ بدو

النیۃ من الخلاصۃ (ص ۲۷۲ ج ۲) وفيہ ایضاً لو قال ان ططنتک وطنت الہی
فلا شیء علیہ کذا فی غایۃ السرحی (ص ۱۳۷ ج ۲) ولحق البائن بالصیغہ معرفۃ
واللہ اعلم ۔ ۲۵ محرم ۱۳۲۵ھ

شوہر کا بیوی سے یہ کہنا کہ (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین متین و مفتیان شرع مبین
”تجھ کو میری طرف سے جواب“ اس مسئلہ میں کہ زینب کا شوہر عرصہ سے زینب کا نان و نفقہ ادا
نہیں کرتا ہے آج جو زینب اپنے نان و نفقہ کے تقاضا کے لئے شوہر کے پاس گئی اور شوہر
سے اپنا نان و نفقہ مانگا تو اس کے شوہر نے جواب میں مندرجہ ذیل الفاظ کہے ”تیرے سترہ
خضم ہیں خدا کی قسم تجھ کو میری طرف سے جواب ہے“ ان الفاظ سے زینب کو کیا سمجھنا چاہئے
طلاق ہوگی یا نہیں اور ہو گئی تو کس قسم کی طلاق ہوئی؟ بینوا تو جروا ۔

تنقیہ اول :- یہ الفاظ کتنے مرتبہ کہے اور غصہ میں کہے تھے یا بدون غصہ کے اور عورت
نے ان الفاظ سے قبل طلاق کا مطالبہ کیا تھا یا نہیں اس کا مفصل جواب مع اس پرچہ کے
ردانہ کیا جائے ۔

جواب تنقیہ اول :- زینب کے شوہر نے الفاظ مذکورہ فی الفتویٰ کو دو بار کہا اور
غصہ کی حالت میں کہا زینب نے اس الفاظ سے قبل طلاق کا مطالبہ نہیں کیا تھا ۔
تنقیہ ثانی :- اس استفتاء کے متعلق ابھی یہ امر قابل تحقیق ہے کہ خاوند کیا کہتا
ہے اس لفظ کہتے وقت کیا نیت بتلاتا ہے اور یہ بھی لکھیں کہ نفقہ کا مطالبہ کرنے پر فوراً اس نے
یہ لفظ مذکور فی السؤال کہہ دئے یا مطالبہ کے بعد اور کچھ گفتگو بھی ہوئی تھی صاف لکھیں کہ یہ
الفاظ کس سوال اور گفتگو کے بعد کہے تھے ؟

جواب تنقیہ ثانی :- زینب بغرض دریافت نیت بوقت تکلم الفاظ مذکور فی الفتویٰ
شوہر کے پاس گئی شوہر نے ہاتھ پکڑ کر دروازہ کی طرف کر دیا اور کہا کہ میں تجھ سے کہہ چکا ہوں
تجھے میری طرف سے جواب ہے چاہے جہاں جا“ ان الفاظ کو چند مرتبہ کہا ۔ نیز وہ الفاظ
فی السؤال شوہر نے اس مطالبہ کے بعد فوراً ہی کہہ دئے تھے اور کچھ گفتگو نہیں کی تھی ۔

الجواب : صورت مسئلہ میں شوہر کا بیوی کو ہاتھ پکڑ کر نکالنا اور یہ کہہ دینا کہ تجھے
میری طرف سے جواب ہے چاہے جہاں جا“ معنی طلاق کو مفید ہے لفظ جواب ہمارے
محاورے میں کنایہ ہے جو غضب وغیرہ کے قرینہ کے بعد محتاج نیت نہیں ہے گا لہذا زینب پر

صورت مسئلہ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ان الفاظ کو چند دفعہ کہنے سے متعدد طلاق نہ ہوں گی لان البائن لا یلحق البائن اور عدت پہلی بار کے قول سے شمار ہوگی۔
۹ جمادی الثانیہ ۱۲۵۵ھ

لفظ "صاف جواب ہے" سے بشرط نیت طلاق بائن واقع ہوگی (سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی نابالغ کا نکاح ایک شخص بالغ کے ساتھ کر دیا اس کے کچھ عرصہ بعد اس شخص کو لڑکی والے نے کہا کہ تم اپنی بیوی کو لے جاؤ اس کا انتظام کھانے پکڑے کا کرو میں غریب آدمی ہوں مجھ سے خرچ نہیں اٹھ سکتا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں ذمہ دار نہیں ہوں تمہاری خوشی ہے اور تم کو اختیار ہے کہ اپنی لڑکی کا چاہے جہاں نکاح کر دو میں مزاحم نہیں ہوں میری طرف سے صاف جواب ہے میں تمہاری لڑکی کو نہیں رکھ سکتا ہوں اور نہ رکھوں گا۔ اور اب تک یہ لڑکی منکوحہ نابالغ ہی ہے بالغ بھی نہیں ہوئی ہے صرف اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا تھا اور بلکہ اس شخص نے اس سے پہلے ایک اپنی بیوی جان سے ماری ڈالی تھی یہ شخص ظالم اور خونی بھی ہو چکا ہے اب اس لڑکی کا باپ لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر سکتا ہے یا کہ نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ یہ غریب آدمی ہے اس قدر خرچہ نہیں اٹھا سکتا ہے برائے عنایت اس کا جواب با صواب مرحمت فرمائیں بنیو اتوجروا
الجواب؛ صورت مسئلہ میں اگر اس شخص نے لفظ "صاف جواب ہے" سے یا اس کے قبل الفاظ سے نیت طلاق کی ہے اس لڑکی پر ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے لان قولہ "چاہے جہاں نکاح کر دو" و قولہ "صاف جواب ہے" مستعمل فی الطلاق عرفاً و لکنہ کنایۃ فیحتاج الی النیۃ۔ پس بعدا نقضاً عدت کے اس لڑکی کا دوسرا نکاح ہو سکتا ہے۔ اور اگر زوج نیت طلاق سے انکار کرے اور اس پر حلف کر لے تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔
واللہ اعلم۔
۱۵ شعبان ۱۲۵۴ھ

لفظ حرام سے بلا نیت طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے (سوال) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تم میرے واسطے حرام ہو گئی تو اس کا شرع میں کیا حکم ہے؟
الجواب؛ صورت مسئلہ میں اس شخص کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی اگر تین ک نیت نہ کی ہو اور بدو دو بارہ نکاح کئے وہ اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی اور اگر تین کی نیت کی ہے تو سوال دوبارہ کیا جائے۔ قال فی الشامیۃ والحاصل ان المتأخرین

خالفوا المتقدمین فی وقوع البائن بالحرام بلا نية حتى لو قال لم ازل لم يصدق لاجل العرف الحادث فی زمان المتأخرین الى ان قال ان لفظ حرام معناه عدم حل الوطی ودراعیہ وذلك یكون بالایلاء مع بقاء العقد وهو غیر متعارف ویكون بالطلاق الراجع للعقد وهو قسمان بائن ورجعی لكن الرجعی لا یحرم الوطی فتعین البائن وكونه التیق بالصریح للعرف لا ینافی وقوع البائن به فان الصریح قد یقع به (البائن) کتطبیقة شدیداً کما ان بعض الکنایات قد یقع به الرجعی مثل اعتدی ونحوه والحاصل انه لما تعورف به الطلاق صار معناه تحريم الزوجة وتحريمها لا یكون الا بالبائن اه (ص ۶۳ ج ۲) قلت وکذا هو عرفنا اهل الهند تعورف للطلاق ولا یفهم به الا ایلاء فی العرف اصلاً واللہ اعلم۔
المرحوم ۱۲۵۵ھ

دوسری زوجیت سے باہر وہ میرے لئے مرگئی اور (سوال) کیا فرماتے ہیں مندرجہ ذیل بیان میں اس سے مرگیا کہنے سے بلا نیت طلاق واقع نہیں ہوگی کے واسطے:

جناب خالد خان بات یہ ہے کہ میں آصف نگر جا رہا ہوں اور بر خور دار حافظ کو (جو ایک سال عمر کا ہے) اپنے ہمراہ لے جا رہا ہوں اور تمہاری ہمیشہ بغیر میری اجازت کے چلی آئی ہے یہ کام اچھا نہیں۔ اس واسطے وہ میری زوجیت سے باہر ہے وہ میرے سے مرگئی اور میں اس سے مرگیا فقط۔ یہ ایک ردی کاغذ پر ہے دستخط کوئی نہیں ہے شہادت کوئی نہیں زوجہ سامنے ہے صرف ردی کاغذ پر لکھا ہے۔ سوال: کیا یہ طلاق ہو گئی نکاح سے خارج ہو گئی زوجیت سے باہر ہے یہ کہنا درست ہے کیوں کہ وہ پاس نہیں نکاح سے باہر نہیں کہا۔

الجواب؛ صورت مسئلہ میں زوج کی نیت پر مدار ہے اگر اس کی نیت طلاق کی تھی تو طلاق واقع ہو گئی ورنہ نہیں لما فی العالمگیریۃ (ص ۶۹ ج ۲) ولو قال ما انت لی بامرأة ولست لك بزوجة ونوی الطلاق یقع عند ابی حنیفۃ وعند ہما لا یقع وفیہ ایضاً (ص ۷۱ ج ۲) دان کانت (ای الکتابۃ) مستبینه غیر مرسومة ان نوی الطلاق یقع والا فلا فقط۔ کتبہ عبدالکریم عفی عنہ ۲۸/ ۱۲/ ۱۲۵۴ھ
الجواب صحیح۔

ظفر احمد عفا عنہ ۲۸/ ۱۲/ ۱۲۵۴ھ

مجھ سے کوئی مرد کار نہیں نہ میں شوہر (سوال) اگر کسی نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ اگر اس مکان سے فلاں مکان میں گئی تو مجھے تجھ سے کوئی سزاوار واسطہ نہیں اور نہ میں شوہر اور نہ تو زوجہ اور وہ عورت اس مکان میں چلی گئی جس کی ممانعت تھی اور وہاں ہی ہے۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: فی العالمگیریۃ (۲۶۹ ج ۲) ولو قال لم یبق بینی و بینک شیء و نوى الطلاق لا یقع فی القادی لم یبق بینی و بینک عمل و توی یقع فی العتابیہ و لو قال لہما ربا توکارے نیت و ترا بامن نے اعطی ماکان عندک لا یقع بدن النیۃ اہ خلاصہ (ص ۹۸ ج ۲) و فی الدار لست لک بت و ج اولست لی بامرأة طلاق ان نواہ خلافا لہما اہ قال الشامی اشار بقولہ طلاق الی ان الواقع بہذہ الکناۃ رجعی اہ (ص ۴۴ ج ۲) و فی الشامیۃ تحت قولہ (فلا یرد الی) ای اذا علمت ان الفہر فی باقیہا عائد الی الالفاظ المذکورۃ فی المتن فلا یردان غیرہا من الالفاظ الکناۃ قد یقع بہ الرجعی من کل کناۃ فیہا ذکر الطلاق الی (ص ۶۶ ج ۲) و فیہ بعد اسطر عن البی وجود الطلاق مقتضی اذ مضمنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں اگر نیت طلاق کی تھی تو ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی اور اگر طلاق کی نیت نہ تھی تو ظاہر لیا جاوے کہ کیا نیت تھی۔ ۲ رجب ۱۳۳۷ھ

راند کو مت بلاؤ میرے کام کی نہیں۔ اگر طلاق (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اہل السنۃ والجماعت کی نیت نہ کہے ہوں تو طلاق واقع نہیں گئی۔ کثر اللہ جماعتہم سوالات مستفسرہ ذیل کے جواب میں:-

ہندہ کا نکاح جبکہ عمر اس کی گیارہ سال کی تھی زید کے ساتھ ہوا۔ بعد شادی ہندہ اپنے میکہ میں قریب ڈیڑھ سال رہی اور میاں بیوی میں یکجائی و تنہائی (زفاف) نہیں ہوا بعد میں زید بیمار ہوا قریباً ۱۵ یا ۱۶ روز تک بیمار رہا۔ اس عرصہ بیماری میں زید نے اور اس کے رشتہ داروں نے ہندہ کو اس کے میکہ میں چند مرتبہ بلاوا بھیجا۔ لیکن ہندہ اپنے خاوند زید کے مکان نہیں گئی اور زید کی وفات کے ۳ یا ۴ یوم قبل زید نے اپنے حقیقی چچا کو ہندہ کو لانے کے لئے بھیجا اس لئے کہ ہندہ سے مہر بخشوا لیا جاوے۔ لیکن ہندہ نہیں آئی یہ واقعہ زید کے پاس بیان کیا گیا زید نے کہا کہ ”راند کو مت بلاؤ میرے کام کی نہیں“ بعد میں زید مر گیا۔ اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہندہ کا نکاح خالد کے ساتھ ہندہ کی سسرال میں جبکہ وہ زید کی وفات کے بعد اپنی سسرال میں آئی ہوئی

تھی کر دیا گیا بعد نکاح ہندہ نے اپنی والدہ و بھائیوں سے بلا رضا مندی اس کے نکاح پڑھا دیا جانا بیان کیا۔ اس کی بابت ہندہ کے بھائی نے جملہ مسلمانان ڈیڈوانہ کے سامنے سوال پیش کیا۔ انہوں نے گواہان کو جن کے سامنے مذکورہ الفاظ زید نے استعمال کئے تھے بلایا و نیز قاضی طلب کیا گیا۔ گواہ عبداللہ کا یہ بیان ہے کہ زید نے اس کے سامنے قریب ۸ بجے رات کو موجود رحیم بخش و سمن یہ کہا تھا کہ ”راند کو مت بلاؤ میرے کام کی نہیں“

ذمہ دار قاضی کا یہ بیان ہے کہ میں نے نکاح پڑھانے والے کے کہنے پر نکاح پڑھانے کی اجازت دے دی تھی۔ نکاح پڑھانے والے کا (یعنی سپر قاضی کا) بیان ہے کہ میرے پاس زید کی وفات سے ۶ یا ۷ روز بعد زید کا چچا سمن میرے پاس آیا اور کہا کہ زید کا مہر دیکھ دو کیونکہ متوفی نے مرنے سے پہلے یہ کہا تھا کہ راند کو مت بلاؤ میرے کام کی نہیں اس کا مہر دے دینا۔ چنانچہ مہر دینا ہوا اس پر نکاح پڑھانے والے نے کتاب دیکھ کر نکاح ثانی بلا عدت ہو سکے کا کہہ دیا پھر نکاح پڑھانے والے نے سمن رحیم بخش و عبداللہ گواہان متذکرہ بالا کو بلا کر دریافت کیا تھا تو گواہان نے اس کے سامنے یہ کہا تھا کہ مرنے والے نے یہ الفاظ کہے تھے کہ ”راند میرے کام کی نہیں مت بلاؤ اس کا مہر دینا“ اس پر نکاح پڑھا دیا گیا اور ان کا استدلال بہشتی زیور حصہ چہارم ص ۳۲ باب رخصتی سے پہلے طلاق ہو جانے کا بیان پر ہے جس میں جملہ گول مول لفظوں پر طلاق کا ہونا قیاس کیا گیا ہے، گواہ سمن موجود نہیں ہو گاؤں گیا ہوا ہے لیکن اس امر کو رفع حجت و اطمینان دائمی کے لئے دریافت کرنا ضروری ہے۔ لہذا بحالات مذکورہ شرعاً ہندہ کا نکاح خالد کے ساتھ جائز ہوا۔

سوال: رضا مندی اور بلا رضا مندی کی یہ کیفیت ہے کہ نکاح پڑھانے والے کا یہ بیان کہ اس نے ہندہ سے دریافت کیا کہ خالد کے ساتھ تم نکاح پڑھنے کے لئے رضا مند ہو تو اس کی تصدیق عمر اور بکر گواہان سے کی۔ ہندہ سے دریافت کیا گیا تو اس نے ایسی رضا مندی دینے سے قطعاً انکار کر دیا اور قریب عمر اور بکر کی موجودگی بیان کی اور ایک شخص حامد کو بتلایا جس کا یہ بیان ہے کہ ہندہ نے میرے سامنے نکاح سے انکار کیا۔ جب قاضی پیچھے ہٹ گیا پھر ہندہ نے کہا کہ میں اپنی سسرال کا گھر چھوڑنا نہیں چاہتی پھر اس نے رضا مندی دے دی۔

عہ بہشتی زیور حصہ چہارم میں طلاق کناہ کا حکم بھی تو دیکھنا چاہئے تھا جس میں تصریح ہے کہ بدون نیت کے یا مذکرہ طلاق کے وقوع طلاق نہ ہوگا۔ ۱۲ ظفر

صورت مذکورہ بالا میں

- ① رضا مندی صریح یا معنوی ہوتی ہے یا نہیں ؟
 - ② کیا زید کے الفاظ کہ رائد میرے کام کی نہیں مت بلاؤ طلاق بالکنایہ کی حد کو پہنچتے ہیں ؟
 - ③ اگر طلاق کی حد کو پہنچتے ہیں تو کونسی طلاق پڑے گی ؟
 - ④ اگر طلاق بالکنایہ کی حد کو نہیں پہنچتے ہیں تو خالد کے ساتھ ہندہ کا نکاح ناجائز ہے یا جائز ؟
- غرضیکہ حالات مندرجہ بالا کو بغور ملاحظہ فرما کر بالتشریح جواب معہ حوالہ حدیث و فقہ و قرآن عنایت فرمایا جاوے بینوا تو جرداً۔
- الجواب : یہ لفظ ”رائد کو مت بلاؤ میرے کام کی نہیں“ الفاظ طلاق میں سے صریحاً نہیں اور کنایہ کی اس قسم سے ہے جو سب و شتم کو بھی محتمل ہیں اور جو کنایات محتمل سب و شتم ہوں ان سے طلاق کا واقع ہونا صحیح حالات میں نیت زوج پر موقوف ہے اور صورت مسئلہ میں زید نے اس لفظ سے ارادہ طلاق بیان نہیں کیا پس ہندہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی اور جب زید اس واقعہ کے تین چار روز کے بعد مر گیا تو ہندہ پر عدت و فوات چار ماہ دس دن واجب ہو گئی لکن نہا منکوحۃ غیر مطلقۃ وقت موقتہ اور چار ماہ دس دن گزرنے سے پہلے جو ہندہ کا نکاح خالد کے ساتھ ہوا ہے وہ صحیح نہیں ہوا اور اب اگر ہندہ خالد ہی کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو وفات زید سے چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد نکاح خالد سے کر سکتی ہے اور اگر خالد کے سوا کسی اور سے کرنا چاہے تو اگر خالد سے ہمبستری ہو چکی ہے تو جب تک خالد سے علیحدگی کے بعد دوسری عدت نہ گزرے غیر خالد سے نکاح درست نہیں اور اگر خالد سے ہمبستری نہیں ہوئی تو دوسری عدت کی ضرورت نہیں اور عدت ثانیہ تین حیض ہے اگر ہندہ کو حیض آتا ہو اور اگر حیض نہ آتا ہو تو سوال دوبارہ کیا جائے اور اس کو بھی واضح کیا جائے کہ خالد سے ہمبستری ہوئی تھی یا نہیں، واللہ اعلم۔
- ۲۱/ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ

لفظ آزاد کے کنایہ ہونے (سوال) محمد یا مین سکنا سپر حافظ قطب الدین مرحوم سکندریہ بند اور نہ ہونے کی تحقیق

اپنی جار ملازمت سہارنپور سے اپنی اہلیہ کو لینے کی غرض سے دیوبند آیا چونکہ اہلیہ سجائے اپنے والدین کے اپنی پھوپھی کے ہاں گئی ہوئی تھی اہلیہ سے کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی، اہلیہ کے برادر سید حسن سے کہا گیا کہ تم ڈولی سے اپنی ہمشیرہ کو اپنے یہاں لے آؤ میں اس سے کچھ گفتگو کروں گا۔ برادر اہلیہ نے کہا کہ میں بعد نماز جمعہ ڈولی بھیج دوں گا

چنانچہ میں تین بجے کے قریب سسرال میں گیا وہاں پر خسر صاحب کے دریافت کرنے پر کہ کیا تم لینے کے لئے آئے ہو، میں نے ظاہر کیا ہے کہ ہاں لینے ہی آیا تھا مگر خسر صاحب نے اس پر کچھ ناراضگی ظاہر کی میں خاموش ان کی گفتگو کو سنتا رہا بعد سید حسن برادر اہلیہ سے دریافت کیا کہ تم سے ڈولی کے لئے کہا تھا اس پر جواب ملا کہ والد نے منع کر دیا ہے اس وجہ سے ڈولی نہیں بھیجی میں سید حسن کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے سید محمد مختتم کے مکان پر جہاں میری والدہ بھی مقیم تھیں گیا سید حسن نے واپس مکان چاہا تو میں نے اس کو یہ کہہ کر روک لیا کہ باغ دیکھئے شبیر احمد کے ہمراہ چلیں گے مگر شبیر احمد اس وقت تک اپنے مکان سے نہیں آئے تھے، میں نے والدہ صاحبہ سے کہا کہ جب کبھی لے جانے کا ذکر ہوتا ہے تو خسر صاحب کو ناگوار گذرتا ہے اس سے بہتر ہے کہ آپ یہاں سے کسی کو بھیج کر سہارنپور سے اپنا اسباب منگالو اور یہاں ہی رہو کیونکہ وہاں مکان کرایہ پر ہے اور اسباب کی وجہ سے خالی مکان کا کرایہ دینا پڑتا ہے، والدہ صاحبہ نے جواب دیا کہ دو چار روز میں میں بہو کو لے کر چلی آؤں گی مکان کو ابھی نہیں چھوڑنا چاہئے، کیونکہ مجھے اس وقت یہ خیال نہ تھا کہ خسر صاحب اہلیہ کے بھیجنے پر رضا مند نہیں ہیں۔ میں نے والدہ کو جواب دیا کہ میری طرف سے تم بھی آزاد ہو اور وہ بھی آزاد ہے جب چاہو آؤ میری تکلیف کی کسی کو بھی پرواہ نہیں اور میرا نقصان کر رہی ہو اس وقت یہ الفاظ محض اس نیت کہے گئے تھے کہ گویا تم دونوں کو میری کچھ فکر نہیں ہے طلاق کی نیت سے یہ الفاظ نہیں کہے گئے اور میں ایک خط خسر صاحب کو لکھنے کے لئے وہاں ہی بیٹھ گیا خط لکھتے ہوئے دیکھ کر والدہ نے کہا کہ میرے منہ کو کیوں کبل بندھوا رہے ہے، میں نے جواب میں بآواز کہا کہ میں بے شرع نہیں ہوں اور نہ میں طلاق نامہ لکھ رہا ہوں محض ایک خط لکھ رہا ہوں جس کا جواب سید حسن مجھے لائے گا اور میں شام کی گاڑی سے واپس چلا جاؤں گا، تھوڑی ہی دیر میں شبیر احمد بھی آگئے اور والدہ صاحبہ کے اشارہ پر کاغذ کو میرے ہاتھ سے لینا چاہا، میں ان کو یہی جواب دیکر کاغذ واپس لے لیا کہ مجھے خط پورا کرنے دو پھر دیکھ لینا چنانچہ میں نے خط کو پورا کر کے شبیر احمد کو دے دیا کہ اب تم خود بھی پڑھ لو اور والدہ صاحبہ کو بھی سنادو اس خط کو شبیر احمد نے پڑھا اور سید محمد مختتم کو جو اس وقت مکان میں موجود تھے دکھانے کے لئے اندر لے گئے میں بھی بعد کو اندر گیا تو محمد مختتم نے مجھ سے کہا کہ تم عقل مند ہو بڑوں کو اس قسم کے خطوط نہیں لکھا کرتے اس خط کو مت بھیجو اور اگر وہ تمہاری اہلیہ کو نہیں جانے دیتے تو تم ہی خاموش ہو جاؤ

دیکھیں کب تک رکھتے ہیں اپنے آپ بھیج دیں گے۔ میں نے اس خط کو اپنے پاس رکھ لیا اور باہر اگر دیکھا تو سید حسن نہیں ملا، میں نے وہ خط مولوی نور الحسن صاحب کو دکھایا مولوی صاحب نے اس کو پڑھ کر پھاڑ دیا اور کہا کہ بڑوں کو ایسے الفاظ نہیں لکھا کرتے۔ کیونکہ میرے خط میں الفاظ سخت تھے، اس وجہ سے میں بھی خاموش ہو گیا مگر خط میں اہلیہ کا کوئی تذکرہ نہ تھا۔ اگلے روز شام کے وقت مجھے معلوم ہوا کہ اہلیہ کی پھوپھی آئی تھیں اور کہتی تھیں کہ سید حسن نے یہ جا کر کہا کہ محمد یا مین نے طلاق دے دی ہے۔ چنانچہ ان کو جواب دیا گیا کہ یہ بالکل غلط ہے اور یا مین صبح سے باغ میں گیا ہوا ہے۔ شام کو جب میں باغ سے واپس آیا تو والد صاحب نے یہ قصہ مجھ سے کہا۔ میں نے مولوی نور الحسن صاحب کو اطلاع دی کہ ایسی افواہ اڑا دی گئی ہے اگر اس خط کو نہ پھاڑتے تو اس وقت وہ خط ان کو دکھا کر تسلی کر دی جاتی خیر مولوی صاحب نے اس وقت تو مجھ سے یکہرٹال دیا کہ ہم خود اس معاملہ کو حل کر دیں گے، سید حسن بچہ ہے وہ اس معاملہ کو کیا جانے۔ اتوار کے روز صبح کو مولوی صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ تمہارے خسر صاحب بلاتے ہیں۔ چنانچہ میں گیا اور خسر صاحب سے گفتگو کی میں نے خسر صاحب کو یقین دلانا چاہا کہ میں نے طلاق نہیں دی اور نہ طلاق کے الفاظ استعمال کئے مگر ان کو یقین نہیں آیا اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ شام کو اس کا جواب دوں گا، چنانچہ میں نے پیر کے روز خود اہلیہ کی پھوپھی اور بہادر اولاد حسین سے اس واقعہ کی تردید کی اور شام تک انتظار دیکھ کر منگل کے روز اپنی جائے ملازمت پر سہارنپور واپس چلا آیا۔ جو اصلی اور صحیح واقعات شروع سے اخیر تک گزرے ہیں وہ نہایت ایمان داری اور سچائی کے ساتھ اس تحریر میں درج کر دیئے، میں طلاق کو عدم طلاق اور عدم طلاق کو طلاق بنانا نہیں چاہتا اور قسمیہ تحریر ہے کہ میرے الفاظ بہ نیت طلاق نہ تھے۔ اس پر مفتیان شرع متین فتویٰ دیں کہ آیا اس واقعہ سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ تاکہ میں اور اہلیہ آخرت کی خرابی سے بچ جاویں، فقط۔

الجواب؛ حامداً ومصلياً، جو الفاظ سوال میں مذکور ہیں وہ کنایات طلاق کے ہیں لیکن مابعد کلام اور متکلم کا ان سے طلاق کا ارادہ نہ کرنا معنی طلاق کی ان الفاظ سے نفی کر رہا ہے اس لئے اس صورت میں دیانہ کسی قسم کی طلاق شرعاً واقع نہیں

عہ ہم نے اپنے جواب میں اس کا کنایات طلاق سے ہونا صورت مسئلہ میں تسلیم نہیں کیا ۱۲ ظفر

ہوگی، واللہ اعلم بالصواب۔

رقمہ ضیاء احمد عفاعنہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ

الجواب صحیح، عنایت الہی عفاعنہ۔

الجواب من جامع امداد الاحکام بتھانہ مبھون؛ واللہ الموفق للصواب
صورت مسئلہ میں متکلم کا یہ قول کہ ”میری طرف سے تم بھی آزاد ہو اور وہ بھی آزاد ہے جب چاہے آؤ“ نہ کنایات طلاق سے ہے نہ صریح سے اس لئے اس سے کسی قسم کی طلاق پڑنے کا احتمال نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ کنایہ وہ ہے جس میں احتمال ارادہ رفع قید نکاح بھی ہو اور اس کے غیر کا احتمال بھی ہو اور لفظ آزاد ہر حالت اور ہر استعمال میں کنایہ طلاق نہیں بلکہ یہ کنایات میں اس وقت داخل ہے جبکہ خلاف ارادہ طلاق کا قرینہ کلام میں نہ ہو مثلاً یوں کہا جائے کہ میری بیوی آزاد ہے یا تو آزاد ہے یا وہ آزاد ہے اور ہر طرح مجھ سے آزاد ہے اور تو پوری طرح آزاد ہے ان استعمالات میں بیشک یہ کنایات کی قبیل سے ہے اور اگر ارادہ طلاق کا قرینہ قائم ہو تو پھر یہ لفظ صریح ہو جاتا ہے مثلاً یوں کہا جائے کہ میری بیوی میرے نکاح سے آزاد ہے۔ یا میں نے اس کو اپنے نکاح سے آزاد کیا۔ اور میں نے اس کو اپنے سے آزاد کر دیا۔ اور اگر کلام میں عدم ارادہ طلاق کا قرینہ قائم ہو جائے تو پھر یہ نہ صریح طلاق سے ہے نہ کنایات سے مثلاً یوں کہا جائے کہ تو آزاد ہے جو چاہے کھاپی او میں نے اپنی بیوی کو آزاد کیا چاہے وہ میرے پاس ہے یا اپنے گھر اور وہ آزاد ہے جب اس کا جی چاہے آوے۔ ان استعمالات میں ہرگز کوئی شخص محض مادہ آزادی کی وجہ سے اس کلام کو کنایہ طلاق سے نہیں کہہ سکتا بلکہ اباحت افعال و تخیر وغیرہ پر محمول کرے گا بشرطیکہ اس کو محاورات لسان پر کافی اطلاع ہو اور ایک لفظ کا صریح طلاق اور کنایہ طلاق ہونا اور گاہے دونوں سے خالی ہونا اہل علم پر مخفی نہیں ملاحظہ لفظ طالق اور طلقک معنی طلاق میں شرعاً صریح ہے لیکن انت مطلقۃ بسکون الطاء من الاطلاق فکنایۃ ولو صرح بنحو انت طالق عن الوثاق او القید فانہ یصدق قضاء و دیانۃ فی عدم ارادۃ الطلاق الرفع لقید النکاح الا اذا قرنہ بعد دفلا یصدق اصلاً صرح بہ فی الدرس والشامیۃ فی باب الصریح وھل ھذا لان اللفظ یختلف فی الدلالۃ علی معنایہ بحسب اختلاف استعمالہ وان کان مادۃ

واحدة في جميع الاستعمالات -

پس ہمارے نزدیک صورت مسئلہ میں متکلم کا اپنی ماں کو خطاب کر کے یہ کہنا کہ ”تم بھی آزاد ہو اور وہ بھی آزاد ہے جب چاہے آؤ“ اس میں ”جب چاہے آؤ“ یہ قرینہ نفی ارادہ طلاق کا ہے نیز اس کے ساتھ یہ بھی قرینہ ہے کہ متکلم نے اپنی ماں کو بھی آزاد کہا ہے اور وہاں یقیناً معنی طلاق مراد نہیں تو اس سے اس کے قرین پر بھی اثر پہنچتا ہے کہ جو معنی آزاد کے اول جملہ میں ہیں وہی دوسرے جملہ میں ہوں گے اور لفظ جب چاہے آؤ نے اس کو واضح کر دیا کہ مراد آزادی آمد و رفت کی ہے نہ کہ نکاح سے آزادی اور اس کے بعد سائل نے اُسی جلسہ میں یہ بھی تصریح کر دی کہ میں بے شرع نہیں ہوں نہ طلاق نامہ لکھ رہا ہوں جس سے ارادہ طلاق کی نفی ہو گئی۔ پس صورت مسئلہ میں طلاق کے وقوع کا کوئی احتمال نہیں اور زوجہ سائل کو عداۃ طلاق گزارنا جائز نہیں جب تک کہ اس کے پاس دو ثقہ عادل اُن الفاظ کا متکلم کی زبان سے صادر ہونا بیان نہ کریں جو اس مادہ میں موجب وقوع طلاق ہو سکتے ہیں جس کی قدر سے تفصیل اوپر گزر چکی۔ اور سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مساماة کے پاس خبر لیجا نیوالا سوائے اس کے بھائی کے اور کوئی نہیں تو اس صورت میں اگر اس کا بھائی ایسے الفاظ بھی بیان کرے جو درحقیقت موجب طلاق ہوں جب بھی مساماة کو اس کی تصدیق جائز نہیں جبکہ شہر اس سے منکر ہے، واللہ اعلم۔ حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ۔

۲ رجب المرجب ۱۳۶۶ھ

(سوال) اپنی عورت کے ساتھ نزاع کے وقت مرد کی کناہہ طلاق کے اندر اگر نیت میں شک ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی

ان الفاظ کے نکلنے کے بعد اس کو جب نیت کا خیال ہوا تو شک پڑ گیا کہ نیت تھی یا نہیں عورت کو ان الفاظ کے احکام کا علم نہیں۔ وہ خاندن کے ہاں رہنے پر مصر ہے، اور طلاق کا مطالبہ نہیں کرتی۔ پس ارشاد فرمایا جائے کہ :

(۱) نیت کے مشکوک ہونے کی صورت میں طلاق پڑ جائے گی یا اس شک کا لحاظ کر کر کے عورت سے تعلقات رکھنا جائز ہے ؟

(۲) خلا نہ خواستہ اگر ان الفاظ سے اتفاق واقع ہو جائے تو رجوع کی کیا صورت۔ مخفی مبادکہ دو تین سال قبل اسی قسم کے الفاظ عورت کے سوال ”پالنا ہو تو پالو ورنہ چھوڑ دو“ پر

جاؤ اپنی ماں کے گھر جاؤ“ بلا نیت طلاق نکلے پھر اس خیال سے کہ ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے ”گوشتہ ہو جاؤ اب مجھ سے کچھ تعلق نہ رہا“ کہا گیا۔ بنا براستفقتار بعض علماء نے طلاق واقع لگا اور بعض نے بلا نیت واقع نہ ہوگی فرمایا اس لئے احتیاطاً اس دقت سے بچنے کا حکم کر لیا گیا تھا۔

الجواب : قال فی الدرر علم انه حلف ولم یدرس بطلاق او غیره لعاکماله لوشک أطلق أم لا (مس ۴۵، ج ۲) چونکہ صورت مسئلہ میں لفظ صریح نہیں بلکہ کناہہ محتاج نیت ہے اور نیت میں شک ہے اس لئے طلاق واقع نہ ہوگی۔

۲۰ شعبان ۱۳۶۶ھ

(سوال) زید نے اپنی بیوی کو طلاق بائن سے دی عدت کے بعد عمر نے زوجہ زید سے نکاح کر لیا یہ خبر یا کر زید طلاق سے منکر ہو گیا اور عمر پر دعویٰ دائر کر دیا چونکہ زید چپے سے منکر ہو گیا اور عمر نے عمر کو مجبور کیا کہ تم اس کو طلاق دو۔ عمر والا تھا عدالت سے مقدمہ جیت گیا۔ اب زید نے عمر کو مجبور کیا کہ تم اس کو طلاق دو۔ عمر نے کہا کہ جب تم نے اس کو طلاق ہی نہیں دی تھی تو میرا نکاح ہی نہیں ہوا پھر میری طلاق کی کیا ضرورت ہے زید نے کہا کہ تم کو طلاق دینا پڑے گی ورنہ تمہاری خیر نہیں چونکہ زید ایک زبردست آدمی تھا اس لئے عمر اس کے سامنے مجبور ہو گیا بالآخر اس نے کسی قدر فاصلہ کھڑے کھڑے یوں کہا ”تلا ہے، تلا ہے، تلا ہے“ اور طلاق کی نیت نہیں کی بلکہ اپنے اوپر سے بلا ٹالنا چاہی اس لئے یہ مہمل لفظ استعمال کیا۔ پس صورت مسئلہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔

والا تھا عدالت سے مقدمہ جیت گیا۔ اب زید نے عمر کو مجبور کیا کہ تم اس کو طلاق دو۔ عمر نے کہا کہ جب تم نے اس کو طلاق ہی نہیں دی تھی تو میرا نکاح ہی نہیں ہوا پھر میری طلاق کی کیا ضرورت ہے زید نے کہا کہ تم کو طلاق دینا پڑے گی ورنہ تمہاری خیر نہیں چونکہ زید ایک زبردست آدمی تھا اس لئے عمر اس کے سامنے مجبور ہو گیا بالآخر اس نے کسی قدر فاصلہ کھڑے کھڑے یوں کہا ”تلا ہے، تلا ہے، تلا ہے“ اور طلاق کی نیت نہیں کی بلکہ اپنے اوپر سے بلا ٹالنا چاہی اس لئے یہ مہمل لفظ استعمال کیا۔ پس صورت مسئلہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔

الجواب : اس سوال کا جواب چند مقدمات پر مبنی ہے۔ مقدمہ (۱) اس میں تو شک نہیں کہ عوام طلاق دیتے ہوئے مخارج سے ادائے حروف کی سعی نہیں کرتے اسی لئے فقہاء نے تلاک، تلاغ وغیرہ کو بھی موجب طلاق قرار دیا ہے (۲) نیز حرف اخیر حروف وقف ہو عام طور پر بعض اہل ہندو صاف نہیں بولتے اور بعض دفعہ شبہ ہو جاتا ہے کہ شاید کتنا حروف اخیر کو حذف کر دیا ہے مثلاً دوست کا دوس گوشت کا گوش جناب کا جنا، سلام کا سلا مفہوم ہوا کرتا ہے (۳) اس میں بھی شک نہیں کہ لفظ تلا اگر بدون قرینہ کے استعمال کیا جائے لفظ مہمل ہے یا مختلف معانی کو محتمل ہے کہ جوتے کا تلا مراد ہے یا کیا (۴) اور اگر مذکورہ طلاق

کے بعد یا بیوی کے سامنے غضب کی حالت میں استعمال کیا جائے تو ان قرآن کے انضمام سے متبادر یہی ہوگا کہ طلاق مراد ہے اور اکتفاء یا سرعت نطق کی وجہ سے حرف اخیر حذف کر دیا، یا مفہوم نہیں ہوا۔

خلاصہ یہ کہ یہ لفظ کنایات طلاق سے ہے جو مذکرہ وغیرہ کے وقت طلاق کو موجب ہوگا۔ چونکہ صورت مسئلہ میں عمرو نے یہ لفظ مذکرہ طلاق کے بعد استعمال کیا ہے اس لئے قضاء اس سے وقوع طلاق ہو گیا اور اضافت الی الزوجہ معنی موجود ہے کیونکہ زید نے اُسی عورت کی طلاق پر اکراہ کیا تھا جس کے متعلق نزاع تھا۔ لیکن چونکہ عمرو کی نیت طلاق کی نہ تھی اس لئے دیا نہ وقوع طلاق نہیں ہوا۔ اور قضاء بھی عمرو کا دعویٰ عدم نیت یمن کے بعد قبول کیا جائے گا۔ کیونکہ گو ایک قرینہ مذکرہ طلاق مؤید ارادۃ طلاق بلغظ تلام ہے مگر دوسرا قرینہ یعنی اکراہ مؤید ارادۃ فرار عن الطلاق باستعمال اللفظ المہمل المنیر ہے کیونکہ اکراہ کی حالت میں غالب یہ ہے کہ طلاق کی نیت ہوتی اب اگر لفظ صریح ہو تو دعویٰ عدم نیت بوجہ صراحت کے رد ہوگا اور اگر لفظ مصحف یا مغیر ہو اور مکمرہ یہ دعویٰ کرے کہ میں نے تصحیف عمدہ کی ہے تاکہ طلاق واقع نہ ہو تو یہ دعویٰ یمن کے ساتھ مقبول ہوگا اور اصل یمن قاضی کے سامنے ہونا چاہئے مگر طلاق کے معاملہ میں عورت کا قاضی ہے اس لئے یہ بھی کافی ہے کہ عورت گھر ہی میں شوہر سے قسم لے لے اگر وہ قسم کھائے کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی بلکہ فرار عن الطلاق کی تھی تو اس کے بعد عورت کو عمرو کے نکاح میں بدستور رہنا جائز ہے۔

والمسئلة ماخوذة عن الدرر والشامية (ص ۲۷، ۱۳۷ ج ۲) باب الصريح والكنایات - والله اعلم۔ ۵ رمضان ۱۳۶۲ھ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین میں نے ہندہ کو اجازت دی ہے کہ جس سے چاہے نکاح کر لے مجھ کو کچھ غرض نہیں کہنے سے بلا نیت طلاق بائن کا وقوع

تارک الصلوٰۃ تارک الجمعۃ تارک الصوم ہندہ کو نان و نفقہ نہیں دیتا تھا نہ اس کے بچوں کو پرورش کرتا تھا اور اگر کبھی دو چار ماہ کو ہمراہ لے بھی گیا تو قسم قسم کی ایذا سے ہندہ کو دق کرتا رہتا تھا اور اس کو اس کی ماں بیوہ کے پاس لاکر خود بھی اپنا خرچ اس کی ماں بیوہ کے ذمہ ال دیتا تھا حتیٰ کہ والدہ ہندہ سخت محتاج اور پریشان تھی عرصہ آٹھ نو سال تک اس ظلم کو بوجہ

بے دارثی ہستی رہی اور باقی یتیم پریشان رہ گئے سب مال دھمکا دھمکا کر زید کھا گیا۔ اب عرصہ ایک سال سے زید ایک عورت نامحرم سے تعلق بے جا کر کے فرار ہو گیا اور ہندہ اور ہندہ کی والدہ کو مکرر سر کر چند آدمیوں کے سامنے یہ جواب دے گیا کہ میں نے نجوشی اجازت دی ہندہ اور نکاح کر لے، ہندہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو نجوشی سے اجازت دی تو جس سے چاہے نکاح کر لے مجھ کو کچھ غرض نہیں میں نان و نفقہ دوں نہ کمائی کروں تجھ کو اپنے نفس کا اختیار ہے اب ہندہ نے ایک سال کے بعد اپنے خورد و نوش کے لئے مزدوری اختیار کی ہے آیا ہندہ کو باہر نکلتا کسی کے گھر جانا یا کسی کے بچہ کو دودھ پلانا یا دوسرا نکاح کر لینا جائز ہے؟ بینوا تو جبروا۔

الجواب: اگر صورت سوال صحیح ہے تو صورت مسئلہ میں ہندہ پر طلاق بائن واقع ہو گئی لان الذن فی النکاح بمعنی ابتغی الازواج فبقید الطلاق اذا کان فی حالة الغضب او المذکرۃ وعندی ان قوله "میں نے ہندہ کو اجازت دی کہ جس سے چاہے نکاح کر لے مجھ کو کچھ غرض نہیں" بمنزلۃ قوله ابرأتک عن الزوجیۃ وبہ یقع الطلاق من غیر نیۃ فی الرضاء والغضب (عالمگیریہ ص ۷۰ ج ۲) فکذا هذا الکلام بمجموعہ کالصریح عندی وکذا قال بعض اهل اللسان ووافقونی علیہ اسی طرح زوج کا یہ قول مجھ کو کچھ غرض نہیں بمعنی قوله لاعلاقۃ لی بہا ولا سبیل لی علیہا اور اس سے پہلا کلام ارادۃ محض طلاق کو مفید ہے اس لئے بھی طلاق بائن میں شک نہیں پس ہندہ زید کے اس قول کے بعد سے تین حیض گزار کر جس سچا ہے نکاح کر سکتی ہے، واللہ اعلم۔ حررہ الاحقر ظفر احمد عفی عنہ

خلاصہ یہ کہ اگر جزو اول کا مؤثر ہونا کچھ خفی بھی ہو مگر جزو ثانی میں کچھ خفا نہیں ۱۲ اشرف علی ۲۵ شوال ۱۳۶۲ھ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں زید اپنے زوجہ مشکوہ ہندہ نامی کو عرصہ ڈھائی سال کا ہوا بسبب تنازعہ و نفاق باہمی کے یہ الفاظ کہہ کر کہ تو میرے شرع سے باہر ہو گئی ہے۔ میرے لائق نہیں ہے۔ میں تیرا راضی ساتھی نہیں ہوں۔ میرے گھر سے نکل جا۔ جہاں تیرا جی چاہے جا۔ ہم سے کوئی واسطہ نہیں اپنے گھر سے نکال دیا۔ ہندہ مجبوراً اس کے پاس سے چلی آئی اور چونکہ اس کا کفیل اور دستگیر نہ تھا اس نے اپنے گذر معاش اور اوقات بسر کے لئے اپنے ایک ہم کفو بکر نامی کے یہاں قیام کیا اور اس گذشتہ

ڈھائی سال تک ہندہ علی الاعلان جو کہ زید و نیز تمام لوگوں کو بخوبی ظاہر تھا بغیر نکاح کئے ہوئے بکری زوجیت میں اس وقت تک رہی اور بکر مطابق سلوکات زن و شوہر ہندہ کے ہر قسم کے پرورش نان نفقہ اور ضروریات کا ذمہ دار رہا۔ زید نے نکاح دینے کے بعد کچھ ہندہ کو نہ رکھا نہ اس کے کسی قسم کے نان نفقہ کی فکر کی اور نہ کوئی تعلقات زن و شوہر کے قائم رہے اب عرصہ اٹھارہ یوم کا ہوا کہ زید قضاء الہی سے فوت ہو گیا ایسی صورت میں اس وقت ہندہ کو بکر کے ساتھ نکاح پڑھانے کے لئے زید کے فوت ہو جانے کی وجہ سے سوگ کرنے اور ایام عدت پورا کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں اور یہ کہ ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ بغیر ایام عدت پورا کئے ہوئے اب اس وقت ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب : زید کا یہ قول تو میرے شرع سے باہر ہو گئی اس میں شرع سے مراد نکاح ہے اس لئے معنی طلاق میں صریح ہے لکن وہ مثل قولہ ابرأتک عن الزوجية وقد صرح فی الہندیۃ بكونه صریحاً فی الطلاق (ص ۷۰ ج ۲) اس لئے ایک طلاق تو اس لفظ سے پڑ گئی اس کے بعد کہا ہے میرے گھر سے نکل جائیہ کناہ ہے جو وقوع طلاق میں مہل محتاج نیت ہے اس کے بعد کہا ہے مجھ سے کچھ واسطہ نہیں یہ بحالت مذاکرۃ طلاق محتاج نیت نہیں اس لئے ہندہ پر دو طلاق بائن واقع ہو گئیں اور عدت کے بعد اس کا نکاح بکر سے جائز ہے اور عدت طلاق کے وقت سے شمار کی جائے گی جب طلاق کے وقت سے تین حیض پورے ہو چکیں اسی وقت نکاح درست ہے غالباً اس ڈھائی سال میں تین حیض ہندہ کو آگئے ہوں گے اگر نہ آئے ہوں تو تین حیض پورے ہونے کے بعد بکر سے نکاح کر لے۔ اور بکر کے ساتھ جو ہندہ ڈھائی سال تک رہی اور اس سے مقاربت ہوئی یہ محض زنا ہے اس کی وجہ سے کوئی عدت لازم نہیں۔ واللہ اعلم۔

۲ ذیقعدہ ۱۳۶۸ھ

سوال : نخوہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامی شرع متین اس باب میں کہ زید نے زبیدہ سے جو بیوہ تھی اس کی رضامندی سے عرصہ گیارہ سال کا ہوتا ہے نکاح کیا اور زید بلساۃ ملازمت پر رہا چلا گیا کچھ عرصے بعد زبیدہ کا زید کے نام یہ خط پہنچتا ہے کہ اس خط کے دیکھتے ہی فوراً کہہ دینا کہ کہ میں نے تم کو آزاد کر دیا زید نے کراہتا ایسا ہی کیا اور ذریعہ تحریر زبیدہ کو اس کی اطلاع دے دی زید کو اس معاملہ سے زبیدہ کی جانب سے بدگمانی ہوئی اور وہ یہ سمجھ چکا کہ کسی دوسرے

شخص کی وجہ وہ زید کے نکاح میں نہیں رہنا چاہتی۔ مگر زید عرصہ دو یا تین سال بعد جب وطن آتا ہے تو زبیدہ کو حسب معمول اپنا مائل پاتا ہے اور زید اس کو کسی قسم کی طلاق اس وجہ سے نہیں دیتا کہ وہ ہر طرح سے اس کی فرمانبرداری نظر آتی ہے اور بدگمانی کے متعلق حلف اٹھا کر صفائی کر دیتی ہے زید اس سے مقاربت کرتا ہے اور پھر تھوٹے عرصے رہ کر پریس چلا جاتا ہے پریس جانے کے بعد بعض ذرائع اور قرائن معتبرہ سے زید یہ معلوم کر لیتا ہے کہ زبیدہ کا ناجائز تعلق کسی غیر شخص سے ہے۔ اس پر وہ سخت برہم ہو کر لکھ دیتا ہے کہ مجھ سے تیرا کوئی تعلق نہیں رہا یا میں نے تجھ کو آزاد کر دیا وغیرہ مگر زبیدہ کی جانب سے اس بات کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا کوئی جواب ملنا یا نہ ملنا یا دہنیں رہا مگر زید اس کو اپنی کم علمی کی وجہ سے سمجھ چکا کہ زبیدہ مجھ سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ اور حرام ہو گئی بلکہ اثنا تندرہ میں زبیدہ کی نسبت مطلقہ ہونے کا ذکر بیان کرتا ہے اور اس کو اپنی بہن وغیرہ سے تعبیر کرتا رہا ہے۔ اب زید عرصہ نو سال بعد پھر وطن واپس آیا ہے تو زبیدہ کہتی اور دعویٰ کرتی ہے کہ میں تجھ پر کسی طرح حرام نہیں ہوئی میں تیری منکوحہ ہوں از روئے شرع شریف مجھ پر کوئی طلاق وغیرہ عائد نہیں ہو سکتی اور بدگمانی کی نسبت ہر طرح حلف وغیرہ اور خدشے واحد کو درمیان کر کے قسم کھا کر کہتی ہے کہ اگر میں نے تیری امانت میں خیانت کی ہو یا سوائے تیرے کسی غیر شخص سے حرام کیا ہو تو قیامت میں میرا دامن اور تیرا ہاتھ ہوگا اور اگر تو بلا وجہ اور بے گناہ محض بدگمانی اور قیاس پر مجھے چھوٹا ہے تو قیامت میں تیرا دامن اور میرا ہاتھ ہوگا۔

اب زید نہایت مضطرب ہے اور چاہتا ہے کہ زبیدہ کو نہ چھوڑے بشرطیکہ شرع متین کی رو سے زبیدہ اس کی ہو سکتی ہو۔ بتینوا تو جرو۔

نوٹ : زبیدہ کا نکاح بغیر کسی مقررہ دین مہ کے ہوا تھا تو کیا شرع میں بیکری کا مقررہ مہ ادا کرنا ہوگا ؟

زبیدہ کا نکاح ایک عالم اور ایک جاہل جو گواہ کی صورت میں تھا دو شخصوں کے مواجہ میں ہوا تھا وہ نکاح صحیح ہے یا غیر صحیح بتینوا تو جرو۔

تفہیم : زید نے زبیدہ کا خط آنے پر جو زبان سے کہا کہ میں نے تجھ کو آزاد کیا اور زبیدہ نے تحریر زبیدہ کو اس کی اطلاع بھی دیدی۔ اس کے متعلق یہ امر متفق طلب ہے کہ زید نے خط پڑھ کر یہی الفاظ مذکورہ کہے یا بیوی کا نام لیکر یوں کہا کہ میں نے زبیدہ کو آزاد کر دیا اور

صورت اولیٰ میں جبکہ "میں نے تجھ کو آزاد کیا" کہا ہو نیت طلاق کی تھی یا نہیں؟ اور زبیدہ کو جو بذریعہ تحریر اطلاع دی کن الفاظ سے اطلاع دی وہ الفاظ صحیح طور پر بلا کم و بیش لکھے جائیں فان وجوه الاضافة في الخطاب مع عدم المخاطب مختلف فيه كما يظھر من عبارات الفقهاء التي ذكرها في رد المحتار (ص ۲۷۵ ج ۲) والخلاصة (ص ۲۷۹ ج ۲) اس کے بعد جو زبیدہ نے بدگمانی کی وجہ سے زبیدہ کو یہ لکھا کہ میرا تجھ سے تعلق نہیں رہا میں نے تجھ کو آزاد کر دیا۔ اس لفظ سے زبیدہ پر طلاق بائن پڑ گئی۔ لیکن یہ امر تنقیح طلب ہے کہ اس نے ان دونوں لفظوں کو ایک شمار کیا یا دونوں کو الگ الگ بنیت طلاق استعمال کیا ہے۔ رہا یہ کہ اب زبیدہ سے زبیدہ کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں اس کا جواب تنقیح بالا پر دیا جائے گا۔ سائل کو مذکورہ بالا دونوں تنقیحوں کا جواب دینا چاہئے تاکہ یہ واضح ہو کہ زبیدہ پر تین طلاقیں واقع ہوئیں یا اُس سے کم۔

اور مہر مقرر نہ کرنے کی صورت میں زوجہ کا خاندانی مہر شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے اور ایک عالم اور ایک جاہل مل کر دو گواہ پوسے ہونے سے بھی نکاح منعقد و صحیح ہو جاتا ہے واللہ اعلم۔

جواب تنقیح ۱ زبیدہ کا خط بائیں مضمون ہمدست ہوا تھا کہ یہ خط پہنچتے ہی تم کہہ دینا کہ میں نے تم کو آزاد کیا چنانچہ زبیدہ نے صرف اسی قدر الفاظ کہے تھے (کہ میں نے تم کو آزاد کیا) بعد زمانہ کے باعث اس قدر خیال نہیں رہا کہ زبیدہ کا نام بھی لیا تھا یا نہیں یہ الفاظ کہتے ہوئے زبیدہ کو نیت طلاق کی تو نہ تھی مگر اپنی لاعلمی کی وجہ سے خیال کرتا تھا کہ اب زبیدہ اُس سے چھوٹ گئی۔ زبیدہ کو جو اطلاع دی گئی وہ بھی الفاظ مذکورہ کا اعادہ تھا بس۔ (۲) چونکہ زبیدہ اپنے خیال میں یہ تصور کر چکا تھا کہ زبیدہ اس سے گئی ان الفاظ سے وہ آزاد ہو گئی مگر نیت طلاق کی پھر بھی نہ تھی۔ بار اول مجبوراً و کراہتہ زبیدہ کے لکھنے پر یہ الفاظ کہے گئے بار دیگر بدگمانی کی وجہ سے۔ اس کے بعد ایک عرصے تک خط و کتابت بند رہنے سے زبیدہ زبیدہ کی بدگمان ہو کر ہمیشہ اس کو مطلقہ تصور کرتا رہا مگر دوبارہ کبھی ایسے الفاظ نہیں کہے گئے بلکہ محض تحسیراً۔

(۳) ایک صاحب جو عالم بھی ہیں مغالطہ ڈال رہے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تا وقتیکہ زبیدہ نکاح کے وقت خود موجود رہ کر اپنی زبان سے ایجاب و قبول نہ کرے یا اس کی جانب سے

کوئی دلیل درمیان میں نہ ہو صرف ایک عالم اور ایک جاہل کے موجود رہنے سے بلا واسطہ نکاح صحیح نہیں ہوا ناکہ وکیل یا گواہ نہیں بن سکتا، واللہ اعلم۔

مفصلاً نکاح کی کیفیت مکرر عرض کرتا ہوں۔ زبیدہ نے زید سے کہا کہ میں تجھ سے راضی ہو چکی تو میرا نکاح پڑھو الے چنانچہ زبیدہ نے ایک عالم سے عرض کیا انہوں نے زبیدہ کی موجودگی یا اس کی جانب سے کسی وکیل وغیرہ کی موجودگی کی ضرورت تصور نہ فرما کر محض زبیدہ کے بیان پر پھر سے کر کے ایک جاہل شخص جو اُن کے پاس بیٹھا ہوا تھا نکاح پڑھ دیا اور خود زبیدہ سے ایجاب و قبول کرایا تو کیا ایسی صورت میں نکاح صحیح ہو گیا اور اگر صحیح نہیں ہوا تو کیا اس وقت تک زبیدہ زبیدہ کا تعلق نا جائز رہا اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟ بینوا تو ہوا۔

الجواب ۲ (۲) صورت مسئلہ میں زبیدہ نے جو زبیدہ کا خط پڑھ کر یہ لفظ کہا کہ "میں نے تجھ کو آزاد کیا" اس سے طلاق نہیں پڑی کیونکہ اضافت موجود نہیں خطاب بوقت حضور مخاطب اضافت ہے وقت غیبت میں اضافت نہیں قال فی الخلاصة ان الكتابة من الغائب كالخطاب من الحاضر (ص ۲۷۹ ج ۲) قلت فیہ دلالة علی ان الخطاب من الغائب ليس بشیء۔

البتہ اس کے بعد جو بدگمانی کی وجہ سے زبیدہ کو لکھا کہ میرا تجھ سے تعلق نہیں رہا میں نے تجھ کو آزاد کر دیا "اس سے زبیدہ پر طلاق بائن پڑ گئی دوبارہ نکاح کر کے تعلق زوجیت قائم ہو سکتا ہے بدون نکاح کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔

(۳) اس عالم نے صحیح نہیں کہا ناکہ شاید ہو سکتا ہے۔ قال فی الدس امر الالب رجلاً ان ین زوج صغیرتہ فن وجہا عند رجل او امرأتین والحال ان الالب حاضرهم لانه یجعل عاقدًا حکماً وآلاً ولزوج بنتہ البالغة العاقلۃ بمحض شہد واحد جازان کانت ابنتہ حاضرۃ لانہا تجعل عاقدۃ وآلاً والاصل ان الامر متی حضر جعل مباشرًا ام (ص ۲۷۹ ج ۲) قلت وفيه ايضا ان الواحد يتولى طرفي العقد اذا لم يكن فضوليًا من الطرفين وفي الصورة المسئلة وكلت زبیدہ زیداً لتزويج نفسها منه فصار أصيلاً ووكيلاً فيجوز العقد بعقد العالم عند شاهد واحد وزید حاضرًا واللہ اعلم۔

دو طلاق صریح دینے کے بعد شوہر نے کہا "فصل کی لڑکی کو طلاق بائن دیا" تو قول ثانی اول کا بیان سمجھا جائیگا یا مستقل طلاق ہو کر حرمت مغنظ ہوگئی

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کے ساتھ جھگڑا کر کے کہا ایک طلاق دو طلاق فصل کی

لڑکی کو طلاق بائن دیا اب اس کی بی بی پر کتنی طلاق واقع ہوں گی؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: صورت مذکورہ میں اس کی بی بی پر دو طلاق بائن واقع ہوں گی کیونکہ مطلق کا بیان خبر بیان ہے اول قول کا یعنی پہلی دو طلاق طلاق بائن ہیں کما فی الہدایۃ المجلد الثانی صفحہ ۳۴۹ فاذا وصف الطلاق بضرب من الزیادۃ والشدة کان بائناً مثل ان يقول انت طالق بائن او البتۃ فیکون هذا الوصف لتعین احد المحتملین الی الرجعی والبائن۔ پس معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ میں اس کی بی بی پر دو طلاق بائن واقع ہوں گی، فقط واللہ اعلم۔

کتبہ احقر محمود اللہ عفی عنہ

الکلام علی الجواب المذکور

یہ جواب غلط ہے اور صورت مسئلہ میں شخص مذکور کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو گئیں۔ اور عبارت ہدایہ کا مطلب صرف اتنا ہے کہ جب طلاق کے ساتھ کوئی وصف مفید معنی زیادت و شدت ملتی ہوگا تو طلاق بائن ہو جائے گی اس کا مقتضایہ یہ ہے کہ شخص مذکور نے جو تیسری بار کہا فصل کی لڑکی کو طلاق بائن دیا تو وصف بائن سے یہ طلاق بائن ہو گئی۔ رہا یہ کہ اس وصف کے بڑھانے سے لفظ طلاق بائن دیا موجب وقوع طلاق نہ ہوگا بلکہ پہلے کلام کا بیان ہوگا عبارت ہدایہ اس پر دل نہیں والدلیل علی وقوع الثالث بقولہ طلاق بائن دیا مافی رد المحتار تحت قول الدس لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبار عن الاول کانت بائن ابتک بتطبیقہ فلا یقع لانه اخبار فلا ضرر فی جعلہ انشاء اھ ما نصہ اشارہ الی انہ لا یشرط اتحاد اللفظین فمثل ما اذا کان الاول بلفظ الکناۃ البائنة او الخلع او الطلاق الصریح اذا کان علی مال او موصوفا بما ینبئ عن البینونة کما علم مما قدمناہ بعد کون الثانی بلفظ الکناۃ البائنة کا خلع ونحوہ متا یتوقف علی النیۃ ولو باعتبار الاصل کانت حرام

طلاق بالکتابت کی ایک صورت | سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی بچپن میں ہوئی مگر زید نے بالغ ہونے کے کچھ مدت بعد عمر دے کہا کہ ایک طلاق نامہ لکھ دو تو عمر دے پوچھا کہ کیا تم اپنی بی بی کو طلاق دو گے؟ تو زید نے کہا ہاں تو عمر دے تین طلاق لکھ کر زید کو دید یا اور زید نے اسے بکھر کو دیا کہ اس کو پڑھ کر سنا دو زید نے سننے کے بعد طلاق نامہ پر دستخط نہیں کیا اور طلاق نامہ لیکر رکھ لیا۔ کچھ روز کے بعد زید نے اس کو پہاڑ ڈالا۔ اس کے بعد زید کے گھر والوں کو خیال ہوا کہ اس کی بی بی کو بلایا جائے تو زید نے کہا کہ میں

نے ایک طلاق نامہ لکھوایا تھا مگر اس پر دستخط نہیں کیا تھا۔ اگر طلاق واقع ہو گئی ہو تو نہ بلایا جائے اور اگر نہ واقع ہوئی ہو تو بلایا جائے اور بچایت میں لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیوں لکھوایا تھا تمہاری کیا نیت تھی تو زید نے جواب دیا کہ چھوڑنے کی نیت تھی لیا اسی صورت میں طلاق ہو گئی یا نہیں ؟

الجواب :- اگر واقعہ صرف اتنا ہی ہے جتنا سوال میں درج ہے کہ عمر نے خود طلاق نامہ لکھ دیا زید نے مضمون نہیں بتلایا تو زید کی بیوی پر طلاق نہیں پڑی اور اگر زید نے مضمون طلاق نامہ اپنی زبان سے عمر کو بتلایا کہ اس مضمون کا طلاق نامہ لکھ دو تو اس مضمون کو بیان کر کے سوال دوبارہ کیا جائے۔

قال فی رد المحتار وکذا اکل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یحمله بنفسه لا یصح الطلاق ما لم یقر انہ کتابہ (ص ۲۴۹) واللہ اعلم۔

نظر احمد عفا اللہ عنہ - از تہذیب بھون خانقاہ امدادیہ ۲۰، حرم ۱۳۴۹ھ

فصل فی تفویض الطلاق

تفویض طلاق کی ایک صورت اور اس کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دین مسئلہ کہ ایک شخص مسمیٰ اسمعیل نے اس کے بڑے بھائی مسمیٰ آدم کو کہا کہ یہ عورت مسمیٰ خدیجہ کی طلاق دینا یا نہ دینا ہر حال میں مجھے اختیار ہے تو چاہے میری طرف سے طلاق دے یا نہ دے تو جیسا بھی کریں اس پر راضی ہوں اور مجھے طلاق دینے میں میری رضا ہے۔ اب یہ شخص مسمیٰ آدم کو ایک شخص مسمیٰ ابراہیم اور دوسرے شخص مسمیٰ حسن نے پوچھا کہ تیرے بھائی کی عورت مسمیٰ خدیجہ کو طلاق کے بارہ میں تو کیا کہتا ہے تو آدم نے جواب دیا کہ ہمارے بھائی کی عورت مسمیٰ خدیجہ کو طلاق دی چھوڑی ہے اب گھڑی گھڑی طلاق دینے کی ضرورت نہیں اس کو تو طلاق ہی ہے طلاق ہے کیا آدم کے یہ کہنے سے دو آدمی کے سامنے طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟ وہ مع حوالہ کتب جواب دیجئے۔ بلیو اتو جردا۔

تنقیح :- (۱) مسمیٰ آدم نے یہ الفاظ اسی مجلس میں کہے ہیں جس میں اسمعیل نے اس کو اپنی بیوی کی طلاق کا اختیار دیا تھا یا دوسری مجلس میں کہے ہیں ؟ (۲) اگر اسی مجلس میں کہے ہیں تو ان الفاظ سے پہلے اور اسمعیل کے کلام بعد درمیان میں آدم نے کوئی کام یا کلام اجنبی کیا ہے یا نہیں ؟ ان دونوں سوالوں کے جواب کے بعد حکم شرعی بتلایا جائے گا۔ نظر احمد عفا اللہ عنہ ۱۰، ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ

جی (ب) تنقیح :- (۱) مسمیٰ اسمعیل نے آدم کو یہ اختیار پہلے دو چار روز پہلے بھی دیا تھا اور جس مذکر یہ الفاظ کہے اس روز بھی چار گواہوں کے درہر اسمعیل نے آدم کو تاکید یہ کہا کہ میری عورت مسمیٰ خدیجہ کی طلاق چاہے اس مجلس میں دے ہر جگہ ہر مجلس میں مجھے اختیار ہے اور میری رضا ہے ۲۔ جب اسمعیل نے یہ کلام کہا تو آدم اسمعیل کے مکان سے جس جگہ یعنی مسجد سامنے جماعت مومنین جمع ہو رہی تھی آیا اور مذکورہ حروف مذکورہ گواہوں کے درہر کہہ دے یعنی کہہ کر اور پھر خود کسی کام کے واسطے چلا گیا درمیان میں کوئی اجنبی بات آدم یا اسمعیل نے نہیں کی اور اسی وقت کا ذکر ہے مذکورہ حروف مذکورہ گواہ کے علاوہ بھی دیگر کئی شخص نے سنے ہیں فقط۔

الجواب :-

صورت مذکورہ میں جب اسمعیل نے آدم سے یہ الفاظ کہے کہ (میری عورت مسمیٰ خدیجہ کو طلاق دینے کا مجھے اختیار ہے) اگر اسمعیل کی نیت میں طلاق کا اختیار دینے کی نہ تھی تو آدم کے ان الفاظ مذکورہ سے خدیجہ پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے ایک سے زیادہ واقع نہیں ہوئی۔ عدت کے اندر اسمعیل اپنی بیوی سے رجعت کر سکتا ہے اور اگر اسمعیل کی نیت میں طلاق کا اختیار دینے کی تھی تو آدم کے ان الفاظ سے خدیجہ پر تین طلاق واقع ہو گئیں کیونکہ اس نے تین مرتبہ طلاق کا لفظ استعمال کیا ہے اس صورت میں خدیجہ بدون حلالہ کے اسمعیل کے واسطے حلال نہیں ہو سکتی اور اگر اسمعیل کی کچھ نیت نہ تھی تب بھی ایک طلاق رجعی ہوئی۔

قال فی العالمگیرۃ: اذا قال لها طلقی نفسک سواء قال لها ان شئت اولد فلها ان تطلق نفسها فی ذلک المجلس خاصۃ و لیس لہ ان یعزل لها قال الرجل طلق امرأتی وقرنتہ بالمشتبہ فهو کذلک اھ و فیہ اذا قال لها طلقی حتی شئت قلبا ان تطلق حتی شئت فی المجلس و بعدہ اھ قلت و فی الصوۃ مستولة فی من الطلاق الیہ بل یفقد العموم فہی نظیر الثانیۃ

تفویض طلاق میں مجلس علم میں طلاق واقع کرنا شرط ہے | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسمیٰ عبدل ولد پیرخان جو کہ مسماۃ چنیاں کہاں غیر مسلمہ کے ساتھ تعلق ناجائز رکھتا تھا (جب مسماۃ چنیاں بنت نبی بخش سے شادی کرنے گیا تو نبی بخش نے ناجائز تعلق کے سبب سے عبدل سے ایک اسٹاپ تحریر کرایا کہ اگر دوبارہ میں ایسا کام کروں گا تو نبی بخش کو اور میری عورت کو اختیار ہے جیسا کہ نمبر ۵ میں تحریر ہے کریں اپنے نکاح سے لادعویٰ ہوں۔ اب عبدل نے اس چنیاں کماؤں کو دوبارہ

اپنے گھر لایا ہے اور ناجائز تعلق قائم کیا اور حوال اپنے والد کے گھر چلی آئی ہے اور کہتی ہے کہ مجھ کو اختیار دیا تھا اس لئے میں نکاح سے خروج کو اختیار کرتی ہوں۔ آیا یہ حوال عبدل کے نکاح سے خراج ہوتی یا نہ؟ اور میرم کا بھی عبدل مرکب ہوا ہے۔ بینوا تو جروا

المستفتی بلیف احمد ولد کا دل ملک بکرات
نقل اسٹاپ مشامل استفتاء ہے ملاحظہ ہو۔
ملک پنجہ مال تھبہ

اقرارنامہ

لکھنے والا میں بنام عبدل ولد پیر خان ساکن دھارہ محلہ چھتری پورہ، لکھدیتا ہوں ایسا کہ
بنی بخش ولد بنشا سلاوٹ ساکن دھارہ محلہ کھاری باڑی ان کی لڑکی مسماۃ حوال سے میری شادی
ہونا قرار پایا ہے اس کی نسبت چند کلمہ حسب ذیل بطور سند کے لکھدیتا ہوں۔

① — لڑکی بنی بخش صاحبہ مسماۃ حوال کی بھر منگنی دیگے جگہ ہو گئی اس کی نسبت
جو جھگڑا چار پنج یا عدالت سے بھر جادے گا وہ دینا مجھ کو منظور ہے۔

② — دوسری: میں لڑکی کو شہر دھارہ میں سے کہیں لیجانے کا مجاز نہیں دوں گا ورنہ کسے لئے دیگر
جگہ میں خود جاؤں گا۔

③ — لڑکی کو کسی طرح کی تکلیف وغیرہ پہنچانے کا مجھے اختیار نہیں۔ اقرار میر حوال جب چاہے
لے سکتی ہے۔

④ — لڑکی کو کسی طرح کی تکلیف ہوگی تو میرے سر بنی بخش کو اختیار ہے فوراً وہ میرے
بغیر اجازت میرے مکان سے لے جانے کا اختیار ہے۔

⑤ — میرا برتاؤ برخلاف اگر ظہور میں آدے گا تو میرے سر صاحب کو مجاز ہے کہ میں اپنے
نکاح سے گویا لادعوی ہو گیا۔ اسی قدر مجاز مسماۃ حوال بنت بنی بخش کو بھی ہے وہ اپنے
اقرار نکاح سے دور ہو سکتی ہے۔

الجواب

صورت مسئلہ میں مسمی بنی بخش کو تو طلاق واقع کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ عبدل کے
یہ الفاظ کہ میرے سر صاحب کو مجاز ہے کہ میں اپنے نکاح سے گویا لادعوی ہو گیا۔ تفویض طلاق
کے الفاظ نہیں البتہ عبدل کے یہ الفاظ (اسی قدر مجاز مسماۃ حوال بنت بنی بخش کو بھی ہے
وہ اپنے اقرار نکاح سے دور ہو سکتی ہے) تفویض طلاق کے الفاظ ہیں جو کہ برتاؤ برخلاف ظہور میں

آنے پر ملحق ہے پس اگر مسمی عبدل کا برتاؤ اس کے وعدہ کے برخلاف ظہور میں آیا ہے تو مسماۃ
حوال کو اپنے نفس پر طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے مگر شرط یہ ہے کہ جس مجلس میں مخالفت کا علم ہوا
ہے اسی مجلس میں فوراً اپنے کو طلاق دے اگر اس مجلس اسٹھ جانے کے بعد طلاق اختیار کرنا چاہے تو خروج
طلاق نہ ہوگا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ صورت سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مسماۃ حوال نے یہ الفاظ کہ میں نکاح سے
خروج کو اختیار کرتی ہوں اپنے باپ کے گھر جا کر کہے مجلس علم مخالفت میں نہیں۔ اس لئے صورت مسئلہ میں
اس پر طلاق واقع نہیں ہوتی اور اب اختیار اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ واللہ اعلم

فی مجموع النوازل لوقال للمصنک اکتب لہا خط الایم علی انی ہتی سافرت
بغیر اذنہا مہی تطلق نفسہا واسدۃ کلمۃ شاءت یصیر الامر بیدہا فی تطلقہ
واحده ۱۱ ملخصا۔ عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۰ وفیہ (ص ۲۰۰ ج ۲) مسئلہ جدی
عن جعل امر امرأتہ بیدہا اگر قمار کند ثم قام فطلعت المرأة نفسہا
ثم ادعوا الزوج انک قد علمت ہذا ثلثۃ ایام ولم تطلق فی مجلس علمک و
قالت المرأة لا بل علمت الآن فطلعت نفسی علی الفور لمن یکون؟ اجاب: ان
القول للمرأة کذا فی الفصول العادیۃ ۱۱ قلت والمسئلۃ نظیر الصورۃ الثانیۃ
فی کون التفویض موقفا علی المجلس واللہ اعلم۔

تفویض طلاق کے اندر مجلس علم میں طلاق واقع کرنا شرط ہے سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و
شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا نکاح ہندہ کے ساتھ کیا۔ جس کو عرصہ پانچ سال اور کچھ ماہ کا گزر
گیا نکاح کے تین سال اور کچھ ماہ بعد بوجہ باہمی اتفاق کے ہندہ کو ایک اقرا نامہ بطور اطمینان کے
بابت دینے نان و نفقہ اور نہ کرنے مار پیٹ و برتاؤ بے رحمانہ و ظالمانہ کے اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے
دیدیا اور ہندہ کو اپنے گھر لے گیا بعد کو قریب ایک ماہ کے بعد ہندہ کو مار پیٹ کر اور اس کی چیز وغیرہ
اتار کر اس کے والدین کے گھر بھیج دیا کہ جس کو عرصہ دو سال اور کچھ ماہ کا گزر گیا تاہنوز نان نفقہ
کچھ نہیں دیا حالانکہ اپنے تحریری اقرار نامہ میں یہ تحریر کر چکا ہے کہ اگر کسی وجہ سے زوجہ منقر سے
نا اتفاق ہو جاوے اور عرصہ تین ماہ تک مبلغ دس روپیہ ماہوار کے اس کو نہ بھیجوں تو بموجب شرع
محمدی کے اپنی زوجہ منکوحہ کو طلاق تفویض کروں کہ وہ قید نکاح سے اختیار آزادی کا رکھتی ہے
اب سوال یہ ہے کہ بموجب تحریر زید کے اگر ہندہ پر غلبہ واجب ہو گئی ہو تو فتویٰ دیجئے خدانہ کریم اگر تحریر
مقام شہر میرٹھ محلہ مہا پیر پورہ۔ منشی حبیب الرحمن

(الجواب) :- قال في العاقلية وقد وردت الفتوى عن قال لا مراً له
اگر بعد از ده روز پنج و نیا روز زمان فامرک بیدک لتطلق نفسک متی شئت ده روز گزشت دان در ساین
بل بها ان تطلق نفسها قلت نعم اه (مسئله ۲)

وفيه ايضا التفويض المعلق بشرط امان يكون مطلقاً عن الوقت واما ان
يكون موقتاً فان كان مطلقاً بان قال اذا قدم فلان فامرک بیدک فقدم فلان فالامر
بیدک اذا علمت في مجلسها الذي قدم فيه الى ان قال ولو قال اذا
مضى هذا الشهر فامرک بیدک فلان فمضى الشهر فامرک بیدک في مجلس
علمه وان علم بعد شهرين لان التفويض معلق بمضى الشهر والمعلق بالشرط
يصير مرسلاً عند وجود الشرط ووارسل التفويض بعد مضي الشهر
يقصر على مجلس علمه فكذا هذا اه (من ۲۸۳) صورت مسئله میں جب تفویض کے
بعد تین مہینہ بدون نفقہ گزر جانے پر عورت نے اپنے کو طلاق نہیں دی حتیٰ کہ دو سال گزر گئے تو اب ہندہ
اپنے اپیر خود طلاق واقع نہیں کر سکتی اس کو چاہیے تھا کہ جبے شوہر نے نفقہ بند کیا تھا اسی وقت
سے دن شمار کرنا شروع کرتی اور اس وقت سے جب تین ماہ پورے ہو جاتے تو اسی ساعت اور
اسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دیدیتی مگر ہندہ نے ایسا نہیں کیا اس نے تین ماہ بدون نفقہ کے
گزرنے کے بعد اپنے کو طلاق نہیں دی تو اب تفویض ختم ہو چکی وہ اپنے کو خود طلاق نہیں دے سکتی۔
(البتہ اگر زوج نے زبانی یہ بات کہی ہو کہ تین ماہ تک نفقہ نہ دوں تو ہندہ ہر وقت اپنے کو قید نکاح سے
آزاد کر سکتی ہے تو ہندہ اب بھی اپنے کو طلاق دے سکتی ہے ۱۲ والشرع علم)

تفویض طلاق کے اندر مجلس علم میں طلاق واقع کرنا شرط ہے سوال :- کیا دلتے ہیں علماء

دین و شرع متین اس مسئلہ نکاح میں کہ ایک عورت کا شوہر ۶ ص ۸ سال سے پردیس چلا گیا اور اپنی کسی
حالت سے اگاہی نہیں دیتا اور وہاں سے نہ کچھ خرچ دیتا ہے لہٰذا اس عورت کے اندر چھ برس نوکری کرتے
ہوئے بڑی مشکل سے گزری اور کسی طرح اپنے دن کاٹے اور اپنی عصمت کو قائم رکھنا کسی سبب سے اس
کی ملازمت جاتی رہی پھر وہ ۳ برس بے کار رہ کر بڑی مصیبتیں اٹھاتی رہی جب بہت تنگ ہوئی تو خیالات
کچھ تبدیل ہوتے ہوئے پھر برادریوں سے وادخواہ ہوئی لیکن برادری جواب دینے سے قاصر تھے جب
بہت پیچھے پڑی تو برادریوں نے اس کے بھائی سے کہا کہ تم اس کی پردوش کرو اس کے بھائی نے انکار
کیا اور کہا کہ میری ماں کی بات نہیں ہے اس وقت برادریوں نے اس کے بھائی سے کہا کہ تم ہم سب کی

طرف سے ایک پچایت نامہ اس کے پاس تحریر کر کے جملہ پنج تم کو بتا کید لکھتے ہیں کہ تم دیکھتے ہی خط کے
بہت جلد آویا تم اس کو طلاق دیدو کیونکہ اس کا گزرنہ نہیں ہوتا ہے اس برادریوں کی تحریر پر اس نے
یہ جواب تحریر کیا کہ ہم آپ لوگوں سے ۲ ماہ کی مہلت چیت سیا کہ بہرہ امد مانگنا ہوں بیساکہ میں ضرور
آجاؤں گا اگر میں اپنے وعدہ پر نہ آؤں تو اس کو اختیار ہے میرا سب برادریوں کو السلام علیکم
لہٰذا اس تحریر پر اس کی طلاق ہو سکتی ہے یا نہیں چنانچہ پھر وہ ایک سال تک انتظار کرتی رہی
بعد دس سال کے پریشانی اٹھاتا کر اپنا نکاح ثانی ایک برادری سے کر لیا۔ اب اس کے بھائی وغیرہ
اس کے خلاف ہو کر یہ کہتے ہیں کہ اس نے بلا ہم لوگوں کی مرضی نکاح کیوں کیا اور ہر قسم کی جھوٹی
دلیلیں کرتے ہوئے ستر برس عورت کے بیٹھے رہنے کا مسئلہ پیش کرتے ہیں اس لئے تمام لوگوں
کو بڑی تشویش اس مسئلہ میں ہو رہی ہے بھلا یہ ایسی صورت میں کس حد تک سمجھا جائے اور اگر وہ بیٹھی
رہے تو کیا کھائے مفقود کی کوئی جائیداد نہیں جس کے گزیر ہو اس کے خویش اقربا اس کے شریک
نہیں۔ عورت کے بھائی وغیرہ میں قوت کھلانے کی نہیں جو دو برس بھی نباہ سکے ستر برس تو کیا دس
برس میں قلع قمع ہو گیا یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ پچھلا سا زمانہ نہیں ایسی عورت اور ایسی نیستیں نہیں
اس قدر مستقل مزاجی نہیں پھر اس قدر مدت دراز کی قید میں رہ کر کیسے گزر کرے اور کس طرح متحمل
ہو سکے یہاں عیسائیوں کی پرفریب گھاتوں میں لانے والی باتیں ادھر ادھر پھیلائی جایا کرتی ہیں
جس وقت غافل پاتے ہیں فوراً دام میں پھانسی لیتے ہیں ایک واقعہ ابھی ایک عورت کا اسی
طرح گزر چکا ہے جو پٹھان لوگوں نے اسے ۶ صہ تک جھلیا کیا اور اس کو بہت آزادی دیتے ہوئے
ایک مدت سے تڑپا رہے تھے پریشانی اٹھاتے اٹھاتے تنگ ہو چکی تھی۔ گھر کر پھنس گئی
اس وجہ سے ایک برادری نے جب یہ دیکھا کہ یہ بھی فریب اس کے بہو پنج جانے والی ہے جب دس برس
کے بعد جب بس کے شوہر کی تحریر پر جواب پاتے ہوئے نکاح میں لے لیا۔ لہٰذا ان دونوں مسئلوں
کا جواب بہت جلد برائے خد امح ثبوت قرآن و حدیث اور چند علماء دین کی مہرود کے عنایت فرمایا
جائے۔

غلام محی الدین خان مدرس

فلح گوندہ مقام مسکنواں ڈاکنیہ مسکنواں بازار مکتب اسلامیہ متصل مسجد ہیں۔

(الجواب) :- في العالمكية التفويض المعلق بشرط امان يكون مطلقاً عن
الوقت واما ان يكون موقتاً فان كان مطلقاً بان قال اذا قدم فلان فامرک
بیدک فقدم فلان فالامر بیدک اذا علمت في مجلسها الذي قدم فيه

الی ان قال ولو قال اذا مضى هذا الشهر فامرها بید فلان فمضى الشهر فامرها بیدہ فی مجلس علمہ وان علم بعد شهرین لان التفویض معلق بمضى الشهر والمعلق بالشرط يصير مرسلًا عند وجود الشرط ولو ارسل التفویض بعد مضى الشهر يقتصر على مجلس علمہ فكذا هذا ۱۔ (ص ۲۳۳) صحت مسئلہ میں اگر دو مہینے گزرنے کے بعد ہی فوراً اس مجلس میں جس میں بروقت تمام ہونے مدت کے وہ موجود ہوتی اپنی زبان سے یہ کہہ دیتی کہ میں اپنے انش کو اختیار کرتی ہوں تب اس پر طلاق واقع ہو جاتی لیکن جب دو مہینے کے بعد مدت گزرنے لگی اور عورت نے اپنے نفس کو اختیار نہیں کیا تو اب وہ اپنے اوپر طلاق واقع نہیں کر سکتی لہذا جب تک کہ شرط ملائی نہ دے اس وقت تک کسی سے اسکا نکاح درست نہیں ہو سکتا پس جو نکاح دوسرا اس عورت نے کیا ہے وہ صحیح نہیں ہوا۔ باقی جتنی باتیں سائل نے لکھی ہیں وہ سب فضول ہیں ساٹھ ستر برس کا انتظار مفقود کی زد پر کے لئے اور صورت مسئلہ میں جب شوہر کے پاس خط طہ پہنچے ہیں اور اس کی جگہ معلوم ہے تو وہ مفقود نہیں ہے اس صورت میں تو اگر شوہر سو برس تک بھی طلاق نہ دے جب بھی یہ عورت کسی سے نکاح نہیں کر سکتی اب صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ برادری کے لوگ شوہر کو مجبور کر کے اس سے جبراً طلاق دلوادیں باقی یہ جو سائل نے لکھا ہے کہ عورت اس طرح کیونکر گزر کر سکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی عورت سے کوئی شخص بھی نکاح نہ کرے تو وہ کیا کرے گی پس یہ عورت بھی وہی کرے جو ایسی عورت کیا کرتی ہے یعنی ہمبر کرے اور محنت و مزدوری سے اپنا کام چلائے اور اگر وہ معذور ہو تو مسلمانوں کو چاہیئے ایسی عورت کے لئے چندہ کر کے اسکی معیشت کا سامان کر دیں تاکہ وہ کفار کے پھندہ میں نہ آ جاوے۔

۲۶ رجب المرجب

تفویض طلاق میں مجلس شرط ہے | سوال - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بر وقت نکاح ایک اقرار نامہ تحریر کیا اور اس اقرار نامہ کی رو سے یہ تسلیم کیا کہ اگر میں عقد ثانی کروں تو میری زوجہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے کو مطلقہ تصور کرے منجملہ دیگر شرائط یہ ایک شرط بھی ہے اب زید نے دو سال کے بعد عقد ثانی اس وجہ سے کیا کہ والدین نے زید کی زوجہ کو زید کے ہمراہ جانے سے روکا۔ اس شرط متذکرہ بالا کی بنا پر زید کی زوجہ خود کو مطلقہ تصور کر کے عقد کرتی ہے ایسی صورت میں یہ عقد جائز ہوگا یا اور زوجہ زید مطلقہ تصور کی جا سکتی ہے ؟

(جواب :- قال فی العالمگیریۃ و اختیار اذا کان موقتاً یبطل بمضی الوقت

سواء علمت او لم تعلم بخلاف ما اذا کان غیر موقت کذا فی السراج الوہاج ۱۔ (ص ۲۳۳) وفیہ ایضاً التفویض المعلق بشرط اما ان یکون مطلقاً عن الوقت واما ان یکون موقتاً فان کان مطلقاً بان قال اذا قدم فلان فامرک بیک کذا فقدم فلان فالامر بیدہا اذا علمت فی مجلسها الذی قدم فیہ ۱۔ (ص ۲۳۳) صورت مسئلہ میں اگر زوجہ اولی زید نے عقد ثانی کی خبر سنتے ہی اسی مجلس میں یہ کہہ دیا تھا کہ میں طلاق کو اختیار کرتی ہوں تب تو وہ مطلقہ ہو سکتی ہے اور اگر خبر سننے کے بعد فوراً اسی مجلس میں ایسا نہیں کہا تو اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اختیار اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ۲۔ سوال المرجع

تفویض طلاق کی ایک صورت | سوال :- گزارش یہ ہے کہ دو قلم از روئے بندہ نواذی تحریر فرما کے اس مسئلہ کے جواب سے مطلع فرمادیں صورت مسئلہ بعینہ یہ ہے کہ زید نے اپنے بھائی عمر د کے پاس ایک خط لکھا تھا کہ میں پردیس یعنی دوسرا ملک میں ہوں میری بیوی کا حق مجھ سے ادا نہیں ہوتا ہے اس لئے میری طلاق دینے کی جو طاقت اور قوت ہے وہ اس کو سپرد کرتا ہوں اگر وہ چاہے تو دوسرے جگہ نکاح بیٹھ سکتی ہے فقط اور کچھ تفصیل نہ کی۔

۱۔ عمر د نے اس خط کو اپنے پاس رکھا اور کچھ ظاہر نہیں کیا اس وقت منکوحہ مطلقہ ہوگی یا نہیں۔

۲۔ پھر اگر منکوحہ نے اس خبر کو سن کر طلاق اختیار کرے تو کتنے واقع ہوگا۔ فقط والسلام

احقر محمد بدیع الزماں نواکھالی

جواب :- صورت مسئلہ میں یہ صیغہ تفسیر طلاق کا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جس وقت عورت کو تفویض کا علم ہوا اسی وقت مجلس علم میں ہی طلاق لے لیگی تو طلاق پر طہ جائزے گی اور اگر اس کو تفویض کا علم ہی نہ ہو یا علم ہو اور وہ طلاق نہ لے تو وقوع طلاق نہ ہوگا ایسے ہی اگر مجلس علم کے بعد طلاق لے تب بھی وقوع نہ ہوگا یا مجلس علم میں سنتے ہی کسی اور بات میں لگ جائے جس کو تفویض سے کچھ علاوہ نہیں پھر اس بات کے بعد میں طلاق لے تب بھی کچھ نہ ہوگا۔

قال فی الدرر فلها ان تطلق فی مجلس علمہا بیدہ مشافهة او اخباراً ان طال یوما او اکثر ما لم تقم لتبذل مجلسها حقیقة او حکما بان تعمل ما یقطعہ معایدل علی الاعراض ۱۔ (ص ۲۳۳ مع الشامی)

۲۔ صورت مسئلہ میں عورت بعد علم کے اگر تین طلاق لینا چاہے تو لے سکتی ہے کیونکہ شوہر کے الفاظ یہ ہیں کہ "میرے طلاق دینے کی جو طاقت اور قوت ہے وہ اس کو سپرد کرتا ہوں" اس سے

بظاہر تین طلاق تک کی تفویض مفہوم ہوتی ہے اور اگر شوہر کی نیت ان الفاظ سے تین طلاق سپرد کرنے کی نہ تھی بلکہ ایک ہی طلاق سپرد کرنے کی نیت تھی تو عودت صرف ایک لے سکتی ہے۔ دائرہ اعلم

احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

ایک شخص نے باپ کو اپنی بیوی کی طلاق کا حق سپرد کیا
 باپ نے اس کے سر کو اس کا اختیار دے دیا تو کیا
 سر اس کی بیوی پر طلاق واقع کر سکتا ہے

اس شخص کے سر کو سپرد کیا ہے۔ اس شخص کے سر نے طلاق دیکر اپنی بیوی کو عدت کے بعد دوسرے سے نکاح دے سکتا ہے یا نہیں؟ بیواؤ تہجد۔ بحوالہ کتاب معتبرہ زیادة، فقط والسلام

عاصی محمد حسین خان موضع الکیہ پوسٹ یوگیا ضلع جسر
 (جواب)۔ طلاق میں وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے شخص کو وکیل بنا دے اس لئے سر کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے۔

فی الدر الوکیل لا یوکل الابدان امرہ و فیہ بعداً سطر (والتفویض انی رائیہ)
 کا عمل برائیک (کالاذن فی التوکیل) الا فی طلاق وعتاق (شامی ص ۶۳۴)
 احقر عبد الحکیم عفی عنہ

نوٹ ۱۔ اگر سر طلاق دینے کے بعد عودت کے شوہر نے یا عورت کے خسر نے بھی کچھ کہا ہو تو اس کو لکھ کر دوبارہ سوال کیا جاوے۔ ۱۲۔ ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۵ ذیقعد ۱۳۴۵ھ

ان الفاظ سے کہ "زوجہ مذکورہ جس وجہ سے چاہے
 ہر وجہ سے ہم کو تین طلاق دینے کے لئے میری اختیار زوجہ کو سپرد
 کیا۔ بیوی کو طلاق کا حق مل سکتا ہے یا نہیں

پردیس میں رہا۔ نہ خود پوش دے رہا نہ خط و خطوط سے خبر گیری کر رہا۔ نہ خط لکھنے سے جواب دیتا ہے۔ شادی کے وقت ایک کابین نامہ جس طری کر کے دیا تھا اب زوجہ مذکورہ کو بہت تکلیف ہو رہی ہے اس صورت میں اس کابین نامہ کی شرائط کے مطابق وہ زوجہ اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے یا نہیں۔ بر تقدیر اول بلا اطلاع زوجہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بر صورت ثانیہ اطلاع کے بعد جواب نہ دینے سے طلاق کر سکتی ہے یا نہیں؟ بیواؤ تہجد۔

کابین نامہ کی دفعہ نمبر ۵ کا اردو ترجمہ حسب ذیل ارسال خدمت ہے:-

اگر میں چھ مہینے سے زیادہ مدت تک کوئی پردیس میں رہوں یا دیس میں رہ کر بی بی مذکورہ کی خبر گیری نہ کروں یا شرائط بالا میں سے کوئی شرط کا خلاف کروں یا شرط کی کوئی جزو کے خلاف کروں یا پورا نہ کروں تو شرط خلاف کرنے کے بعد زوجہ مذکورہ جس وجہ سے چاہے ہر وجہ سے ہم کو تین طلاق دینے کے لئے میرے اختیار زوجہ مذکورہ کو سپرد کیا اس سپرد کردہ اختیار کی قوت سے جو کوئی وجہ سے طلاق دے تو میں کوئی عدالت میں زوجیت کا دعوی نہیں کر سکیں گا اور نہیں کروں گا اس بنا پر کابین نامہ لکھ دیا۔

تنقیح بر سوال

یہ کابین نامہ نکاح کے قبل لکھا گیا ہے یا نکاح کے بعد؟

جواب تنقیح:- کابین نامہ نکاح کے بعد لکھا گیا ہے۔

المجواب ۱۔ اس کابین نامہ میں جو الفاظ طلاق ہیں وہ لغویں اس واسطے اس کابین نامہ کی بنا پر عودت کو طلاق کا کوئی حق نہیں ہے فی الدر المختار اما منک طالق او بری لیس بستی و فودی بہ الطلاق و فی رد المختار لان محلیۃ الطلاق قائمۃ بھا لایبہ فالاضافۃ الیہ ان غیر محلیہ فیلغو و اللہ اعلم۔

تنبیہ:- ہمارے ملک میں اس جملہ مذکورہ فی سوال کے یہی معنی ہیں جو موجب طلاق نہیں یعنی ہم کو طلاق دینا ترجمہ ہے۔ تطلیقاً (بیای کا۔ اگر بنگالہ میں جو فقرہ استعمال کیا ہے اس کا یہی مطلب ہے تو یہ کابین نامہ بیکار ہے جیسا کہ جواب لکھا گیا اور اگر ہم کو طلاق دینا بنگالہ میں ترجمہ ہوتا۔ تطلیقی (ایاھا کا تو پھر کابین نامہ معتبر ہوگا اور عورت کو صورت مسئلہ بالا میں طلاق واقع کر لینے کا اختیار ہوگا اور فائدہ کو اطلاع دینا وقوع طلاق کی شرط نہیں ہے۔

ولا یردان التفویض المعلق بحرف ان یقتصر علی مجلس وجود الشرط لکھا هو المصرح بہ فی کتب الفقہ و فی الواقعۃ المستقلۃ عنہا تعلیق بحرف ان لان فی ہذہ الواقعۃ علق التفویض بلفظ "مذکورہ شرط کے خلاف کرنے کے بعد" و حکمہ مافی العاطل گریہ (ص ۶۳) من انہ قال لھا ان لم اومل الیک خمسۃ دنانیر بعد عشرۃ ایام فامرک بسیدک فی طلاق حتی شدت فمضی الایام ولم یرسل الیہا النفقۃ ان کان الزوج اراد بہ الفو لھا الایقاع وان لم یرد الفور لا تملک الایقاع حتی یموت احدھما کذا فی الوجیز للکردری ۴۔ و الظاهر المتبادر ان الزوج فی ہذہ الواقعۃ

المستولة عنها لم يرد الفور فالمرأة بالخيار من حين وجود الشرط الى الموت ولا يقتصر خيارها على مجلس وجود الشرط فقط والسلام -

عبد الكريم عفی عنہ از تھانہ بھون مورخہ ۱۵۵ھ

تفویض طلاق بالتعلیق بلفظ، اگر میں عورت کو وقوع طلاق کا اختیار مجلس وقوع شرط و مجلس علم بالوقوع تک خاص ہوتا ہے

کہ ایک شخص صمی صفی اللہ نے اپنی بی بی مسماۃ آسیہ خاتون کے کابین نامہ میں چند شرطوں کو اقرار کر کے دستخط کیا اور محکمہ سرکار میں رجسٹری کر دیا منجملہ شرطوں میں سے جو تھی شرط یہ ہے کہ اگر مرے دشتہ دار کے ساتھ آپ کی مخالفت ہو یا مرے گھر کی آب و ہوا موافق نہ ہو۔ آپ اپنی سکونت کے لئے جہاں چاہیں وہیں پردہ پوشی کر کے مسلمان شریف عورتوں کی طرح خود دو پوشش نیکی اذات بسر کرتے رہیں گے۔ اپنی طبیعت خواہ مقام سے دوسرے مقام نہیں لے جا سکیں گے اور شرط اخیر یہ ہے کہ اگر مرقومہ بالا شرطوں میں سے کسی شرط کو یا کسی شرط کے کوئی جز کو خلاف کروں تب آپ کو مرے تین طلاق دینے کی اختیار ہے وہ آپ کو آج ہی سے سپرد کرتا ہوں۔ آپ اختیار مفوضہ کی رو سے خود مختار ہوئے نفس نفیسہ کو ایک دو تین طلاق دے کے مرے زوجیت کے دعویٰ سے رہائی پانے کے دوسرا شوہر قبول کر سکتی ہیں۔ اب صمی اللہ مذکور نے بعض شرائط کابین نامہ کے مخالفت کی ہے خصوصاً شرط مرقومہ الصدہ کو۔ لہذا آسیہ خاتون مذکور نے شرط اخیر کے مطابق اپنے نفس پر ایک دو تین طلاق واقع کر کے دوسرا شوہر قبول کر سکتی ہے یا نہیں آپ اس کا جواب بالتفصیل کتب فقہ سے دیویں اور خدائے بزرگ سے نعمت دارین حاصل کریں۔

(الجواب ۱)۔ اگر اس اقرار نامہ پر صمی اللہ نے نکاح ہونے کے بعد دستخط کئے ہیں تو یہ اقرار نامہ صحیح ہے اور اس کے بموجب جب کسی شرط کا خلاف ہوا ہو اور اسی وقت منکوحہ نے اپنے اوپر طلاق واقع کی ہو تو طلاق ہو جائے گی درہ نہیں۔

۱۔ اگر دستخط بعد نکاح نہیں بلکہ نکاح سے پہلے ہوئے ہیں تو یہ اقرار نامہ لغو ہے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی۔

الجواب صحیح

محمد منظر اللہ غفرلہ، امام مسجد فتحپوری دہلی عبد الوحید عفا اللہ عنہ مدرسہ فتحپوری دہلی۔

الجواب صحیح

الجواب صحیح

خادم العلماء سلطان محمود، مدرسہ فتحپوری دہلی بندہ ضیاء الحق عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح

الجواب صحیح

محمد شفیع عفی عنہ مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب، مرحوم دہلی محبوب الہی غفرلہ مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب دہلی

الجواب صواب

الجواب صحیح

ضیاء احمد عفی عنہ مفتی مدد منظر العلوم سہارنپور عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ منظر العلوم سہارنپور

۲۰، شوال ۱۲۸۵ھ

۲۳، شوال ۱۲۸۵ھ

قد صح الجواب بغیر اتیاب

بندہ حسن عفا اللہ عنہ الجواب ہو الجواب

ریاض الدین عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند مدرس دارالعلوم دیوبند محمد عزیز علی غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند

۱۲، شوال ۱۲۸۵ھ

۱۱، شوال ۱۲۸۵ھ

۱۲، شوال ۱۳۲۸ھ

مہر مدرسہ دارالعلوم دیوبند

شہر المحیب المصیب حیث اجداد اصحاب فیما اجاب انہ ہو الحق لاریب فیہ

ولامرئ ولا رتیاب فیہ ولا فریہ وماذا بعد الحق الا الضلال ککتبہ بقلہ

وقالہ بقلہ حق العبد محمد نور اللہ انوار الہی غفرلہ ربہ دارالعلوم دیوبند

جامعہ قاسمیہ ۲۴، شوال ۱۲۸۵ھ

(الجواب من جامع امداد الاحکام بتھانہ بھون)

صورت مسئلہ میں تفویض طلاق بالتعلیق ہے اور تعلیق لفظ اگر سے ہے اور تفویض معلق کا حکم یہ ہے کہ جس وقت شرط کا وقوع ہو اور عورت کے سامنے وقوع ہو تو عورت کو ایقاع طلاق کا اختیار مجلس وقوع تک ہے۔ بعد انقضائے مجلس اس کو اختیار نہ ہے گا اور عورت کے سامنے وقوع شرط نہ ہو تو جس مجلس میں اس کو وقوع شرط کا علم ہوا ہے۔ اسی مجلس تک عورت کو ایقاع طلاق کا اختیار ہے اس کے بعد نہیں۔ پھر لفظ اگر سے تعلیق ہو تو ایک بار وقوع شرط سے تعلیق باطل ہو جاتی ہے اس کے بعد وقوع شرط سے حکم تعلیق ثابت ہوگا۔

قال فی العالمگیریۃ التفویض المعلق بشرط اما ان یکون مطلقا عن الوقت واما ان یکون موقتا فان کان مطلقا بان قال اذا قدم فلان فقدم فلان فالامر بیدھا اذا علمت فی مجلسھا الذی قدم فیہ وان کان موقتا بان قال اذا قدم فلان فامرک بیدک یوھا او قال ایوم الذی یقدم فیہ فالامر بیدھا فی

ذلک الوقت کلمہ اذا علمت بالقدر وم ولا يبطل بالقيام عن المجلس (۱) لم يلخص
(مبحث ۲) وفيه ايضا الفاظ الشرطان واذا اذا ادا وكل وكما ومتى ومتى ما ففى
هذه الالفاظ اذا وجد الشرط اخلت اليمين وانتهد لانها لا تقتضى العموم
والتكرار فوجود الفعل مرة تم الشرط وانخلت اليمين فلا يتحقق الحث بعد
الا فى كلما لانها توجب عموم الافعال الى ان قال والفاظ التى للشرط بالفارسية
اگر و همی و ہمیشہ و ہر گاہ ہر زمان ہر بار فالاول بمعنى قوله ان فلا يحنث الدرة و
الثانى بمعنى متى لا يحنث الامرة والثالث كالثانى ومعناها واحد وفى الرابع
والخامس يحنث مرة لانه بمعنى كل وهو الصحيح والسادس بمعنى كلما يحنث كل
مرة كذا فى محيط السرخى (۱) (مبحث ۹۲)
اور ظاہر ہے کہ کابین نامہ کی شرط اخیر میں تعلق لفظ اگر کے ساتھ ہے کوئی لفظ معنی کلمہ

کا ترجمہ نہیں اور تعلق مطلق ہے موقت نہیں۔
لہذا عورت کو اس تفویض معلق کی وجہ سے ایقاع طلاق کا اختیار صرف اس مجلس
میں تھا جس میں زوج نے عورت کے سامنے پہلی بار کسی شرط کی مخالفت کی تھی یا جس مجلس میں عورت
کو مخالفت کا علم ہوا تھا اگر اس کے سامنے وقوع مخالفت ہوئی تھی اس مجلس کے بعد عورت کو ایقاع
کا اختیار باقی نہیں رہا اور دوسری بار کسی شرط کی مخالفت سے بھی عورت کو اختیار حاصل ہو گا کیونکہ
ایک بار مخالفت شرط سے تعلق باطل ہو چکی ہے اور عورت نے پہلی بار مخالفت کے وقت مجلس علم
مخالفت میں اپنے اوپر طلاق واقع نہیں کی جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو اب اس کابین نامہ کی وجہ سے جو اختیار
اس کو حاصل تھا وہ باطل ہو چکا خواہ کابین نامہ کی تکمیل نکاح کے بعد ہی ہوئی اور اگر پہلے تکمیل ہو چکی تھی تو اس کا
لغو ہونا تو ظاہر ہے۔ والٹر اعلم حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ از تھانہ بھون ۲۸ شوال ۱۳۸۵
نکاح کے بعد عورتوں کو پیش آنے والے مصائب کا سہل علاج سوال :- آج کل عورتوں کو نکاح کے
بعد جس قدر پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے۔ محتاج بیان نہیں کبھی مرد ظلم کرتا اور بے رنجی سے پیش آتا ہے کبھی
بال بچوں سے بیفکر ہو کر پردیس چلا جاتا اور لاپتہ ہو جاتا ہے۔ کبھی نامزد بھگتا ہے۔ بعض دفعہ بارہ کا
نکاح دلی اپنی رائے سے کر دیتا ہے اور بعد نکاح عورت مرد میں توفیق نہیں۔ بعض دفعہ مرد مجنون بھی ہو جاتا
ہے۔ اگر ہندوستان میں قاضی شرعی کا وجود ہوتا تو ان سب پریشانیوں کا علاج تھا مگر اب جبکہ قاضی
سے کڑوہ سے مخالفت صادم ہو چکی اور عورت نے ہنوز ایقاع نہیں کیا بلکہ استفادہ کر رہی ہے۔

شرعی موجود نہیں۔ عورتوں کو سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے وہ نکاح کو فسخ کرنے کے لئے عدالت میں
دعویٰ دائر کریں تو بعض دفعہ حاکم غیر مسلم اس کا فیصلہ کرتا ہے جو شرعاً معتبر نہیں بعض حاکم مسلم فیصلہ کرتا
ہے مگر وہ قاعدہ شرعی کی پابندی سے فیصلہ نہیں کرتا اس لئے وہ فیصلہ بھی قابل اطمینان نہیں ہوتا پس
علمائے دینا فست کیا جاتا ہے کہ اس صورت کا کوئی سہل علاج ارشاد فرمائیں۔ تاکہ عورتیں مصیبت
کے دقت اس پر عمل کر کے ظلم و مصیبت سے نجات پائیں۔ بینو اتوجرو اولکم الاجر الخرنیل
الجواب :-

حیلة اخرى فى اصل المسئلة ان تقول المرأة للمحلل زوجت نفسى منك على ان
امرى بيدي اطلق نفسى كلما اريد ثم يقبل الزوج فيصير الامر بيده ها تطلق
نفسها كلما ارادت (عالمگیریہ ص ۲۱۲)

صورت مسو کہ میں عورتوں کی اس مصیبت کا سہل علاج یہ ہے کہ عورت بوقت نکاح کے (یا اس کا وکیل
قاضی نکاح خواں) مردنا کچ سے یوں کہے کریں نے اپنے آپ کو تیسے نکاح میں (یا قاضی یوں کہے کریں نے
مسماة فلان بنت فلان کو تیرے نکاح میں اس شرط پر دیدیا کہ معاملہ کا اختیار مسماة فلان کے ہاتھ میں ہوگا
وہ جب اور جس دقت چاہے گی اپنے آپ کو طلاق دے لیگی اس کے جواب میں مردنا کچ یوں کہے گا کہ میں نے
قبول کر لیا تو معاملہ عورت کے اختیار میں ہوگا وہ جب اپنے اوپر مصیبت و ظلم دیکھے اپنے آپ کو خود ایک
طلاق بائن دیکر شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی اور اس صورت کے بوازیں علماء حنفیہ کا اختلاف نہیں ہے بعض
لوگوں نے اس کو نکاح معلق میں داخل سمجھ کر شبہ کیا ہے مگر درحقیقت یہ نکاح معلق نہیں بلکہ نکاح منجز
ہے جو بشرط و طاقت معلق ہے۔ نکاح معلق وہ ہے کہ اس دقت نکاح ہی نہیں جیسے عورت یوں کہے
کر میں نے اپنے کو نکاح میں دیدیا اگر میرا باپ راضی ہو یا مرد یوں کہے میں نے قبول کر لیا۔ اگر زید راضی ہو
اس صورت میں نکاح نہیں ہوتا اور اگر اصل نکاح کو معلق نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ کوئی شرط زائد
لگائی جائے تو یہ جائز ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مجلس عقد میں نکاح اسی دقت ہو رہا ہے
مگر اس کے ساتھ ایک شرط ہے جس کو شوہر سے منوایا جاتا ہے۔ فانہم والشرعائى اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ از تھانہ بھون۔ خالقہ امدادیہ ۲۸ دیقعدہ ۱۳۸۵



فصل فی تعلیق الطلاق

اگر تو اس گھر میں آئی تو تجھے سات طلاق ہیں **سوال** - کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں

زید مع اپنی زوجہ کے ایک مکان میں رہتے تھے اور وہ مکان ان کا ذاتی نہ تھا اور نہ وہ کرایہ دار تھے بلکہ حسب خانہ کے دیرینہ مراسم کی وجہ سے وہ وہاں فوکش تھے کچھ عرصہ گزرنے پر کسی معاملہ میں زید کی ان مکان والوں سے لڑائی ہو گئی اور زید نے غصہ میں اپنی زوجہ سے یہ الفاظ کہے کہ اگر تو اس گھر میں آئی تو تجھے سات طلاق ہیں۔ یا اگر تو نے اس گھر میں قدم رکھا تو سات طلاق ہیں۔ یا تجھ کو اس گھر میں سات طلاق ہیں اور اسی وقت سے زید نے مع اپنی زوجہ کے وہ مکان چھوڑ دیا اور الگ مکان کرایہ پر لے کر رہنے لگے جب سال ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر گیا تو زید کی اس پہلے مکان والوں سے جن سے اس کی لڑائی ہوئی تھی اور جس بنا پر علیحدگی اختیار کی گئی تھی مصالحت ہو گئی۔ تو اب زید یہ چاہتا ہے کہ اپنی زوجہ کو اس مکان میں اپنی مرضی سے بھیجے۔ تو کیا زید اپنی مرضی سے اپنی زوجہ کو اس مکان میں بھیج سکتا ہے اور طلاق تو نہیں ہوگی؟

سید رشید احمد - فیض بازار محلہ قاضی داڑھ دہلی -

(الجواب :- صورت مسئلہ میں اگر زید نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ اگر تو نے اس گھر میں قدم رکھا تو سات طلاق ہیں۔ اس بنا پر کہے ہیں کہ ان گھر والوں سے لڑائی ہوئی تھی تو بعد مصالحت کے یہ طلاق معلق باقی نہ رہے گی اور بیوی کو وہاں بھیجنے سے طلاق نہ ہوگی۔ مثل السلطان اذا حلف النساء لیرفعن الیہ خبر کل داعی فی المدینۃ کان علی مدۃ اقامتہ ومثلہ تحلیف رب الذین الغریم ان لا یمخرجن من البلد الا باذنہ تفتید بقیام الدین - شامی ص ۸۹۹
والحاصل ان الیمین تخصص بدلالة الحال والعادة والعرف عرج به فی الشاہیۃ ص ۸۵ ج ۲ - وقال فی باب یمین الفور انفراد الہام باظهارھا وکانت الیمین اولاً قسمین موبدۃ اے مطلقۃ ومؤقتۃ وهذه موبدۃ لفظاً مؤقتۃ معنی تنقید بالحال احابان تكون بناءً علی امرحالی کا مثل
او تقع جواب الکلام بتعلق بالحال ۱ ص ۱۳ ج ۳ -

باقی بہتر یہ ہے کہ بیوی کو اس گھر میں بھیجے کیونکہ الفاظ زید کے عام ہیں اور مسئلہ اختلافی ہے اور اختلاف سے بچنا اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم - حررہ الاحقر فخر احمد عفا اللہ عنہ ۱۰ صفر ۱۳۸۳

تعلیق طلاق کی ایک خاص صورت اور اس کا حکم **سوال** :- ایک مرد کا ایک عورت سے ناجائز تعلق ہے ایک روز اس مرد نے اس عورت سے کہا کہ اگر میں شادی بھی کسی اور عورت سے کروں اس وقت بھی اگر تجھ کو اپنے تصرف میں نہیں رکھوں گا تو میری بیوی طلاق ہو جاوے گی اب وہ اس ناجائز تعلق کو چھوڑ کر اور کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا طلاق واقع ہو جاوے گی یا نہیں۔

(الجواب :- اگر قائل کا مقصود اس قول سے صرف اس فاحشہ کو راضی کرنا تھا اور منکوحہ اُندہ پر ایقاع طلاق کا قصد نہ تھا تو اس صورت میں اگر وہ کسی عورت سے شادی کر لے اور اس فاحشہ سے تعلق قطع کر دے۔ منکوحہ پر طلاق نہ پڑے گی اور اگر ایقاع طلاق کا قصد تھا تو منکوحہ پر نکاح کرتے ہی۔ طلاق بائن پڑ جائے گی۔

فی العالمگیریۃ اذا قال لامرأته فی حالت الغضب ان فعلت کذا الی نفس سنین
تصیری مطلقۃ منی واراد بذلک تخفی یفہا ففعلت ذلک الفعل قبل انقضاء المدة التي ذکرها فانہ یسئل الزوج هل کان حلف بطلاقھا فان اخبر انہ کان حلف بطلاقھا یعمل بمنخبرہ ویحکم بوقوع الطلاق وان اخبر انہ لم یحلف به قبل قوله کذا فی المھیط (ص ۳۳) اور وقوع طلاق کی صورت میں طلاق بائن بلاعدۃ کے ہوگی اور اس سے یمین ختم ہو جائے گی پھر اسی عورت سے اسی وقت دوبارہ نکاح کرے تو دوبارہ طلاق نہ ہوگی۔

الفاظ الشرطان واذا وادھا وکل ومتی ومتی ما فنی هذه الالفاظ اذا وجد الشرط
المحلت الیمین وانتہت لانھا لا تقتضی العموم والتکرار فوجود الفعل مرة تم الشرط والمحل الیمین فلا یتحقق الحث بعد الاخر کلما (ص ۹۲ ج ۲ عالمگیری)
البتہ اگر یہ جملہ کرے کہ کسی عورت سے خود نکاح نہ کرے بلکہ اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص بدو
اس کے امر کے انخودا یجاب قبول کر لے اور یہ زبان سے اس نکاح کو نافذ نہ کرے بلکہ عملاً نافذ نہ کرے
کہ بیوی کے پاس چلا جاوے تو اس صورت میں منکوحہ پر بالکل طلاق نہ ہوگی۔ فی المھیطیریۃ فی
المشانی من دطلاق لوقال ان تزوجت امرأة فلهی طلاق ثلاثاً فالجملۃ فی ذلک ان یعقد
نفسو لی بینہما عقد النکاح فی مجیزہ بالفعل، لا یحث (ص ۸۵) کذا فی تنقیح الفقہ
الحامدیہ (ص ۳۳) وفيہ ایضاً صیغۃ المضارع لا یقع بها الطلاق (الاذا غلب
فی الحال صرح به الکمال بن الہمام (ص ۲۸ ج ۱) اور بظاہر اہل ہنگالہ (طلاق ہو جاوے گی)
کے لفظ کو بمعنی حال ہی استعمال کرتے ہیں تو وقوع طلاق کا حکم دیا گیا اور اگر بمعنی استقبال کے استعمال

واللہ اعلم

ہوتا ہو تو وقوع طلاق نہ ہوگا۔ الا اذ انوی الحال۔

طفہ احمد عفا اللہ عنہ - ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو منع کیا اور اپنے اقامت کے شہر سے زوجہ ہندہ کو اس کے والدہ کے مکان پر جو عمر کی سکونت گاہ سے کچھ فاصلہ پر ہے روانہ کرتے وقت کہا کہ تجھے صرف والدہ کے مکان پر جائیگی اجازت ہے مگر عمر کے یہاں کی اجازت نہیں اگر گئی تو تین طلاق ہیں۔ ہندہ زید سے رخصت ہو کر میکے گئی اور تقریباً تین ماہ تک وہاں مقیم رہی حالانکہ عمر کا مکان بھی وہاں سے قریب ہی فاصلہ پر تھا مگر نہیں گئی۔ اور اپنے شوہر زید کے پاس چلی آئی کچھ دنوں بعد پھر ہندہ کو میکے جانیکا اتفاق ہوا اس نے اپنے شوہر سے یہ اجازت طلب کی کہ اگر مجھے آپ کی غیر موجودگی میں کہیں جانے کی ضرورت درپیش آئے تو مجھے یہ اختیار حاصل ہے کہ میں ہر حالت میں جاسکوں زید نے یہ کہہ کر رخصت کیا کہ ہاں اجازت ہے کہ تو اپنی والدہ کے ہمراہ کہیں جاسکتی ہے چونکہ گذشتہ بعض وعدات اور طلاق والی باتیں زید، عمر و ہندہ کے خیال میں تھیں کہ جس شرط پر طلاق معلق تھا ان صورتوں میں اب اگر ہندہ اپنی والدہ کے ساتھ بھائی عمر کے ہاں کسی ضرورت سے جائے تو کیا زید و ہندہ کے درمیان طلاق واقعی ضرور ہوگا نہیں؟ بیٹا تو جبردا۔

حافظ محمود احمد امام ہند و ستانی مسجد سہروردی (اپر بھما)

الجواب:- صورت مذکورہ میں جب ہندہ پہلی مرتبہ اپنے میکے گئی اور زید نے روانہ کرتے ہوئے اس سے یہ کہا کہ تجھ کو صرف والدہ کے مکان پر جائیگی اجازت ہے مگر عمر کے یہاں کی اجازت نہیں اگر گئی تو تین طلاق ہیں اھ یہ طلاق اسی سفر کے ساتھ مخصوص تھی جب ہندہ اس سفر میں عمر کے یہاں نہیں گئی تو اس کلام سے اس نے وقوع طلاق نہ ہوگا پس دوسری مرتبہ جب ہندہ اپنے میکے گئی اور شوہر سے اسے پوچھا کہ اگر مجھے آپ کی غیر موجودگی میں کہیں جانے کی ضرورت پیش آئی تو مجھے یہ اختیار حاصل ہے کہ میں ہر حالت میں جاسکوں اور زید نے یہ کہہ کر رخصت کیا کہ تو اپنی والدہ کے ہمراہ کہیں جاسکتی ہے۔ اس سفر میں اگر ہندہ اپنی والدہ کے ساتھ عمر کے یہاں چلی جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ لیکن اگر زید نے پہلے کلام سے ہمیشہ کے لئے ممانعت کا قصد کیا ہو اور ہمیشہ کے لئے کیس وقت کے جانے پر تین طلاق واقع کرنے کی نیت کی ہو تو اس صورت میں دوسری سفر میں اگر ہندہ اپنی ماں کے ساتھ بھی جائے گی تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی واللہ اعلم۔

واللہ اعلم

سوال: معظم مکرم محترم ہندہ حضرت مولانا محمد شرف علی صاحب دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ خاکسار بہ سرپرستی جناب دلدار خان صاحب کانپور ٹیڑی میں ملازم ہے دو قطعہ مکان کا رہانہ کے ہیں قرب و مکانیت دونوں مکانوں کی یکساں ہے اور ایک دوسرے مکان میں جائیکا راستہ بھی ہے میں ایک قطعہ میں رہتا ہوں دوسرے میں داروغہ عبدالحلیم صاحب جو کارخانہ میں ملازم ہیں رہتے ہیں میں نے اپنی بھانج بیوہ کے ہمراہ جن کے دواڑے کے ہیں بعض دوراندیشوں کے خیال سے ایام و رمضان شریف گذشتہ میں عقد کر لیا ہے۔ اہلیہ سابقہ و حال دونوں اس مکان میں مشترک رہتی ہیں خورد و نوش نشست و برخاست یک جہاں ہے باہمی بظاہر کوئی شکایت نہیں ہے کل بروز بدھ قبل مغرب جب کارخانہ سے فرصت پا کر گھر گیا تو اہلیہ سابقہ کو ٹھیکہ دریافت کیا کیا مزاج ہے ادنیوں نے میری ذات پر رنج کا اظہار کیا اور چند کلمہ جھوٹ کہے جس سے مجھ کو ناگوار معلوم ہوا میں نے کہا نماز پڑھ لوں تو تمہارا انتظام کر دوں وہ ناخوش ہو کر بالاخانہ پر جانے لگیں اس وقت میں نے روک کر کہا کہ چابی مکان کی اور زیور دیدہ وہ چابیاں دیکر بالاخانہ پر چڑھ کر اندر سے کواڑ بند کر لیا میں نماز مغرب میں مشغول ہو گیا نماز کے بعد بالاخانہ پر گیا معلوم ہوا کہ وہاں نہیں ہیں۔ داروغہ عبدالحلیم صاحب کے گھر میں ہیں بعد اہلکہ بہت سمجھانے کے بعد گھر واپس آکر بالاخانہ پر چلی گئیں نہ مجھ سے مخاطب ہوئیں نہ معذرت کیا بہر صورت جب مجھ سے صبر نہ ہو سکا تو میں نے اپنے لڑکے فرید الدین کو پکار کر کہا کہ اپنی والدہ کو کھانے کے لئے بھیج دو بعد تامل وہ بالاخانہ سے اتر کر باورچی خانہ میں جا کر تنہا کھانا کھانے لگیں میں آنکھ میں بیٹھا غصہ میں کچھ باتیں فرما دینا شیب کی بطور نصیحت کرتا رہا اسی حالت میں یہ کہہ کر اٹھا کہ اگر اس گھر میں جاؤ گی طلاق ہو جاؤ گی اور متواتر اس کلمہ کو کہا اور دروازہ کھڑکی میں احتیاطاً قفل لگا دیا کہ اس امر کا وقوع سہوایا عمدانہ ہو۔ بہشتی زیور میں اس مسئلہ میں غور کیا گیا جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ بالکل مطابقت کرتے ہیں۔

تنقیح از جانب حضرت مولانا تھانوی مد فیضہم

اس مقام پر بہشتی زیور کی عبارت نقل کرنا چاہئے تاکہ مطابقت دیکھی جاوے۔

(بقیہ خط بالا)

یہ میری سرگزشت سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان الفاظوں کو جو میں نے غصینا کہہ کر کہے ہیں اور یہ نیت نہیں ہے کہ اگر ایسا ہوگا تو یہ ہوگا بلکہ غصہ میں کہہ گیا کہ کسی شرعی حکم سے واپس لے سکتا ہوں اور اس کے بعد داروغہ عبدالحلیم صاحب کے گھر میں اہلیہ کے جانے کا کچھ حرج تو نہیں ہے۔ داروغہ

عبدالحلیم کے گھر میں تنہا ہیں اور نہایت نیک اور حافظ قرآن ہیں اور ان کے بچہ ہونے والا ہے۔ کوئی ظاہری معاونت ان کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ان کو کوئی تکلیف بچہ پیدا ہونے کی حالت میں پہنچی تو مردت اور حق ہمسائیگی کے خلاف سحر اور حق تلفی ہے بایں وجہ قطع مراسم اچھا نہیں معلوم ہوتا موجودہ کسیدگی و کشیدگی کا باعث عقد ثانی ضرور ہے۔ اگر میں اہلیہ ثانی کو علیحدہ مکان میں رکھوں تو بھی ان کی کشیدگی مجھ سے دفع نہ ہوگی یہ خلقی مادہ ہے۔ زیادہ والسلام۔ اسائل آپ کا خادم سعادت علی از کا پور ٹیٹری کا پور سہا پورہ۔

جو اب تنقیح از جانب مسائل

قبلہ حاجات حضرت مولانا شرف علی صاحب دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج مقدس بموجب ارشاد حضور والا مسئلہ مندرجہ بہرستی زیور جس سے اس نادان نے اپنے کلمات کو منطبق کئے ہیں ذیل میں درج کر کے اطمینان کا طالب ہے۔ زیادہ والسلام۔

مسئلہ مندرجہ بہرستی زیور حصہ چہارم مسئلہ اپنی بی بی سے کہا اگر اس گھر میں جادے تو تمھو کو طلاق۔

(الجواب :- صورتہ مسئلہ میں سائل نے صیغہ مضارع کا استعمال کیا ہے جس سے طلاق کا وقوع اس وقت ہوتا ہے جبکہ مضارع کا استعمال بمعنی حال غالب ہو گیا ہو۔ ارد میں چونکہ حال و استقبال کا صیغہ جدا جدا ہے اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مضارع بمعنی حال غالب ہے۔ پس صورتہ مسئلہ میں سائل کا یہ قول کہ آئندہ اگر اس گھر میں جادگی طلاق ہو جائیگی۔ تعلیق طلاق نہیں بلکہ محض وعید اور دھمکی ہے جیسا کہ سائل کے بیان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکا ارادہ تعلیق کا نہ تھا۔ لہذا اگر زوجہ اس گھر میں چلی جادے گی تو شرعاً طلاق عائد نہ ہوگی۔ قال فی العاھلگیریۃ اذا قال لا من ائتہ فی حالۃ الغضب ان فعلت کذا فی خمس سنین تصیری مطلقۃ مٹی و اراد بذلک تخویفھا ففعلت ذلک الفعل قبل انقضاء المدة التي ذکرها فانہ یستل الزوج هل کان حلف بطلاقھا فان اخبر انہ کان حلف یعمل بخبرہ و یحکم بوقوع الطلاق و ان اخبر انہ لم یحلف بہ قبل قوله کذا فی الماحیط ص ۲۱۱ لیکن اگر زوج کی نیت محض دھمکی کی نہ تھی بلکہ طلاق کو معلق کرنے ہی کی نیت تھی تو اس گھر میں جانے سے زوجہ پر طلاق پڑ جائے گی لہذا اسائل اپنی نیت کو خود سوچ سمجھ لے اور اس صورت ثانیہ یعنی نیت تعلیق میں صرف طلاق رجعی ہوگی جس سے عدت کے اندر نکاح نسخ نہیں ہوتا۔ زبان سے بھی رجعت کر سکتے ہیں اور

تقبیل وغیرہ سے بھی رجعت ہو جاتی ہے اور ایک مرتبہ بعد پھر آئندہ اس گھر میں عدت کے جانے سے دوبارہ اس پر طلاق نہ ہوگی۔

لن ان و اذا ما و کل ومتی ومتی ما ففی هذه الالفاظ اذا وجد الشرط اخلت الیمین و انتھت لا نہا لا تقتضی العموم والتکرار (عامگیری ص ۲۱۱) واللہ اعلم

تنبیہ :- بہرستی زیور کی عبارت میں جس کا سائل نے سوال دیا ہے صیغہ مضارع نہیں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں (مسئلہ) اپنی بی بی سے کہا تھا اگر اس گھر میں جادے تو تمھو کو طلاق ہے اور وہ چلی گئی اور طلاق ہو گئی الخ (ص ۲۵ ج ۴) ان الفاظ کے ساتھ وقوع شرط پر وقوع طلاق لازمی ہے کیونکہ الفاظ انشاء صریح موجود ہیں اور سائل کے الفاظ میں (طلاق ہو جائے گی) کا لفظ ہے جو کہ انشاء میں صریح نہیں۔ واللہ اعلم حرمہ الاحقر طفر احمد غفا اللہ عنہ ۱۸ محرم ۱۳۴۱

اگر تو اس بات کا تذکرہ کسی سے کریگی تو تمھ پر تین طلاق اور پھر بعد اسوال - ایک شخص (زید) میں خود تذکرہ کی اجازت دیدی تو کیا حکم ہے۔

کیا اور اس کے پوشیدہ رکھنے کے لئے کہا مگر اس کی عدت نے کہا کہ میں اس کا تذکرہ ضرور کر دوں گی خاوند (زید) نے اس بات کو پوشیدہ رکھنے کی مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی عدت کو قسم دیدی۔ کہ اگر تو اس کا تذکرہ کسی سے بھی کرے گی تو تمھ پر تین طلاق، معاملہ رفع دفع ہوا اور عدت نے کسی سے تذکرہ نہیں کیا مگر یہ دونوں ایک ہی جگہ قیام پذیر ہے۔ بیس پچیس روز کے بعد ان دونوں میں کچھ عرصہ کے لئے جدائی ہونے لگی یعنی (زید کی) عورت جس کو قسم دی گئی تھی اپنے میکے یا کسی قریبی عزیز کے یہاں جانے لگی۔ چلتے وقت خاوند نے اپنی بیوی سے نہ معلوم کسی مصلحت سے یا دلیسے ہی یہ کہہ دیا کہ اگر اس واقعہ کا جس پر مندرجہ بالا قسم دی گئی ہے کسی سے تذکرہ بھی کر دے گی تو کوئی حرج نہیں ہے میں اپنی قسم واپس لیتا ہوں کوئی مواخذہ نہیں ہوگا اس اجازت دیتے وقت قسم دینے والے (خاوند) کی نیت بھی قسم کے واپس لینے کی تھی۔ اس قسم کے واپس لینے کے بعد سے ابھی تک عورت نے کسی سے تذکرہ نہیں کیا ہے مگر خیال ہے کہ مبادا اس خیال سے کہ خاوند نے اجازت تو دیدی ہے ذکر نہ کرے۔

اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ اگر وہ عورت جس کو قسم دی گئی ہے اس اجازت سے فائدہ حاصل کر کے ذکر کر بھی دے تو کیا اس عورت پر طلاق تو نہیں پڑے گی اور خاوند کو اس قسم یا شرط کے واپس لینے کا حق حاصل ہے یا نہیں ہا ایک امر اور بھی قابل ذکر ہے کہ خاوند کی نیت قسم دیتے وقت کوئی خاص نہیں

تھی یعنی وہ شرط کو واپس لے گیا نہیں اور نہ اس وقت کسی اجازت کا خیال تھا البتہ اجازت دیتے وقت اس امر کی نیت ضرور تھی کہ اگر یہ کہہ دے تو کوئی طلاق پڑے۔

السائل جمیل احمد نائب تحصیلدار مقام الور لاہور دروازہ

الحجۃ :-

صورت مسئلہ میں زید کا اپنی عورت کو اس طرح قسم دینا کہ "اگر تو اس بات کا تذکرہ کسی سے کرے گی تو تجھ پر تین طلاق" عرفاً اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جب تک اخفا کی ضرورت ہے اس وقت تک اگر کسی سے تذکرہ کیا تو یہ حکم ہے پس جب شوہر کے نزدیک اخفا کی ضرورت باقی نہیں رہی اس کے بعد اگر وہ عورت کسی سے تذکرہ کرے تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی

قال فی العالمگیریۃ رجل خرج مع الوالی وحلف بالطلاق ان لا یرجع الا باذنه وسقط منه شیء ورجع لذلک لا تطلق ولو حلف علی امرأته بطلاقها ان لا تخرج من الدار الا باذنی او حلف السلطان رجلاً بطلاق امرأته ان لا یخرج من البلدة الا باذنه او حلف صاحب الدین مدیونہ ان لا یخرج من البلدة الا باذنه فالیمین حقیقة بحال قیام الزوجیۃ - والسلطنة والدين بانت المرأة وعزل السلطان وسقط الدين واغلت الیمین ثم لا تعود ابداً وان عادت الولائیۃ للزوج والسلطان وعاد الدين ام صیح ۱۱ - وفيها ایضاً ولو قال لها اگر تو باکے حرام کنی فانت طالق ثلثاً فابانها فجامعها فی العدة طلقت عندهما لانهما يعتبران عموم اللفظ و ابو یوسف یعتبر الغرض من فعلی قیاس قولا لا تطلق وعلیه الفتوی ام صیح ۱۲ - لیکن اگر صورت مسئلہ میں عورت احتیاط رکھے اور وہ بات کبھی کسی سے نہ کہے تو یہ بہتر ہے۔ والشرع سلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲۲ محرم ۱۲۳۱ھ

اگر اپنے بچہ کو فلاں قصبہ میں پانچ سال تک روانہ کروں تو اس کی مال پر تین طلاق۔ بعد میں بچہ کو خود وہاں لے گیا

اس مسئلہ میں کہ زید ایک شہر کا رہنے والا ہے جس کا نکاح ایک قصبہ میں ہوا جو بذریعہ ریل دو سو میل پر واقع ہے چونکہ زید کو اس کے سسرال والے اپنے قصبہ میں بود و باش اختیار کرنے پر مجبور کرتے تھے اس لئے جب کبھی زید کی منکوحہ اپنے پسر (میکے) جاتی تو اس کی واپسی میں زید کے

سسرال والے کچھ نہ کچھ جھگڑا ضرور کرتے ایک مرتبہ زید کی بیوی اپنی بہن کی شادی میں شرکت کے لئے قصبہ میں بلائی گئی زید نے اپنی بیوی کو پسند نہ کر کے اجازت دیدی مگر اپنے تین سالہ لڑکے کو اس خیال سے روک لینا چاہا کہ اس بچہ کے میرے پاس ہونے سے نہ تو سسرال والوں کو میری بیوی کے روکنے کی جرات ہوگی اور نہ خود بیوی بھی بوجہ مہر مادی وہاں نالہ قیام کر سکے گی۔ مگر زید کی بیوی نے بچہ کے اپنے ہمراہ لیجانے میں سخت اصرار کیا لیکن زید نے مذکورہ مصلحت کی وجہ سے اپنی بیوی کی بات نہ مانی، روانہ ہوتے وقت بیوی نے غصے سے کہا تم دیکھنا میں اپنے باپ کو بھیج کر بچہ کو کیسے بلاتی ہوں اس پر زید نے یہ قسم کھائی اگر میں بچہ کو کسی طرح بھی قصبہ کو پانچ سال تک روانہ کروں تو اس کی والدہ پر تین طلاق جو تواتر کا حکم رکھیں۔ بیوی کے چلے جانے کے بعد ایک سال تک اس طرف سے لڑکے کی طلبی میں اور زید کی طرف سے بیوی کی طلبی میں خط و کتابت ہوتی رہی جس میں ایک خط مولوی ڈاکٹر عبد الرزاق صاحب نقشبندی کا وصول ہوا جو خسر زید کے ملاقاتی اور زید کے مشفق ہیں اس خط میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے خسر زید کے خاص انفاذیوں تحریر کئے کہ "ہم آپ کو اپنی لڑکی کے روانہ کرنے میں کچھ عذر نہیں ہم کب نہیں کہتے (یعنی بھیجنے میں ہم کو انکار نہیں) وہ بچہ کو لائیں اور ان کو (بچہ کی والدہ کو) لے جائیں یہاں (قصبہ میں) جو لوگوں نے افواہ اڑا لیا ہے کہ اب وہ ہرگز نہ آئیں گے اور اپنا قطع تعلق کر لیا ہے۔ وہ جھوٹے ٹھہریں اور لڑکا روانہ کرنے کی اگر قسم کھاتی ہے تو ساتھ لانے میں قسم بھی نہیں لڑتی مخالفین کی افواہ بھی رد ہوتی ہے۔ ہم رفا کرنے سے انکار نہیں کرتے، چنانچہ اس خط سے جب زید نے اپنے خیال اور نیت کے موافق اپنے خسر کا بھی خیال لڑکے کے لیجانے اور قسم میں خسر ابی واقع نہ ہونے میں پایا تو بلحاظ سہولیت طرفین قسم کھانے کے ایک سال بعد بچہ کو اپنے ساتھ لے گیا۔ قسم میں الفاظ خاص کسی طرح بھی روانہ کروں سے زید کی مراد اور نیت میں اس کا مقصد بہ استناد خود دوسرے کے ساتھ کسی طرح بھی روانہ نہ کر دیا گیا ہے۔ جو وجہ اور محل قسم یعنی زید کی بیوی کا غصہ یہ کہنا کہ تم دیکھنا کہ میں اپنے باپ کو بھیج کر بچہ کو کیسے بلاتی ہوں۔ اس کے جواب میں صاف ظاہر ہیں اور لفظ روانہ کروں کے صریح و حقیقی معنی عرف میں دوسرے کے ساتھ بھیجنے کے ہوتے ہیں۔ لہذا زید کا یہی مطلب تھا۔ الحاصل مذکورہ صورت میں کیا زید کی بیوی پر طلاق واقع ہو سکتی ہے؟

بینو و توجرو۔ المستفی عبد الرحمن شاہجہان خان عفی عنہ

محلہ کالو پور سوداگر پول احمد آباد۔

(الجواب :- قال فی العالمگیریہ ولو قال لها (اگر تو کہے حرام کنی) فانت طالق ثلاثا فابانها فحما معها فی العدة طلقت عندها لانها ما يعتبر ان عموم اللفظ و ابو یوسف یعتبر بر الغرض فعلی قیاس قولہ لا تطلق وعلیه الفتوی الم ص ۱۰۶
صورت مسئلہ میں جب زید کی عرض اور نیت کلام مذکور میں یہ تھی کہ کسی دوسرے کے ساتھ کبھی نہ روانہ کروں گا تو لڑکے کو اپنے ساتھ لیجانے سے اس کی مذہب پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ ۱۲ صفر

اگر تو فلاں شخص سے بات کرے تو تجھ پر تین طلاق اور اپنے ذہن میں اہانت دینے کی صورت کو مستثنیٰ کر لیا۔ سوال :-
ایک شخص اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تو فلاں شخص سے بات کرے گی تو تجھ کو تین طلاق مگر اس کے خیال میں یہ بات تھی کہ موقع ضرورت پر بات کرنے کی اجازت دیدوں گا مذکور خطاب میں لفظ ہمیشہ وغیرہ جو دوام پر دلالت کرے نہیں ذکر کیا پس اس صورت میں اگر اپنی بیوی کو اس شخص سے بات کرنے کی اجازت دی تو وہ عورت بات کر سکتی ہے یا بات کرنے سے طلاق واقع ہوگی۔

مذکور خطاب عام ہے مقید بوقت محدود میں نہیں۔ خادم محمد عبدالقادر۔ از مقام کلاں ضلع جنوبی ارکٹ
(الجواب :- قال فی الدر المختار الا یعان بنية علی الفاظ لا علی الا غرض (م ص ۱۱۰ ج ۳) وفيه ايضا نية تخصيص العام تخرج ميانك اجماعا فلو قال كل امرأة اتزوجها فهي طالق ثم قال نويت كذا لا يصدق قضاء وفي رد المحتار ومثله لا اتزوج امرأة وقوى حبشية او عربية فانها بعض افراد العام لان الانسان انواع حبشية وعربی ورومی (م ص ۱۱۵) قلت وكذا الكلام متنوع الى ضروري وغير ضروري فلو نوى احد النوعين يصح - صورت مسئلہ میں جبکہ زوج کی نیت اس کلام سے کہ اگر تو فلاں شخص سے بات کرے گی تو تجھ کو تین طلاق، بے ضرورت دے اجازت بات کرنا تو بروقت ضرورت شوہر کی اجازت سے اگر وہ بات کرے تو اس پر طلاق کا وقوع نہ ہوگا۔ ۲ سوال انگہ ح

حالت اگر وہ میں تعلیق طلاق کا حکم | سوال :- چہ فرمایند علما دین متین جہم اللہ تعالیٰ انہیں کہ دو برادران مسلمان عبد اللہ و عبد العزیز میاں جی بحضور مجمع عام کہ چند کس عالمان شریعت غر انیر در ان حاضر ہوئے اور انہیں کہ روزے بوجہ خصومت گروہے متخاصمین برایشان غلبہ کردہ ہر دو برادران را مکر خباختہ بردند و صاحب خانہ کہ سرگروہ متخاصمین بود ایشان را ہی زد و میگفت کہ گویا سید کہ بجا ہلکے پنڈت و امید علی منشی و یوسف ماتجھی پیش بخوابد رفت چونکہ برادران مذکور بدست تغلین عاجز آمدہ

بودند فہارہ ربانی نمی دیدند ناچار گفتند نخواہیم رفت باز گفتند کہ گویا سید کہ در تھانہ در کچہری بے اجازت من نخواہید رفت۔ برادران گفتند نخواہیم رفت باز پرسید اگر روید بر زنان شما طلاق ثلاث نخواہد شد یا نہ برادران پاسخ دادند خواہد شد۔ باز سوال کہ اگرچہ خواہد شد گفتند طلاق خواہد شد باز پرسید کہ چہ چیز طلاق خواہد شد گفتند آیا نمی دانید کہ چہ چیز طلاق شود باز سوال نمود زنان شما طلاق خواہد شد یا نہ گفتند آری انہوں سوال اس کے کہ در صورت مر قومیہ بر تقدیر صحت معاملہ در حالیکہ برادران مذکور در خانہ سے نامیدگان کہ ایشان بالفعل با حیات باقی نیستند و در تھانہ و کچہری بلا اجازت متغلب آمد و شد نمودند حسب حکم مذہب حنفی بر زنان مسیماں طلاق ثلاث واقع شود یا چہ واضح باشد کہ کسے از مسیماں مذکور و زنان ایشان بر طلاق ماضی نیست بلکہ برخلاف آن بخوف آنکہ فتویٰ عالمان دریں باب بر وقوع طلاق صادر یا بدلیسکہ غمگین ہستند و پیوستہ گریہ و زاری ہی دارند تا آنکہ زنان ایشان از مار سنج معاملہ خود دلوش ترک گفتہ اند۔ بینو تو جہر ۱۰۔

(الجواب :- طلاق واقع نخواہد شد بچند وجہ اول این کہ از جهت ثبوت تعلق خبر بالشرط اتصال کلام باید۔ و سکوت و انفصال مانع تعلق است و فصل کلام میرسد ہمیں رافشاید۔ مکافی فتاویٰ قاضی خان فی باب الایمان السکوت یمنع تعلق الخبر بالشرط و ایضا فیہ رجل اخذہ السلطان و اراد ان یحلفہ فقال له قل بایزد فقال الرجل بایزد ثم قال السلطان کہ بر روز آدینہ بیائی فقال الرجل بر روز آدینہ بیایم فلم یات الرجل یوم الجمعة قالوا لم یحنت لانہ لما قال له قل بایزد و سکت صار فاصلا فلا یصیر یحینا بعد ذلک انتہی۔

وجہ دوم آنکہ مسیماں مذکور حسب شرط یحین در خانہ کے نامیدگان کہ پنڈت و امید علی منشی و یوسف ماتجھی اند زرفتہ اند بلکہ در خانہ کے درشہ ایشان رفتہ اند کہ بعد موت ایشان خانہ در ملک و ارثاں انتقال یافتہ است کافی فتاویٰ قاضی خان رجل حلف و قال لا امرأتہ طلاق ان دخلت دار فلان فمات صاحب الدار فدخل ان لم یکن للیت دین مستغرق لا یحنت لانہا انتقلت الی الورثۃ وان کان علیہ دین مستغرق الی قولہ قال الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ لا یحنت فی یمینہ و در فتاویٰ سراجیہ نوشتہ حلف لا یمید خل دار فلان فدخل بعد الموت لا یحنت انتہی۔
پس دہا لیکہ مسیماں بلا اجازت متغلب مذکور در تھانہ و کچہری رفتہ اند بوجہ قواست

شروط اول که رفتن در خانه نایب کال بود حث لازم نیاید - زیرا که جزا بر هر دو گونه شرط
مترتب بود کافی نداشت - حلف لا یکم فلاناً و فلاناً سو میخست بکلام
احدهما انتهى - و فی فتاوی قاضی خان بوقال کل امراءه اتزوج مادمتما
حین او قال بالفارسیه - هر زنی که بخوایم تا ایشان زنده اند تطلق
کل امراءه می تزوج فی حیوتهما لان کلمه کل موجب تعمیم النساء وان مات
احد ابویه فتزوج امراءه تکلموفیه وعن محمدهم انها لا تطلق
وتسقط اليمين بموت احدهما وبه اخذ فقیه ابواللیث لان شرط
الحث التزوج فی حیوتهما ولم یوجد انتهى و فی الحمادیة رجل
حلف لا یکم فلاناً و فلاناً فهذا علی ثلثه اوجه إما ان نوى أن یحث
بکلام کل واحد منهما او نوى ان لا یحث حتی یکلمهما او لم ینو
شیاً ففی الوجه الاول اذا کلم احدهما یحث لانه نوى ما یحتمله و فی
الوجه الثانی لا یحث ما لم یکلمهما لانه نوى حقیقة ما تکلم به و فی
الوجه الثالث کذا الک انتهى -

پس بر حال باور بالا میرسن می شود که حث لازم نیاید فلا تطلقان ولا احدهما
هکذا حکم الکتاب واللّه اعلم بالصواب - الکاتب العاصی مختار احمد صدیقی
کالی پور

تنقیح الجواب من جامع امداد الاحکام

قال فی العاطلگیریه ص ٢٥٥ - قيل لرجل الست طلقت امراتک فقال بلی
تطلق کانه قال طلقت لانه جواب الاستفهام بالاثبات ام و فیها ایضاً رجل قال
لغیرہ اطلقت امراتک فقال نعم بالهجاء او قال بلی بالمجاء ولم یتکلم به
یقح الطلاق کذا فی فتاوی قاضی خان ام و فیها ایضاً قيل لرجل اطلقت
امراتک ثلثاً قال نعم و احده قال القیاس ان یقح علیها ثلث تطليقات ولكننا
نستحسن ونجعلها واحدة ام قلت وجه الاستحسان زیاده قوله واحدة
بعد قوله نعم فلو کان اکتفی بقوله نعم وقعت ثلث تطليقات كما لا یخفی و فیها
ص ١١٢ ج ٢ - رجل اراد السفر فخلعه صهره وقال ان غبت بعد هذا عن امراتک

فلم ترجع اليها عند رأس الشهر فامرأتک طالق فقال الختن بالفارسیه
هست و لم یزد علی ذلك ثم غاب اکثر من شهر طلقت امراتک لانه
اجاب کلام الصهر والجواب یتضمن اعاده ما فی السؤال فتطلق امراتک کذا
فی فتاوی قاضی خان ام فقول القائل فی الصورة المستولة اگر وید بر زنان شما
طلاق ثلث خواهی شد یا نه برادران پاسخ دادند خواهی شد - فهو بعینه نظیر هذه
المسائل فصح التعليق بالشرط فاذا وجد الشرط طلقت امراتهما وما نقله
المجیب من قاضی خان ان السکوت یمنع تعلیق الجزاء بالشرط - معناه ان ینطق
بالشرط ویسکت ثم ینطق بالجزاء بعده مثلاً لو قال المتغلب للاخوين قولا
اگر ویدم وقال اگر ویدم شو قال المتغلب قولا بر زنان ما طلاق ثلث خواهی شد و
قالا بر زنان ما طلاق ثلث خواهی شد لا تطلق امراتهما فی هذه الصورة لان
الجزاء قد انفصل عن الشرط وبقی قولهما "بر زنان ما طلاق ثلث خواهی شد
شد منفرد عنه ولا یقح به شی لانه بمعنی الاستقبال لا لانشاره
الحال واما فی الصورة المستوكة فان المتغلب نطق بالشرط والجزاء معاً
فلا انفصال بينهما وقال فی الجواب "خواهد شد و باز گفتند آری فهو نظیر
ما اذا قال نعم فی جواب قول القائل اطلقت امراتک فافهم نعم لو نوى الاطلاق
بقولهما خواهد شد وبقولهما آری معنی التنجیز ولم یروا معنی
التعلیق بالشرط لا یقح الطلاق علی امراتيهما لکونه بمعنی الاستقبال
المنجز وقد عرفت عدم وقوع الطلاق بالاستقبال تنجیزاً - وهذا انما
هو فی الدیانة واما فی القضاء فلا یصح ارادتهما معنی التنجیز بهذا
الکلام لکونه خلاف الظاهر قال العلامة الشامی قال فی الخانیة رجل
حلف رجلاً فحلف ونوى غیر ما یرید المستحلف ان بالطلاق والعقاق و
نحوه یعتبر برنیة المحالف اذ لم ینو المحالف خلاف الظاهر ظاهراً کان المحالف
او مظلوماً وان كانت اليمين بالله تعالی فلو المحالف مظلوماً فالنیة فیها
الیه وان کان ظالماً یرید ابطال حق الغیر اعتبر برنیة المستحلف وهو قول
ابی حنیفة ومحمدهم قلت وتقییده بما اذا لم ینو خلاف الظاهر یرید علی

ان المراد باعتبارنية المحالف اعتبارها في القضاء اذ لا خلاف في اعتبار نيته
ديانة وبه علم الفرق بينه وبين مذهب الخصاف فان عنده تعتبر نيته
في القضاء ايضا وليفتي بقوله اذا كان المحالف مظلوما ۱۵۲ (ص ۳۵)
وعلى هذا فلا يجاب بعدم وقوع الطلاق ما لم يستفسر الزوجان عن
نيتها بقوليهما خواهد شد وبقولهما ارے انهما بل اراد هذا الكس معنى التعليق او معنى التبخير - واما قول
المجيب في الوجه الثالث پس در حالیکه مسمیان بلا اجازت متغلب مذکور در تھانہ و کچھری ذقہ اند
بوجہ شرط اول کہ رفتن در خانہ نامیدگان بود حنث لازم نیاید زیرا کہ جزا بر مرد و شرط الطم مرتب
بود کافی فادای سببیہ حلف لایکلم فلانا و فلانا لم یحنث بکلام احدھما و ففیہ نظیر ایضا من وجوہ:
الاول لان ترتب الجزاء علی مجموع الشرطین لا یظهر ما لم یبین المحالف او المستخلف انہ اراد الترتب
علی المجموع کما نقلہ المجیب عن الحمادی فی قولہ جل حلف لایکلم فلانا و فلانا فہذا علی ثلاثہ اوجہ اولہ فلا یصح الجواب
بعدم الوقوع قبل البیان والثانی لانہ لا یظهر من السؤال ان المستخلف حلف اولاً علی عدم الدخول فی بیوت
الرجال المعالمین فلما اقر الاخوان بذلك اخذنھما العہد ثانیاً علی عدم الذہاب الی دیوان الحکومتہ
بخیر اذہ فلم یجتمع الامیران فی عہد واحد لاسیما اذا جعلنا السکوت فاصلاً بین الکلامین فکیف
یصح ترتب الجزاء علی مجموع العہدین بل الظاہ ترتبہ علی شرط عدم ذہابہما الی دیوان بخیر اذہ فقط
وقد وجد ذلك فلازمه وقوع الطلاق ولو سلم ان الکلام یحتمل ترتب الجزاء علی المجموع ایضاً فانما
یجاء بعدم الوقوع اذ ابتینا انہما لو یاذک ادنویا الحنث بکل واحد منہما فلا شک فی الوقوع باحد الشرطین
ولو لم یکن لہما نیۃ فالظاہر الوقوع ایضاً لان المتغلب انما اخذ العہد علی کل واحد من الامیرین علی حدیۃ علی حدہ
وبعد ما اخذ العہد علی امیر ثم اخذ العہد ثانیاً علی امر آخر والسکوت یعد فاصلاً فالاصل فی ہذا الکلام تعلیق
الشرط بالعہد الثانی المتصل بہ فقط دون الاول فافہم - واللہ تعالی اعلم بصورت مسئلہ میں یہ امر تنقیح
طلب ہے کہ برادران مظلومین نے اپنے قول میں لفظ خواهد شد و لفظ ارے سے کس معنی کا قصد کیا تھا آیا
ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر ہم نے افعال مذکورہ کئے تو ہماری بیبیوں پر طلاق ہو جائے گی یا تعلیق بالشرط
کا قصد تھا بلکہ تبخیر کا قصد تھا یا کچھ نیت تھی اسی طرح بصورت معنی تعلیق آیا ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر
ہم نے یہ افعال مذکورہ مجموعی طور پر کئے تو طلاق ہو گئی یا علیحدہ علیحدہ ہر امر کے ارتکاب پر طلاق کو معلق کرنا
مقصود تھا یا ان میں سے بھی کسی ایک شق کی نیت تھی جب تک اس تنقیح کا جواب نہ آجائے اس وقت تک وقوع
یا عدم وقوع طلاق کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا واللہ اعلم - حررہ الاحقر فخر احمد عفا اللہ عنہ بہر شوال ۱۴۱۵ھ

جواب تنقیح :- اگر تو زبان درازی کر گئی تو مجھ سے تعلق نہ رکھو گا اور نیت کچھ نہیں کی تو کیا حکم ہے۔

براستفسار از نیات ایشان ہر دو برادران صاف می گویند کہ ایشان نیت تطلیق مطلق
نہ تعلیقانہ تبخیراً بلکہ رہائی از دست المتغلبین منظور داشتہ چیزی گفتند ہر چہ گویا ندید - علاوہ این کہ
این سوالات و جوابات کہ میاں ہر دو فریق رخت پیار پی و بالاتصال نبود بلکہ سائل در بیان سوالات
خود گاہ گاہ بار فقالتش توجہ می داشت و باہم شور می کردند کہ در باب این دو برادران چہ کنند و چہا پند
نیز ایک صاف وجہ یہ ہے کہ تھانہ اور کچھری میں حکام کی طلب پر مجبوری گئے (از خود نہیں گئے) اور
اس سے حنث نہیں ہوتا ہے۔

(الجواب :-)

سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ مسمیان نے تعلیق و تبخیر وغیرہ سے کچھ قصد نہیں کیا ان کا ارادہ صرف
رہائی از دست متغلبین تھا۔ نہ مسمیان نے طلاق خواہ شد و ارے وغیرہ میں یہ نیت کی کہ یہ جزا مجموعہ
شرط کیساتھ ہے یا صرف اول کی ساتھ ہے۔ نہ ثانی کے یا صرف ثانی کے ساتھ ہے نہ اول کے۔ پس اس
صورت میں چونکہ لفظ طلاق صرف بوجہ ہو گیا ہے جس سے ایقاع و وقوع بدون نیت کے بھی ہو جاتا ہے۔ نیت
پر لفظ کنایہ سے وقوع موقوف ہوتا ہے۔ نہ صرف سے اور غنیہ کے نزدیک طلاق مکروہ واقع ہے۔

ووجه ان المبتلی اذا ابتلی ببلیتین یختار اھو نھما فامکرہ اذا فلق بلفظ
الطلاق للتوقی عن الضرب وجد منه اختیاره للطلاق علی الضرب وھذا
بعینہ هو الارادة لا یوجد الرضا فی تلك المحالة والطلاق لا یتوقف علیہ
فثبت تعلیق الطلاق من الرجلین المذکورین و ما لم ینویا ارتباطہ بمجموع
الشروط او واحدھما معینا فالظاہر ارتباط بالشرط الاخیر - لما ذکرہ
السائل ان المستخلف قال اولاً بگوئید کہ در خانہائی بندت و امید علی دیوسف مانجھی پیش
نخواہید رفت، برادران گفتند نخواہیم رفت - باز گفت (یعنی تم قال بعد سکوتہ لیسر از زمان السکوت ہوزمان
اجابۃ الاخین لکلامہ و نحوہ) بگوئید کہ در تھانہ و کچھری بلا اجازت من نخواہید رفت گفتند نخواہیم رفت
پر سید اگر روید (یعنی در تھانہ و کچھری لکونہ مذکورہ متصلاً و ماقبلہ صار منفصلاً بالسکوت و نحوہ) بر زمان
شما طلاق ثلث نخواہد شد - یا نہ گفتند خواہد شد و لو سلمنا السکوت فاصلاً بین کل واحد من
الشروط فلا یخفی ان لفظۃ روید یقتضی تقدیر المفعول فلا بد منه - ولو نوی
المحالف شیئاً معیناً یرجح ارادۃ و لا فالراجح الاقرب - و علی کل حال قولہ

اگر روید طلاق ثلث خواہش دریا نہ لیس بمربط بمجموع الشرط بدون النية بل الظاهر ارتباط بالآخر
فحب وقد وجد الشرط فلا بد من وقوع الثلث ظاهراً بقى ان وقوع الشرط لم يكن باختيار الى الفين
بل كان بطلب الحکام و هو حکم الکره - قلت نعم هذا مما يزوج الافقاء بعد وقوع الطلاقات - لان
شرط الحث وجودی و هو الذهاب الى الديوان و هو فعل اختیاری فیتوقف علی الاختیار - و ینعدم بانعدام
کما لو حلف لاسکن هذه الدار فقید او منح او لم یکنه الخروج لحد لیل و نحوه لم یحث لانه یعد مسکناً
لا ساکناً - فلم یحقق شرط الحث - حققه فی رد المحتار (جلد ۲ ص ۱۱۹ ج ۲ ص ۸۵۲ و ۸۵۴)

و ایضاً یقید الذهاب الى الديوان بما اذا كان لمنه المستحلفین و للادعاء علیهم لا لو كان لغرض آخر
فان غرض المستحلف انما هو الاول لا الثاني - و الیمین یقید بمقتضى الحال و دلالتها - کذا ینبغی ان یفهم هذا
المقام - خلاصه یہ کہ اگر سمیان عدالت و کچہری میں از خود بمقابلہ مستحلفین نہیں گئے بلکہ بطلب حکام
گئے ہیں تو صورت موجودہ میں طلاق ان کی ازواج پر واقع نہیں ہوئی - اسی طرح اگر از خود بھی عدالت و
کچہری میں جائیں - لیکن مستحلف کے مقابلہ کیلئے نہ جائیں - بل کسی اور غرض سے جائیں تب بھی طلاق واقع نہ ہوگی -
ہاں اگر مستحلفین سے خصوصیت کرنے کے لئے از خود کچہری میں بدون اذن مستحلف گئے ہوں یا جائیں تو طلاق
واقع ہو جائے گی - اور اس صورت میں بھی اگر از خود نہ گئے ہوں بلکہ بطلب حکام گئے ہوں یا اُسندہ جائیں تو طلاق
کا وقوع نہ ہوگا - کما مر و اللہ اعلم - حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ - ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ از خانقاہ بھون خانقاہ

اگر تو زبان درازی کرے گی تو تجھ سے تعلق نہ رکھوں گا " اور نیت کچھ نہیں کی تو کیا حکم ہے؟ **سوال :-** کیا فرماتے
ہیں علماء دین شرع میں اس مسئلہ میں ایک شخص نے حالت غصہ میں اپنی بی بی سے کہا اگر تو زبان درازی کرے
گی تو تجھ سے تعلق نہ رکھوں گا کیونکہ وہ عورت زبان کی تلخ ہے اور اس وقت ان دونوں میں باہم تکرار
تھی اور میاں نے یہ لفظ بہت مرتبہ کہا کہ تو سختی کلام سے باز آ مگر اس کلام سے یعنی باہم تکرار سے
وہ عورت باز نہ آئی اس کے بعد بہت مرتبہ آپس میں تکرار ہوئی اور میاں کی نصیحت اس پر اثر نہ کی
ابھی تک وقتاً فوقتاً جھگڑا ہو ہی جاتا ہے اس واقعہ کو ہٹے تخمیناً چھ برس ہوا جب سے تین بچہ بھی ہوئے اب
شوہر کے دل پر یہ وسوسہ غالب ہوا کہ جب میں نے بی بی سے کہا کہ اگر تو سخت کلامی سے باز نہ آئے گی تو
تجھ سے تعلق نہ رکھوں گا اسی وقت یہ بھی دوا ایک مرتبہ کہہ دیا کہ اگر تو زبان درازی کرے گی تو تعلق نہ رہے
گا مگر شوہر کے خیال میں یہ بات تھی کہ کوئی ایسی لفظ نہ کہل جائے جس سے طلاق ہو جائے فقط عورت
کو دھمکی دیتا تھا کہ شاید عورت اس بات کے کہنے سے کھٹکا کرے کہ ایسا نہ ہو میاں طلاق دیدے
مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہ آئی اس واقعہ کے بعد بہت مرتبہ تکرار ہوئی - اب شوہر اس بات پر نادام ہے

کے میں نے حالت غصہ میں یہ بھی دوا ایک مرتبہ کہہ دیا ہے کہ اگر پھر سخت کلامی کرے گی تو تعلق نہ
رہے گا کبھی تو دل کہتا ہے کہ یہ بات کہا اور کبھی دل کہتا ہے کہ نہیں یہ لفظ نہیں کہا کیونکہ اس کا
خیال تھا کہ کوئی لفظ ایسا نہ کہل جائے جس سے طلاق ہو جائے اب نہ دل یکدم ہاں کہتا ہے اور نہ
یکدم نہیں کہتا اور جب یہ واقعہ ہوا تھا اس وقت کوئی بات نہ تھی بعد تین یا چار برس کے دلیر خلیجان اور
شک غالب ہوا ایسی پس پیش میں تھا آج چھ برس حضور کے پاس تحریر کیا اب حضور غور سے
ملاحظہ فرمائیں طلاق ہوئی کہ نہیں اگر ہوئی تو دوسرا نکاح ہو سکتا ہے کہ نہیں کیونکہ تعلق نہ رہے گا
ایک - یاد و مرتبہ کہا تھا یا طلاق بائن پڑ گئی - حضور صاف ار دو زبان میں جواب تحریر فرمائیں -
تاکہ سمجھ میں آجائے اور جبکہ یہ کہا تھا کہ تعلق نہ رکھوں گا تو اس وقت کوئی لفظ نہ تھی - کیونکہ اس وقت
کوئی بات کا یہ خیال نہ تھا کہ میں نے ایسی بات کہہ دیا جس سے طلاق ہوا - بہت دنوں کے بعد یہ خیال
ہوا کہ شاید میں نے اسی غصہ کی حالت میں یہ لفظ تعلق نہ رہے گا دوا ایک مرتبہ کہہ دیا ہے مگر اس
میں بھی شک ہے کبھی تو دل کہتا ہے ہاں کہا اور کبھی کہتا ہے نہیں کہا اور نہ اس جگہ پر کوئی دوسرا
شخص تھا کہ اس سے دریافت کیا جائے - کہ کیا لفظ کہا - فقط والسلام -

الجواب :-

قال فی العالمکریۃ اذا قال لامرأته فی حالت الغضب ان فعلت کذا الى
خمس سنین تصیری مطلقه منی و اراد بذلک تخویفها ففعلت ذلک الفعل قبل انقضاء المدة التي ذکرها
فانه یשל الزوج هل کان حلف بطلاقها فان کان اخبر انه کان حلف یعمل بخبره و یحکم بوقوع الطلاق علیها
وان کان اخبر انه لم یحلف به قبل قوله کذا فی المحيط ص ۱۶ ج ۲ -
جب صورت مسئلہ میں شوہر کی نیت عورت کو دھمکانے کی تھی خصوصاً جبکہ اس نے الفاظ کنایہ استعمال
کئے ہیں صاف طلاق کا لفظ نہیں بولا اور کنایہ سے وقوع طلاق بعد نیت کے ہوتا ہے جو کہ یہاں
مفقود ہے تو شوہر کے اس قول سے کہ اگر تو زبان درازی کرے گی تو تجھ سے تعلق نہ رکھوں گا یا تعلق
نہ رہے گا عورت پر طلاق نہیں ہوئی - واللہ اعلم -

حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲ شوال ۱۳۵۸ھ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون -
اگر تو نہ آویگی تو تین طلاق " شوہر کا یہ کہنا اور طلاق کا آخر زندگی میں واقع ہونا **سوال :-** کیا فرماتے ہیں
علماء دین و مفتیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بنام بقریہ بن عبدل کی طرف سے مریم بنت
سول بخش کو لکھتا ہے کہ معلوم ہو کہ میں نے سنا ہے کہ تیرا باپ مجھ پر فریادی کرے گا تو وہ فریادی کرے میرا کیا

اکھاڑے گا تو بھی آنے کو بولی مگر آئی نہیں ابھی بھی کہتا ہوں کہ تو چلی آ۔ باپ کے سکھانے پڑھانے میں مت پڑا اگر تو نہ آدے گی تو تجھ پر تین طلاق تو میری بیٹی میں تیرا باپ دیکھ پھر بھی کہتا ہوں کہ تو آئندہ بہت پیچھلنے گی ورنہ چلی آ۔ میں نے تیری خطا معاف کی تجھ سے کچھ نہ کہوں گا نہیں تو تیرا پیچھا ہرگز نہ چھوڑوں گا فریادی کا خیال بھول جائیے خط پڑھ کر پھاڑ کر پھینک دینا۔ فقط۔ بقریہ کی بن عبدل نے جو ایسی صورت میں تین طلاق لکھا ہے تو تین طلاق واقع ہو گئے یا نہیں اور لکھا تو میری بیٹی میں تیرا باپ اس لفظ کے کہنے سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ اور بقریہ نے کوئی دن تا مرنج وقت مقرر لکھا نہیں ہے ایسی صورت میں تین طلاق واقع ہوئی یا نہیں شرعاً حکم کیا ہے خلاصہ تحریر فرمادیں ؟

(الجواب :-)

جب بقریہ کی بن عبدل نے صبر یہ لکھا ہے کہ اگر تو نہ آدے گی تو تجھ پر تین طلاق اور کوئی مدت آنے نہ آنے کی متعین نہیں کہ اگر اس کی نیت میں بھی کوئی مدت نہ تھی تو ابھی اس کی زوجہ پر طلاق نہیں پڑی بلکہ زندگی بھر نہ آوے تو آخر وقت زندگی میں طلاق پڑے گی۔

لانہ طلاق معلق علی العدم والعدم متحقق مسترکتہ لما علق
بالمستقبل صلح لجميع زمان الاستقبال لوجوده فلا يتعين له وقت
الی ان ينتهي الی آخر جز من الحیوة فیتضیق فیقع اه کذا فی الشامی (ص ۸۱ ج ۲)
اور اگر اس نے معنی فور کی نیت کی تھی اور مطلب یہ تھا کہ اگر خط دیکھتے ہی فوراً نہ آوے گی تو طلاق یا
کوئی خاص مدت ذہن میں تھی مثلاً اس ماہ میں نہ آوے گی تو طلاق۔ اس صورت میں جب اس کی نیت
کے خلاف عورت کی طرف سے عمل درآمد ہوا کسی وقت طلاق پڑ جائیگی۔ بہر حال اس مسئلہ میں طلاق کا
واقع ہونا یا نہ ہونا اس پر موقوف ہے کہ شوہر نے کسی مدت تک نہ آنے کی نیت کی تھی یا کچھ نیت
نہ تھی۔ صورت اول میں اس مدت تک نہ آنے سے طلاق ہو جائیگی اور دوسری صورت میں زندگی
بھر نہ آنے سے طلاق ہوگی اب شوہر اپنی نیت کا حال سوچ کر عمل کرے۔ والشرع علم قال فی الدرر النیۃ
تخصیص العام لصلح دیاناً اتفاقاً (ص ۱۵۱ ج ۳)

وفیه ایضاً فی لا تحرجی الالباذنی "لونی الاذن مرة دین وامثالہما (ص ۲۰۰ ج ۲)

حمدہ الاحقر طفر احمد عفا اللہ عنہ ۱۲ رجب ۱۳۸۶ھ

اگر شرائط کی خلاف ورزی کی تو وہ خلاف ورزی بمنزلہ طلاق بائن مقصور ہوگی اس صورت میں طلاق کا حکم

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہاجرہ بیگم کا نکاح اپنے تائی کے لڑکے مسمی

محمد ابراہیم کے ساتھ ۱۹۱۱ء میں ہوا۔ تقریباً پانچ سال تک مسمی محمد ابراہیم نے اپنے مسماۃ ہاجرہ بیگم سے
اپنے بد چلن اور آوارگی کے باعث شبے اتفاقی رکھی۔ چنانچہ مسماۃ ہاجرہ بیگم کے رشتہ داروں نے جو مسمی
محمد ابراہیم کے رشتہ دار بھی تھے مودخ ۳۱ مئی ۱۹۱۶ء کو تنگ آکر اپنی برادری کے چند معزز اشخاص
کو اکٹھا کر کے مسمی محمد ابراہیم سے اس مضمون کا ایک اقرار نامہ۔ جس کی نقل استفادہ ہلا ہے۔ لینا پڑا کہ اگر
مسمی ابراہیم اپنا چال چلن درست نہ کرے اور اپنی زوجہ مسماۃ ہاجرہ بیگم کو نان و نفقہ خورد پوشتن و بود
باشش میں اسالشن نہ دے اور حق زوجیت جو بروئے شرع شریف اس پر لازم و واجب ہے۔ کا حق ادا نہ
کرے تو شرائط متذکرہ صبر میں سے کسی ایک شرط کی خلاف ورزی مظہر مقرر سے ثابت ہونے پر وہ خلاف
دورزی بمنزلہ طلاق بائن تصور ہوگی۔ اقرار نامہ دینے پر بھی مسمی محمد ابراہیم نے اپنا چال چلن درست
نہیں کیا۔ عرصہ تیرہ چودہ سال میں ایک کوڑی گھر میں نہیں دی۔ اور نہ اپنی زوجہ مسماۃ ہاجرہ بیگم کو گھر میں آباد
کیا۔ مسماۃ ہاجرہ بیگم اپنے چچا کی لڑکی مسماۃ سکینہ بیگم کے گھر میں گزارا کرتی رہی۔ اور اپنے والد کی زمین
کی جو ناح وغیرہ آتا تھا اور آتا ہے اس سے اپنا پیٹ پالتی رہی اتفاقاً اس کی ہمشیرہ سکینہ بیگم کو اپنے والد
کے پاس بردوان جانا پڑا۔ مسماۃ ہاجرہ بیگم بھی اس کی ہمراہ بردوان برین خیال چلی گئی کہ چونکہ اس کا خاوند
وہاں اپنے چچا کے پاس موجود ہے۔ ممکن ہے وہ اس کے وہاں جانے سے التفات کرنے لگے۔ مسمی
محمد ابراہیم کے چال چلن اور آوارگی میں فرق نہ آیا۔ لیکن چونکہ خاوند بیوی کا ملنا جلنا وہاں ہوتا تھا۔
مسمی محمد ابراہیم کے لطف سے مسماۃ ہاجرہ بیگم کو حمل قرار پا گیا۔ وضع کے لئے مسماۃ ہاجرہ بیگم واپس
امر ترسرا گئی۔ لڑکا جس کا نام محمد حسین ہے۔ اور جس کا عمر تقریباً پانچ سال ہے تولد ہوا۔ مسماۃ
ہاجرہ بیگم کا خیال تھا کہ اس کا خاوند شاید صاحب اولاد ہو کر درست ہو جائے۔ لیکن لڑکے کی ولادت
کے بعد آج تک مسمی محمد ابراہیم نے ایک جتہ تک بھی اپنی زوجہ کو نہیں بھیجا نہ خطوط کا جواب دیا۔ اور
نہ خود آج تک امر ترسرا آیا۔ نہ ہی اس کو مسماۃ ہاجرہ بیگم کے آباد کرنے کا خیال ہے۔ چونکہ ان حالات میں
مسماۃ ہاجرہ بیگم کی باقی عمر کا گذرنا محال ہے۔ اس لئے التماس ہے کہ جو شرعی حکم اس بارہ میں ہو اس سے
مطلع فرمادیں کہ آیا مسماۃ ہاجرہ بیگم بروئے اقرار نامہ مطلق ہو چکی ہے یا نہیں تاکہ مسماۃ مذکورہ کا عقد نکاح
کسی دوسرے شریف آدمی کے ہمراہ کر دیا جاوے۔ اور وہ باقی ماندہ زندگی آرام سے گزارے۔
خادم العلماء احقر فتح محمد خواجہ عفی عنہ۔ پوسٹ ماسٹر ڈگشائی۔
کیا مسماۃ ہاجرہ بیگم بروئے اقرار نامہ لڑکے کی ولادت سے پہلے ہی مطلق ہو چکی ہے یا نہیں ؟
(نقل اقرار نامہ جو ایک دوپریے کاغذ پر لکھا گیا تھا)

منکہ محمد ابراہیم ولد محمد رمضان قوم کشمیری ساکن امرتسر کٹرہ کھر یا سنگہ کوچ سلطان پہلوان کا ہون جو کہ
منظہر کا عقد نکاح برائے شرع محمدی ہمارہ مسماۃ ہاجرہ بیگم بنت کریم شیخ قوم کشمیری ساکن امرتسر کٹرہ
کرم سنگہ نے پڑھا ہوا ہے اسماۃ مذکورہ بخاتمہ بطریق منکوحہ عورت کے آباد ہیں۔ اب عہدہ تخمیناً پانچ
سال سے باعث بے اتفاقی مظہر باہمی ذیقین میں شکر رنجی ہے۔ اس لئے اب مظہر بہ ثبات عقل و بقایمی ہوش
بلا ترغیب تحریری اقرار کرتا ہے اور لکھ دیتا ہے کہ مظہر مقرر مسماۃ ہاجرہ بیگم منکوحہ خود کو ہر طرح سے نان و نفقہ
و خورد پوشش و بود باش میں اسائش دیا کرے گا۔ اور ہر طرح کے حقوق زوجیت جو بندہ مظہر ہر وقت
شرع شریف واجب و لازم ہیں۔ کا حق ادا کیا کرے گا۔ کسی طرح کی تکلیف مسماۃ ہاجرہ بیگم مذکورہ کو نہ دے
گا اور اپنے چال چلن میں جو اوارگی آج سے سابق تھی ترک کر کے نیک چلن بن کر گزراوقات کیا کرے گا۔ اگر
شرائط مذکورہ صدر میں سے کسی ایک شرط کی خلاف ورزی مظہر مقرر سے ثابت ہوگی تو وہ خلاف ورزی
بمنزلہ طلاق بائن کے تصور ہوگی جس میں میرا کچھ عند قابل سماعت نہ ہوگی۔ اور مسماۃ مذکورہ مطلقہ سمجھی جاوے گی
اس لئے یہ چند حروف اقرار نامہ تحریر کر دئے کہ سند ہے اور وقت ضرورت کے کام آویں۔

تحریر تاریخ ۳۱ مئی ۱۹۱۷ء بقلم غلام رسول، ۶۷ھنی نویس کٹرہ کرم سنگہ
العبد محمد ابراہیم مذکورہ داغ دہل بر بندگی چب۔ عمر ۳۳ سال۔

دستخط محمد ابراہیم۔

دستخط گواہ شدہ۔ خواجہ محمد عبدالعزیز ولد خواجہ عبدالوہاب قوم کشمیری سوداگر۔

دستخط۔ میان عبدالسبحان ولد امیر الہی قوم کشمیری۔ دستخط۔ محمد عبدالشر ولد محمد رمضان قوم کشمیری
الجواب :-

بوجہ عبارت اقرار نامہ مذکورہ کے جس وقت مسمی ابراہیم کی طرف سے زوجہ کے نان و نفقہ وغیرہ میں
خلاف ورزی اقرار کی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی وقت سے مسماۃ ہاجرہ بیگم مطلقہ بائن ہوگی (عکم طلاق بلفظ اگر شرائط
کی خلاف ورزی کی تو وہ خلاف ورزی بمنزلہ طلاق بائن متصور ہوگی) اور اگر اس وقت سے اس وقت تک
اس کو تین حیض آچکے ہیں تو وہ عدت سے بھی فارغ ہوگئی۔ فراغ از عدت کے بعد وہ اپنا دوسرا نکاح جس
جگہ چاہے کر سکتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ پھول صفراء
تعلیق طلاق کی ایک صورت :- سوال :- اس کا بین کے بارے میں منکہ نا کج سید احمد ولد بخش علی
حاجی مرحوم ساکن یوپی شمالی۔ صلح کیا سہم مسماۃ شوالی بنت منور علی مرحوم ساکن ایضا بعوض مہر مبلغ ہفت
سیم درانج باصحت ذات و ثبات عقل بلا جبر و اکراہ بہ ہیں یک شرط مقرر قوم الذیل در جبالہ عقد خود در

آوردہ دآن کشر طو صوف الصدراہن کہ بمسماۃ ماجدہ خاتون بنت مولوی عبد الجلیل صاحب ساکن
دغیرہ ایضا کہ الحال منکوحہ منست بوجہ عدم موافقت در خانہ پور بطور ناشدہ سکونت می در دنا و زوجیت
شوالی در سلک ازدواج من منسلک ماند ہرگز ہر آئندہ امر زن و شوالی بطور نیامد و اگر خلاف این در دم بر
ماجدہ خاتون مذکورہ طلاق واقع خواہد شد این چند کلمہ بطور کا بین نامہ دادم تا عند الحاحت
بکار آید۔ این کا بین بالا مذکورہ کو ایک مولوی صاحب نے لکھا وہ جس کے واسطے لکھا وہ بھی مولوی اور نا کج
مولوی صاحب نے محض دستخط کیا اور زبان سے اقرار نہیں کیا۔ اور دستخط ہرگز نہ کرتا لیکن ان کے مریوں نے
بہت اصرار کئے۔ اور عبارت کا بین میں بھی نقص معلوم ہوا وہ نقص یہ ہے کہ اگر خلاف این در دم بر ماجدہ
خاتون مذکورہ طلاق واقع خواہد شد کہ واقع خواہد شد ہیضہ استقبال ہے اور صیغہ استقبال
سے بغیر ارادہ طلاق، طلاق واقع نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ واقع خواہد شد خبر ہے۔ والخر یہ عمل الصدق
والکذب الا و الموضع للاخبار قد استعمل فی الانشاء یہ خلاف قیاس ہے اور خلاف قیاس اپنے دور میں منحصر
ہے وہ ماضی ہے نہ لفظ واقع خواہد شد اور وقوع طلاق کے واسطے انشاء ہونا چاہئے۔ خواہ تعلیق ہو
یا تبخیر ہو یہ نقص خیال کر کے دستخط کی اگر یہ شبہ نہ ہوتا۔ ہرگز دستخط نہ کرتا کیونکہ طلاق کا انشاء
بالکل نہیں ہے۔ اب عند وجود شرط طلاق، طلاق واقع ہوگی یا نہیں اگر ہوگی پس اس کا مطلب کیا ہے
ان فعلت کذا الی خمسين سنة تصیری مطلقۃ بطلاقہا بل قال علی وجہ
التخويف لم یقع ویكون القول قول الزوج کتبہ فی الخانیۃ بینوا و جروا۔
الجواب عند وجود الشرط :-

صورت مذکورہ میں مسماۃ ماجدہ خاتون پر تین طلاق واقع ہوگئی ہیں قصداً لان المضارعة فی القضاء
بالشرطیہ غالب للانشاء فدعوی خلاف الظاہر فلا یقبل القاضی ولا المرأة لانہا کا لقاضی لا تعلم الا
الظاہر پس ماجدہ پر واجب ہے کہ اپنے کو مطلقۃ الثالث سمجھے اور زوج سے علیحدہ ہو کر عدت تمام
کر کے وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور عبارت عالمگیر سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں تعلیق
طلاق علی فعل المرأة ہے اور عورت کی فعل پر طلاق کو معلق کرنے میں تخويف کا احتمال بعید تھی بلکہ ممکنہ
کے طور پر کسی کام سے روکنے کے لئے ایسا کر دیا کرتے ہیں لہذا وہاں نیت زوج کا اعتبار ہے اور یہاں تعلیق علی
فعل الزوج ہے۔ اس میں تخويف وغیرہ کا احتمال نہیں لہذا نیت زوج معتبر نہیں۔ لان لفظ الطلاق صریح
فقط واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲ صفر ۱۳۳۶ھ

لفظ طلاق واقع خواہد شد سے تعلیق طلاق پر شبہ کا جواب سوال ۱۔ ۶۸ شدت آنکہ شخصہ کہ نوشتن

را از زمرہ علامتہ حجب ہیں ترتیب بار اول بزمن دوم معیت زن اولش در خانہ پدید خویش بزمن اول یک کا بین نامہ کہ صرف از ان مانع فیہ در طلاق منقول بباد و ہم کا بین دوم این کہ اذ لم میکند بلفظ واقع خواہد شد کہ کا بین اول جزائے شرط واقع شدہ باستقبالیت آن طلاق عندا شرط واقع نگردد۔ چنانچہ در تنجیر نگردد۔ و صراح تنجیر نباشد در تعلیق را ہم صراح نباشد کہ جزائے شرط قبل تعلیق تنجیر و فعل مستقبل مر تنجیر انشاید۔ ہمچنین مر تعلیق را نیز و حکم ہر دو درین باب یکیت عبارت کا بین اول و آں یک شرط موصوف الصدراں کہ تا زوجیت مسامہ ثوابی در سلک ازدواج من منسک ماند با مسامہ ماجدہ قانون بنت مولوی عبد الجلیل ساکنہ سینگ حلقہ ایضاً علائم مذکورہ ضلع مزبورہ کہ الحال منکوحہ است و بعد اتفاق و موافقت در خانہ پدید خویش سکونت و نہ در گز امر زن شونی بظہور نیارم و اگر خلاف در زمرہ مستورہ ماجدہ موصوفہ طلاق واقع خواہد شد۔ فقط

تصحیح الجواب :-

قال فی تنقیح الفتاویٰ الحامریۃ سئل فی رجل قال لزوجته تکو فی طلاقہ ثلاثا بصیغۃ المضارع و غلب استعمالہ فی الحال عرفا یصح الطلاق (الجواب) نعم ما افتی بہ الخیر الرملی و اطال الکلام علی ذالک فی حاشیۃ علی البحر فراجعها (ص ۴۶ ج ۱)

صورت مسئلہ میں زوج کا یہ قول " اگر خلاف در زمرہ مستورہ ماجدہ طلاق واقع خواہد شد " عرفاً تعلیق طلاق ہے اور خواہد شد۔ اس موقع میں وعدہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ انشاء طلاق بوقت وجود شرط پر دلالت کرتا ہے اور تعلیق چونکہ امر مستقبل ہی کی ہوتی ہے اس لئے اس کے واسطے مستقبل کا صیغہ استعمال کیا جلتا ہے پس عرفاً یہ کلام وقوع طلاق ثلاث بوقت شرط کو مقتضی ہے اور قضاء وقوع ہی کا حکم کیا جائے گا والمرأۃ کا تقاضی کے قاعدہ سے عورت کو بھی لازم ہے کہ اپنے کو مطلقہ ثلاث سمجھے اگر شرط کا وقوع ہو گیا ہے تبلیہ :- سائل نے جو بہشتی زیور کی عبارت سے استدلال کیا ہے وہ استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ بہشتی زیور کی عبارت صراحتہ معنی وعدہ پر دلالت کر رہی ہے و نہ کسی نے کہا یوں تجھ کو طلاق دوں گا تو اس سے طلاق نہیں ہوتی اسی طرح کسی بات پر یوں کہا کہ اگر فلاں کام کرے گی تو طلاق دیدوں گا تب بھی طلاق نہیں ہوتی (ص ۳۰ ج ۲) ان الفاظ میں معنی وعدہ و تحلیف مرأۃ کا احتمال ہے اس لئے طلاق نہیں ہوتی اگر سائل بھی یوں کہتا کہ " اگر خلاف در زمرہ ماجدہ طلاق دادہ خواہد شد " تو اس پر بھی وقوع کا حکم نہ ہوتا باقی اس

کے موجودہ الفاظ میں تو وعدہ و تحلیف کا کوئی احتمال ہے ہی نہیں صاف تعلیق انشاء طلاق ہے۔

واللہ اعلم۔

ہمارے سوا کسی سے نکاح کریں تو اس کو طلاق ہوگی سے تعلیق طلاق کا حیات زوجہ کے ساتھ مقید ہونا جبکہ شوہر کی نیت ان

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک نہایت اہم کام کے لئے آل قبلہ کو تکلیف دینے کو مستفید ہوا امید قوی کہ حضور احقر کی گستاخی معاف فرما کہ جواب شافی سے احقر کو مطلع فرما کر مطمئن و سرفراز فرمائیں اور اللہ اس ناجیز کے ہر طرح کی دینی و دنیاوی بہبودی کے لئے دعا فرمادیں احقر نے اپنی اہلیہ سے کسی بات پر اس طرح وعدہ کیا تھا کہ اگر تمہارے سوا کسی سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہوگی میری اہلیہ کو آج تقریباً تیرہ برس ہوئے انتقال ہو گیا جیسے میں اس خوف سے کہ شاید اور نکاح کرنا جائز نہ ہوگا اس مدت دوازہ تک بغیر نکاح کئے رہا اب مجھ سے رہا نہیں جاتا طبیعت بھی اکثر ناسازم تھی۔ علاج سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا میری کل عمر ۳۶ برس کی ہے۔ اب حضور سے التجا ہے کہ اس کے جواز کی شرفاً کوئی صودت ہے یا نہیں اگر ہے تو کس طریقہ سے یہ جائز ہو سکتا ہے ازراہ کرم خلاصہ تحریر فرما کر اس ناجیز کو سرفراز فرمائیں۔ اطباء کی بھی یہ رائے ہے کہ بغیر نکاح کے صحت ٹھیک نہیں ہوگی۔

تنقیح :- ان الفاظ کے کہتے ہوئے کچھ نیت بھی تھی یا نہیں یعنی یہ نیت کہ زندگی میں کروں تو طلاق یا یہ نیت تھی کہ کسی وقت بھی کروں تو طلاق یا کچھ نیت نہیں تھی یا نیت یاد نہیں نیز طلاق کا لفظ ایک دفعہ کہا تھا یا زیادہ اس کا جواب دیا جائے۔ فقط

جواب تنقیح :-

ایک بار تو یوں اپنی اہلیہ کی اعتبار دلائی کہ غرض سے کہ سوائے ان کے اور نکاح نہ کروں گا اور اگر کروں گا تو طلاق ہوگی وعدہ کیا تھا پھر اسی مجلس میں ان سب باتوں کے اخیر میں یہ بھی کہا تھا مگر تمہاری اجازت دینے سے ضرور ہم کر سکیں گے مطلب یہ تھا کہ تمہاری اجازت دینے سے یہ شرط باقی نہ رہے گی زندگی یا موت کی بات یاد نہیں اور طلاق کا کئی دفعہ کہنا بھی یاد نہیں چند روز بعد مرض الموت میں ہم کو نکاح کی اجازت دی تھی۔ مجھے یہ فکر ہے کہ اخیر میں یہ بات جو میں نے کہی شرعاً معتبر ہوگی یا نہیں اور اس مجلس میں سوائے ان سب باتوں کے اور کوئی ذکر نہ تھا (سید سراج الحق)

(الجواب) صورت مسئلہ میں یہ تعلق طلاق حیات زوجہ کیساتھ مقید تھا۔ لہذا اس کی موت کے بعد سائل کو نکاح درست ہے۔ قال الشامی تحت قول الدر حنٹ لا یرجع الدار شور رجح لشی نسید لا یحنت ملصہ والحاصل ان هذا المسئلة تخصصت الیہم فیہا

بدلالة العادة والعادة مخصصة كما تقرر في كتب الاصول ونظير ذلك
ما في الخانية اهتمته امراته بجارية فحلف لا يمسه انفس الى المسمى الذي
تكره المرأة ۱ (۲۵۸۵۰) ونظير ذلك لو حلف الوالي ليعلمنه بكل مفسد
تقيد بحال ولا ية ۱ شامی (ص ۸۲۳)

اور ظاہر کچھ تو یہ قسم عورت کو اعتبار دلانے اور راضی کرنے کے لئے کھائی تھی پس حیات زوجہ کے ساتھ مقید ہوگی اور
بہتر یہ ہے کہ عورت سے نکاح کیا جائے اول قلیل مہر پر جو ادنی مقدار مہر ہے ہاں ذی دین امرۃ نکاح کیا جائے اور
قبل دخول اس مہر کا نصف عورت کو ادا کیا جائے اس احتمال پر کہ شاید تعلیق میں نیت دوام کی ہو اور اس پر
طلاق واقع ہوگئی ہو پھر اسی عورت کے ساتھ مفاد نکاح اس کی اجازت سے مہر کامل پر کیا جائے۔
واذا انسى طلق واحدة ام شنتين او ثلثا يحمل على الادنى اور ایک بار طلاق کے بعد دوبارہ
طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ حکماً وغیرہ الفاظ عموم میں سے کوئی نہیں ہے فقط والشر اعلم

حرره المولانا العرفی الاستاذی مکرم ظفر احمد صاحب عفا اللہ عنہ اذ غافلناہ۔ امدادیہ تھانہ بھون لکھنؤ ۱۳۴۲ھ
تعلیق طلاق کی ایک صورت ۱ سوال ۱۔ میں اُن تکالیف کو محسوس کرتے ہوئے جو میری زوجہ محمودہ بیگم
بنت شیخ عزیز الرحمن صاحب مرحوم کو میری طرف سے اس وقت تک میری لاپرواہی اور بدسلوکی کی وجہ سے
برداشت کرنی پڑی۔ حسب ذیل تحریر کیا ہے ہوش محاس اور بلا کسی جبر کے اس کی تسکین کے لئے ہمیشہ کرتا ہوں کہ
آج بتاریخ ۲۲ جولائی سنہ ۱۳۴۲ء سے لے کر ۶ ماہ کے اندر اندر میں اپنی بیوی موسومہ بالادبہ ثابت کردوں گا میں
اس کو حسب حیثیت تمام عمر خوش رکھوں گا اور یہ کہ میرے تعلقات خوشگوار رہیں گے جس کا ثبوت میری بیوی کی
تصدیق ہوگی گویا صرف میری بیوی کو حق ہوگا کہ وہ میرے تعلقات خوشگوار یا ناخوشگوار کو ظاہر کرے اگر میں
مقررہ مدت کے میعاد یعنی چھ ماہ میں اس قسم کے تعلقات ثابت نہ کر سکا اور یہ کہ میری بیوی نے اس کے خلاف
ظاہر کیا تو میری طرف سے اس کو تین طلاق ہوگی۔ گویا میرا اور اس کا تعلق شرعی قائم نہ رہے گا۔ (درستخط عبدالمجید)
(استفتاء ۱۔)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسی عبدالمجید نے اپنی تحریر کے مطابق اس
مضمون میں مجھ کو خوش نہ رکھا اور نہ یہ ثابت کیا کہ وہ مجھ کو آئندہ خوش رکھیں گے بلکہ اس مضمون میں بھی برابر مجھ کو
تکالیف و مظالم کا شکار بنائے رکھا میرا بیان ہے کہ وہ اپنی تحریر کے مطابق مجھ کو خوش نہ رکھے مگر میعاد
مقتضی ہو چکی اس لئے میں فتویٰ علماء دین سے طلب کرتی ہوں کہ اس تحریر کے مطابق میرا اس سے قطع تعلق
ہو گیا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (نوٹ) اس چھ مہینے کے بعد سے میں اپنے والدین کے یہاں مقیم ہوں

تنقیح ۱۔

صورت مسئلہ میں مسی عبدالمجید کیا کہتا ہے کیا وہ بھی اس کو تسلیم کرتا ہے کہ شرعاً طلاق متحقق
ہوگئی یا وہ تحقق شرط سے انکار کرتا ہے۔ اس کے جواب کے بعد حکم بتلایا جائے گا۔ نیز عبدالمجید کی تحریر میں
جو یہ لفظ ہے "اور یہ کہ میری بیوی نے اس کے خلاف ظاہر کیا" اس میں حرف (یہ کہ) کیا ہے یہ محض فضول
لکھا ہے یا اس سے عطف مراد ہے اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ "میں اس قسم کے تعلقات کو ثابت نہ کر سکا یا میری
بیوی نے اس کے خلاف ظاہر کیا" بہر حال سائل کے ذہن میں اس عبارت سے جو مطلب آیا ہو اس کو بیان
کرے اور اپنی ہستی کے دوچار عقلاء سے بھی پوچھے کہ اس عبارت سے کیا مطلب مفہوم ہوتا ہے۔ فقط
احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۱۵ محرم ۱۳۴۵ھ

جواب تنقیح بالا:

۱۔ مسی عبدالمجید کوئی جواب کسی تحریر کا نہیں دیتا بلکہ سنا ہے کہ وہ اپنے مکان پر بھی نہیں ہے اس کو نوٹس
اور رجسٹری خطوط بھجوائے گئے مگر جواب نہیں دیا اس کی خاموشی بظاہر اسی پر دال ہے کہ وہ طلاق کا مقرر
ہے۔

۲۔ (یہ کہ) سے تمہید اپنے پہلے قول کی ہے جو یہ ہے کہ میں اس کو حسب حیثیت تمام عمر خوش رکھوں گا اور
یہ ہے کہ میرے تعلقات خوشگوار رہیں گے بظاہر یہ مراد ہے کہ خود خوش وغیرہ کی کفالت اپنی حیثیت کے
موافق رکھوں گا یہ فقرہ ادل کی مراد ہے اور فقرہ دوم سے یہ مراد ہے کہ میرے دوسرے تعلقات زن و شوہر
کے بھی خوشگوار ہوں گے مگر دونوں باتوں میں وہ ناکام رہے نیز لفظ (یہ کہ) بطور عطف کے واقع ہوا ہے۔
۳۔ مستفہر کے ذہن میں تو دونوں امور کے متعلق بھی آتا ہے جو عرض کیا گیا اور اس کے متعلق چند دوسری جگہ
فتویٰ بھجویا تھا اس کی عبارت بجنسہ یہی تھی جو اس استفتاء کی ہے وہاں سے جواب حسب ذیل آئے ہیں جو نقل میں
(زیدیوند الجواب۔)

شوہر کے تحریر کے مطابق مسماہ محمودہ بیگم بنت شیخ عزیز الرحمن پر تین طلاق واقع ہوگئی اور زوجین کا باہمی
قطع تعلق ہو گیا اب علاقہ نکاح کا مابین ان کے باقی نہیں رہا۔ مسماہ مذکورہ کو اختیار ہے کہ بعد ختم
ہونے عدت دوسرے شخص سے حسب قاعدہ شرعیہ نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۶ محرم ۱۳۴۵ھ

الجواب از مدرسہ ارشاد العلوم لاہور:۔ الجواب الشرعیہ الموفق للاصواب
جبکہ شوہر نے طلاق کو اپنی بیوی کے فعل اور اس کے بیان اور اظہار کے ساتھ معلن کیا ہے تو حسب تعلیق

زوج بموجب بیان اخبار زوجہ بلا حلف صوریہ مستفسر میں طلاق مذکور کے واقع ہو جانے میں کوئی تردد نہیں ہے درغما میں ہے ۔ وما لا یعلم وجودہ الا منھا صدقت فی حق نفسھا خاصۃ استحسانا بلا یعین استہلی ۔

شامی میں اس قول پر تحریر فرماتے ہیں :- وجہ الاستحسان ان هذا والامر لا یعرف الا من قبلھا وقد ترتب علیہ حکم شرعی فیجب علیھا ان تخیّر کیسلا تقع فی الحرام اذا الاجتناب عنہ واجب علیہما شرعا فیجب طریقہ وهو الاخبار فتعینت لہ فیجب قبول قولھا التخرج عن عہدۃ الواجب زلیعی استہلی
هذا حکم الکتاب واللہ اعلم

العبد	العبد	العبد
محمد غفران حسین احمد مجیدی	محمد ریحان حسن احمد مجیدی	محمد شجاعت علی عفی عنہ
نظم سرشار العلوم واقع ریاست یوپی علی گڑھ	مدرسہ ارشاد العلوم رامپور	مدرسہ ارشاد العلوم رامپور
(مہر)	(مہر)	(مہر)

از فرنگی محل لکھنؤ ، ہوا المصوب

صورت مسئلہ میں طلاق ہو گئی زن و شوہر کا تعلق زوجیت منقطع ہو گیا عورت کو بعد عدت اپنا دوسرا نکاح کر لینے کا اختیار ہے واللہ اعلم بالصواب ، کتبہ محمد شفیع حجت الشرع الانصاری فرنگی محل لکھنؤ امیدوار ہوں کہ بعد ملاحظہ جواب فتویٰ مرحمت فرمایا جاوے فقط خاکسار ظہیر الدین محمود ترمذی ہیرم خان محلہ مفتی صاحب چھتہ والی جویلی دہلی

۲۳ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ

الجواب من جامع امداد الاحکام

صورت مسئلہ میں شوہر مسمی عبد الحمید نے طلاقات ثلاث کو دو باتوں پر معلق کیا ہے ایک مدت ششماہ میں خوشگوار تعلق کو ثابت نہ کر سکا (جو زوج کا فعل ہے) دوسرے بیوی کا اس کے خلاف ظاہر کرنا (جو بیوی کا فعل ہے) پس شرط طلاق تحقق جب ہوگا کہ دونوں باتیں پائی جائیں ۔ سوال سے دوسری شرط کا تحقق تو ظاہر ہے ۔ کیونکہ مسماہ کا بیان ہے کہ عبد الحمید مذکور اپنی تحریر کے مطابق مجھ کو خوش نہ رکھ سکے :- اور مسمی عبد الحمید کے سکوت سے اور اپنی بیوی کے بیان کے خلاف بیان نہ دینے سے شرط اول کا تحقق بھی ہو گیا ۔ کیونکہ وہ مسماہ مقررہ میں تو لا حجتہ اپنی طرف سے خوشگوار تعلق کو ثابت نہیں کر سکا اور

مرآۃ الحاج باب التعلیق ۲ : ۳۵۸ ایچ ایم سعید کمپنی ۔ دلاور حسین کملانی ۔

عام طور پر محاورات میں ثابت کرنا اور ثابت کر سکا اثبات قولی ہی میں مستعمل ہے اور اگر اس سے اثبات عملی ہی مراد لیا جاوے جیسا کہ " اس کا یہ قول کہ میں ۲۲ جولائی سے چھ ماہ کے اندر اندر اپنی بیوی پر ثابت کر دوں گا کہ میں اس کو حسب حیثیت تمام عمر خوش رکھوں گا " اس کا قرینہ ہے کہ اس کی مراد ثابت کرنے سے قول اثبات نہیں بلکہ عمل اثبات ہے مگر چونکہ اس کے بعد عبد الحمید مذکور نے اس عملی طریقہ ثبوت کو محض بی بی کی تصدیق میں منحصر کر دیا ہے اور بیوی اس کی تصدیق نہیں کرتی بلکہ اس کے خلاف ظاہر کرتی ہے اس لئے عبد الحمید مذکور کی طرف سے عمل ثبوت بھی پایا گیا اور ہر حال میں شرط دوم کی طرح شرط اول کا تحقق بھی ہو گیا اس لئے وجود شرط کے ساتھ مسماہ محمودہ بیگم پر تین طلاق واقع ہو گئیں اگر مسمی عبد الحمید کو شرط اول کے تحقق میں کچھ کلام ہو تو وہ اپنا خدشہ ظاہر کرے ہم کو صورت واقعہ سے دونوں شرطوں کا تحقق معلوم ہوتا ہے اس لئے تین طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا جاتا ہے ۔

واللہ اعلم حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۔ ارتقاء بھون ۲۴ محرم ۱۳۵۵ھ

نعم التوضیح ولعم التفتیح ۔ اشرف علی ۲۴ محرم ۱۳۵۵ھ

بیان حیلہ نکاح جب کہ یہ حلف کرے کہ فلاں کام کروں تو میں جو کام کروں سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس

مسئلہ میں کہ زید نے یہ عہد کیا کہ فلاں کام جو محرمات شرعیہ سے ہے ہرگز نہیں کروں گا اور اگر اس کام کو کروں تو میں جو نکاح کروں اور جب نکاح کروں اور جس سے نکاح کروں اسے تین طلاقیں ہوں پھر ایک مدت کے بعد زید نے جس کام کے نہ کرنے کا عہد کیا تھا اسے کیا تو اب ظاہر ہے کہ علماء اخاف کے نزدیک جس عودت سے نکاح کرے گا وہ مطلقہ ثلثہ ہو جاوے گی ۔ اور حیلہ جواز جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے کہ اگر کوئی فضولی نکاح کر دے اور زید اسے قبول کر لے تو نکاح ہو جاوے گا اور تین طلاقیں نہیں ہوں گی تو یہ اتفاقی صورت ہے کہ کوئی فضولی کسی کا اتفاقا نکاح کر دے اور نیز آخر زید تک اس انتظار میں رہے کہ مردے از غیب بردن آید و کارے بکند ۔ اور نہ معلوم فضولی اس کا نکاح کس سے کرے اور کب کرے اور وہ نکاح اس کی منشا کے موافق بھی ہو یا نہیں ہو ۔ یہاں دو صورتیں زید کی نکاح کی علیحدہ علیحدہ تحریر کی جاتی ہیں ۔ درخواست ہے کہ ان کے بھی بوازد علم بوازد فتویٰ تحریر فرمایا جاوے ۔

۱۔ اول یہ کہ زید کسی شخص کو اپنا وکیل بنائے اور اسے اپنے نکاح کا مختار کر دے اور وہ وکیل مجلس نکاح میں کہ جس میں خود زید بحیثیت نکر موجود ہے زید کا نکاح کر دے تو یہ نکاح اگرچہ زید کے ام

سے ہو گا مگر یہ صادق آئے گا کہ زید نے اپنا نکاح خود نہیں کیا اور زید کے نکاح کا انعقاد زید کے قول سے نہیں ہوا اور زید نے جو عہد کیا ہے چونکہ وہ قضیہ شرطیہ ہے اور اس میں ہے کہ میں جو نکاح کروں اور جس سے جب نکاح کروں اسے تین طلاقیں ہوں تو یہ نکاح چونکہ زید نے نہیں کیا بلکہ زید کے وکیل نے کیا ہے اس لئے افراد مقدم میں داخل نہیں ہو گا اور جب افراد مقدم سے خارج ہو آتو تالی کو بھی مستلزم نہیں ہو گا اس لئے چاہئے کہ نکاح درست ہو اور طلاقیں واقع نہ ہوں۔ لہذا عرض یہ ہے کہ اس صورت میں طلاقیں ہوں گی یا نہیں (تذیل) جب مجلس نکاح میں زید کا نکاح خود زید کے سامنے اس کے وکیل نے کر دیا تو اب قاضی کو زید سے قبول یا عدم قبول کے دریافت کی ضرورت ہے یا نہیں اور اگر قاضی نے دریافت کیا اور زید نے کہہ دیا کہ میرا نکاح جو میرے وکیل نے کر دیا ہے۔ وہ مجھے قبول ہے تو کچھ حرج تو نہیں ہے لہذا اس صورت میں کہ زید کسی کو اپنا وکیل بنا کر اس طرح نکاح کرانے طلاقیں ہوں گی یا نہیں ؟

۲:۔ دوسری صورت یہ ہے کہ زید نے کسی شخص کو وکیل تو نہیں بنایا بلکہ ایک سے یا ایک سے زیادہ آدمیوں سے یہ واقعہ بیان کیا اور سمجھایا کہ اگر میں خود قبول کروں گا تو طلاقیں ہو جائیں گی یا میں کسی کو وکیل بناؤں گا جب بھی طلاقیں ہو جائیں گی بلکہ میری نکاح کی یہ صورت ہے کہ میرے بغیر اور بغیر وکیل بنائے کوئی شخص قبول کرے۔ میری طرف سے نکاح ہو جائے گا۔ اور وہ ایک آدمی یا ایک سے زیادہ معاملہ کو سمجھ کر چپ ہو جائیں اور نکاح کے وقت وہ ایک آدمی یا ان آدمیوں میں سے جنہیں سمجھایا گیا تھا کوئی قبول کرے تو نکاح درست ہو گا یا نہیں اور طلاقیں واقع ہوں گی یا نہیں ؟

تذنیب :- اگر اس آدمی کے قبول کرنے کے بعد لڑکی والے اصرار کریں کہ زید کو بھی قبول کرنا چاہئے اور زید بایں الفاظ قبول کر لے کہ اس آدمی نے جو میرا نکاح کر دیا ہے وہ مجھے منظور ہے تو طلاقیں ہوں گی یا نہیں ؟ فقط ۳۰ ج ۲۵۷ عرض ہے کہ فتویٰ مفصل تحریر فرمایا جاوے جو ہر شق پر مفصل ردش دے اور قابل تسکین ہو۔ پتہ :- سروج مالوہ حکیم فخر احمد خان طیب ریاست۔

الجواب :-

۱:۔ صورت اول میں وکیل کے نکاح کرتے ہی طلاق پڑ جائے گی اس لئے کہ فعل وکیل فعل مؤکل ہے ظاہر ہے کہ وکیل اپنا نکاح نہیں کر رہا بلکہ بامر مؤکل مؤکل کا نکاح کر رہا ہے۔ اور شرعاً فعل وکیل مؤکل کی طرف سے مضاف ہوتا ہے خصوصاً نکاح و طلاق میں کہ ان میں وکیل محض معروضی ہوتا ہے اور دلیل اس کی آئندہ آتی ہے۔ تذیل کا جواب یہ ہے کہ جب زید نے خود کسی کو وکیل بنایا ہے۔ اس صورت میں چاہے زید اپنی زبان سے قبول کرے یا نہ کرے بہر حال نکاح کے ساتھ ہی طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

۲:۔ دوسری صورت میں نکاح فضولی کے بعد طلاق واقع نہ ہوں گی بشرطیکہ زید کسی سے امر کے ساتھ یہ نہ کہے کہ تو فضولی بن کر میرا نکاح کر دے بلکہ صرف قاعدہ بیان کر دے کہ اگر کوئی فضولی بن کر ایسا کر دے گا تو میرا کام ہو جائے گا نیز یہ بھی شرط ہے کہ زید فضولی کے عقد کو زبان سے قبول نہ کرے بلکہ فعلاً نافذ کر دے کہ خاموش رہ کر اسی وقت عودت کے پاس مہر کا کچھ حصہ بھیج دے اور اس کے بعد اس کے پاس چلا جاوے اور بہتر یہ ہے کہ کسی محقق عالم کے سامنے اپنا واقعہ بیان کر دے اور یہ کہہ دے کہ مجھے عقد فضولی کی حاجت ہے یہ نہ کہے کہ تم فضولی بن کر ایسا کر دو۔ عالم واقعہ ہی سے سمجھ جائے گا۔ کہ سائل کو ایسی حاجت ہے پھر وہ بدطاس اس کے کچھ کہے خود ہی عقد کر دے گا۔

قال الشامي ناقلا عن البحر عن البزازية وينبغي ان يحجى الى عالم وليقول له ما حلف واحتياجه الى عقد الفضولي فيزوجه العالم امرأة ويجيز بالفعل وكذا اذا قال لجماعة لي حاجة الى نكاح الفضولي فزوجوه واحده منهم اما اذا قال لرجل اعقد لي عقد فضولي يكون توكيلا له (ص ۱۱۶ ج ۲)

جواب تذنیب :-

زبان سے قبول کرنے سے پھر طلاق پڑ جائیں گی اس لئے نکاح فضولی کو زید زبان سے قبول نہ کرے بلکہ فعلاً نافذ کر دے یعنی عورت کے پاس چلا جائے یا مہر کا کچھ حصہ عورت کو پہنچا دے۔ قال الحموی فی شرح الاسناد قوله فالجيلة ان يزوجه الفضولي ويجيزه بالفعل هذا هو المختار كما في الزيلعي وعليه الفتوى كما في المنع الغفار نقلا عن الخانية لكن في جامع الفصولين في فصل الرابع والعشرين في تصرفات الفضولي ان الاصح انه لا يحث بالقول ايضا وقد تقدم ان الفتوى على خلافه وانما يحث بالفعل لان المحلوف عليه هو ال تزوج وهو عبارة عن العقد وهو يختص بالقول والاجازة بالفعل كبعث المهر او شئ منه والمراد الوصول اليها ذكره المصدر الشهيد وقيل سوق المهر يكفي مطلقا لان المجوز الاجازة بالفعل وقد تحقق بالسوق وبعث الهدية لا يكون اجازة لانها لا تختص بالنكاح ۱۱ (ص ۲۰)

هذا والله تعالى اعلم، حرره الاحقر ظفر احمد عفا الله عنه ۱۲ شعبان ۱۴۲۳ھ

از مقامہ بھون خانقاہ امدادیہ

استفتا بھذہب شافعیہ ضمیمہ اول | کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان

شرع متین کہ زید نے یہ عہد کیا کہ فلاں کام نہیں کروں گا اور اگر کروں تو جو نکاح کروں اور جب نکاح اور جس عورت سے نکاح کروں اسے تین طلاقیں ہوں اور پھر ایک مدت کے بعد زید نے اس کام کو جس کے نہ کرنے کا عہد کیا تھا اسے کیا تو اب اگر زید کوئی نکاح کرے تو اس شافی کے نزدیک طلاقیں ہوں گی یا نہیں؟

الجواب :-

حنفی مفتی کو مذہب غیر برقی ویسے سے فقہانے منع کیا ہے لہذا ہم فتویٰ مذہب شافعی پر نہیں دے سکتے۔
فی الردان المطلق لا یفتی صاحب الحادثة بما یتوصل به الی فسخ الیمن خلاقول
له ارفع الامر الی شافعی او حکمہ فی ذلک او استفتہ یقول یقبح علیک الطلاق
لان علیہ ان یحبب بما یعتقدہ ولیس له ان یدلہ علی ما یہدم مذہبہ
(ص ۱۶ ج ۲ شافی) فقط حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ
بھون - ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۲۳ھ

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب خانہ نے اپنی بیوی شہزاد کو یہ تحریر لکھ دی کہ اگر میں اپنے بھائی کے گھر جاؤں تو تم پر طلاق ہے اس کے بعد جب خانہ اپنے بھائی کے گھر گیا تو شہزاد نے جانے کے ایک ماہ بعد جب خانہ کو جو کہ پردیس میں تھا بذریعہ جبری کے خط لکھا کہ تم تحریر کے بعد اپنے بھائی کے گھر گئے تھے لہذا مجھ پر طلاق پڑ گئی اب تم مجھے اپنی زوجہ نہ خیال کرو مجھے اپنے نفس کا اختیار ہے اس پر جب خانہ نے جاہل ملاؤں سے جن کو یہ اپنی نادانی سے عالم کامل سمجھتا ہے دریافت کر کے لکھا کہ میں نے علمائے دریافت کیا انہوں نے بتلایا ہے کہ اس صورت میں طلاق نہیں پڑی یہ جواب جب خانہ کا اپنے بھائی کے گھر جانے کے دو ماہ بعد یعنی قبل انقضائے عدت کے یا پانچ ماہ کے بعد یعنی بعد انقضائے عدت کے آیا اس کے بعد سے اب تک کہ ڈھائی برس گزر چکے جب خانہ نہ تو اپنے وطن شہزاد کے پاس آیا اور نہ کوئی مراسلت و مکاتبت طرفین سے ہوئی۔ غرض جب خانہ سے کوئی فعل دال علی الرجوع نہ پایا گیا اور نہ اس نے رجوع کر لی ہو تو اس کا اب تک شہزاد کو کوئی علم نہیں ایسی صورت میں یہ تو ظاہر ہے کہ طلاق رجعی واقع ہو گئی لیکن سوال طلب یہ امر ہے کہ اسے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہ ادا اگر بعد نکاح کے شوہر یہ کہے کہ میں نے تو لا زمانہ عدۃ ہی میں رجوع کر لی تھی مگر تمہیں میں نے اب تک اطلاع نہیں دی تھی اور وہ اپنے رجوع قوی پر بیٹہ بھی پیش کرے تو ایسی صورت میں نکاح ثانی قضا و دیانۃ باقی ہے گایا نہ اور یہ کس کی زوجہ سمجھی جائے گی اور اس نکاح ثانی سے دنیا و آخرت میں شہزاد اور اس کا زوج ثانی کسی عقوبت کے مستحق ہوں گے یا نہ زوجہ کو ایک دشواری یہ ہے کہ جب خانہ بدچلن ہے

اس نے زوجہ جب خانہ سے بذریعہ خط وغیرہ یہ استفسار نہیں کر سکتی کہ تم نے ایام عدۃ میں تو لا رجوع کیا تھا یا نہ کیونکہ اس استفسار سے وہ فوراً متنبہ ہو جائے گا کہ مجھے شرعاً تو لا بلا اعلام زوجہ حق رجوع تھا جس کی وجہ سے رجوع نہ بھی کیا ہوگا جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے پھر بھی وہ جھوٹ موٹ اپنے رجوع کو ظاہر کرے گا اور جھوٹے گواہوں سے ثبوت بہم پہنچا لیگا ایسی حالت میں زوجہ کو مفر کی کیا صورت ہے؟ جواب ہر جہ کا دیانۃ و قضا و دونوں کے اعتبار سے مفصل و مدلل مرحمت فرمایا جائے۔ فقط بینوا تو جہاد۔
الجواب :-

صورت مسئلہ میں مطلقہ مذکورہ کو کسی شخص سے اپنا نکاح کر لینا درست ہے اور اگر بعد نکاح کے زوجہ ادلیہ دعویٰ کرے کہ میں نے عدت میں تو لا رجوع کر لیا تھا اور حاکم مسلم کے سامنے اس پر بیٹہ قائم کر دی تو زوجہ ثانی میں اور عدت میں تفریق کرادی جائے گی اور مطلقہ مذکورہ پر نکاح ثانی کرنے سے کچھ گناہ نہ ہوگا۔

قال فی الدرر ندب اعلامہا بہا لئلا تنکح غیرہ بعد العدۃ فان نکحت فرق بینہما وان دخل شمنی ۱۱ قال الشافعی قولہ لئلا تنکح غیرہ
اولی من قول الہدایۃ لئلا تقح فی المعصیۃ اذ لا معصیۃ فیہ مع عدم علمہا بالرجعة وان اجیب بان المعصیۃ لنقصیرہا بترک السؤال لما فیہ من ایجاب السؤال علیہا
(ص ۸۴ ج ۲) وقولہ فرق بینہما ای اذا ثبت المراجعة بالیقین وقولہ وان دخل ای الزوج الثانی ۱۱
حمدہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۱ سوال ۲۳۱۱ از تھانہ بھون

سوال : نکاح سے قبل کابین نامہ میں لکھ دیا کہ اگر تمہارے زندہ رہنے کی حالت میں نکاح کروں تو دوسری بی بی مطلقہ ثلاثہ ہو جائے گی اور زوج اول کو طلاق دے کر علیحدہ کر دیا۔ تو دوسرا نکاح کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی الخ

کیا فرماتے ہیں حضور اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو ایک کابین نامہ دیکے نکاح کیا اس میں لکھا ہوا تھا کہ اگر تمہارے زندہ رہنے کی حالت میں اگر دوسرا اور شادی کروں تو وہ دوسری بی بی مطلقہ ثلاثہ ہو جاوے گی مگر یہ شرائط نامہ عقد نکاح۔ دو مہینے قبل ہوا ہے۔ اور یہ کابین ہندو سب جہڑا کے پاس رہ جہڑی ہوا ہے وہ سب شرائط شادی کے مجالس میں پڑھا نہیں اور سنایا بھی نہیں گیا اور ناک

انکار کرتا ہے کہ یہ ایک شرط جو کابین میں لکھا گیا ہے وہ ہرگز مجھے معلوم نہیں اس طفر کے بے یوں کی زیر کی اور چالاک سے یہ شرط لکھی گئی میں نے خود کابین لکھا نہیں پڑھا بھی نہیں اگر میں جانتا کہ ایسا ناقابل شرط کابین میں لکھی گئی ہے تو میں ہرگز راضی نہ ہوتا۔ بعد شادی زید کو معلوم ہوا کہ ہندہ بے نمازی ہے موافق شریعت کے ہر قسم کا علاج کیا مگر کام میں نہ آیا۔ ایک روز بہت عذاب کیا چند ساعت کے بعد ہندہ نے کہا کہ اگر جان تن سے نکل جاوے تب بھی نماز نہ پڑھوں گی۔ یہ جواب عجیب سن کر زید نے اس ہندہ کو تین طلاق بائن دیکر دوسرا شادی کر لیا۔ اس حالت میں زید کی دوسری بی بی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- طلاق واقع نہیں ہونی کیونکہ کابین نامہ نکاح سے پہلے لکھا گیا ہے اور تعلیق میں طلاق ثانیہ کو نکاح اولی کے ساتھ مشروط نہیں کیا گیا بلکہ امر آخر یعنی زندہ رہنے کی حالت کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے اور اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

قال فی العالمگیریہ قال لاجنبیۃ ما دمت فی نکاحی فکل امرأۃ اتزوجھا فہی طالق ثم زوجها فتزوج علیھا امرأۃ لا یقع ولو قال ان تزوجتک فعدمت فی نکاحی فکل امرأۃ اتزوجھا علیھا المسئلۃ بحالھا یقع کذا فی الوجیز للکدوی ۴۱ (ص ۲۸۱) قال سیدی حکیم الامت والفرق بینھما ان فی الاول علی طلاق الثانیۃ علی بقاء نکاح الاولی والبقاء لا یتصور بدون الحدوث وهو معدوم فی الاجنبیۃ فلا یصح تعلیق شئی علی بقاء النکاح اذا کان الخطاب مع الأجنبیۃ فیلغو الکلام ولا یقع بہ شئی وفی المسئلۃ الثانیۃ علی طلاق الاخری علی النکاح بالاولی ویصح انشاء النکاح بکل اجنبیۃ فصیح التعلیق واذا تزوج علیھا اخری طلقت ۱۱ قلت وقولہ ان تزوجت علیک فی حیاتک معناه فی حیاتک بعد نکاحی کمالا یخفی فکان فیہ تعلیق الطلاق علی بقاء نکاح الاولی۔ نیز جب عرفاں کلام کا کہ۔ اگر تمہاری زندہ رہنے کی حالت میں دوسری اور شادی کروں تو مطلب یہ ہے کہ جب تک تم میرے نکاح میں زندہ رہو تو اب جبکہ اس شخص نے اولی کو طلاق بائن دیکر نکاح ثانی کیا ہے تو ثانیہ پر وقوع طلاق کی کوئی وجہ نہیں۔

قال فی العالمگیریۃ ولو قال ان تزوجت علیک فالتی اتزوج طالق فطلق

امراتہ طلاقاً بائناً ثم تزوج امرأۃ اخری فی عدتھا لا تطلق ۱۱ (ص ۲۸۱) نیز جب تعلیق زید نے خود نہیں لکھی اور نہ اس کو کابین نامہ پڑھ کر سنایا گیا بلکہ دیے ہی دستخط کر لئے گئے تو یہ تعلیق اس اعتبار سے بھی لغو ہے واللہ اعلم۔

حدود الاحقر طفر احمد عفا اللہ عنہ ۲۶، ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

سوال : تعلیق کے بعد تنجز طلاق کا حکم کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اول تو اپنی زوجہ کو یہ تحریر بھیجی کہ تم جو کہتی ہو کہ میں نے تم کو بارہ دن مکان میں بند رکھ کر بے آب و دانہ مجھ کو کیا اور مارنے کو تیار تھا اگر تم اس دعویٰ میں صادق ہو تو تم پر طلاق واقع ہے۔ یہ شرطیہ طلاق ہے پھر جب زوج کے اقرباء نے کہا کہ تم نے تو طلاق کا وعدہ کیا تھا یہ مہل الفاظ کیوں لکھے تو زید نے جستہ جواب دیا کہ آپ لوگ کیا کرتے ہو میں ہم نے تو طلاق دیدیا ہے طلاق دیدیا ہے طلاق دیدیا ہے اب جھگڑا ہی کیسے بیسیوں بار گھر میں اسیا یہ الفاظ کہتے اب طلاق ہونی کہ نہیں۔

حکیم امانت اللہ ڈاکخانہ معونات سبحن محلہ ڈومین پورہ غفر لہ
جواب :- زید نے جو الفاظ بعد میں چار آدمیوں کے سامنے کہے ہیں ان سے تین طلاق مغلطہ واقع ہو گئیں۔
قال فی الدرر یبطل تنجیز الثلاث للحرۃ والشتین للوطۃ تعلیقہ الثلاث او مادوا
۱۱ (ص ۸۱۷) اور اس کا قول میں نے تو طلاق دیدیا ہے طلاق منجز ہے اس میں کوئی تعلیق نہیں۔

واللہ اعلم حررہ الاحقر طفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون۔ ۱۰ محرم ۱۳۵۵ھ

سوال : تعلیق طلاق کی ایک خاص صورت کا حکم کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عباس علی نے اپنی دختر مسماۃ فاطمہ کا نکاح شامیاں سے کر دینے کی بات طے ہو چکنے پر شامیاں سے ایک اس قسم کا اقرار نامہ کہ اگر اس نے عقد کر بعد دس دن کے اندر کابین نامہ رجسٹری کر کے نہ دیا تو مسماۃ مذکورہ کو تین طلاق ہو جائے گی کا مطالبہ کیا چنانچہ جب طلب برضائے طرفین اقرار نامہ کا مسودہ ہوا اور شامیاں دوسرے حاضرین کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا مگر چونکہ رجسٹری کا خرچ عکس علی کا دہر تھا۔ اور وہ دس دن کے اندر خرچ کے دیبا کرنے سے عاجز رہا لہذا اس نے بطور خود مہلت کی مدت میں اور دس روز کا اضافہ کر دیا اور اقرار نامہ کے دس کے ہندسہ کو کاتب کے ہاتھ عقد سے پہلے بیس بنوا دیا۔ مگر اس بات کی خبر دوسرے کسی کو یہاں تک شامیاں کو بھی نہیں کی اس کے بعد عقد ہوا۔ عقد ہو چکنے کے بعد نکاح خوال نے اقرار نامہ کا لپیٹا ہوا پرچہ ہاتھ لیکر بغیر پڑھے دولہا سے دریافت کیا کہ اقرار نامہ تم کو منظور ہے اس نے جی ہاں کہہ کر جواب دیا بعد ازاں دس دن کے بعد بیس دن سے پہلے کابین نامہ کی رجسٹری ہوئی۔ یہ بھی واضح رہے کہ کاتب نے جس

وقت اقرار نامہ کے دس کے ہندسہ کو بیس بنایا اس وقت عباس علی وہاں موجود نہیں تھا اور نہ عباس علی کو لکھنا پڑھنا آتا ہے۔ اسی محض ہے صفت کاتب کی بات پر اعتبار کر کے دعویٰ کرتا ہے۔ اب عباس علی کہتا ہے کہ ہم نے یہ کاروائی عقد سے پہلے کی تھی اور منظوری کے وقت اقرار نامہ میں بیس نہیں تھا اور کاتب بھی معترف ہے کہ عباس علی کے کہنے سے اس نے عقد اور منظوری سے پہلے دس کو بیس بنادیا تھا اور ان کے خلاف کوئی ایسا گواہ جو یہ بتا سکتا ہو کہ منظوری کے وقت بیس نہیں تھا بلکہ دس تھا اور انہوں نے یہ کاروائی عقد اور منظوری کے بعد میں کی اب اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہوگا عباس علی اور کاتب کی بات کی تصدیق کی جاوے گی یا نہیں اور بانوے مذکورہ کو دس دن کے بعد بیس دن سے پہلے طلاق ہو جاوے گی یا نہیں۔

تمہ سوال :-

جناب عالی میں نے کل گزشتہ ایک استفتاء حضرت کی خدمت میں بھیجا مگر پرچہ جو اس کے ہمراہ بھیجنے کے لئے لکھا تھا لفاظ میں استفتاء کے ہمراہ وہ پرچہ دینے کو بھول گیا اب گزارش یہ ہے کہ وہ استفتاء مذکورہ جس میں عباس علی کی بیٹی مسماۃ فاطمہ منکوحہ مسمیٰ شامیاں کی طلاق ہونے نہ ہونے کے متعلق دریافت کیا گیا۔ رشتہ جہاں تک جلد ممکن ہو جواب بالذیل وحوالہ کتب لکھ کر بھیج دیں۔ کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ طلاق ہو گئی۔ اس وجہ سے لوگ بہت تردد میں ہیں اور مسماۃ مذکورہ اب تک شامیاں کے پاس رہتی ہے اور اس سے عالم ہوئی لہذا جلد جواب عنایت فرمادیں۔ تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جاوے۔ والسلام۔

نذیر احمد۔ ڈاکخانہ لال موہن چرکسید ضلع بریال (بنگال)

الجواب :- قال صاحب البحر الرائق وفيها (المحيط) دعا امرأتہ الى الوقاع فأتت فقال متى يكون قالت غدا فقال ان لم تفعلی هذا المراء غداً افانت طالق ثم نيا حتى مضى الغد لا یحیث وهذا یشنی من قولہون المحلوف علیہ ناسیا یحیث والمجول بان الحث شرط ان یطلب نھا غداً وتمتنع ولم یطلب فلا استثناء (ص ۲۲ ج ۲) وهكذا فی الدر المختار وقال لا یقع بدل ولا یحیث وقال الشامی تحت (قوله لا یقع) لان الحث شرطه ان یطلب منها غداً وتمتنع ولم یطلب بحرو ونحوه فی التتارخانیة عن (المختار قلت ومقتضاه ان النیان لا تاثیر له هنا لکن سیاتی فی الایمان تعلیلہ بان امکان البر شرط لبقاء الیمین بعد انعقادھا کما هو شرط لانعقادھا خلافاً لابی یوسف ولا یمحی ما فیہ فان امکان البر محقق بالتذکر علی انه یلزم ان یکون النیان عذراً

فی عدم الحث فی غیر ہذا الصورة ایضاً وهو خلاف المنصوص فافہم (ص ۲۵ ج ۲) وفي العالمگیریہ (ص ۲۱ ج ۲) سکران دعا امرأتہ الى فراشہ فأتت فقال لہا ان امتثلت وساعدتني والافانت طالق فساعدتہ بعد ما دعاھا فی المستقبل بعد الیمین لا یحیث وان دعاھا فی المستقبل ولم تساعده حث قال مولانا ویلغی ان یحیث اذا لم تساعدها وان لم یجدہ الدعای لان الناس یریدون بھذا الامتثال للامر السابق اور بحر الرائق و شامی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئلہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ عباس علی نے جسٹری کا مطالبہ نہیں کیا اگر وہ مطالبہ کرتا اور پھر شامیاں جسٹری نہ کرتا تو طلاق واقع ہوتی لیکن اگر وہاں یہ عرف ہو کہ دوبارہ مطالبہ کئے بدون بھی ان الفاظ سے شامیاں کے ذمہ جسٹری کرنا لازم مفہوم ہوتا ہو تو صورت مسئلہ میں طلاق واقع ہو گئی جیسا کہ عالمگیری کی روایت میں مصرح ہے۔ واللہ اعلم۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ سوال میں سائل نے لکھا ہے کہ جسٹری کا خرج عباس علی کے ذمہ تھا اور ظاہر یہ ہے کہ شامیاں بھی اس کو جانتا تھا کہ خرج میسر ذمہ نہیں۔ پس اس کا بین نامہ کی اس عبارت کہ اگر اس نے عقد کے بعد دس دن کے اندر کا بین نامہ جسٹری کر کے نہ دیا۔ تو مسماۃ پر تین طلاق ہو جائیں گی۔ کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ شامیاں سے اگر مطالبہ نہ کیا جاوے تو وہ خود اپنے خرج سے جسٹری کر کے دے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دس دن کے اندر اگر عباس علی اس سے جسٹری کا مطالبہ کرے تو اس کا ساتھ دے اس سے انکار نہ کرے چونکہ عباس علی نے دس دن کے اندر مطالبہ ہی نہیں کیا اس لئے شامیاں حلف میں حاثت نہیں ہو ایہ جواب تو اس معنی پر ہے جو اس عبارت سوال سے ہم سمجھتے ہیں باقی اگر کچھ اور مطلب ہے تو یہ جواب نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

اور ایک امر قابل تحریر یہ ہے کہ کا بین نامہ جسٹری کرانے کے متعلق جو اقراء نامہ ان لفظوں سے لکھا ہے

ہ البتہ اگر یہ الفاظ ہوتے کہ اگر فلاں عودت سے نکاح کروں اور اتنے روز تک کا بین نامہ جسٹری نہ کرادوں تو اس پر تین طلاق تو وہ تعلیق صحیح ہو جاتی کما فی العالمگیریہ (ص ۲۱ ج ۲) التعلیق بصریح الشرط وهو ان یدکر حرف الشرط یوشر فی المراءۃ المعینۃ وغیر المعینۃ والتعلیل بمعنی الشرط یعلم فی غیر المعینۃ کما لو قال المراءۃ التي اتزوجھا فیھا طالق فلا یعمل فی المعینۃ فان قال هذه المرأة التي اتزوجھا فیھا طالق فتزوجھا لا تطلق کذا فی معراج الدرائۃ

رکھ اگر اس نے عقد کے بعد دس دن کے اندر کاہن نامہ رجسٹری کر کے نہ دیا تو مسماۃ مذکورہ کو تین طلاق ہو جاوے گی) وہ اقرار نامہ یعنی یہ تعلیق طلاق صحیح نہیں ہوئی تھی اگر فقط اس تحریر کے بعد نکاح ہو جاتا اور کاہن نامہ کی رجسٹری نہ ہوتی تو طلاق نہ ہوتی لیکن عقد کے بعد اس اقرار نامہ کو منظور کرنا انشاء تعلیق قرار دی جاوے گا اور چونکہ اس کو یعنی زوج کو دس ہی روز کی تعلیق کا علم تھا اس لئے دس روز پر معلق ہوگا۔ اگر عقد کے بعد منظوری کی وقت زوج کو اس تغیر کی اطلاع ہو جاتی تو بیس روز کی تعلیق صحیح ہو جاتی اور اب چونکہ دس روز کی تعلیق صحیح ہے اس لئے اسی شرط کے وقوع پر طلاق واقع ہو جاوے گی اور اس شرط کا وقوع ہونے یا نہ ہونے کی تفصیل اوپر معلوم ہو چکی ہے۔ والروایات

هذه في الدرر ويكفي معنى الشرط الا في المحينة باسم او النسب او اشارة فلو قال المراهقة التي اتزوجها طالق تطلق بتزوجها ولو قال هذه المرأة الخ لتعريفها بالاشارة فلغا الوصف وقال الشامي تحت (قوله باسم او النسب) الذي في البحر وغيره ونسب بالواو وقال فلو قال فلانة بنت فلان التي اتزوجها طالق فتزوجها لم تطلق اعراى لانه ملغا الوصف بالتزوج بقى قوله فلانة بنت فلان طالق وهي اجنبية ولم توجد الاضافة الى الملك فلا يقع اذا تزوجها (قوله اشارة) التعريف بالاشارة في الحاضرة و بالاسم والنسب في الغائبة حتى لو كانت المرأة حاضرة عند الحلف لا يحصل التعريف بذكر اسمها ونسبها ولا تلغو الصفة ويتعلق الطلاق بالتزوج الخ (ص ۸۱ ج ۲) وقال الشامي ايضا وكذا اكل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يملأه بنفسه لا يقع الطلاق ما لم يقرانه كتابه ۱۰

ملخصا (ص ۸۲ ج ۲) وفي العالم الكبير (ص ۱۱۶ ج ۲) رجل اراد السفر فحلف صهرا وقال ان غبت بعد هذا عن امرأتك فلم ترجع اليها عند رأس الشهر فامرأتك طالق فقال الختن بالفارسية هست ولم يزد على ذلك ثم غاب اكثر من شهر طلقت امرأته لانه اجاب كلام الصهر والجواب يتضمن اعادة ما في السؤال فتطلق امرأته كذا في فتاوى قاضي خان ام والله اعلم بالصواب۔

تنبیہ: حمل کے متعلق بصورت عدم وقوع طلاق تو سوال کی ضرورت ہی نہیں اور اگر وہاں کے محاذہ میں یہ الفاظ موجب طلاق ہوں تو حمل سے سوال دوبارہ کیا جاوے۔ احقر عبد الکریم گتہوی عفی عنہ ۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح: ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ

اس کہنے کا حکم کہ فلاں کام نہ کروں تو مجھ پر زن طلاق ہے | سوال :- بحضور حضرت مولانا داود لانہ عفی عنہم معرذ من یہ ہے کہ ایک شخص کی مولیٰ شہی چوری ہوئی ایک معرذ نے چوروں کے پاس جا کر کہا کہ مولیٰ واپس کر دو چوروں نے کہا کہ ہم واپس کر دیں گے۔ چار ماہ تک یہی کہتے رہے بعد چار ماہ کے انہوں نے کہا کہ ہم نہیں دیتے تب اس معرذ نے بسبب غصہ کے اپنے جی میں کہا کہ میں بھی ان چوروں کا اتنا ہی نقصان کروں گا جتنا انہوں نے کیا ہے۔ اگر نہ کروں گا تو مجھ پر زن طلاق ہے اب معرذ کو اللہ میاں سے خوف آگیا کہ چوری کا کام کیوں کروں اب ملتیں ہوں کہ ان الفاظ کا کیا حکم ہے فقط

تنقیح :- اس کا کیا مطلب ہے آیا صرف دل میں خیال کیا زبان کو حرکت نہیں ہوتی یا زبان سے بھی ملتا ہے کہہا کہ اند کسی نے نہیں سنا نیز طلاق کا کوئی عدد بھی کہا یا نہیں ؟

جواب تنقیح: حضور سائل سے دریافت کیا گیا سائل نے زبان کو حرکت بھی دی بلکہ ایک لہجے کے رد و رد یہ لفظ کہا اور ایک دفعہ کہا ہے صرف۔

(الجواب ۱۔)

في العالم الكبيرية (ص ۳۳) وان حلف ليفعلن كذا يبرأ بالفعل مرة واحدة سواء كان مكرها فيه او ناسيا او وكيلًا عن غيره فاذا لم يفعل لا يحكم بوقوع الحنث حتى يقع اليأس من الفعل وذلك بموت الخالف قبل الفعل فيجب عليه ان يوصى بالكفارة او بفوت محل الفعل كما لو حلف ليضرب زيدًا او لياكلن هذا الرغيف فمات زيدًا واكل الرغيف قبل اكله يحنث الخ

اس سے معلوم ہوا کہ اگر یہ شخص ان چوروں کا نقصان نہ کرے اور ان میں سے کوئی مر جاوے تو ایک طلاق رجعی واقع ہو جاوے گی اور اگر وہ چور زندہ رہیں تو عمر بھر طلاق واقع نہ ہوگی لیکن اس معرذ کی موت کے وقت طلاق واقع ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔ احقر عبد الکریم عفی عنہ۔

فانفاہ تھانہ بھون۔ الجواب صحیح ظفر احمد عفا اللہ عنہ۔

یکم شعبان ۱۳۸۶ھ

(سوال) (۱) کوئی شوہر بی بی سے لڑائی کیا اور بی بی پکانے جا رہی تھی اسوقت یوں بولا تم پکاؤ تمہاری ہاتھ کا پکایا ہوا چیز ہم کھانیے تم طلاق ہو جاؤ گی۔ یا یوں بولا اگر کھائے تو تمپر طلاق ابھی یا جب یا ہمیشہ اب تو کوئی لفظ جیسے ہمیشہ یا جب کھائے تو طلاق ہوئے استعمال نہیں کیا اب سوال یہ ہے کہ (۱) جب کھائے تب طلاق ہوتا یا نہیں (۲) اگر شوہر کا لفظ یہ ہے کہ اسدن یا اسوقت کھائے تو طلاق ہوئے (۳) اگر ہمیشہ لفظ یعنی جب کھائے تب ہوئے (۴) اگر کچھ لفظ خاص نہیں تھا صرف ار پر بیان کیا گیا ویسا بولا۔ تب جب کھائے تب طلاق ہوتا یا نہیں۔

ندیم

محمد سعید عتیق اللہ وکیل

الجواب :- صورت مسئلہ میں اگر شوہر کی نیت یہ ہے کہ اسدن یا اسوقت کھاؤں تو طلاق۔ تو اسدن یا اسوقت کے بعد اسکے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانیے طلاق نہ ہوگی اور اگر ہمیشہ کی نیت تھی تو جب کھائیگا اسوقت طلاق ہو جاؤ گی لیکن ایک طلاق واقع ہوئی ہے یہ تعلیق ختم ہو جاؤ گی کیونکہ تعلیق بلفظ اگر ہے کھانا کھانا نہیں جو عموم فعل و تکرار کو مفید ہو پس ایک طلاق واقع ہوئی ہے بعد دوبارہ اسکا پکایا ہوا کھانیے طلاق نہ پڑیگی۔ اور ایک طلاق سے نکاح میں نقصان نہیں آتا جب کہ عدت کے اندر اندر رجوع کر لیا جائے اور کچھ نیت نہ تھی تو ہاں اس کلام سے متبادر یمن الفور ہے جو اسوقت اور اسی حالت کے ساتھ مقید ہوتی ہے جسمیں یمن صادر ہوئی اسکے بعد کیساتھ یمن کا تعلق نہیں ہوتا وقال الشافعی فی یمن الفور تھیأت للخروج فقال لا تخرجی وحلف فاذا جلست ساعة وخرجت لا یحنت لان قصده منعها من الخروج الذی تھیأت له فکانہ قال: ان خرجت الساعة و هذا اذا لم یکن له نية فان نوى شيئا عمل به شر نبلایہ اھ (مشاج ۳) واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ - ۱۱ رمضان ۱۴۱۶ھ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر میں صورت کہ عبد المالك تعلیق طلاق سے نکاح کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ بی بی کو کاہن نامہ چند شرائط کا دیا جسمیں یہ شرط بھی تھی کہ تمہارے زمانہ نابالغی سے تازمانہ بلوغ یعنی تمہاری زندگی میں دوسرا نکاح کوئی نہیں کرے ونگا اگر دوسرا کوئی نکاح بیاہ کیا تو زوجہ ثانیہ پر تین طلاق واقع ہوگی اور وہ مجھ پر حرام ہوگی۔ پھر بعد چند مدت بوجہ ضرورت اس نے دوسرا نکاح کر لیا اولیاء زوجہ اول نے اس عقد ثانی کی خبر سنکر اس کاہن کی شرط کو دکھلایا کہ یہ ثانی بی بی پر تو طلاق ہو گئی پھر اس کے بعد زوج مذکور الصدر نے اس شرط کی واپسی لکھوائی کہ اب بخوشی دوسرا نکاح کر لیں اسمیں مجھ کو کچھ عذر نہیں بعد ازاں عبد المالك نے عقد ثالث کیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زوج ثالث پر طلاق ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو عبد المالك کیلئے علانی ہو نیکی کیا صورت ہے یا بنیاد تو جو الجواب :- صورت مسئلہ میں زوجہ ثالثہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ یہ طلاق معلق بلفظ اگر ہے جو ترجمہ ان و اذا کا ہے جس کا حکم یہ ہے کہ مرتبہ واحد سے یمن منحل ہو جاتی ہے اس لئے دوسری مرتبہ نکاح کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ بی بی کو کاہن نامہ چند شرائط کا دیا جسمیں یہ شرط بھی تھی کہ تمہارے زمانہ نابالغی سے تازمانہ بلوغ یعنی تمہاری زندگی میں دوسرا نکاح کوئی نہیں کرے ونگا اگر دوسرا کوئی نکاح بیاہ کیا تو زوجہ ثانیہ پر تین طلاق واقع ہوگی اور وہ مجھ پر حرام ہوگی۔ پھر بعد چند مدت بوجہ ضرورت اس نے دوسرا نکاح کر لیا اولیاء زوجہ اول نے اس عقد ثانی کی خبر سنکر اس کاہن کی شرط کو دکھلایا کہ یہ ثانی بی بی پر تو طلاق ہو گئی پھر اس کے بعد زوج مذکور الصدر نے اس شرط کی واپسی لکھوائی کہ اب بخوشی دوسرا نکاح کر لیں اسمیں مجھ کو کچھ عذر نہیں بعد ازاں عبد المالك نے عقد ثالث کیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زوج ثالثہ پر طلاق ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو عبد المالك کیلئے علانی ہو نیکی کیا صورت ہے یا بنیاد تو جو الجواب :- صورت مسئلہ میں زوجہ ثالثہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ یہ طلاق معلق بلفظ اگر ہے جو ترجمہ ان و اذا کا ہے جس کا حکم یہ ہے کہ مرتبہ واحد سے یمن منحل ہو جاتی ہے اس لئے دوسری مرتبہ نکاح کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ بی بی کو کاہن نامہ چند شرائط کا دیا جسمیں یہ شرط بھی تھی کہ تمہارے زمانہ نابالغی سے تازمانہ بلوغ یعنی تمہاری زندگی میں دوسرا نکاح کوئی نہیں کرے ونگا اگر دوسرا کوئی نکاح بیاہ کیا تو زوجہ ثانیہ پر تین طلاق واقع ہوگی اور وہ مجھ پر حرام ہوگی۔ پھر بعد چند مدت بوجہ ضرورت اس نے دوسرا نکاح کر لیا اولیاء زوجہ اول نے اس عقد ثانی کی خبر سنکر اس کاہن کی شرط کو دکھلایا کہ یہ ثانی بی بی پر تو طلاق ہو گئی پھر اس کے بعد زوج مذکور الصدر نے اس شرط کی واپسی لکھوائی کہ اب بخوشی دوسرا نکاح کر لیں اسمیں مجھ کو کچھ عذر نہیں بعد ازاں عبد المالك نے عقد ثالث کیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زوج ثالثہ پر طلاق ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو عبد المالك کیلئے علانی ہو نیکی کیا صورت ہے یا بنیاد تو جو

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر میں صورت کہ عبد المالك تعلیق طلاق سے نکاح کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

بی بی کو کاہن نامہ چند شرائط کا دیا جسمیں یہ شرط بھی تھی کہ تمہارے زمانہ نابالغی سے تازمانہ بلوغ یعنی تمہاری زندگی میں دوسرا نکاح کوئی نہیں کرے ونگا اگر دوسرا کوئی نکاح بیاہ کیا تو زوجہ ثانیہ پر تین طلاق واقع ہوگی اور وہ مجھ پر حرام ہوگی۔ پھر بعد چند مدت بوجہ ضرورت اس نے دوسرا نکاح کر لیا اولیاء زوجہ اول نے اس عقد ثانی کی خبر سنکر اس کاہن کی شرط کو دکھلایا کہ یہ ثانی بی بی پر تو طلاق ہو گئی پھر اس کے بعد زوج مذکور الصدر نے اس شرط کی واپسی لکھوائی کہ اب بخوشی دوسرا نکاح کر لیں اسمیں مجھ کو کچھ عذر نہیں بعد ازاں عبد المالك نے عقد ثالث کیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زوج ثالثہ پر طلاق ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو عبد المالك کیلئے علانی ہو نیکی کیا صورت ہے یا بنیاد تو جو

احتیاطاً شافعی المذہب پر اعتقاد رکھے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
فقط عبد الصمد مبین سنگی۔

الجواب :- جب تک غلبہ ظن بالیقین شکایت کرنیکا نہ ہو اسوقت تک یہ کلام موجب وقوع طلاق بر منکوحہ نہیں۔ پس تردد سے منکوحہ پر طلاق نہ ہوگی اور اگر یمن کے وقت یقین یا غلبہ ظن تھا کہ شکایت نہیں کی اسی بنا پر قسم کھالی بعد میں معلوم ہوا کہ شکایت کی تھی تو دیانۃً یہ حلف موجب طلاق منکوحہ نہ ہوگا ہاں قضاء موجب طلاق ہو جائیگا۔ فان القاضي لا يقبل الا الظاهر والمرأة كالقاضي۔ اور اگر حلف کیوقت غلبہ ظن یا علم شکایت کرنیکا تھا تو اب اپنی اطمینان کیلئے شافعی المذہب پر اعتقاد رکھنا اس شرط سے جائز ہے کہ نکاح بھی کسی شافعی عورت سے کیا جائے۔ حنفی عورت سے اس مسئلہ میں مذہب شافعی پر اعتقاد کر کے نکاح جائز نہیں کیونکہ منکوحہ کے مذہب میں نکاح کیساتھ ہی طلاق واقع ہو چکی ہے تو عورت کو اس کے مذہب کے خلاف کامرتکب بنانا اور دھوکہ میں رکھنا جائز نہیں۔ اس صورت میں اگر حنفی عورت سے نکاح کیا جائے تو فضولی کو واسطہ بنایا جائے جسکی تفصیل زبانی عالم محقق سے معلوم ہو سکتی ہے یا اولیاء زوجہ سے اس واقعہ کو بیان کر کے یہ کہا جائے کہ میں نے ایسا حلف کر لیا تھا جسکی وجہ سے منکوحہ پر نکاح کرتے ہی ایک طلاق بائن واقع ہو جائیگی اس لئے منکوحہ کو بھی اسکی اطلاع کر دی جائے اور نکاح دوم مرتبہ کیا جائے پہلی دفعہ نکاح کر کے طلاق واقع ہوگی دوبارہ اسی عورت کی اجازت سے پھر نکاح کیا جائے گا تو اب دوبارہ طلاق کا وقوع نہ ہوگا کیونکہ حلف میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو کلمہ کی طرح موجب تکرار طلاق ہو اور نہ اس میں عدد ثلاث کا ذکر ہے، واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفاعنہ

۱۹ رمضان ۱۳۶۷ھ

حکم تعلیق طلاق بلفظ جو عورت میں نکاح میں (سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع لاؤنگا مجھ پر طلاق ہے۔

ایسے طور سے کہ زید نے کہا اگر میں یہ فعل کرونگا تو جو عورت میں نکاح میں لاؤنگا۔ مجھ پر طلاق ہے اب اس سے وہ فعل تین چار مرتبہ صادر ہوا۔ تو آیا جو عورت طلاق ہو جائیگی وہ مطلقہ ہوگی ساتھ طلاق رجعی کے یا مغلطہ ہوگی۔ اور اگر تعلیق سے پہلے اس کا منکوحہ ہو تو

وہ مطلقہ ہوتی ہے یا نہ اور اگر مطلقہ ہوتی ہے تو مطلقہ رجعی ہوتی ہے یا مغلطہ؟ بینوا توجروا۔ المعروف کمترین عبد الرزاق از مدرستہ میرٹھ صدر بازار۔

الجواب :- اگر زید نے تعلیق مذکور میں یہی کہا ہے جو سوال میں مذکور ہے کہ مجھ پر طلاق ہے تو یہ کلام لغو ہے اس سے یہ تعلیق طلاق نہیں ہوئی اور اس صورت میں کسی عورت سے نکاح پر طلاق کا وقوع نہ ہوگا نہ رجعی کا نہ بائن کا فقد صرح الفقهاء بانہ ان قال انا منك طالق لم يقع وان فوی وان قال انا منك بائن يقع به بائنة ان فوی (در ص ۴۲) اور اگر یہ کہا ہے کہ اس پر طلاق ہے تو سوال واضح کر کے دوبارہ کیا جائے۔

فقط حررہ الاحقر ظفر احمد عفاعنہ

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ الرشوال ۱۳۶۷ھ

بصورت تعلیق اگر عدد طلاق میں شوہر کو شک ہو (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس اور بیوی کہتی ہو کہ شوہر نے تین طلاق کہا تھا۔ مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ یہ کہتی ہے کہ تو نے تین طلاق رجعی واقع ہوگی یا مغلطہ جبکہ شرط پائی گئی ہو۔ تین طلاق کو کہا تھا زوج طلاق دینے کا اقرار ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ مجھے تین طلاقیں معلق کرنیکا شک ہے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ تین طلاقیں معلق کی ہیں ہاں ایک طلاق ضروری ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس صورت میں تین طلاق رجعی متصور ہے یا مغلطہ؟ بینوا توجروا۔

عبد الرحیم موضع نگلہ ضلع میرٹھ

الجواب :- صورت مذکورہ میں جب عورت کو تین طلاقیں معلق کرنے کا یقین ہے تو اس مرد سے علیحدگی واجب ہے اسکو اسکے ساتھ رہنا جائز نہیں بلکہ عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کر لے پھر اگر دوسرا شخص بعد دخول کے طلاق دیدے تو زوج اول سے نکاح کر سکتی ہے بعد عدت ثانی کے اور یہ جب ہے کہ عورت کو تین طلاق کا یقین ہو اور اگر اسکو یہی شک ہو تو سوال دوبارہ کیا جائے۔ رہا یہ کہ مرد تین طلاق کا منکر ہے اور اسکو اس میں شک ہے تو اس اختلاف کا فیصلہ مفتی نہیں کر سکتا بلکہ قاضی اسلام کر سکتا ہے یا وہ مسلمان شخص جس کے پاس فریقین فیصلہ کیلئے مقدمہ پیش کریں اور وہ قاعدہ شرعیہ کے موافق تحقیق کر کے

فیصلہ کرے مگر جب عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو اسکو قاضی یا محکم کے پاس مرافعہ جائز نہیں جب کہ زوج سے علیحدہ ہو جانے پر قادر ہو یا اگر زوج سے علیحدہ ہونے پر قادر نہ ہو تو مرافعہ کرنا چاہئے پھر اگر فیصلہ عورت کے قول پر نہ ہو تو عورت کو گناہ ہوگا بلکہ زوج کو گناہ ہوگا اگر وہ کاذب ہے۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون خانقاہ اسلامیہ ۱۲ سوال نمبر ۱۲

تعلیق طلاق باء و دین کی ایک صورت کا حکم (سوال) مدیون نے وعدہ کیا کہ دائن کو مبلغ للعہ ماہ بھادون میں یکمشت ادا کر دوں گا بلا عذر اگر اس وقت ندوں تو میری عورت پر تین طلاق پڑ جائے گا۔ ماہ بھادون قبل کچھ مدت کہا کہ دائن کی برادرزادی جو کہ میری بہو ہے وہ چالیس روپیہ میری مکان سے چوری کر کے لی گئی اور دائن کو دیدیا جو کہ اسکا چچا ہے مگر چوری کا ثبوت اب تک نہیں ہوا غوام نے اور نیز چند مولویوں نے مجلسیں کیں مگر شور و شغب ہو گیا اور کچھ ثابت نہ ہوا، اب عرض ہے کہ سرقہ ثابت ہو کر دائن کو روپیہ ملنا نا بھی ثابت ہو جائے یا سرقہ ہی ثابت ہو تو ان دونوں صورتوں میں تعلیق طلاق کا کیا حکم ہوگا بصورت عدم ثبوت سرقہ و عدم وصول دین الی الدائن وقوع جزا تو ظاہر ہے مگر بصورت ثبوت بھی راجح وقوع جزا ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ مدیون کی عبارت (یکمشت ادا کر دوں گا) میں نسبت ایصال الی نفسہ ہے اور بصورت ثبوت سرقہ وصول درہم الی الدائن ایصال من نفسہ بتایا گیا حالانکہ وہ ایصال پر قادر تھا اگرچہ وہ مال مسروقہ کے سوا دوسری درہم دیدیتا سوال کے قیود کو ملحوظ فرما کر جواب سے مسرور الوقت فرمائیں۔

عبدالسلام ڈاکٹر نے پانچویں مرتبہ معرفت پوسٹا سٹر ضلع تیرہ ملک بنگلہ

عہ اور اگر حکم ت کے خلاف فیصلہ کرے اور عورت کو تین طلاق کا یقین ہے قلت فہی کما قضی القاضی بعدم وقوع الثلث لعدم الشہادۃ۔ ہی متیقنۃ بالثلث فان المحکم کا لقاضی الا فی الحدود والقصاص قال الشامی فی البزاریۃ عن الا و جندی انها ترفع الایۃ۔ للقاضی فان حلف ولا بنیۃ لہا فالانہ علیہ اہ قلت ای اذالم تقدر علی الفداء۔ ای لا یجب ولا علی منعه عنہا فلا ینافی ما قبلہ اھ (ملک ج ۲) قلت قولہ اذالم تقدر لہ فیدل قولہ ترفع الاموالی القاضی ومعادہ انہا لا ترفع الاموالی القاضی اذا قدرت علی احد الامور المذکورة واللہ اعلم۔ ظفر ۳

عہ آجکل اس ضلع کا نام کلا ہے۔ دلاور حسین کلائی

الجواب :- ہاں الفاظ تعلیق کے ظاہری مقتضا تو وہی ہے جو سائل نے سمجھا ہے لیکن بدالالت حال یہ تعلیق محتمل تخصیص کو ہے جسکی نظیر یہ ہے جو فقہار نے باب الیمین میں بیان کی ہے لو حلف لیخبرنک الوالی بکل داء یرید دخل فی البلد فتعزل الوالی فلا یحنت بنتک الاخبار لانہ مقید بحال ولایتہ ایسے ہی ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ حالف کا یہ کہنا کہ دائن کو بھادون میں للعہ یکمشت ادا کر دوں گا اگر ندوں تو میری عورت پر تین طلاق پڑ جائے گا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اگر دائن کسی ذریعہ سے خود اس رقم کو میرے مال سے وصول نہ کرے، کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر دائن اس کے مال میں سے للعہ خود سرقہ کر لیتا تو اس صورت میں حالف بوجہ عدم اداء کے عانت نہ ہوتا کیونکہ حالف نے اداء دین کی بابت حلف کیا ہے اور اس صورت میں وہ مدیون نہیں رہا سی طرح اگر دائن نے خود سرقہ نہیں کیا بلکہ کسی دوسرے نے حالف کے مال میں سے للعہ چورائے اور دائن کو دیدئے اور دائن کو سرقہ کا حال معلوم ہے تو اس کے ذمہ اس کا اظہار واجب ہے اور بصورت کتمان وہ بھی سارق ہوا لہذا مدیون دین سے بری ہو جائے گا اور عدم اداء سے عانت نہ ہوگا یہ اس صورت میں ہے جب کہ سرقہ کا واقعہ صحیح ہو اور اس رقم مسروقہ کا دائن کے پاس ہو چنا محقق ہو جائے گو شہادت سے ثبوت نہ ہو مگر حالف کے نزدیک یہ امر محقق ہو چکا ہو اگر ایسا نہ ہو تو سوال دوبارہ کیا جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون ۲۶ ج ۱۲

تعلیق طلاق کی ایک صورت (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں زید نے ہندو سے نکاح کیا اور نکاح کے کچھ عرصہ بعد اقرار نامہ ایک روپیہ کے کاغذ پر تحریر کیا جسکی عبارت معصودہ بعینہ نقل کی جاتی ہے :-

اقرار کرتا ہوں کہ زوجہ خود اور موجودہ بچہ کی پرورش کا خرچ حسب حیثیت خود ماہ بمہا ہر ایک ماہ کی یکم تاریخ کو ان کے والدین کے نام بذریعہ منی آرڈر روانہ کرتا رہوں گا کوئی ماہ ناغہ نہ کروں گا بصورت عدم ادائیگی خرچ مقررہ بالا مسلسل تین ماہ متواتر روانہ نہ کروں تو زوجہ میری اسبوقت میری جانب سے مطلقہ متصور کی جاوے گی اور زوجہ میری مذکور کو اختیار ہوگا کہ وہ مجھ سے دوری علیحدگی اختیار کرے اور اسکے والدین کو اختیار ہوگا کہ وہ برائے آئندہ اسکی

تجویز ثانی برضی خود جائے دیگر کردے میں اوسیں کوئی عذر اعتراض نہ کرونگا اگر کرونگا تو وہ میرا عذر و برودے برادری و اہل محلہ و حکام وقت قطعاً قابل سماعت نہ ہوگا اور ساتھ ہی پورے اصل اقرار نامہ کی نقل بھی روانہ کیجاتی ہے جس میں سے یہ عبارت روانہ کی گئی ہے کہ یہ اقرار نامہ ۸ اگست ۱۹۲۶ء کو لکھا گیا۔ زید نے اکتوبر ۱۹۲۶ء کے آخر میں جبکہ تین ماہ گزر جانے والے تھے محض مبلغ ۵ روپے عورت کے والدین کے نام روانہ کئے اس سے پہلے بالکل روانہ نہیں کیا اب یہ دوسری سہ ماہی گزر رہی ہے ابھی تک کچھ روانہ نہیں کیا ہے۔ لائق سوال یہ امر ہے کہ عبارت بالا کے اعتبار سے اس عورت پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور کس صورت میں میں طلاق واقع ہوگی؟ فقط۔

حافظ محمد غوث محلہ اندر کوٹ پوچی واڑہ شہر میرٹھ

الحی اب :- بغیر خرچ بھیجنے کے کوئی سہ ماہی گزر جائیگی تو زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہو جائیگی اس وجہ سے کہ زواج کہہ سکتا ہے کہ سہ ماہی گزشتہ میں میری حیثیت پانچ ہی روپیہ کی تھی ہا اگر حیثیت کی مقدار معین کر کے وقوع طلاق کو معلق کرتا اسکے نہ بھیجنے پر تو مقدار سے کہ بھیجنے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے لہذا زید کی زوجہ پر اب تک طلاق واقع نہیں ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔ ا جاہ و کتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

صورت مندرجہ سوال میں کہ زید کی زوجہ مطلقہ ہوگی کیونکہ زید کہتا ہے کہ ہر ماہ کی یکم کو ماہ بیاہ خرچ بھیجا کروں گا اور مسلسل متواتر تین ماہ روانہ نہ کروں تو مطلقہ متصور ہوگی جبکہ زید نے اول ماہ کی یکم کو اور دوسرے ماہ کی یکم کو اور تیسرے ماہ کی یکم کو خرچ نہیں بھیجا تسلسل متواتر بتا رہا شرط کا تحقق ہو گیا طلاق پڑ گئی۔ ہدایہ میں ہے و اذا اضاقت الی شوط وقع عقیب الشرط۔ واللہ اعلم ریاض الدین عفی عنہ

ہمارے نزدیک پہلا جواب صحیح ہے کہ زید کی زوجہ پر اب تک طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ مسلسل تین ماہ خرچ روانہ نہ کرنا اس وقت صادق آسکتا ہے جبکہ پورے تین مہینے بدون خرچ بھیجے گزر جائیں اور صورت مسئلہ میں اگست کا مہینہ ناقص ہے اور اکتوبر میں خرچ آہی گیا اور عرف یہ ہے کہ جس مہینے کے اندر کوئی معاملہ ہوتا ہے تو ابتداء

اُسی تاریخ سے ہوتی ہے پس لازم ہے کہ اس مہینہ کی آٹھ تاریخ سے تیسرے مہینہ کی آٹھ تاریخ تک زمانہ بدون خرچ بھیجے گزر جاتا تو طلاق واقع ہو جاتی مگر یہاں تو اس مدت کے اندر ہی خرچ آ گیا ہے لہذا طلاق واقع نہ ہوگی اب دوسری سہ ماہی کی ابتداء ۸ نومبر کے بعد سے ہوگی خرچ پہنچنے کی تاریخ سے نہ ہوگی کیونکہ بظاہر زید نے یہ خرچ ایک سہ ماہی کا بھیجا ہے اور چونکہ اقرار نامہ میں خرچ کی مقدار کو واضح نہیں کرایا گیا بلکہ زید نے اس کا معیار اپنی حیثیت پر رکھا ہے اس لئے اس کو یہ گنجائش ہے کہ اس خرچ کو پوری سہ ماہی کا خرچ بتلائے اگر عورت زید کی حیثیت اس سے زائد سمجھتی ہے تو حکومت سے مرافعہ کرے کہ اس اختلاف کا فیصلہ حکومت ہی کر سکتی ہے، واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون صر رمضان ۱۳۴۷ھ

(سوال) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ شوہر کا بین نامہ میں لکھدے کہ زوجہ ادنیٰ کی زندگی میں بدون اذن زوجہ اولیا و زوجہ نکاح کردوں تو زوجہ ثانیہ طلاق مطلقہ ہوگی۔ پھر شوہر صرف بیوی سے اجازت لیکر نکاح کرے تو الخ۔

ام بعد معروض خدمت اقدس ہے کہ حسب تحریر چنانچہ صورت مسئلہ کے متعلق کا بین نامہ کی بنیاد عبارت اور بعینہ اردو ترجمہ مع تقریر فریقین پیش خدمت ہے امید قوی کہ مع الدلائل جواب تحریر ہووے گا اور حضور پر نور کے دستخط مبارک سے مزین فرمایا جاوے گا ویکر عبارت کا بین نامہ کی مسئلہ مجبوت عنہا سے کوئی تعلق نہیں رکھتی وہ بالکل علیحدہ باتیں ہیں لہذا تحریر نہیں کی گئی

العارض احقر الناس محمد عبد الغنی غفرلہ ولوالدیہ ۲۱ دسمبر ۱۳۴۷ھ

ما قولکم وحمکم اللہ تعالیٰ : اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کی کا بین نامہ میں چند شرائط لکھدے انہیں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے زندہ رہتے ہوئے میں دوسرا کوئی نکاح نہیں کرونگا اور سر یہ نہیں رکھوں گا اور نکاح فضولی نہیں کرونگا اگر کروں یا رکھوں ظاہر ہوتے ہی وہ عورتیں (۱) (۲) (۳) طلاق ہوئے۔ اگر اتفاقاً دوسرے نکاح کرنیکی ضرورت ہوئے تو آپ اور آپ کے اولیاء سے علیحدہ علیحدہ اذن لیکر کرونگا۔

بعد مدت کے اس شخص نے بلا اذن ولی کے فقط زوجہ سے اذن لیکر دوسرا نکاح کیا ہے اب اس دوسری زوجہ کی طلاق پڑنے میں علماء دو فریق ہیں۔ ایک فریق ایک طلاق بائن

کہتے ہیں۔ دوسرا فریق طلاق ثلاثہ مغلظہ فرماتے ہیں۔

(تقریر فریق اول یعنی قائلین واحد طلاق بائن)

یہ ہے کہ صورت مرقومہ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی کیونکہ جملہ (۱) (۲) (۳) طلاق ہوئے تفریق طلاق ہے اور طلاق غیر مدخول بھاکی تفریق طلاق سے ایک طلاق بائن ہوتی ہے بدلیل۔ قال لزوجة غير المدخول بها انت ثلاثا وقعن وان فرق بوصف نحو انت طالق واحدة واحدة او خبر نحو انت طالق طالق او جمل نحو انت طالق انت طالق انت طالق بابت بالاولى ولم تقع الثانية والثالثة (در مختار مع رد المحتار)

(تقریر فریق ثانی یعنی قائلین ثلاثہ مغلظہ یہ ہے)

کہ صورت مسئلہ میں طلاق ثلاثہ مغلظہ واقع ہوگی دو وجہ سے (وجہ اول) یہ ہے کہ صورت مسئلہ کو انت طالق واحدة واحدة واحدة پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اسمیں تین اعداد کو جدا گانہ کہا ہے اور صورت مسئلہ میں تین اعداد کو جمع کرتے ہوئے کہا ہے یعنی (۱) کیساتھ اور (۱) جمع کر کے (۲) اور (۲) کیساتھ اور (۱) جمع کر کے (۳) کہا گیا۔ اور آخر کلام مغیر ہے واسطے اول کلام کے پس ۱-۲-۳۔ طلاق کے لفظ سے مجموع تین طلاق دفعۃً واقع ہوئیں متفرق طور پر کیونکہ تفریق طلاق پر محمول ہونیکے لئے یہ شرط ہے کہ آخر کلام مغیر اول کلام کا نہ ہو جیسا کہ فتح القدیر۔ مصری ج ۲ ص ۲۹۲ میں ہے۔ قوله وان فرق الطلاق بابت بالاولى ولم يقع الثانية) وذلك كقوله انت طالق طالق طالق لانه ليس في آخر الكلام ما يغير اوله ليتوقف اوله فلم يقع بطالق الاول شيء فان قبل لو قال بالواو طالق وطالق وطالق واحدة واحدة واحدة فالحكم كذلك مع ان الواو للجمع وهو يغير حكم التفریق اذا الحاصل به كالحاصل بطلاق ثلاثا وحكمها مختلف لان في التفریق تبين بواحدة فيذنبى ان يتوقف الصدر فيقع الثلث كما قال مالك واحمد قلنا الجمع الذي يباين التفریق حكما هو الجمع بمعنى المعية المغير له كلفظ ثلاثا ونحوه وليس العا والجمع بهذا المعنى الخ اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ لفظ ثلاثا مغیر تفریق ہے پس واحدة کے بعد اگر ثلاثا مذکور ہو تو فقط واحدة سے ایک طلاق واقع ہوگی

بلکہ ثلاثا پر موقوف رہنے کی وجہ سے مجموع تین طلاق واقع ہوگی جیسا کہ صورت مسئلہ میں ہے۔ سوال۔ یہ تو تین طلاق میں ہے اور صورت مسئلہ تو تعلیق طلاق ہے اور شرط وجزا ایک کلام ہے اور اسمیں اخیر کلام (جزا) اول کلام (شرط) کا مغیر نہیں ہے جواب ۱-۲-۳۔ طلاق کا لفظ جب حکم میں تفریق کے نہیں ہے بلکہ حکم میں جمع کے ہے تو صورت تعلیق میں اسکا حکم بعینہ ان دخلت الدار فانت طالق ثلاثا کے حکم میں ہوگا یعنی بعد وجود شرط کے تین طلاق واقع ہونگی کما لا يخفى (وجہ ثانی) یہ ہے کہ قاعدۃ مسلمہ فقہیہ ہے الطلاق يقع بعد قرن به لا به نفسه اور ولا بد من كون العدد متصلاً بالایقاع۔ در مختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۲ مصری، بحر الدائق مصری ج ۳ ص ۳۱۲ اور صورت مرقومہ میں ایقاع کے لفظ (یعنی طلاق ہوئے) کیساتھ ۳ کا عدد متصل ہے نہ ۱-۲ اور ۲-۳ ہی موثر ہوگا نہ ۱-۲ اور ۲-۳۔ پس طلاق ثلاثہ مغلظہ واقع ہوگی۔ سوال۔ ۱- اور ۲ کے عدد سے ۱- طلاق۔ ۲- طلاق مراد ہے پس ۱- اور ۲ بھی متصل بالطلاق ہے جواب فقہ کا متفقہ قاعدہ الوقوع بلفظ لا بفصده در مختار ۱- اور ۲ کیساتھ جب طلاق ملفوظ نہیں مراد اور مقصود ہونے سے وقوع طلاق میں ہرگز موثر نہیں ہوگا۔ انتہی۔ اب معرض خدمت اقدس ہے کہ کس فریق کا حکم صحیح اور نافذ ہے باولائل تحریر فرما کر بندگان خدا کو ورطہ ہلاکت سے نجات دیوں! جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً۔

الجواب: فریق ثانی کا جواب صحیح ہے یعنی صورت مسئلہ میں طلاق ثلاثہ کی تعلیق ہوئی تھی اور وجود شرط کیوقت ہر سہ طلاق مجموعۃً واقع ہو گئیں اور فریق اول نے جو قاعدہ نقل کیا ہے وہ صحیح تو ہے لیکن اسمیں کلام ہے کہ صورت مسئلہ میں جو الفاظ تحریر کئے گئے ہیں وہ تفریق طلاق پر دال ہیں یا نہیں اور اردو کے الفاظ کو عربی پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ دونوں کا محاورہ عدد و عدد کے استعمال میں مختلف ہے اور اردو فارسی کا محاورہ اس باب میں متحد ہے اسلئے فارسی پر قیاس کیا جاوے گا اور فارسی کے جزئیہ کا حکم خلاصۃ الفتاوی ص ۲۷۵ ج ۲ میں صریح موجود ہے قال وكذا لو قال اگر فلا نہ بری کم از من بیک طلاق و دو طلاق و سہ طلاق فتزوجها تطلق واحدة ولو قال بیک و دو و سہ طلاق ثم تزوجها يقع الثلاث و تمام هذا في خذانة الواقات اهر اور جب صریح جزئیہ موجود ہے تو قواعد میں غور کرنیکی حاجت نہیں

اسلئے فریق ثانی کے ادلہ کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی فقط

تنبیہ : سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ میں وقوع طلاق کا حکم اس بنا پر کیا گیا ہے اس شخص نے اولیاء زوجہ سے اجازت نہیں لی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ اولیاء زوجہ سے اجازت لے لیتا تو طلاق واقع نہ سمجھی جاتی اور یہ صحیح نہیں اسلئے لکھا جاتا ہے کہ کاہن نامہ میں طلاق کے متعلق جملہ ختم کر نیکے بعد جو کلام مستناف لکھا ہے کہ اگر اتفاقاً دوسرے نکاح کی ضرورت ہوتی تو الخ یہ جملہ طلاق کی قید نہیں بلکہ کلام مستقل ہے اور جملہ تعلیقہ میں صرف تاحیات عورت کیساتھ طلاق آخری کو معلق کیا ہے پس اگر اولیاء سے بھی اجازت لیکن نکاح ہوتا تب بھی وقوع کا حکم کیا جاتا اور اب جب تک زوجہ اولی جیات ہے اسوقت تک کوئی نکاح کرے گا تو منکوحہ جدیدہ پر تین طلاق واقع ہو جائیگی اگرچہ وہ نکاح زوجہ اور اولیاء زوجہ کی رضا مندی ہی سے ہو بلکہ اس عورت موجودہ کو جس کیلئے یہ کاہن نامہ مذکورہ لکھا ہے یہ شخص اگر طلاق دیدے تب بھی عورت موجودہ کی جیات میں دوسری عورت سے نکاح کرنے پر طلاق مخلطہ ہو جائیگی البتہ جس عورت پر طلاق ہو چکی ہے اس سے عورت مذکورہ کی جیات میں بھی بعد زوجہ ثالثی مع شرائط معلومہ نکاح کیا جاوے تو وقوع طلاق کا حکم نہ کیا جاوے گا قال فی تنویر الابصار و الفاظ الشرط ان اذا و اذا ما و کل و کما و متنی و متنی ما و فیہا (کلیھا) (تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرة الا فی کلھا الخ) (شامی ص ۲۵ ج ۲) -

اور صورت مسئلہ میں اگر کروں یا رکھوں تو وہ عورتیں الخ مشتمل ہے کلمہ ان پر لفظاً اور کلمہ کل پر تقدیراً پس اس قول کی عموم انکحہ پر دلالت نہوگی فقط عموم منکوحات پر دلالت نہوگی کہ پہلی مرتبہ ہر عورت سے نکاح موجب طلاق ہوگا قال الشامی تحت (قوله و کذا کل امرأة الخ) ای اذا قال کل امرأة اتزوجها طالق و الجبلة فیہ ما فی البحر من انه یزوجه فصولی و یجین بالفعل کسوق الواجب الیہا او یتزوجہا بعد ما وقع الطلاق علیہا لان کلمة کل لا تقتضی التکرار (۱۲) کتبہ الاخر عبد اللہ عفی عنہ تھانہ بھون۔ الجواب صحیح نظر محمد عفا عنہ ۲۳ ج ۲ ص ۲۵ ماشاء اللہ (از حضرت مولانا غلام) مع چونکہ دلائل مسطورہ میں کلام ہے جسکے واسطے بسط کی ضرورت ہے اس واسطے اس مختصر کیلایت کی با ضرورت تطویل نہیں کی گئی ۱۲ منہ مع صورت مسئلہ میں تزویج فصول کی بحث شامی میں دیکھی جاوے تبیل فصل المشیئة باب النذر ۱۲ منہ

ارتداد سے بین باطل ہو جاتی ہے تعلیق باطل نہیں ہوتی (سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان

شرع متین مسائل ذیل میں جوابات مشرح اور صاف ہوں صحیح حالات حسب ذیل ہیں۔ سوال اول : زید حنفی نے اپنی حالت بلوغ میں کہ ابھی اسکی شادی نکاح نہیں ہوئی تھی اس سے قبل ہی کسی صاحب کے کہنے پر اس طرح پر حلف کیا کہ اگر میں آئندہ فلان فعل حرام شرعی کا مرتکب ہوں تو میری بیوی پر طلاق اور جب کبھی میں نکاح کروں میری بیوی پر طلاق اور انشاء اللہ وغیرہ کچھ نہیں کہا دو تین دن کے بعد اسے معلوم ہوا کہ انشاء اللہ کہنے سے یہ تعلیق طلاق کیلئے مفید نہیں رہتی لیکن انشاء اللہ حنفی مذہب کے مطابق متصل ہونا چاہئے تاہم اگر منفصلاً یعنی اب بھی اس نیت سے انشاء اللہ کہہ لیا جائے تو امام شافعی کے مسلک کے مطابق جائز ہے بہر حال زید نے انشاء اللہ کہہ لیا اور عرصہ تک اپنے حلف پر قائم رہا پھر بد قسمتی سے نکاح سے قبل ہی اس فعل حرام شرعی کا مرتکب ہو گیا جس پر حلف کیا تھا اور زید کو اپنے حادث ہو نیکیا یقین کا مل ہو گیا کہ اب میں تمام عمر شادی نہیں کر سکتا اگرچہ شافعی کے مذہب کے مطابق وہ جواز سمجھتا تھا مگر حنفی ہونے کے ساتھ یہ گوارا نہ ہوا کہ محض نفس کے لئے مذہب راجح کو ترک کرے بہت پریشان ہوا اور بالقصد کلمہ کفر زبان سے نکال کر بالقصد مرتد ہو گیا تاکہ عقود اسلامی سے چھوٹ جائے اور کوئی ذمہ داری نہ رہے پھر تجدید کلمہ کر کے مسلمان ہو گیا اب اس کا یہ خیال ہے کہ اس حیلہ ارتداد کی وجہ سے وہ تعلیق مفقود ہو گئی اور میں نکاح کر سکتا ہوں جو اب عنایت ہو کہ اسکو نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں اور پھر اسکا نکاح باقی رہے گا یا نہیں بھائی مشرح ارشاد ہو۔

عبد الرحمن از حیدر آباد دکن

الجواب وهو الموفق للصواب : فی الدر المختار (و هو) ای الکفر (ببطلھا) اذا عرض بعدها (فلو حلف مسلماً ثم ارتد) و العیاذ باللہ تعالیٰ (ثم اسلم ثم حنث فلا كفارة) اصله لما تقرر ان الاوصاف الراجعة للمحل یستوی فیہا الا بتداء و البقاء و قال الشامی تحت قوله (لما تقرر) علته لكون الکفر العارض مبطلا للیمین کالکفر الاصلی (ص ۲۵ ج ۳) و قال ایضاً (ط ۱) تحت قوله (و شرطھا الاسلام) و اعلم ان اشتراط الاسلام انما یباسب مع کہاں لکھا ہے ۱۲ اشرف علی

الیمن بالله تعالیٰ والیمن بالقرب نحو ان فعلت کذا فعلى صلاة واما الیمن بغیر قتر ب نحو ان فعلت کذا فان طالق فلا یشتزط له الاسلام کما لا یخفی اور روایت اولی سے معلوم ہوا کہ ارتداد سے یمن باطل ہو نیکی وجہ یہ ہے کہ کفر منافی یمن ہے اور روایت ثانیہ سے معلوم ہوا کہ کفر منافی تعلیق نہیں پس جب تعلیق کیلئے اسلام شرط نہیں ہے تو ارتداد سے تعلیق باطل نہیں ہوتی پس ارتداد سے اعمال اسلام کا بطلان وغیرہ بحد نقصان و خسارہ حاصل ہوا اور جو نفع اپنی غلطی سے سوچ کر اس قدر جرم عظیم کا ارتکاب کیا وہ حاصل بھی نہ ہوا۔

اور اب بھی وہی صورت اختیار کرنی پڑیگی جو ارتداد سے قبل ہو سکتی تھی بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس وقت دریافت نہ کیا اور معصیت سے بچنے کے واسطے اس المعاصی کو ترجیح دی جو بعید از قیاس ہے اللہ تعالیٰ ایسی کجی اور اغوائے شیطانی و نفسانی سے پناہ میں رکھے (آمین ثم آمین)۔

اب حنفی مذہب کے مطابق حسب تصریحات فقہاء اس شخص کے واسطے نکاح کی ایک سبیل ہے وہ یہ کہ کوئی فضولی اسکا نکاح کر دے اور یہ اس نکاح فضولی کو قولاً بقول نہ کرے بلکہ فعلاً بقول کرنا ظاہر کرے مثلاً کل یا بعض مہر ادا کر دے اس طرح نکاح بھی صحیح ہو جائیگا اور اس عورت پر طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔

تنبیہ : فضولی اسکو کہتے ہیں جو اپنی طرف سے بطور خود بغیر وکالت و ولایت کسی دوسرے کا نکاح کر دے پس اگر یہ شخص کسی کو یوں کہے کہ تم فضولی ہو کر میرا نکاح کر دو تو اس کے کہنے سے وہ وکیل بن جائے گا فضولی نہ رہے گا اور مقصود حاصل نہ ہوگا اس واسطے کسی سے فضولی بننے کی درخواست نہ کرے بلکہ دو تین آدمیوں کے سامنے یوں کہے کہ مجھے اس کی ضرورت ہے کہ کوئی فضولی میرا نکاح کر دے پھر ان میں سے کوئی شخص بطور خود اس کی طرف سے ایجاب یا قبول کر لے حکما فی الشامی عن البحر وینبغی ان یحییٰ الی عالم ویقول له ما حلف و احتیاجہ الی نکاح الفضولی فین وجه العالم امرأة ویجین بالفعل فلا یحنت و کذا اذا قال لجماعة لی حاجة الی نکاح الفضولی فین وجه واحد منهم اما اذا قال لرجل اعتدلی عقد فضولی یکون تو کیلا اور (مذہب) فقط واللہ اعلم

تعلیق طلاق کا ایک مسئلہ (سوال) عبدالرحمن اور اسکی بیوی ہاجرہ میں باہمی منازعت

تھی اسبوجہ سے ہاجرہ اپنے ماموں کے گھر مقیم تھی ماموں اس کو خاوند کے سپرد کرنے سے (منانہ) کہ وہ کافی اطمینان اس کے ساتھ حسن معاشرت کا نہ دلائے (مانع و عار ج تھا عبدالرحمن ایک مرتبہ ہاجرہ کو لینے کیلئے ماموں کے گھر آیا اور اطمینان کیلئے یہ تحریر لکھ دی الفاظ تحریر بعینہا یہ ہیں۔ میں کہ عبدالرحمن پسرجا جی عبدالکریم مرحوم قوم شیخ ساکن گڑھی پختہ ضلع مظفرنگر کا ہوں جو کہ میری زوجہ ہاجرہ خاتون اپنے حقیقی ماموں مسمی عبدالحکیم کے یہاں ہے میں اسکو اپنے یہاں اس شرط پر لیجانا چاہتا ہوں کہ جس وقت اُس کے ماموں مسمی عبدالحکیم اس کے بلانے کا نوٹس مجھ کو دینگے میں اندر میعاد ایک ماہ کے اپنی زوجہ کو اس کے ماموں کے مکان پر ہی موٹیوں لگا اور انکار نہ کروں گا اور اگر اس صورت میں نہ بھیجوں اور بھیجنے سے انکار کروں تو اس انکار سے میری زوجہ کو طلاق بائن واقع ہو جائیگی۔

اس تحریر کے لکھنے پر ہاجرہ کا ماموں اُس کو عبدالرحمن کے ساتھ بھیجنے پر آمادہ ہو گیا مگر چونکہ زیور یہاں موجود نہ تھا بلکہ دہرہ دون کسی کے پاس رکھا ہوا تھا اسلئے زیور کے انتظار میں بتراضی طرفین اس وقت ہاجرہ کو نہیں بھیجا گیا اور خاوند بخوشی اس کو چھوڑ کر گڑھی چلا گیا چار پانچ روز کے بعد پھر آیا اس وقت بھی زیور دہرہ دون سے نہ آیا تھا۔ شوہر پھر زیور کی انتظار کی وجہ سے چھوڑ کر چلا گیا اس دفعہ ماموں کے دل میں کچھ شبہات پیدا ہو گئے پھر تیسری دفعہ شوہر آیا تو ماموں نے اس سے اپنے شبہات پیش کئے اُس پر عبدالرحمن نے مزید اطمینان کیلئے زبان یہ الفاظ کہے : دو اگر میری طرف سے بدگمانی ہے کسی قسم کی مار پیٹ کروں تو زبانی الفاظ سے تم لوگوں کو اطمینان کر دیتا ہوں وہ یہ کہ اگر میں ماروں تو میری طرف سے جواب ہے۔ یہ جملے کہتے وقت فوراً ہی یہ کہا کہ میں نے ان الفاظ سے نیت طلاق کی نہیں کی۔

ماموں نے ان الفاظ کو لکھوانا چاہا خاوند نے لکھنے سے انکار کیا اور اس پر تنازع بڑھ گیا اور عبدالرحمن نے کہا کہ بھیجیو نہ بھیجیو تم کو اختیار ہے میں لکھوں گا نہیں اور پھر یہ کہا کہ وہ میری تحریر، فروری ۱۹۲۹ء کی جو تین لکھائی تھی وہ میں نے اسی روز کیلئے لکھی تھی آج سے وہ میری تحریر کا عدم ہو گئی کیونکہ اس روز میرے ساتھ نہیں بھیجا گیا، اس کے بعد خاوند نے بلانے کا نوٹس دیا تو بعض مصالح کی بنا پر یہ تجویز کیا گیا کہ لڑکی نوٹس کا جواب خود دے اور یہ لکھے کہ میں تیار ہوں تم آ کر لیجاؤ چنانچہ خود آکر لیگیا۔ اور وہاں جا کر لڑکی پر تشدد کیا۔ مار پیٹ بھی ہوئی۔ ماموں نے بلانے کا نوٹس دیا تو بھیجا نہیں

پھر خود لینے کیلئے گیا اس وقت بھی نہیں بھیجا۔ اسپر ماموں نے یہ سمجھ کر کہ ایک ماہ تک نہ بھیجنے کی وجہ سے طلاق پڑ گئی ہے۔ خفیہ لڑکی کو اس کے گھر سے نکال کر ہمراہ لے آیا اب سوال یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

جواب اول از دیو بند:

بحث و تفتیش کے بعد سوال میں یہ جزو قابل غور رہ گیا ہے کہ عبد الرحمن کی پہلی تحریر جسمیں انکار کو طلاق قرار دیا ہے وہ کس چیز پر معلق ہے آیا ماموں کی عدم ممانعت پر یا اپنے فعل یعنی لیجانے پر کیونکہ عبارت تحریر بغیر اسکے کہ بطور اقتضاء النص کے کوئی عبارت مقدر مافی جملے درست نہیں ہو سکتی اور تقدیر عبارت دوا حتمال ہیں۔

(۱) اول یہ کہ میں اس شرط پر لیجانا چاہتا ہوں کہ اگر اسکا ماموں بھیجنے میں عار و مانع نہ ہو تو پھر جب وہ بلائیکہ میں بھیجنے سے انکار نہ کروں گا تو یہ انکار طلاق بائن ہوگا۔

(۲) دوسرے یہ کہ میں اس شرط پر لیجانا چاہتا ہوں کہ اگر میں اس کو لے گیا تو جب ماموں بلائیکہ تو بھیجنے سے انکار نہ کروں گا تو

الغرض یہ تعلیق کسی فعل مقدر پر ہے یا ماموں کے فعل بھیجنے اور عدم ممانعت پر اور یا اپنے فعل یعنی لیجانے پر۔

پہلی صورت میں وقوع طلاق ظاہر ہے کیونکہ ماموں اسکے بھیجنے سے اسوقت عار و مانع نہیں ہوا لہذا تحقق شرط کی وجہ سے یہ تحریر تعلیق منعقد رہی اور جب خاوند نے ماموں کے بلانے پر بھیجنے سے انکار کیا تو طلاق واقع ہو گئی۔

اور دوسری صورت میں عدم وقوع طلاق متعین ہے کیونکہ لیجانے کا تحقق اسوقت نہیں ہوا اب مدار بحث ان دونوں احتمالات میں سے ایک کی تعیین پر ہے جسکے لئے کوئی حتمی چیز تو خیال میں نہیں آتی۔ البتہ قرائن احتمال اول کیلئے زیادہ معلوم ہوتے ہیں واللہ اعلم۔

قرینہ اولی یہ ہے کہ گفتگو اور بحث ابتداء سے خاوند کے فعل یعنی لیجانے میں نہ تھی بلکہ ماموں کے فعل یعنی ارسال و عدم ممانعت میں کلام تھا۔

قرینہ ثانیہ تحریر لکھنے کا منشاء کوئی ابتداء کی تعلیق نہ تھی کہ اپنے فعل پر

معلق کیا جاتا بلکہ ماموں کا اطمینان دلانا مقصود تھا اسکی عدم ممانعت کے صلہ میں یہ تعلیق بطور اطمینان دلانے کے کی گئی ہے۔

قرینہ ثالثہ خاوند نے اپنی آخری گفتگو میں خود یہ الفاظ کہے ہیں کہ:

وہ میری تحریر کا عدم ہو گئی کیونکہ اس روز میرے ساتھ نہیں بھیجا اس میں تصریح ہے کہ وہ اس تحریر کو اسلئے کالعدم کہتا ہے کہ بزعم خود ماموں نے نہیں بھیجا اپنے نہ لیجانے کو حجت میں پیش نہیں کرتا بلکہ ماموں کے نہ بھیجنے کو سبب سقوط تعلیق قرار دیتا ہے یہ قرائن احتمال اول کے مؤید ہیں جن سے وقوع طلاق مستفاد ہوتا ہے اور احتمال ثانی کا قرینہ صرف یہ ہے کہ اس نے اپنے الفاظ میں یہ کہا ہے۔ کہ میں اس شرط پر لیجانا چاہتا ہوں جسمیں لیجانے کا تذکرہ ہے بھیجنے کا نہیں۔

پھر احتمال اول پر تو خواہ تعلیق کو عین موبد قرار دیا جائے یا موافقت بالمرۃ الاولیٰ بہر دو صورت طلاق واقع ہوگی کیونکہ عدم ممانعت اول مرتبہ متحقق ہو چکی۔

اور احتمال ثانی پر موبد ہونیکے صورت میں طلاق ہوگی کیونکہ باخر لیجانا متحقق ہو گیا جو شرط تعلیق تھا ولو بعد حیثین۔ اور موافقت بالمرۃ الاولیٰ ہونیکے صورت میں طلاق

نہ ہوگی کیونکہ مرۃ اولیٰ میں لیجانا متحقق نہیں ہوا باقی درمیانی گفتگو جسمیں یہ لفظ کہے تھے کہ اگر میں ماروں تو میری طرف سے جواب ہے، یہ زائد سے زائد کناہ طلاق

ہو سکتا ہے مگر خاوند نیت طلاق کا انکار کرتا ہے اگر وہ اس پر حلف کرے تو ان لفظوں سے کوئی طلاق نہ پڑے گی اس لئے اس سے تعرض جواب میں نہیں کیا گیا،

واللہ اعلم۔ بندہ محمد شفیع دیوبندی

جواب دومہ ان تھا نہ بھون:

احقر کے فہم ناقص میں یہ آتا ہے کہ صورت مسئلہ میں گو لفظاً بین موبد ہے ولیکن عرفاً قرینہ مقالیہ کے باعث یہ عین مقید ہے اسی سلسلہ گفتگو میں لیجانے

کیساتھ یعنی اگر میں اس سلسلہ میں لیگیا اور ماموں کے بلانے پر نہ بھیجا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر اس سلسلہ میں نہ لیگیا تو اس صورت میں تعلیق نہیں ہے و نظیرہ

ما فی الہدایہ وغیرہ من انه اذا استخلف الوالی رجلاً لیجاءہ بکل داع

عہ الاطلاق ۱۲ منہ

دخل البلد فهذا على حال ولايته خاصة اور اس طرح زبانی تعلیق یعنی اگر ماروں تو جواب ہے وہ بھی مقید ہے اسی وقت لیجانے کیساتھ لد لالۃ الحال علیہ عرفاً اور اس وقت لیجانا متحقق نہیں ہوا لہذا دوسرے موقع پر لیجانے سے خاوند کے ذمہ اس تعلیق کی پابندی ضروری نہ تھی اور عدم پابندی سے طلاق واقع نہ ہوگی خواہ اس نے لیجانے کا باعث ماموں ہوا ہو یا نہ ہو اور بہر حال نہ لیجانے سے یمین باطل ہوگئی اور مفتی صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے کہ نہ لیجانے پر آئندہ تعلیق نہیں بلکہ نہ بھیجنے پر ہے اور ماموں نے بھیجنے سے انکار نہیں کیا اسلئے تعلیق باقی رہی اور نہ بھیجنا انتضاء معلوم ہوتا ہے اسمیں احقر کو یہ اشکال ہے کہ انتضاء کوئی دوسرا لفظ نکالا جاتا ہے جبکہ اس کے بدون کلام صحیح نہ ہوا اور یہاں کلام بالکل صحیح ہے کیونکہ لیجانے پر تعلیق کرنا بالکل صحیح ہے پس کسی قرینہ پر دوسرا لفظ نکالنے کی حاجت نہیں خواہ قصہ کچھ ہی تھا مگر اس نے تعلیق کو مشروط کیا ہے لیجانے کیساتھ اور جو لفظ اس نے نہیں کہے وہ بلا ضرورت اس کے ذمہ نہ لگائے جاوینگے اور اخیر میں اس نے جو کہا کہ تم نے بھیجا نہیں اس سے وہ اپنے نہ لیجانے کی وجہ بیان کر رہا ہے اسمیں یہ اقرار نہیں ہے کہ تمہارے بھیجنے پر میں نے تعلیق کو معلق کیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔

جواب سوم از سہارنپور :

حامل و مصلیاً۔ اولاً جواب لکھا جاتا ہے اسکے بعد دوسرے جوابات کے متعلق عرض کیا جائیگا تحریر طلاق نامہ کے موافق اگر عبد الرحمن نے نوٹس کے بعد ایک ماہ کے اندر اپنی زوجہ کو اس کے ماموں کے یہاں نہیں بھیجا اور انکار کر دیا تو اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اور اگر ایک ماہ کے اندر اس نے اسے بھیجنے سے انکار نہیں کیا بلکہ

منہ یعنی اسی سلسلہ میں ۱۲ منہ

یعنی اس سلسلہ میں جانا نہیں ہوا بلکہ اس کو ماموں نے منقطع کر دیا اور بھیجنے سے صریح انکار کر دیا ۱۲ منہ

لے اشکال سے قطع نظر کر کے اگر بھیجنے کو معلق علیہ کہا جاوے تب ہی اس پورے سلسلہ میں خارج نہ ہونا

مشروط ہوگا اور جب اخیر میں خارج ہو گیا تو شرط فوت ہوگئی ۱۲ منہ

وہ خود نہیں آئی یا اس کو کوئی لینے نہیں گیا تو طلاق واقع نہیں کیونکہ زوج نے جو طلاق نامہ میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ "اپنی زوجہ کو اس کے ماموں کے مکان پر چھوڑ دینا اور انکار نہ کر دینا" یہ محض وعدہ ہے جو تعلیق سے خارج ہے تعلیق اس کلام کے بعد ہے۔

اور جو الفاظ اس نے زبانی کہے ہیں کہ "اگر میں ماروں تو میری طرف سے جواب ہے" یہ کنایات طلاق سے ہیں اسکے متعلق اس نے یہ بیان کیا کہ اس سے میری نیت طلاق کہ نہیں تھی اسمیں محض اس کا قول معتبر نہیں ہاں اگر وہ حلیفہ بیان کرے کہ اس سے میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو اس کا قول معتبر ہے والقول له بیصدہ فی عدم النیۃ ولیکنی

تعلیفہا لہ فی منزلہ فان ابی دفعتمہ للحاکم فان نکل فذق بینہما درہقان مثلاً اور مولانا محمد شفیع صاحب نے جو معلق علیہ میں تشفیق فرمائی ہے احقر کے خیال ناقص میں اس کی ضرورت نہیں اور مفتی ثانی کی رائے اس کے متعلق درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ زوج خود اپنی تحریر میں لکھتا ہے کہ : اس شرط پر لیجانا چاہتا ہوں، لہذا اس کی تصریح کہ ہوتے ہوئے احتمال آخر کی ضرورت نہیں باقی اس تعلیق کو یمین مقید قرار دینا صحیح نہیں معلوم ہوتا اسوجہ سے کہ زوج کا اس وقت نہ لیجانا اور بعد میں تین بار آنا اور تیسری مرتبہ میں یہ الفاظ کہنے کہ آج سے وہ میری تحریر کا عدم ہوگئی یمین مقید ہونیکے صریح مخالف ہے اور مفتی ثانی نے جس قرینہ مقالیہ کیوجہ سے اس کو مقید قرار دیا ہے وہ اتنا صریح نہیں نیز اس کی مفتی صاحب نے جواب میں تعبیر ہی نہیں فرمائی اسلئے یمین مقید قرار دینا قطعاً صحیح معلوم نہیں ہوتا، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ سعید احمد مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳ اشوال ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ

احقر کے نزدیک یہ جواب اقرب (الی ظاہر الفاظ السؤال) معلوم ہوتا ہے۔

بندہ عبد الرحمن غفرلہ

خلاصۃ جوابات

(۱) جواب دیوبند کا یہ حاصل ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے کیونکہ

لے یہ تو بیب ہوتا جبکہ متبید کہا جاتا اول روز کیساتھ اور سلسلہ گفتگو کیساتھ مقید کیا گیا اور گفتگو کا

سلسلہ ہنوز چل رہا تھا تو دوبارہ سہارہ آنا خلاف کیسے ہوا ۱۲ عبد الکریم عفی عنہ

گفتگو بھیجنے پر ہو رہی تھی اس واسطے تقدیر کلام کی یوں ہوگی کہ اگر اسکا ماموں بھیجنے میں (اسوقت) خارج نہ ہو تو پھر جب وہ بلاویگا میں بھیج دوں گا اور اگر ایک ماہ تک نہ بھیجوں تو طلاق بائن واقع ہو جاویگا اور ماموں اسوقت بھیجنے میں خارج ہونا نہیں بلکہ زیور کی وجہ سے بتراضی طرفین بھیجنے میں تاخیر ہوئی ہے۔

(۲) اور احقر کے خیال ناقص میں خط کشیدہ تقدیر کی ضرورت نہیں بلکہ صریح لفظ جو اس نے شروع کلام میں استعمال کئے ہیں وہی مقدار مانے جائیں گے تقدیر یوں ہوگی کہ اگر میں اسوقت لیکھا یعنی اس سلسلہ میں تو پھر جب اسکا ماموں بلاویگا الٰہ اور اس وقت وہ لیکر نہیں گیا بلکہ ماموں نے انکار کر دیا اور انکار سے وہ سلسلہ گفتگو کے صلح کا منقطع ہو گیا اسلئے دوسرے موقع پر لیجانے کے بعد ماموں کے بلانے سے بھیج دینا لازم نہ تھا لہذا اس نہ بھیجنے سے طلاق نہیں ہوئی۔

(۲۰) جواب سہارنپور کا حاصل یہ ہے کہ تقدیر تو وہی صحیح ہے جو عد میں لکھی ہے لیکن اس وقت کیساتھ لیجانے کی قید مسلم نہیں بلکہ جب کبھی بھی لے گیا ہو بہر حال خاوند کے ذمہ لازم تھا کہ ماموں کے بلانے پر ایک ماہ کے اندر بھیج دیتا چونکہ اس نے بھیجا نہیں اس واسطے طلاق واقع ہو گئی۔

اختلاف کا منشا یہ ہے کہ جواب عد میں تعلیق کیلئے دو شرطیں قرار دی گئی ہیں اول لیجانا دوسرے اس وقت لیجانا مجیب اول کو اسی وقت کی قید تو تسلیم ہے مگر بجائے لیجانے کے بھیجنے میں خارج نہ ہونا قید لگاتے ہیں اور مجیب ثالث کو اسی وقت کی قید میں کلام ہے اور لیجانے کو تسلیم کرتے ہیں اور جواب عد میں جو ہر دو قید ملحوظ رکھی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ خاوند کے یہ لفظ لکھے کہ میں اسکو اپنے ہاں اس شرط پر لیجانا چاہتا ہوں الٰہ اس سے بوجہ صیغہ حال کے و نیز عرف کے اسی وقت یعنی اسی گفتگو کے دوران میں لیجانے کی شرط ظاہر ہے فقط والثر اعلم۔

یہ خلاصہ مع اصل اجوبہ حضرت مولانا مدظلہم العالی کی خدمت میں پیش کیا گیا حضرت والا نے ملاحظہ فرما کر مولوی حبیب احمد صاحب کو بھی بلایا اور احقر کو بھی اور بعد گفتگو کے یہ لے فرمایا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی یعنی جواب دوم کو صحیح فرمایا اور جواب دوم پر عاشریہ سے و سے مولوی حبیب احمد صاحب نے

وضاحت کیلئے اور دنا سنیہ سے حضرت والا نے تائید کے واسطے لکھو ایافقط والسلام
احقر عبد الکریم مکتھلوی عفی عنہ
مورخہ ۲۳ ذیقعدہ ۱۲۵۵ھ

سسرے داماد سے اس تحریر پر کہ تو میرے حکم (سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اور مرضی کے بغیر گھر سے نکلیگا الٰہ الی قولہ تو میری لڑکی کو تین طلاقیں ہو جائیگی الٰہ دستخط کرانے میں ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اسکی پھر شوہر اس کے مظالم سے تنگ آکر بغیر اجازت کے رضا اور خوشی سے اور پھر عورت کے ساتھ عورت کے نکل گیا تو اسکی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی یا نہیں۔

باپ کے گھر رہنے لگا اور بعد چند مدت کے عورت کے باپ کے ساتھ جھگڑا ہوا اور گھر سے نکل کر کوئی دوسری جگہ پر اکیلا رہنے لگا اور بعد چند مدت کے وہ مرد پھر عورت کے باپ کے گھر رہنے کیلئے آیا تب اس عورت کے باپ نے اس قسم سے ایک کاغذ لکھ کر اس پر اس مرد کے دستخط کروائے کہ اگر اب کے تو میرے حکم اور مرضی کے بغیر میرے گھر سے نکلیگا اور میرے حکم اور مرضی کے بغیر کوئی کام کرے گا یا کسی جگہ پر نہ کرے گی کہ لکھا تو میری لڑکی کو تین طلاقیں ہو جائیگی اور اب اس مرد پر عورت کے باپ نے بہت ظلم کیا اور تکلیف دی تو وہ مرد بدون عورت کے باپ کے حکم اور مرضی کے گھر سے نکل کر دوسری جگہ پر اکیلا رہنے لگا اور نوکر ہی کرنے لگا تو اب ایسی صورت میں عورت اس مرد کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو اسکی کیا دلیل ہے اور اگر رہ سکتی ہو تو اب کیا کرے بیسوا تو جروا۔

الجواب: صورت مسئلہ میں اس عورت پر تین طلاق واقع ہو چکیں خسر نے اس شخص پر جو ظلم کیا ہے اس کا گناہ خسر کے ذمہ رہیگا مگر اس ظلم کی وجہ سے جانیگا حکم طلاق کے بارے میں وہی رہیگا جو بلا ظلم جانے سے ہوتا تھا ماموں مصحح فی کتب الفقہ و نقل فی الفتاویٰ الہندیہ عن الخلاصۃ وقوع الطلاق و فی آخرہ لان الا تیان مکرھا او ناسیا او عامدا سواء فی تحقیق الحنث فقط

واللہ اعلم
کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون
مورخہ ۳۰ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ

(سوال) مخدوم و محترم دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

التماس ہے کہ ان دونوں ہمارے اطراف میں ایک مسئلہ میں علماؤ نکاح اختلاف ہو رہا ہے واقعہ ہے کہ ملک بنگال میں گورنمنٹ کی طرف سے قاعدہ مقرر ہے کہ نکاح و طلاق دونوں کی رجسٹری

ہوتی ہے یعنی زوج اپنی زوجہ کو ایک کا بین نامہ لکھ کر دیتا ہے اسی کی رجسٹری ہوتی ہے اور اُس میں یعنی کا بین نامہ میں بہت سی شرطیں ہوتی ہیں جس کے آخر میں وہ لکھتا ہے کہ اگر میں ان تمام شرطوں میں سے کسی ایک شرط کے بھی خلاف کروں تو میری زوجہ کو اختیار ہے کہ وہ اپنے نفس کو طلاق دیکر آزاد ہو جائے مجھے کوئی عذر نہیں ہوگا، فی الحال ایک نکاح ہوا ہے اور محفل عقد میں قبل نکاح ہونیکے زوج نے اولیائے مخطوبہ سے زبانی اقرار کیا اور کا بین نامہ بھی لکھ کر دیا اُس میں منجملہ تمام شرائطوں کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان نکاح قائم رہتے ہوئے اگر ہم بلا اجازت تمہاری دوسری عورت کیساتھ نکاح کریں تو اس کو طلاق ہے۔ بعد اس اقرار کے عقد پڑھایا گیا۔ نکاح ہونے کے کچھ دن بعد اُس نے ایک دوسری عورت سے نکاح کیا اور زوجہ اولیٰ سے اجازت بھی نہ لیا۔ اب علماء میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض زوجہ ثانیہ کے مطلقہ ہونے کے قائل ہیں اور بعض نہیں۔ احقر نے بھی اپنی استعداد کے موافق تحقیق کی مگر تشفی نہیں ہوئی بلکہ اور بھی الجھن بڑھ گئی۔ لہذا رفع شک کیلئے مکلف ہے امید کہ اس تصدیقہ معاف فرما دیں گے اور جواب شافی عنایت فرماویں گے

فتاویٰ عالمگیری میں لکھتے ہیں۔ رجل قال لاجنبیۃ ما دعت فی نکاحی ففعل امرأۃ اتزوجھا فھي طالق ثم تزوجھا فتزوج علیھا امرأۃ لا یقع۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقت تعلیق معلق بہ کا موجود ہونا شرط ہے اور یہاں پر نکاح معلق بہ ہے وہ وقت تعلیق موقوف نہیں لہذا زوجہ ثانیہ مطلقہ نہیں ہوگی، اور قاضی خان میں ایک جگہ پر دیکھا رجل قال ان تزوجت امرأۃ من بنات فلان فھي طالق و لیس بفلان وقت الیمین بنت شرجاءت لہ بنت فتن و جھا الحالف قالوا لا یحنت فی یمینہ و یشتترط قیام البنت وقت الیمین ولا یدخل

فی الیمین ما یحدث بعد الیمین۔ اس کے بعد نظیر میں ایک مسئلہ اور بھی لائے ہیں اُس کے بعد لکھتے ہیں۔ الا ان هذا الجواب یوافق قول محمد۔ اھا فی قیاس قول ابی حنیفہ و ابی یوسف یدخل فی هذه الیمین ما كانت موجودة وقت الیمین و ما یحدث بعده كما لو حلف ان لا یكلم ابن فلان و لیس بفلان ابن ثم ولد لہ ابن و كالمذ الحالف یحنت فی قول ابی حنیفہ و ابی یوسف رحمہم اللہ و لا یحنت فی قول محمد اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد صاحب کے نزدیک وقت تعلیق معلق بہ کا ہونا ضروری ہے اور شیخین کے نزدیک ضروری نہیں، اب مسئلہ مستفسرہ میں امام محمد کے قول سے تو زوجہ ثانیہ مطلقہ نہ ہوگی کیونکہ قبل نکاح یہ سب شرطیں ہوتی نہیں اور شیخین کے قول کی طرف نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ ہو جائیگی اگرچہ وقت تعلیق نکاح نہیں ہوا تھا مگر نکاح ثانی کیونکہ وقت زوجہ اولیٰ اس کے نکاح میں موجود ہے لہذا تعلیق صحیح ہوگی اور زوجہ ثانیہ مطلقہ ہوگی۔

قاضی خان فصل فی رسم المفتی میں لکھتے ہیں۔ وان كانت مختلفا فیہا بین اصحابنا فان كان مع ابی حنیفہ رحمہم اللہ احد صاحبیہ یاخذ بقول لھما الوفاء والشرائط واستجماع ادلة الصواب فیہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخین کے قول کو اس جگہ ترجیح ہوگی۔ اور زوجہ ثانیہ مطلقہ ہو جائیگی۔ لیکن عالمگیری سے جو جزئیہ نقل کیا وہ اس قدر صاف ہے کہ دوسری بات قبول کرنے میں الجھن پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے آپ کی طرف رجوع کیا تاکہ سیدھا راستہ دکھلا دیں و اللہ اعلم و علمہ اتم و احکم۔ المكلف خادم العلماء فذوی ابوسعید محمد عبدالشہید ہاتھ تیری لڑا کہا لوی۔

الجواب: مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے عالمگیری کے جزئیہ میں غور نہیں فرمایا۔ عالمگیری میں عبارت مذکورہ کے بعد یہ بھی لکھا ہے۔ ولو قال ان تزوجت فمادت فی نکاحی ففعل امرأۃ اتزوجھا علیھا والمسئلة بحالھا یقع کذا فی الوجیز للکر دی (صفحہ ۱۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ صورت اولیٰ میں عدم وقوع طلاق کا سبب یہ ہے کہ اجنبیہ کے بقا، نکاح کو امرأۃ متزوجة علیہا کی طلاق کا مدار بنایا گیا ہے اور جب اس سے نکاح نہیں ہوا نہ اس کے نکاح پر دوسری

عورت کے تزوج کو مرتب کیا گیا تو کلام لغو ہو گیا اور یہ بالکل ایسا ہے جیسا کوئی کسی عورت کو راستہ میں دیکھ کر یہ کہے کہ اگر میں اس عورت کے اوپر کوئی اور نکاح کروں تو ثانیہ کو طلاق۔ یقیناً یہ کلام بالاتفاق لغو ہے کیونکہ وہ اجنبیہ نہ اس کے نکاح میں ہے نہ اس کے نکاح پر دوسرے نکاح کو مرتب کیا گیا۔ اور صورت ثانیہ میں وقوع طلاق کا سبب یہ ہے کہ گواہاں بھی عورت اولیٰ ہنوز اس کے نکاح میں نہیں مگر اس کے نکاح پر دوسرے کے نکاح کا ترتیب ظاہر کر کے ثانیہ کی طلاق کو معلق کیا گیا ہے یہ تعلیق صحیح ہے کیونکہ اس صورت میں ثانیہ کو اولیٰ کے لحاظ سے متزوج علیہا کہنا ہی صحیح نہیں۔

خلاصہ یہ کہ ثانیہ کو اس شرط سے طلاق دی گئی ہے کہ وہ متزوج علی الاولیٰ ہو اور متزوج علی الاولیٰ ہونا اس پر موقوف ہے کہ یا اولیٰ نکاح میں ہو یا اولیٰ کے نکاح پر ثانیہ کے نکاح کو مرتب کیا گیا ہو کیونکہ بغیر اس کے ثانیہ متزوج علی الاولیٰ نہ ہوگی پس عالمگیری کے جزیئہ سابقہ میں عدم وقوع طلاق کا سبب کلام کا لغو ہونا ہے اور امام صاحب اور محمدؒ میں جو اختلاف ہے وہ اس صورت میں ہے جبکہ کلام کے معنی صحیح ہوں کہ اجنبیہ کی طلاق کو خود اس کے نکاح پر معلق کیا گیا ہو اس صورت میں یہ گفتگو ہے کہ اس اجنبیہ کا وقت تعلیق کے موجود ہونا ضرور رکھا ہے یا نہیں اور صورت سوال میں اجنبیہ کے نکاح پر اس کی طلاق کو معلق نہیں کیا بلکہ ثانیہ کی طلاق کو اس بات پر معلق کیا گیا ہے کہ وہ ادلی کے اعتبار سے متزوج علیہا ہو اور جب اولیٰ خود منکوحہ نہیں نہ کلام میں اس کے نکاح پر ثانیہ کا نکاح مرتب ہے تو ثانیہ کو متزوج علی الاولیٰ کہنا غلط ہے، فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔

ظفر احمد عفا عنہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

۲۹ سوال ۴۵

طلاق معلق سے بچنے کا حیلہ (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے غصہ میں اپنی منکوحہ سے یہ کہا کہ اگر تو اپنے باپ کے گھر جاوے گی تو تجھے ہمیں طلاق ہیں اور اب تک وہ اپنے باپ کے گھر نہیں گئی۔ اب دریافت کرنا ہے کہ کوئی صورت ایسی بھی ہے کہ وہ اپنے باپ کے گھر چلی بھی جایا کرے اور طلاق نہ پڑے بقولہ والسلام

احمد حاجی موسیٰ ڈابھیلی

الجواب: صورت مسئلہ میں حیلہ یہ ہے کہ شوہر اپنی اس بیوی کو ایک طلاق

بائن دیدے اور عدت طلاق گزر جانے پر عورت اپنے باپ کے گھر چلی جاوے تو اس جانے سے طلاق واقع نہ ہوگا کیونکہ وہ اس وقت نکاح میں نہیں ہے اور اس جانے سے طلاق معلق کی تعلیق ختم ہو جائے گی کیونکہ کوئی لفظ تعلیق میں تکرار فعل پر حال نہیں نہ استمرار زمان پر اس کے بعد شوہر اس عورت سے نکاح کی تجدید کرے اب نکاح میں آنے کے بعد بھی وہ اپنے باپ کے یہاں آمد و رفت کر سکے گی لانحلال الشرط قال فی الہندیۃ اذا حلف بثلاث تطلیقات ان لا یعلم فلا نا فالسبیل ان یطلقھا واحدة بائنة ویدعھا حتی تنقضی عدتھا ثم یعلم فلا نا ثم یتزوجھا کذا فی السراجیہ (ص ۲۶۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

ظفر احمد عفا عنہ

۱۰ اذ یقعدہ ۴۵ تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ۔

مکمل تعلیق طلاق زوجہ ثانیہ
بجیات زوجہ اول۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین
صورت مسئلہ مندرجہ ذیل کے بارے میں کہ عمر و ملکی رواج کے مطابق
برات بیکر زید کے پاس گیا تو زید نے کہا کہ بغیر تحریر سند طلاق اضافی کے عمر و کو نکاح و خیر
جہیں دو نگاہ بعد چند قیل و قال کے عمرو نے ایک کاتب کو سند تحریر کر نیکی اجازت دی جو
صرف بحرف ذیل ہیں درج کی جاتی ہے۔

من کہ علی افسر شاہ ولد عبد اللہ شاہ قوم سید شہیدی ساکن نرٹان تحصیل مظفر آباد
کا ہوں، چونکہ اس وقت ساتھ قائم عقل و ہوا اس ختمہ یہ سند بیوی جان دختر بیولا شاہ
ساکن موضع بہیکھری والا کی زیر نیکاح خود لاکر تحریر کر دیتا ہوں کہ اگر درمیں حیات عورت تم
مذکورہ کوئی دیگر عورت نکاح کر دوں تو تین طلاق سے طلاق ہوگی وہ عورت ثانیہ سند
مذکورہ الصدر میں زید اور عمر و کا مخالف باس طور ہے کہ زید کا دعویٰ ہے کہ بیوی جان کی تمام
زندگی میں علی افسر شاہ دوسری عورت سے نکاح نہیں کر سکتا اگرچہ بیوی جان کو طلاق ہی
دیدے۔ کیونکہ الفاظ عمرہ صریح ہیں۔ اور زید درمختار کی اس عبارت کو بھی بطور استدلال
پیش کرتا ہے: لان الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاعراض، درمختار۔ وفی
رد المحتار علی ہذا القول لا امرأتہ کل امرأۃ اتزوجها بغیر اذنک فہی
طالق، فطلق امرأتہ طلاقاً بائناً او ثلاثاً شو تزوج بغیر اذنہا طلقت
لانہ لم یتددیمینہ ببقاء نکاح الخ، اور عمر و کا دعویٰ ہے کہ اگر بیوی جان کو
علی افسر شاہ طلاق دیگر دوسری عورت سے نکاح کرے تو جائز ہے عمر و کی حجت و دینی صاحبان
کا فتویٰ ہے ایک مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ سند میں جو عورت کا لفظ ہے یہ لفظ بقاء
نکاح کا فائدہ دیتا ہے اور یہ جو لفظ ہے کہ تین طلاق ہوگی یہ اس کا کنا ایہ ہے جیسے
”طلقت امرأتی من ثلاث تطلیقات“ اور من تبعضیہ ہے حین حیات والی ترکیب
یہ ترکیب اضافی ہے ترکیب اضافی چنداں مفید نہیں ہوا کرتی۔ دوسرے مفتی
صاحب حین حیات کے لفظ پر صاحب ہدایہ وغیرہ کتب فقہ کی تقریر جو لفظ حین پر ہے وہ
بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لفظ حین کی صورت میں یہ حلف چھ ماہ میں ختم ہو جائیگا والا
جو نیت کرے لگا اور درمختار کے ان جزئیات کو بھی بطور استشہاد پیش کرتے ہیں جیسے ”لیعلمنہ
بکل داخ“ میں حالف کے حلف مستحلف کی ولایت کے ساتھ مقید ہے اس طرح علی افسر شاہ

کی یہ حلف بھی بیوی جان کے نکاح کے ساتھ مقید ہے جس طرح حلف کفیل کے اس شہرے
بدون اذن مکفول لہ کے نہ نکلونگا بقائے دین و کفالہ کے ساتھ مقید ہے اس طرح
علی افسر شاہ کے بھی۔ بنکاح بیوی جان مقید ہے، اور مدار الیمین علی العرف۔ بینوا و توجروا۔
درمختار میں ہے جلد ۲ ص ۱۹۱: و مدار الیمین علی العرف۔ بینوا و توجروا۔
الجواب: جس شخص نے حین حیات میں لفظ ”حین“ کو چھ ماہ پر محمول کیا ہے
اس نے بالکل غلط کہا، کیونکہ لفظ ”حین“ کا چھ ماہ کیلئے ہونا لغت عربیہ کے ساتھ مختص
ہے اور وہ بھی اس وقت جبکہ لفظ حین مطابق ہو جیسے یوں کہے، ”واللہ افعل کذا الی حین“
اور جبکہ مضاف ہو تو اس صورت میں کوئی اس کا قائل نہیں کہ لفظ ”حین“ چھ ماہ کیلئے
ہے جیسے لا اکملک حین شبابک مثلاً۔ اور لغت فارسیہ وغیرہ میں اس لفظ کا چھ
ماہ کیلئے ہونا مسلم نہیں، اور جس شخص نے لفظ ”حین حیات“ کی وجہ سے مطلقاً وقوع
طلاق علی الزوجہ الثانیہ کا فتویٰ دیا ہے اس کا قول قضاء صحیح ہے کیونکہ ظاہر اس
لفظ سے یہی ہے وقوع طلاق علی الثانیہ بیوی جان کی حیات پر معلق ہے نہ کہ بقاء
زوجیت پر۔

البتہ اگر علی افسر شاہ اس امر کا دعویٰ کرے کہ میں نے ”حین حیات“ سے تا وقت
حین حیات اور نکاح من کی نیت کی تھی تو وہ حلف واثق کے ساتھ اس نیت کو بیان کرے
تو جواب میں دوبارہ غور کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون

۸ جمادی الاول ۱۳۸۵ھ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس
مشہور نے کہا واپسی زیور کی شرط پر طلاق دوں گا
بیوی اسپر رضا مند ہو گئی تو شوہر نے محرر سے
دو طلاق لکھوائے اگر بیوی زیورات شوہر کے
حوالہ نہ کرے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں

مرد نے محرر کو کہا و دو طلاق دوں گا بشرطیکہ زیورات مجھے دینے پر رضا مند ہو تو بیوی نے
کہا کہ میں زیورات سب دید و نگی یعنی بیوی زیورات دینے پر راضی ہو گئی یعنی قبول کیا
تو شخص مذکور نے محرر کو کہا ”دو طلاق لکھو“ تو محرر نے اسکی اجازت سے دو طلاق لکھ دی

اب اس کے بعد عورت نے زیورات مرد کے حوالہ نہ کیے پس صورت مسئلہ میں شرعاً طلاق واقع ہوگی یا نہیں ؟

اب عرض یہ ہے کہ صورت مسئلہ عنہا میں اس دیار کے علماء کا اختلاف ہے : بعض کا یہ قول ہے کہ طلاق نہ ہوگی، چونکہ یہ تعلیق بالشرط ہے اور شرط معدوم ہے اسلئے مشروط بھی معدوم "اذا فأت الشرط الخ" یعنی شرط حوالہ زیور کو قرار دیتے ہیں، اور یہ بھی قول ہے کہ لکھوانے سے طلاق واقع نہ ہوگی، دلیل یہ پیش کرتے ہیں، "لو اکره على ان يكتب طلاق امرأته فكتب لا تطلق لان الكتاب اقيمة مقام العبارة باعتبار الحاجة والحاجة هنا — اور دوسری جماعت علماء کا یہ خیال ہے کہ لکھوانے سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے۔ "كما قال الشامي : ولو قال للكاتبة : اكتب طلاق امرأتی تکان اقراراً بالطلاق وان لم يكتب" اور دوسری وجہ وقوع طلاق کی یہ ہے کہ مرد کا قول "دو طلاق لکھو اگر زیور دینے پر رضا مند ہو آسمیں صرف قبول مرأۃ پر طلاق واقع ہوگی کیونکہ شرط پائی گئی۔ مشروط بھی مرتب ہونا چاہیے کیونکہ عورت رضا مند ہو گئی تھی اگرچہ حوالہ نہ کیا ہو۔ "كما في البحر نفلا عن الخانية : ولو قال لامرأته انت طالق على ان تعطيني الف درهم فقالت : قبلت تطلق للحال وان لم تعط الفاء. وكذا في الشامي : اذا قال لها : على ان تعطيني كذا فهي تعلیق على فعل مستقبل صالح للمعاوضة فيشترط قبولها ليلزمها المال فصار كأنه علقه على القبول اذ به يحصل غرضه من الطلاق بعوض وتطلق بالقبول وان لم تعطه في الحال" — اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قبول مرأۃ کو شرط قرار دیا ہے چونکہ شرط قبول مرأۃ پائی گئی اسلئے جزاء یعنی وقوع طلاق بھی مرتب ہوگا اور حوالہ زیور شرط نہیں۔ کما یظهر من عبارة المرفوقه۔

اب جناب عالی کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ کون سے فریق حق پر ہے ووقلم تحریر فرمادیں، اگر عدم وقوع والا حق پر ہے تو ان دلائل کا کیا جواب ہوگا جو فریق ثانی نے وقوع طلاق پر پیش کیا؟ فقط والسلام

سائل عبد الکریم ازسندی پرائنگ اسکول۔

علاقہ بہو تھیدنگ ضلع اکیاب۔

تنقیح :- وہ تحریر مجنسہ یا اسکی نقل بھیجی جائے جو محرر نے شوہر کے حکم سے لکھی ہے اس کے بعد حکم بتلایا جائیگا۔ یہ تحریر بھی واپس کی جائے فقط۔

ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون

۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

جواب تنقیح :- حسب تحریر جناب عالی نقل طلاق نامہ روانہ خدمت ہے جو حسب ذیل ہے :-

نقل طلاق نامہ :- باعث تحریر یہ ہے کہ میں عبد الرحمن بن فلاں با ششہ مقام فلاں اقرار کرتا ہوں چونکہ میری بیوی ہندہ اپنے زیور وغیرہ مجھے دیدینے پر رضا مند ہو گئی ہے اسلئے میں دو طلاق دیکر طلاق نامہ کا کاغذ دے رہا ہوں تاکہ عند العداالت مجھے دعویٰ کا حق نہ رہے۔

وخط عبد الرحمن طالق

اب حضور واللہ سے درخواست ہے کہ تحریر فرمادیں کہ قائل بالوقوع کا قول صحیح ہے یا قائل عدم وقوع کا۔ والسلام۔

الجواب :- صورت مسئلہ میں عورت پر دو طلاق واقع ہو گئی ہیں۔

بالدلائل التي ذكرها السائل واما قول من قال : ان الطلاق لو يقع بدليل ما في الشامية وغيره "ولو اكره على كتابة الطلاق الخ فقد سبها سهواً بيئنا، فان الجزئية المذكورة انما هي في الاكراه ولا اكراه هنا. واما قوله ان الطلاق محلق فغلط ايضاً لفقدان حرف الشرط في قوله "دو طلاق لکھو" وفي طلاق نامتہ التي امر بكتابتها وانما كان الشرط قبل ذلك ولا عبرة به حيث لم يقيد ايقاعه به فافهم، والله تعالى اعلم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۸ جمادی الاول ۱۳۸۵ھ

فصل

فی طلاق المریض و الصبی و السكران و المجنون

”اللوح المنقوش فی حکم طلاق المدہوش“ (سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) زید نے اپنی

منکوحہ کو غصہ کی حالت میں یہ کہا کہ میں نے تجھ کو تین طلاق دی، تو مجھ سے پردہ کرے، اس صورت میں تین طلاق پڑیں گی یا ایک؟ ہندوستان میں فرقہ غیر مقلدین کے نزدیک ان لفظوں سے صرف ایک طلاق ہوتی ہے آیا اس قول پر فتویٰ دینا یا ضرورت کے وقت اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے بعد میں یہ دعویٰ کیا کہ میں نے غصہ میں مغلوب العقل ہو کر طلاق دی تھی۔ مغلوب العقل جس کی طلاق شرعاً واقع نہیں ہوتی کسے کہتے ہیں اور طلاق دیکر کوئی شخص مغلوب العقل ہو نیکا دعویٰ کرنے لگے تو اس دعویٰ کے قبول ہونے کی کیا شرطیں؟ (۳) ایسی صورت میں عورت مطلقہ کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟ آیا اس کو شوہر کے اس دعویٰ کا قبول کرنا اور اس کے نکاح میں رہنا جائز ہو گا یا نہیں؟ بیسوا وفقکم اللہ للامر بالصواب ولکم عند اللہ جزیل ثواب۔

الجواب :- (۱) صورت مذکورہ میں آئمہ اربعہ و جماہیر سلف و خلف کے نزدیک تین طلاق واقع ہو گئیں اور منکوحہ زید اس پر حرام ہو گئی اب بدون تحلیل کے ہرگز اس کیلئے جائز نہیں ہو سکتی۔ اور ان لفظوں سے ایک طلاق واقع ہو نیکا فتویٰ بجز گمراہ شخص کے کوئی نہیں دے سکتا فقہاء حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ اگر قاضی اسلام تین طلاق کے ایک ہو نیکا فیصلہ کر دے تو اس کی قضا باطل ہے حالانکہ مسائل مجتہد فیہا میں قضا قاضی سے ایک جانب راجح ہو جاتی ہے مگر اس صورت میں خود قضا باطل ہو جاتی ہے کیونکہ اس مسئلہ میں جن لوگوں نے جمہور امت کا خلاف کیا ہے فقہاء نے ان کے خلاف کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ بوجہ اجماع منعقد ہو جانے کے اس مسئلہ میں اجتہاد

کی گنجائش نہیں رہی۔

قال فی عدة ارباب الفتوی (ص ۲۳) لا یبذل قوله لها انت طالق ثلاثاً طلقت واحدة ولا بفتی بذالك الا من اصل الله تعالى والواقع ثلاث طلاقات وقد بان انت بیونہ کبری لا تحل له الا بعد زوج آخر اه

وفی رد المختار :- (ص ۶۸۸ ج ۲) وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من آئمة المسلمين الى انه يقع ثلاث (الى قوله) وقد ثبت النقل عن اكثرهم صریحاً بايقاع الثلاث ولو يظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال وعن هذا قلنا: لو حکم حاکم بانها واحدة لم ینفذ حکمه لانه لا یسوغ الاجتهاد فيه فهو خلاف الاختلاف اه

وقال الامام النووي فی شرح مسلم (ص ۴۷۸ ج ۱) قد اختلف العلماء فیمن قال لامرأته انت طالق ثلاثاً فقال الشافعی ومالك وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف: يقع الثلاث اه اور جس حدیث سے غیر مقلدین نے وقوع طلاق واحدہ پر استدلال کیا ہے اس کو محقق ابن ہمام نے منسوخ بتلایا ہے اور امام نووی نے بعض کا ضعیف ہونا اور بعض کا مؤول ہونا ثابت کیا ہے لہذا غیر مقلدین کے فتویٰ پر اس صورت میں عمل کرنا ہرگز درست نہیں اور جوابی فتویٰ دے وہ تصریحات علماء حنفیہ کے موافق سراسر گمراہ ہے، فماذا بعد الحق الا الضلال۔

(۲) مغلوب العقل جس کی طلاق واقع نہیں ہوتی وہ ہے کہ جس کی عقل غصہ یا خوف وغیرہ کی وجہ سے جاتی رہی ہو۔ اور اس سے باتیں بہکی بہکی صادر ہونے لگیں اور محنوں جیسے افعال ظاہر ہونے لگیں جیسا کہ بعض لوگ غصہ میں برتن توڑنے پھوڑنے اور دیوار وغیرہ میں سر مارنے لگتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو شخص غصہ وغیرہ میں ایسا تو اس باختر ہو جائے کہ اس پر جنون کے آثار پائے جانے لگیں وہ شرعاً مدہوش ہے اور ایسے مغلوب العقل کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

قال فی الفتاوی الکاملیة: (ص ۲۸) سئلت عن المدہوش هل یعتبر طلاقه فاجیبت، بان المحقق الرملی رفع الیہ سوال عن المدہوش هذا

لفظه سئل في طلاق المدهوش هل هو واقع ام لا وما تعيب المدهوش
وهل القول قوله في الدهش بما جاب عنه بقوله صرح في التتارخانية
فتلا عن شرح الطحاوي بعدم وقوع طلاق المدهوش وكذا المحقق
ابن الهمام في فتحه وكذلك المرجوم العلامة الغزالي في متنه
تنوير الابصار: واعلم انهم اجمعوا على ان غير العاقل لا يقع
طلاقه الا اذا كان زوال عقله بسبب السكر مما هو معصيته فانه
يقع طلاقه زجراله عندنا فدخل في غير العاقل كل من زال عقله
بجنون او عتبه او برسام او اغماء او دهش والمجنون داء معروف (الى ان
قال) والدهش ذهاب العقل من ذهل او وله (الى ان قال) والمدهوش
هنا الذاهب العقل بسبب احدهما فاذا علمت ذلك علمت التسوية في
الحكم بين طلاق المجنون وبين طلاق من ذكر والمجنون اذا عرف انه
جن مرة فطلق وقال عاودني الجنون فتكلمت بذلك وانا مجنون
ان القول قوله بيمينه وان لم يعرف بالجنون مرة لم يقبل قوله كما في الثانية و
التتارخانية وغيرهما فظهر لك من هذا ان المدهوش ان عرف منه الدهش
مرة فالقول قوله بيمينه وان لم يعرف لم يقبل قوله قضاء الابدية
اذ الثابت بالبينة كالثابت عيانا اما ديانته فيقبل لانه اخبر
بنفسه اه قلت: ولا يفتي في ذلك بالديانة لما ثبت ان المرأة في
احكام الطلاق كالقاضي لا يجوز لها ان تصدق الزوج فيما يخالف
الظاهر ولا يحل لها ان تمكنه من نفسها اذا علمت منه ذلك كما سيأتي
اس عبارت سے مغلوب العقل میں، زوال عقل و ذهاب عقل کا شرط ہونا اور اس کا

عنه قال في عدة ارباب الفتوى (ص ۲۸ ج ۱) وما لا يصدق فيه المرأة عند القاضي لا يفتي
فيه كما لا يقضى فيه وقال في شرح نظم النقاية وكما لا يد بينه القاضي
كذلك اذا سمعت منه المرأة او شهد به عندها عدول لا يسعها ان تدينه
لانها كالقاضي لا تعرف منه الا الظاهر انتهى ۱۲ منہ -

بجنون کے مشابہ ہونا صاف مصرح ہے۔

وقال في رد المحتار: (ص ۲ ج ۲) وللحافظ ابن القيم الحنبلي رسالة
في طلاق الغضبان قال فيها: انه على ثلاثة اقسام احدها ان يحصل له
مبادى الغضب بحيث لا يتغير عقله ويعلم ما يقول ويقصده وهذا لا
اشكال فيه. الثاني: ان يبلغ النهاية فلا يعلم ما يقول ولا يريد فلهذا
لا ريب انه لا ينفذ شئ من اقواله. الثالث: من توسط بين المرتبتين
بحيث لو يصير كالمجنون فهذا محل النظر والادلة تدل على عدم نفوذ
اقواله اه ملخصاً من شرح الغاية الحنبلية لكن اشار في الغاية الى مخالفة
في الثالث حيث قال ويقع طلاق من غضب خلافا لابن القيم اه وهذا
الموافق لما عندنا كما مر في المدهوش اه

اس میں تصریح ہے کہ غصہ کے تین درجے ہیں:

ایک یہ کہ: غصہ کے ابتدائی آثار پیدا ہوں اور اسکی عقل متغیر نہ ہو اور جو بات
وہ کہتا ہے اسکو جانتا ہے اور ارادہ سے کہتا ہے اسکی طلاق بلاشبہ واقع ہے۔
دوسرے یہ کہ: غصہ انتہا کو پہنچ جائے حتی کہ اسکو یہ بھی خبر نہ رہے کہ اسکی
زبان سے کیا نکل رہا ہے اور قصد و ارادہ بھی باقی نہ رہے (اور مجنون کی طرح ہو جائے)
اسکی طلاق بلاشبہ واقع نہیں ہوتی۔

تیسرے یہ کہ: اسکی حالت ان دونوں درجوں کے بین ہیں ہو کہ مجنون کی طرح
نہ ہو اور خفیہ کے نزدیک اسکی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے، وبہ قالت الحنابلة ولم
يعتبروا بقول ابن القيو في ذلك، اس کے بعد علامہ شائ نے اپنی ایک رائے
ظاہر کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مغلوب العقل کی طلاق واقع نہ ہونے میں یہ شرط میرے
نزدیک ضروری نہیں کہ اسکو اپنی بات کی خبر نہ رہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور نہ یہ ضروری
ہے کہ ارادہ و قصد بھی باقی نہ رہے بلکہ صرف اتنا کافی ہے کہ اس سے غصہ میں بہکی بہکی
باتیں صادر ہونے لگیں اور بے ڈھنگا پن افعال میں ظاہر ہو۔

ونصفه والذي يظهر لي ان كلا من المدهوش والغضبان لا يلزم فيه
ان يكون بحيث لا يعلم ما يقول بل يكتفى فيه بغلبة الهذيان و

اختلاف الجدل بالهزل كما هو المفتى به في السكران على ما مر ولا ينافيه تعريفا
الدهش بذهاب العقل فان الجنون فنون اه (ص ۴۱ ج ۲)
لیکن یہ علامہ شامی کی ذاتی رائے ہے فتویٰ نہیں ہے کیونکہ اوپر ان کے کلام سے معلوم
ہو چکا ہے کہ قسم ثالث میں حنفیہ کے نزدیک طلاق واقع ہو جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ
مذہب حنفیہ میں مغلوب العقل کی طلاق واقع نہ ہو نیکیلئے عدم شعور و عدم ارادہ بھی شرط ہے
اور آگے چل کر علامہ شامی نے اپنی اس رائے پر خود ہی اشکال توی بھی وارد کیا ہے جس کا جواب
بہت تکلف کر کے دیا ہے۔

ونصفه نعم يشكل عليه ما سياتي في التعليق عن البحر وصرح به
في الفتح والخائنة وغيرهما وهو لو طلق فشهد عنده اثنان انك
استثنيت وهو غير ذاك ان كان بحيث اذا غضب لا يدري ما يقول يقع
طلاقه ولا فلاحاجة الى الاخذ بقوله انك استثنيت وهذا شكل جدا
اس سے صاف ظاہر ہے کہ حنفیہ کے نزدیک غلبہ عقل کیلئے عدم شعور شرط ہے اور علامہ شامی
نے جو اسکو سکران پر قیاس کر کے محض ہذیان اور غلغل افعال کو کافی سمجھا ہے درحقیقت یہ قیاس
مع الفارق ہے لان السكر مزید للعقل عادة فيحكمو باد في القرائن بزوال
العقل بخلاف الغضب ونحوه فانه ليس بمزيل للعقل عادة فلا يحكمو
فيه بزواله الا بقريضة قویة وهو ان يكون بحيث لا يدري ما يقول
ويبقى عديم الشعور وايضا فان طلاق السكران يقع عندنا زجرا له و
طلاق المدهوش لا يقع فقياس احدهما على الآخر غير صحيح فان
الطلاق الصادر عن المكلف لا يحكمو بعده وقوعه الا اذا تحقق انه
صار كالمجنون — اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ فتویٰ منقول پر ہوا کرتا ہے کسی مصنف
کی رائے پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ الا اذا ظهر تأييده بالمنقول، اور تمام کتب
فتاویٰ میں مدہوش کی تعریف میں زوال عقل و ذہاب عقل وغیرہ الفاظ اس پر دال ہیں کہ عدم شعور
بھی اس میں شرط ہے۔

قال في تنقيح الفتاوى الحامدية (ص ۳۸) الدهش هو ذهاب العقل
من ذهل اوله وقد صرح في التنوير والتارخانية وغيرهما بعدم وقوع

طلاق المدهوش فعلى هذا حيث حصل الرجل دهش زال به عقله
وصار لا شعور له لا يقع طلاق والقول قوله بيمينه ان عرف منه
الدهش وان لم يعرف منه لا يقبل قوله قضاء الابينة كما صرح
بذلك علماء الحنفية اه۔

اس میں لفظ "صار لا شعور له" بالکل صاف ہے اور علامہ شامی نے
تنقیح میں اس پر کلام نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک فتویٰ اس پر ہے
کہ مغلوب العقل بے شعور ہونا بھی شرط ہے کیونکہ یہ کتاب علامہ شامی کی "رد المحتار"
کے بعد کی تصنیف ہے پس رد المحتار میں جو رائے مذکور ہے وہ فتویٰ نہیں بلکہ محض
ایک عالمانہ بحث ہے اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اباحت ابن ہمام میں فتویٰ نہیں دیا
جاسکتا (حالانکہ وہ مثل مجتہد ہیں) پس دوسروں کی رائے اور بحث پر فتویٰ کیونکر ہو سکتا ہے
پس جب کوئی شخص طلاق کے بعد مغلوب العقل ہو نیکیا دعویٰ کرے اس کے قبول ہونے کے
لئے سب سے اول شرط یہ ہے کہ طلاق دینے کے وقت غلبہ عقل اور دہش کی جو علامتیں
اوپر مذکور ہوئی ہیں یعنی ہلکی ہلکی باتیں کرنا، افعال میں بے ڈھنگا پن ظاہر ہونا وغیرہ وغیرہ
پائی گئی ہوں اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ میری زبان سے طلاق کا لفظ بے خبری میں نکل گیا تھا
میں نے اس کا ارادہ و قصد نہ کیا تھا اور نہ مجھے شعور تھا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں دوسرے یہ کہ واقعہ
طلاق سے پہلے بھی اسکو ایسا واقعہ پیش آچکا ہو کہ وہ غصہ میں خارج از عقل ہو جاتا ہو
اور لوگ اسکو جانتے ہوں اس صورت میں قاضی شرعی شوہر سے قسم لیکر اسکی بات کو قبول
کرے اور عدم وقوع طلاق کا حکم کر دے اور اگر پہلے کبھی اسکو ایسا واقعہ پیش نہیں آیا یا آیا
مگر لوگ نہیں جانتے کہ غصہ میں یہ شخص خارج از عقل ہو جاتا ہے تو اس صورت میں قاضی
بدون دو گواہوں کے شوہر کا یہ دعویٰ قبول نہ کرے کہ میں مغلوب العقل تھا وقد مرت
حلالہ فیما مر عن الکاملۃ والفتاویٰ الحامدیہ اس پر تلبیہ ضروری ہے کہ
شوہر سے قسم یا گواہ دو ذوں حالتوں میں قاضی شرعی یا حکم لیگا۔ غیر قاضی حکم کے سامنے قسم
کھالینے یا گواہ قائم کر دینے اور اسکے فیصلہ کر دینے سے کچھ نہ ہوگا نہ بیوی اسکے لئے حلال
ہوگی نہ وہ شرعاً مدہوش مانا جائیگا۔

قال في الدر :- قیدنا بتحلیف الحاکم ولا نهما الواصطلاحا علی ان

يخلف عند غير قاض ويكون برئاً فهو باطل لان اليمين حق القاضي مع طلب الخصم ولا عبرة ليمين ولا فكلول عند غير القاضي اهـ (ص ۶۵۲ - ۲ ج)

وفي الهندية :- ولو حلف بطلب المدعي يمينه بين يدي القاضي من غير استحلاف القاضي فهذا ليس بتحليف فان التحليف حق القاضي - كذا في القنية و هكذا في البحر اهـ (ص ۱۰ - ۵ ج) — قلت :- واشترط مجلس القضاء في البيعة لا يخفى على احد - قلت :- ولكن يكفي تحليف المرأة اياه كما ذكره في باب الكنايات قال في الدر :- ويكفي تحليفها له في منزله فان ابى رفعته للحاكم فان نكل فرق بينهما مجتبیٰ اهـ قال الشامي فان نكل اي عند القاضي ان النكول عند غيره لا يعتبر (ص ۷۲ - ۲ ج)

(۳) عورت کیلئے اس صورت میں حکم یہ ہے کہ وہ شوہر کے اس دعویٰ کو قبول نہ کرے کیونکہ مغلوب العقل ہونا عاقل بالغ کی حالت سے خلاف ظاہر ہے اور امور مخالفہ للظاہر میں عورت بمنزلہ قاضی کے ہے کہ جس طرح قاضی کو انہی تصدیق جائز نہیں اس طرح عورت کو بھی تصدیق جائز نہیں۔ پس وہ یہ سمجھے کہ مجھ کو تین طلاق دیدی گئیں اور اب میں اسکے لئے حلال نہیں۔ اور جب تک قاضی شرعی قسم لیکر یا گواہ لیکر یہ فیصلہ کر دے کہ زید مغلوب العقل تھا اور اسکی طلاق واقع نہیں ہوئی اس وقت تک عورت کو اپنے اوپر زید کو قدرت دینا قطعاً حرام ہے۔

قال في تنقيح الفتاوى الحامدية (ص ۱۷۲) وقال في الخانية لوقال انت طالق انت طالق انت طالق وقال اردت به التكرار صدق حياً نتر وفي القضاء طلقت ثلاثاً اهـ - ومثله في الاشباه والحدادی وزاد الزيلعي ان المرأة كالقاضي فلا يحل لها ان تمكنه اذا سمعت منه ذلك او علمت به لا نهى لا تعلم الا الظاهر اهـ والله اعلم وعلمه اتعوا واحكم.

حرره الاحقر ظفر احمد عفا الله عنه ۴ ربيع الثاني ۱۳۴۰ھ

عقل زائل ہو جانے کی صورت میں (سوال) ایک شخص کی والدہ نے انکی زوجہ کو بیچر طلاق واقع نہیں ہوتی گالی دی لہذا اس نے کہا کہ اے والدہ! آپ کیوں مفت میں گالی دیتی ہیں۔ خبردار! اچھا نہ ہوگا اس گفتگو پر اسکی والدہ نے شام کو انکے والد صاحب سے کہا تمہارا لڑکا مجھے ایسی ویسی کہتا ہے ازیں وجہ اسکے والد اور والدہ اور چچا وغیرہ سب نے ملکر انکو

مارنا شروع کیا اس حالت میں اس کے منہ سے "آرے سالہ جاتین طلاق" نکلا تب اس سے پوچھا گیا تم نے طلاق کس کو دی؟ اس نے جواب دیا میں نے تو طلاق کسی کو نہ دی اور میرے منہ سے کیا نکلا معلوم بھی نہیں میں بسبب مار کے بے ہوش تھا ہنوز اسکی زوجہ اس صورت میں مطلقہ ہوگی یا نہ ہوگی؟

الجواب :- قال في العالمين بية :- ولو زال عقله بالضرب او ضرب هو على راسه حتى زال عقله وطلق لا يقع طلاقه كذا في فتاوى قاضی خان اهـ (ص ۵۵ - ۲ ج)

صورت مسئلہ میں اگر شخص مذکور کی عقل ضرب سے زائل ہو گئی تھی جیسا کہ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں بسبب مار کے بیہوش تھا تو اسکی طلاق زوجہ پر واقع نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم حرره الاحقر ظفر احمد عفا الله عنه

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ ۲۶ صفر ۱۳۴۰ھ

نابالغ کی طلاق کا حکم (سوال) ایک مسئلہ دریافت کرتا ہوں فقہ کی کتابوں میں طلاق نابالغ کے عدم جواز کو تحریر کرتے ہیں مگر سرخسی کی ایک روایت جو مسلم البثوث کے اخیر صفحات پر اور (شامی ج ۲ - ص ۲۹۰) باب نکاح الکافر وغیرہ میں نقل کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ عند الحاجة نابالغ کی طلاق صحیح ہے اس عند الحاجة سے عام مراد ہے یا صرف ارتداد اور مجبوب کی صورت کی تخصیص ہے جواب سے مشرف فرمائیں گے یہ روایت سرخسی کی شامی ج ۲ - ص ۳۹۰ پر موجود ہے مسلم البثوث مجتبیٰ کے اخیر میں بھی ہے۔ فقط والسلام۔

بندہ عبد الشکور مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

الجواب :- شامی اور درمختار کی پوری عبارت میں غور نہیں کیا گیا اس سے خود معلوم ہو رہا ہے کہ ابتداء صبی کی طلاق واقع نہیں ہو سکتی ہاں جب ضرورت کے وقت قاضی صبی میں اور اسکی بیوی میں تفریق کر دے تو اس وقت یہ تفریق طلاق شمار ہوتی ہے۔

حتى اذا تحققت الحاجة الى صمة البقاء الطلاق من جهتهم لدفع الضرر كان صحيحاً فاذا اسلمت زوجة والى فرق بينهما وكان طلاقاً عند الج حنیفة ومحمد رحمہما اللہ و اذا ارتد العیاذ باللہ وقعت البینونہ و كان طلاقاً عند محمد الى ان قال وحاصله انه كالبالغ في وقوع الطلاق

منہ بھذہ الاسباب الا انه لا یصح ایقاعہ منہ ابتداءً للضرر علیہ و

مثله المجنون اھ (ص ۶۳۹ ج ۲)

اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ یہ حکم اپنی صورتوں کے ساتھ مخصوص ہے جہاں ضرورت کی وجہ سے قاضی کو تفریق بین الصبی والمجنون و بین زوجتھا کا اختیار دیا گیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سرخسی جواز طلاق من الصبی ابتداءً کا قائل ہیں ورنہ لازم آئیگا کہ جواز طلاق مجنون کے بھی وہ قائل ہوں ولو یقتل بہ احد، واللہ اعلم۔

وصرح الشامی فی باب الطلاق (ص ۶۹۱ ج ۲) بتخصیص هذا الوقوع بالارتداد والجب وقال محشی الدروجزہ احمد اھ۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۲۹ جماد الثانی ۱۲۴۵ھ

نابالغ نہ خود طلاق دے سکتا ہے (سوال) زید نے اپنی بنت صغیر سن کو عمر کے ابن شمس کا ولی دے سکتا ہے صغیر کے ساتھ نکاح کر دیا مرد یا ام کے بعد لڑکی بالغ ہو گئی اور لڑکا نابالغ رہا اب جانبین چاہتے ہیں کہ زید کی کسی کم سن لڑکی سے عمر کے اس لڑکے کی شادی کر لیں پہلی لڑکی کو کون طلاق دے گا (یعنی صغیر طلاق کا مالک ہو گا یا اس کا والد) اس مسئلہ میں حوالہ کتب دینی سے جواب ارشاد فرمائیں بہت سے علماء ممنون ہونگے۔

سائل عبد الصمد مدرسہ محمدیہ نواباڑہ ڈاک خانہ خاص ضلع جسر

الجواب :- جہاں سوہر نابالغ ہے تو اسکی بیوی کو کوئی طلاق نہیں دے سکتا بلکہ اس لڑکے کے بلوغ کا انتظار لازم ہے وہ بالغ ہو کر خود طلاق دے تو وقوع طلاق ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

صرح بہ فی الدد والشمیہ : باب الطلاق بقولہ : والصبی ولو مرأھقاً ای لا یقع طلاقہ ص ۶۹۹ واللہ تعالیٰ اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ مجنون ۱۸ رجب ۱۲۴۸ھ

حکم تفریق زوجہ نابالغ (سوال) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک جوان عورت مسماۃ ہندہ مسلمان قوم نائی ایک مسلمان مرد زید کے ساتھ اپنے شوہر محمود کے گھر سے نکل گئی مسماۃ ہندہ کے شوہر محمود کی عمر اس وقت نو سال ہے مسماۃ ہندہ پانچ چھ مہینہ

کے بعد واپس آئی۔ اسکی واپسی پر محمود نابالغ کا باپ احمد حسین نے اپنے لڑکے کا نکاح اس وقت پڑھا ہے جب محمود کی عمر ۴ سال کی تھی کہتا ہے کہ تو میرے لڑکے محمود کے قابل اور کام کی نہیں ہے، میرے گھر سے نکل جا، وہ نکل گئی، چونکہ مسماۃ ہندہ کے ماں باپ مر چکے ہیں اس وجہ سے وہ آوارہ پھر رہی ہے لوگوں کے کہنے سے مسماۃ آمادہ ہے کہ اگر میرا نکاح کسی مرد جوان سے کر دیا جائے تو پابندی کے ساتھ رہوں گی اور اسکی شوہر کا باپ احمد بھی چاہتا ہے کہ اگر کوئی صورت ایسی ہو کہ جس سے طلاق ہو جائے تو میں خود طلاق دیدوں یا اپنے لڑکے سے دلا دوں لہذا یہ التماس ہے کہ جو مناسب صورت طلاق کی ہو اس سے سرفراز فرمائیں تاکہ اس مسماۃ کو فعل بد سے بچانے کی کوئی تدبیر کی جائے۔ اگر اسکی طلاق نہ ہوئی تو جن لوگوں نے اسلامی ہمدردی اور ایک مسلمان عورت کو اب سے عزت بچانے کیلئے اپنے یہاں رکھ لیا ہے انکو کیا کرنا چاہیئے؟ ان میں مسماۃ کی کفالت کرنیکی قدرت نہیں ہے اور چند روز سے مسماۃ ہندہ کے شوہر کا باپ احمد بھی غریب ہو گیا ہے خود نان شبینہ کا محتاج ہے محمود لڑکا کمزور ہے مزدوری کے قابل نہیں ہے اگر امداد کر کے احمد سے کہا بھی جائے کہ تو رکھ لے تو وہ اس وجہ سے اور بھی رکھنے سے مجبور ہے کہ وہ اپنی برادری سے علیحدہ کر دیا جائیگا۔ کمترین عبد السلام عفی عنہ از کانپور محلہ نجباغ ۹ جمادی الثانی ۱۲۴۵ھ

الجواب : نابالغ بچہ کی طلاق واقع نہیں ہو سکتی اور خسر بھی طلاق کا اختیار نہیں رکھتا جب وہ لڑکا نابالغ ہو جائے پھر اسکو اختیار ہے چاہے اس عورت کو رکھے یا نہ رکھے اور جب وہ عورت جوان ہے تو اس کا نان و نفقہ خاوند کے ذمہ سے بشرطیکہ وہ خود خاوند کے گھر سے نہ جائے اور اگر خود کہیں چلی جائے تو اسکو نفقہ نہ ملے گا ہاں چلی جائے بعد پھر واپس آجائے تو پھر نفقہ کی مستحق ہوگی۔ اور اگر وہ عورت خاوند کے گھر رہنا چاہے اور خسر نکال دے تو اس صورت میں عورت کا نفقہ واجب رہیگا اور اگر صغیر مفلس ہے تو اسکی زوجہ کا نفقہ صغیر کے باپ پر ادا کرنا لازم ہے اگر ہندوستان میں قاضی اسلام ہوتا تو اس صورت میں وہ خسر کو بہو کے نفقہ پر مجبور کرتا یعنی اس نابالغ کے باپ کو اس صغیر کی بیوی پر نفقہ خرچ کر نیک حکم کیا جاتا اور کہہ دیا جاتا کہ بعد بلوغ کے لڑکے سے نفقہ کا رجوع کرے اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ باپ نے صغیر کی بیوی کے نفقہ کی ضمانت نہ کی ہو، اور اگر وہ ضامن بن گیا ہو خواہ تو لا صریحاً یا عرفاً دلالت لان المعروف کا مشروط تو خود باپ ہی کے ذمہ اس صورت میں نفقہ عورت صغیر کا واجب ہوگا۔ اور ہندوستان کا عرف یہی ہے کہ اگر لڑکی بالغ ہو جائے اور لڑکا نابالغ ہو تو لڑکے کا باپ اپنی بہو کے نفقہ کا ضامن ہوتا ہے۔

قال في الشاميه عن الخانيه وكانت كبيرة وليس للصغير مال لا يجب على الاب نفقتها ويستدين الاب عليه ثم يرجع على الابن اذا اليسراه وفي الحاكم فان كان صغيراً لا مال له لم يؤخذ ابوه بنفقة زوجته الا ان يكون ضمنها اه ومثله في الزيلعي وغيره قلت وهو مخالف لما سيذكره الشارح في باب النفقة من الفروع حيث قال وفي الدر المختار والمفتي ونفقة زوجة الابن على ابيه ان كان صغيراً فقيراً او زمناً اه اللهم الا ان يحمل ما سيأتي على انه يومر بالانفاق ليرجع بما انفقه على الابن اذا اليسراه ونفقة وفي الدر في باب النفقة ويجبر الاب على نفقة امرأة ابنه الغائب وولدها وكذا الامر على نفقة الولد لترجع بها على الاب اه وناق له الشامي بما قال انفا ان معناه الامر بالانفاق (ص ۱۱۹ ج ۲)۔

اور جب قاضی اسلام نہیں تو عورت یا تو برادری اور پچائیت کے سامنے یہ واقعہ پیش کرے یا عدالت موجودہ میں خسر پر نان و نفقہ کا دعویٰ دائر کرے یا صبر کرے باقی یہ جو سائل نے لکھا ہے کہ اگر طلاق کی کوئی صورت نہ ہوئی تو عورت آوارہ ہو جائیگی۔ اسکی ہم ذمہ دار نہیں جبکہ ان بلاد میں قاضی اسلام نہیں اگر قاضی اسلام ہوتا تو ہم اسکی تدبیر یہی بتا دیتے اور پچائیت کا فیصلہ نہایت ظلم پر مبنی ہے کہ وہ خسر کو بہو کے نفقہ و سکنی سے روکتی ہے اسکی شرارت کی سزا کچھ اور دی جائے اسکے حق نفقہ و سکنی کو کیوں باطل کیا جاتا ہے خسر کو لازم ہے کہ پچائیت کے اس فیصلہ کی پرواہ نہ کرے اور بہو کو اپنے گھر رکھ کر نفقہ دے۔

فقط مولوی عبد الکریم بقلم ظفر احمد عفا عنہ

۲۵ ج ۲ ۲۵

فصل في طلاق الثلاث واحكامه

مطلقة ثلاثه كاحكم

(سوال)

ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی پھر اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے جب تک عورت کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ نہ ہو جائے اور اس سے طلاق نہ ملی پہلے کے ساتھ نکاح جائز نہیں لیکن کیا دوسرے نکاح کے ساتھ صحبت بھی شرط ہے اگر عورت انکار کرے یا مرد خود نہ چاہے یا اسی وقت دوسرے کے ساتھ نکاح کر کے طلاق دلوادیں اور پہلے شوہر کے ساتھ اسی وقت نکاح کر دیں کسی طرح صحیح جائز ہے؟

الجواب :- اگر تین طلاق دیدی ہیں تو جب تک دوسرا شوہر اس عورت سے صحبت نہ کرے اس وقت تک حلال نہیں ہیں پہلے شوہر سے نکاح جب درست ہے جبکہ دوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دے اور طلاق کے بعد عدت بھی گزر جائے۔ واللہ اعلم۔

ظفر احمد عفا عنہ ۲۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۰

ایک وقت میں تین طلاق دینے سے

(سوال)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تین طلاقیں واقع ہو گئیں حافظ رجب نے ۲۴ نومبر ۱۳۸۰ء کو بحالت غصہ اپنی بیوی کو بہت آدمیوں کے سامنے چار مرتبہ اسطور سے طلاق دی کہ تین مرتبہ اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہا کہ "تجھ کو طلاق دیا"، "تجھ کو طلاق دیا"، "تجھ کو طلاق دیا" اور ایک مرتبہ نام لیکر کہا کہ "فلانہ تجھ کو سم نے طلاق دیا" درمیان میں لوگوں نے ہر چند سمجھایا اور منع کیا ایسا نہ کرو۔ زبان بند کرو۔

ورنہ بعد میں افسوس کرو گے مگر اس نے ایک نہ مانا اور طلاق دی ہے۔ حافظ رجب مذکور کی مطلقہ طلاق پانے کے بعد ایک روز زوج کے گھر دوسروں کی نگرانی میں رہی دوسرے روز اپنے باپ کے گھر چلی گئی اور اب تک اپنے باپ کے گھر میں ہے ہر چند لوگوں کے اغواء سے حافظ رجب نے غیر مقلد علماء سے استفتاء کیا چنانچہ انہوں نے اپنے اعتقاد کے مطابق لکھ دیا کہ ایک ہی طلاق ہوئی اور رجوع ممکن ہے اسی فتویٰ کی بہانے پر حافظ رجب نے ۱۴ فروری ۱۳۸۱ء کو چند آدمی جمع کر کے یہ کہا کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی تھی تم لوگ گواہ رہو کہ میں رجعت کرنا نہیں اور مطلقہ سے اس سے ملاقات تک نہیں اسلئے کہ وہ اپنے باپ کے گھر میں ہے اور اس لفظی رجعت

کے وقت بھی اقرار طلاق بدون حالت غصہ موجود ہے کیونکہ زوجین ہمیشہ سے حنفی المذہب ہیں، اسلئے بر بناء مذہب حنفیہ جو حکم شریعت ہو بحوالہ عبارت کتب جواب شافی سے مابور عند اللہ و ممنون عند الناس ہونگے۔ المستفی۔ بچی نداف سوامہ محلہ ابوجلم پٹی ضلع الہ آباد۔

الجواب :- صورت مذکورہ میں ائمہ اربعہ و جمہور سلف و خلف کے نزدیک تین طلاق واقع ہو گئیں اور منکوحہ حافظہ رجب ہمیشہ کیلئے اس پر حرام ہو گئی اب بدون تحلیل کے ہرگز اس کیلئے حلال نہیں ہو سکتی اور اس صورت میں ایک طلاق واقع ہو نیک فتویٰ بجز گمراہ شخص کے کوئی نہیں دے سکتا۔

قال: فی عدة ارباب الفتوی (ص ۲۳): ولا یبذل قوله لها: انت طالق ثلاثا طلاقا واحدة ولا یفتی بذلك الا من اضله الله تعالى. والمواقع ثلاث طلاقات وقد بان ان بینونة کبری لا تحل له الا بعد زوج آخر اه

وفی رد المحتار: (ص ۲۸۸ ج ۲): وقد ذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلاث (الى ان قال) وقد ثبت النقل عن اكثرهم صریحا بايقاع الثلاث ولو بظهر لهما مخالفت فماذا بعد الحق الا الضلوع وعن هذا قلنا لو حکم حاکم بانها واحدة، لو نفذ حکمہ، لانه لا یسوغ الاجتهاد فهو خلاف لا اختلاف اه

پس صورت مذکورہ میں غیر مقلدین کے فتویٰ پر عمل کرنا بزرگ جائز نہیں۔ واللہ اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۸ جمادی الآخر ۱۳۵۷ھ

طلاق کنایہ کے ساتھ طلاق صریح (سوال) کیا حکم ہے اس معاملہ میں شریعت مظہرہ کا ملکہ تین طلاق واقع ہو گئیں کہ زید اپنی بیوی ہندہ سے کسی وجہ سے ناخوش ہو گیا اور اس نے

غصہ کی حالت میں ایک خط اپنی ساس اور بیوی کے نام لکھا۔ زید نے کوئی تاریخ نہیں لکھی اور نہ مضمون خط کے آخر میں اپنا دستخط کیا لیکن خط کے مضمون میں ایک مقام پر اپنا نام ظاہر کر دیا ہے اور اس میں مطلق شبہ نہیں ہے کہ مذکورہ خط زید کا لکھا ہوا ہے زید اپنی ساس کو برا بھلا لکھنے کے بعد اپنی بیوی کو لکھتا ہے "اگر تُو بھر پانی ملے تو ڈوب مرو، منہ کالا کر کے نکل جاؤ، میں تم سے عاجز تم مجھ سے بیزار میں تم سے ہمیشہ کیلئے الگ تم سے نفرت تم اپنا انتظام کر لو، مجھ سے اب

کوئی مطلب نہیں۔ خبردار! آج کی تاریخ سے مجھ کو غیر سمجھ کر (جیسا کہ تم نے آجکل سمجھا ہے) کوئی خط مت لکھنا میں تمہارا خط دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا، مجھ کو آج معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے باپ کا بدلہ لینا چاہتی ہو اگر تم بدلہ لو گئی تو میں بھی باپ کا بیٹا ہوں بیٹی نہیں ہوں تم ضرور بدلہ لو۔ میں نے تم کو آزاد کر دیا اپنے باپ سے لکھ کر ملے کر لو اور جس دن کہو میں آکر باضابطہ آزاد کر دوں اور قطع تعلق کر لوں میرے لئے تو قطع تعلق ہو گیا میں تو بیزار ہوں۔ اچھا ہے کہ تم الگ ہو جاؤ اور دوسرا عقد کر لو؟

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مضمون مندرجہ بالا سے کیا طلاق واقع ہو گئی اور اگر ہوئی تو رجعی ہے یا بائن؟ اگر رجعی ہے تو کس شکل سے اور کس مدت کے اندر رجعت ہو سکتی ہے۔ اور اگر بائن طلاق پڑ گئی تو ہندہ کیلئے اب کیا حکم شریعت ہے؟

السائل شیخ محمد زکریا ساکن پچھلی شہر ضلع جونپور

الجواب :- صورت مسئلہ میں زید نے متعدد الفاظ کنایات طلاق میں سے استعمال کئے ہیں مثلاً "منہ کالا کر کے نکل جاؤ" "میں تم سے ہمیشہ کیلئے الگ ہوں" "اپنا انتظام کر لو" "مجھ سے کوئی مطلب نہیں" ان سب کے بعد اس نے لکھا ہے "میں نے تم کو آزاد کر دیا" جو کہ اردو میں طلاق کیلئے صریح ہے۔ پھر لکھا ہے: "میرے لئے تو قطع تعلق ہو گیا" یہ بھی ارادہ طلاق کا مؤید ہے، لہذا صورت مذکورہ میں اگر زید اقرار کرے کہ یہ خط اس کا لکھا ہوا ہے تو ہندہ پر تین طلاق مغلظ پڑ گئیں اب بدون حلالہ کے زید سے نکاح درست نہیں۔

وفی العالمگیریہ :- والحق ابو یوسف بخلیۃ اربعۃ اخری ذکر منها فارقۃ فی وفی الفتاوی :- لم یبق بینی و بینک عمل و فوی یقع و لو قال ابعدي عني و فوی الطلاق یقع۔

وفی مجموع النوازل :- لو قال لها: اذهبي الى جهنم و فوی الطلاق یقع ولو قال: اعتقتک طلقت بالنیۃ اه (ص ۶۹ و ۷۰ ج ۲)

وفیه :- لا یقع بها ای بالکنایات الطلاق الا بالنیۃ او بدلالة حال اه قلت :- وفي الصورة المسئلة دلالة الحال شاهدة بارادة الطلاق - واللہ اعلم ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲ رمضان ۱۳۵۷ھ

یکبارگی تین طلاق دیدینے سے تین طلاق واقع ہو جائیگا
بیان اور اسکی تحقیق اور اعتراضات کا جواب

(سوال) صحیح مسلم میں ابن عباس

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ رسول صلی اللہ

علیہ وسلم اور زمانہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دو برس تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں
بھی جاری تھا کہ کوئی شخص یکبارگی تین طلاق دیتا تھا تو وہ ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا تو مولانا
صاحب وہ ایک طلاق شمار کر نیکی علت کیا تھی کیا سب سے ایک ہی طلاق ہوتا تھا جس سے ایک
طلاق قائم کیا جاتا تھا۔ اسکی دلیل بھی تحریر فرمادیں کیونکہ غیر مقلدین اس حدیث کے اوپر دلیل
پکڑتے ہوئے حنفی کو گمراہ کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حنفی کی کوئی دلیل قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے
۱۔ حنفی لوگوں کی ایک جلسہ میں تین طلاق کا دینا وہ طلاق تین واقع ہونا کون سی آیت
اور کون کون سی حدیث شریف سے ثابت ہے وہ آیت اور حدیث شریف تحریر فرمائیں؟

۲۔ یہ حدیث جس کا اشارہ تحریر ہے یہ حدیث ناسخ ہے یا منسوخ ہے؟
۳۔ جو لوگ تین طلاق دیکر ایک قائم کر کے عورت کو رکھ لیتے ہیں انکو قیامت کے دن عذاب
ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو اسکی دلیل کیا ہے؟
۴۔ حدیث مذکورہ صحیح ہے یا غیر صحیح؟
۵۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس حدیث کے خلاف حنفی عمل کرتے ہیں تو ان کو عذاب
ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- قال الله تعالى: الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ فَاِمْسَاكِ بِمَعْرُوفٍ اَوْ
تَسْرِيحٍ بِاِحْسَانٍ اِلَى اَنْ قَالَ: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ
زَوْجًا غَيْرًا۔ قال الحافظ في الفتح: قال القرطبي: وجه الجمهور
في اللزوم من حيث النظر ظاهرة جداً وهو ان المطلقة ثلاثاً لا تحل للمطلق
حتى تنكح زوجاً غيره ولا فرق بين مجموعها ومفرقها لغةً وشرعاً وما
يتخيل من الفرق صوري الغاء الشرع اتفاقاً في النكاح والمعتق والاقارب
اه (ص ۳۱۸)

قلت: وقد اخرج الطبري في تفسيره عن انس وعن ابی هريرة وعائشة
وابن عباس وابن عمر كلهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الرجل
يطلق زوجته ثلاثاً ثم تزوج برجل آخر هل تحل للاول قال لا حتى

يذوق عسيلتها وتذوق هي من عسيلته وهو حديث مشهور ومطلق لم يفرق
فيه بين المجموع والمفترق۔ وخرج البخاري حديث امرأة رفاعه انھا قالت
طلقتني رفاعه (الى) ثلاث تطلقا واني نكحت بعده عبد الرحمن
وفيه قول عليه الصلاة والسلام لا حتى يذوق عسيلتك وتذوق
عسيلته۔ وخرج البخاري عن عائشة: ان رجلاً طلق امرأته ثلاثاً فترجعت
فطلق فسئل النبي صلى الله عليه وسلم اتحل للاول قال لا حتى يذوق
عسيلتها كما ذاق الاول۔ (فتح الباري ج ۲)
قال الحافظ: فالتمسك بظاهر قولها طلقها ثلاثاً فانه ظاهر
في كونها مجموعة اه۔

وقال النووي: واجتج الجمهور بقوله تعالى: ومن يتعد حدود
الله فقد ظلم نفسه لا تدري لعل الله يحدث بعد ذلك اه
قالوا: معناه: ان المطلق قد يحدث له ندم فلا يمكنه تداركه لوقوع
البينونة فلو كانت الثلاث لم يقع طلاقه هذا لا رجعيًا فلا يندم
واحتجوا ايضا بحديث ركانة انه طلق امرأته البتة فقال له النبي
صلى الله عليه وسلم: الله ما اردت الا واحدة قال الله ما
اردت الا واحدة فهذا دليل على انه لو اراد الثلاث لوقعن والا
فلم يكن لتحليفه معنى اه (ص ۴۷۸ ج ۱)

واخرج ابو داود بسند صحيح من طريق مجاهد قال: كنت ابن
عباس فجاءه رجل فقال له انه طلق امرأته ثلاثاً فسكت حتى ظننت انه
سيردها اليه فقال ينطلق احدكم فيركب الاحموقه ثم يقول يا ابن عباس!
يا ابن عباس! ان الله قال: ومن يتق الله يجعل له مخرجاً.... وانك
لم تتق الله۔ فلا أجد لك مخرجاً عصيت ربك وبانت منك امرأتك اه
كذا في الفتح (ص ۳۱۶ ج ۸)

قلت: وزاد الطبري ثم قرأ ابن عباس قوله تعالى: يا ايها النبي
اذا طلقتم النساء فطلقوهن في قبل عدتهن اه وخرج الطبري

بسند صحيح عن الزهري في قصة فاطمة بنت قيس فقالت فاطمة بيني وبينكم كتاب الله قال الله جل ثناؤه: فطلقوهن لعدهن حتى بلغ لعل الله يحدث بعد ذلك امرا قالت: فان امر يحدث بعد الثلاث وانما هو في مراجعة الرجل امراته اه ملخصا ص ۸۷ ج ۱ - واخرج عن الحسن وعكرمة بسند صحيح يقولان المطلقة ثلاثا والمتوفى عنها زوجها لا سكنى لها ونفقة قال فقال عكرمة: لعل الله يحدث بعد ذلك امرا فقال ما يحدث بعد الثلاث اه ص ۸۸ ج ۲۸ - واخرج الطبري في تفسير قوله تعالى: الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان ع عن عروة بن الزبير وقادة وابن زيد وغيرهم قالوا كان الطلاق قبل ان يجعل الله

الطلاق ثلاثا ليس له ان يطلق الرجل امراته مائة ثم ان اراد ان يراجعها قبل ان تحل كان ذلك له فجعل الله الطلاق ثلاث تطليقات اه ملخصا واسانيد صاحب - وقال السيوطي في الدر المنثور (ص ۳۷ ج ۱) واخرج الترمذي وابن مردويه والحاكم وصححه والبيهقي في سننه عن عائشة انها قالت: كان الناس والرجل يطلق امراته ماشاء الله ان يطلقها وهي امراته اذا ارتجعها حتى نزل القرآن: الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان - واخرج ابن مردويه والبيهقي عن عائشة قالت: لم يكن للطلاق وقت يطلق امراته ثم يراجعها ما لم تنقض العدة فانزل الله فيه الطلاق مرتان فوقت لهم الطلاق ثلاثا يراجعها في الواحدة وفي اثنتين وليس في الثالثة رجعة حتى تنكح زوجا غيره - واخرج ابوداؤد والنسائي والبيهقي عن ابن عباس ان الرجل كان اذا طلق امراته فهو احق برجعتها وان طلقها ثلاثا فنسخ ذلك فقال: الطلاق مرتان اه قلت: وقواه الحافظ في الفتح (ص ۲۱۷ ج ۸) قال السيوطي واخرج مالك والشافعي وابوداؤد والبيهقي عن محمد بن اياس بن البكير قال طلق

رجل امراته ثلاثا قبل ان يدخل بها ثم يد له ان ينكحها فجاء يستفتي فذهبت معه اسأل له فسأل ابا هريرة وعبد الله بن عباس عن ذلك فقالا: لا نرى ان تنكحها حتى تنكح زوجا غيره قال انما كان طلاقا اياها واحدة قال ابن عباس: انك ارسلت من يدك ما كان لك من فضل اه (ص ۲۷۸ ج ۱) قلت: - واحاديث مالك صحاح اخرج محمد في موطاه (ص ۲۵۹) عن مالك عن الزهري عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان عن محمد بن اياس بن البكير وكلهم ثقات لا يسأل عن مثلهم - واخرج مالك انه بلغه ان رجلا قال لابن عباس اني طلقت امرأت مائة تطليقة فماذا ترى علي فقال له ابن عباس: طلقت منك بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بها ايات الله هزوا مالك انه بلغه رجلا جاء الى ابن مسعود فقال اني طلقت امرأت بمائة تطليقات فقال ابن مسعود فماذا قيل لك قال قيل لي انها قد بانت مني فقال ابن مسعود: صدقوا اه (ص ۱۹۹) قلت: وبلاغات مالك صحاح كما تقرر عند المحدثين. والجواب عن حديث طاؤس عن ابن عباس الذي اخرجه مسلم وغيره بوجوه الاول ان حديث طاؤس هذا خالف فيه العدد الكثير من اصحاب ابن عباس وهي طريقة البيهقي فانه ساق الروايات عن ابن عباس بلزوم الثلاث ثم نقل عن ابن المنذر انه لا يظن بابن عباس انه يحفظ عن النبي صلى الله عليه وسلم شيئا ويفتي بخلافه فتعين المصير الى الترجيح والاخذ بقول الاكثر اولى من الاخذ بقول الواحد اذا خالفهم - وقال ابن العربي هذا حديث مختلف في صحته فكيف يقدم على الاجماع اه كذا قال الحافظ في الفتح (ص ۳۱۷ ج ۸) وفي زاد المعاد لابن القيم قال البيهقي فهذه رواية سعيد بن جبير وعطاء بن ابي رباح ومجاهد وعكرمة وعمرو بن دينار ومالك بن الحارث ومحمد بن اياس بن البكير قال وروينا عن معاوية بن ابي عياش الانصاري كلهم عن ابن عباس انه اجاز

الثلاث وامضاهن اھ (ص ۲۵۸ ج ۲) - الثاني دعوى الاضرار اب
قال القرطبي في المفهم وقع فيه مع الاختلاف على بن عباس الاضرار اب
في لفظه وظاهر سبابة يقتضي النقل عن جميعهم ان معظمهم
كانوا يرون ذلك والعادة في مثل هذا ان يفسوا الحكم وينتشر
فكيف ينفر دبه واحد عن واحد قال فهذا الوجه يقتضي التوقف
عن العمل بظاھرہ ان لم يقتض القطع ببطلانه اھ كذا قال الحافظ
في الفتح (ص ۳۱۸ ج ۸) قلت :- ودليل الاضرار ان اباداؤد
اخرجه بلفظ اما علمت ان الرجل كان اذا طلق امرأته ثلاثا قبل
ان يدخل بها جعلوها واحدة قال الحافظ فتمسك بهذا السياق
من اعلى الحديث اھ (ص ۳۱۸ ج ۸) الجواب الثالث : انه ورد
في صورة خاصة فقال ابن سريج وغيره يشبه ان يكون ورد في تكرير اللفظ
كان يقول انت طالق انت طالق انت طالق وكانوا اولا على سلامة
صدورهم يقبل منهم انهم ارادوا التاكيد فلما كثر الناس في
زمن عمر وكثر فيهم الخداع ونحوه مما يمنع قبول من ادعى التاكيد
جعل عمر اللفظ على ظاهر التكرار فامضاه عليهم - وهذا الجواب
ارتضاه القرطبي وكذا قال النووي بهذا الصواب (فتح ۳۱۸ ج ۸)
الجواب الرابع :- حمل قوله ثلاثا على المراد بها لفظ البتة كما في حديث
ركانة سواء وهو من رواية ابن عباس ايضا فكان بعض رواية حمل
لفظ البتة على الثلاث لاشتغال التسوية بينهما فرواها بلفظ
ثلاث وانما المراد لفظ البتة وكانوا في العصر الاول يقبلون ممن
قال اردت بالبتة الواحدة فلما كان عهد عمر امضى الثلاث في
ظاهر الحكم اھ كذا قال الحافظ في الفتح (ص ۳۱۸ ج ۸) وحاصل
هذا الجواب عندنا ان لفظ البتة كان في العصر الاول من الكنايات
لم يكن صريحا في ارادة التحريم المغلظ فيقبل ممن قال اردت به واحدة
فلما كان عهد عمر تتابع الناس في استعمال هذا اللفظ وصار كالصرح في

معنى الحرمة المغلظة وامضى عمر به الطلاقات الثلاث والحقه بقول
القائل انت طالق ثلاثا لعرف اهل زمانه يؤيده ما اخرجہ مالك عن
يحيى بن سعيد عن ابى بكر بن حزم : ان عمر بن عبد العزيز قال : البتة ما
يقول الناس فيها قال ابو بكر فقلت له كان ابا بن عثمان يجعلها واحدة
فقال عمر بن عبد العزيز لو كان الطلاق الغاما ابقت البتة منه شيئا
من قال البتة فقد رمى الغاية القصوى ومالك عن ابن شهاب ان مروان
بن الحكم كان يقضى في الذي يطلق امرأته البتة انها ثلاث تطليقات
ومالك عن ابن شهاب يقول في الرجل يقول لامرأته برأت مني و
برأت منك انها ثلاث تطليقات بمنزلة البتة اھ (ص ۳۱۸ ج ۸) مؤطا مالك :-
فهذه كلها تدل على ان لفظ البتة كان عندهم بمنزلة الطلاقات الثلاث
عرفا - فان قلت : فلما انعقد الاجماع على كون البتة ثلاثا فلم
خالف الحنفية فيه ؟ قلنا :- كان سبب الاجماع عرف اهل زمانهم
والا فهذا اللفظ في الاصل من الكنايات فلما تغير العرف في زمن ابى حنيفة
تغير الحكم ايضا وعاد الى اصله وعلى هذا فمعنى قول ابى الصهباء
لا بن عباس اتعلم انها كانت الثلاث تجعل واحدة على عهد رسول
الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وثلاثا من امارة عمر قال ابن عباس
نعم : يعني اتعلم ان لفظ البتة الذي يراد به الان الطلاقات الثلاث
كانت تجعل واحدة في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وصدرامن
خلافة عمر قال ابن عباس فلما كان في عهد عمر تتابع الناس في الطلاق
فاجازه عليهم يعني تتابع الناس في الطلاق في الثلاث هذا والله تعالى اعلم -
تبيين طلاق ديني سے تین طلاق واقع ہو نیکی دلیل حق تعالیٰ کا یہ قول ہے ۔ اَلطَّلَاقُ
مَرَّتَانٍ فَاِمْسَاكِ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيحٍ بِاِحْسَانٍ ۔ اِلٰی قَوْلِهِ ۔ فَاِنْ طَلَّقَهَا
فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۔ یعنی طلاق رجعی دو طلاق ہیں اسکے
بعد یا تو تاقعدہ کے موافق بیوی کو روک لے یا خوبی سے علیحدہ کر دے ۔ آگے ارشاد ہے کہ ”دو کے
بعد اگر دوسری طلاق دی تو وہ عورت اب شوہر کیلئے حلال نہ رہے گی جب تک وہ کسی دوسرے

سے نکاح نہ کرے، اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاق کے بعد حرمت منغلظ ثابت ہو جاتی ہے خواہ ایک مجلس میں دی یا الگ الگ دو مجلسوں میں کیونکہ الفاظ آیت کے مطلق ہیں اور احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم مطلق ہی ہے جیسا کہ آئندہ آئیں گے۔ دوسری دلیل حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے "ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلک امراً" جو کوئی خداوندی حدود سے تجاوز کرے اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اے (طلاق دینے والے) شخص تجھ کو کیا معلوم ہے شاید حق تعالیٰ اسکے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دیں (یعنی شاید طلاق کے بعد تجھ کو ندامت ہو اور تو بیوی کو رکھنا چاہے اسلئے حد سے آگے نہ بڑھے) اور طلاق رجعی کی حد پہلی آیت میں معلوم ہو چکی ہے کہ دو تک ہے) پس اگر تین طلاق دینے سے ایک ہی واقع ہوا کرے تو لازم آتا ہے کہ حد سے تجاوز کرنے میں اس کو کچھ بھی ندامت نہ ہو حالانکہ آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ حد سے تجاوز کرنے والا اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ اور شاید بعد میں اس کو ندامت ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاق دینے سے تین ہی پڑتی ہیں اور جو تفسیر ہم نے ان آیات کی بیان کی ہے احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو:

(۱) طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت انس والوہریرہ و حضرت عائشہ و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دی ہوں پھر اس نے دوسرے شخص سے نکاح کیا ہو اور اس نے بھی طلاق دیدی ہو تو وہ پہلے کیلئے حلال ہو گئی یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ جب تک وہ اس کا مزہ نہ چکھے اور عورت اس کا مزہ نہ چکھے یہ حدیث مشہور ہے جس میں حضور نے تین طلاق کا حکم عام بیان فرمایا ہے خواہ تینوں ایک مجلس میں دی گئی ہوں یا الگ الگ۔

(۲) بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دیں پھر اس نے نکاح کیا پھر اس (دوسرے) نے بھی طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ وہ پہلے شوہر کیلئے حلال ہو گئی یا نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ دوسرا بھی اس کا مزہ نہ چکھے جیسا کہ پہلے نے مزہ چکھا ہے۔ عافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس میں لفظ طلقاً ثلاثاً سے ظاہری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تینوں

طلاق ایک دم سے دی گئی ہیں (ص ۳۲۱ ج ۸)۔

(۳) رکانہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو لفظ البتہ سے طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم قسم کھا کر کہہ سکتے ہو کہ تم نے صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی رکانہ نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ اگر رکانہ نے تین طلاق کی نیت کی ہوتی تو تینوں واقع ہو جاتیں اگر تین کی نیت سے بھی ایک ہی واقع ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رکانہ سے قسم لینا بیکار ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم ص ۴۴۲ (۴) ابو داؤد نے بسند صحیح مجاہد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اس نے کہا کہ میں نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دی ہیں ابن عباس نے (کچھ دیر) سکوت کیا جس سے مجھے گمان ہوا کہ شاید وہ اس کی بیوی کو اسی کی طرف واپس کر دینگے مگر ابن عباس نے فرمایا کہ بعض لوگ جا کر حماقت کرتے ہیں پھر آکر (مجھے) پکارتے ہیں۔ اے ابن عباس! اے ابن عباس! حالانکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "ومن یتق الله یجعل له مخرجاً" جو شخص خدا سے ڈرے گا حق تعالیٰ اس کے لئے راستہ نکال دینگے اور تو نے خدا سے خوف نہیں کیا اسلئے میں تیرے واسطے کوئی راستہ نہیں پاتا تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی (فتح ص ۳۱۶) اور طبری کی روایت میں اتنی اور زیادتی ہے کہ ابن عباس نے یہ آیت پڑھی "یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن فی قبل عدتھن اھ"۔ اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اس شخص نے تین طلاق ایک مجلس میں دی تھیں کیونکہ متفرقاً تین طلاق دینا معصیت نہیں ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ یاس وجہ یہ فرمایا کہ تیری بیوی تجھ پر حرام ہو گئی اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاق ایک مجلس میں ایک دم سے دی جائیں تو وہ واقع اور لازم ہو جاتی ہیں۔ (۵) طبری نے سند صحیح کے ساتھ زہری سے قصہ فاطمہ بنت قیس کو روایت کیا ہے جس کے آخر میں فاطمہ بنت قیس کا یہ قول ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلک امراً" اے مخاطب! تو نہیں جانتا شاید حق تعالیٰ اسکے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دیں، فاطمہ بنت قیس نے کہا کہ بتلاؤ تین طلاق کے بعد کوئی نئی بات پیدا ہو نیکی امید ہے پس یہ حکم جو اس آیت میں مذکور ہے طلاق رجعی کا ہے اھ (ص ۸۸ ج ۲۸)۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ تین طلاق کے بعد پھر رجعت وغیرہ کی کچھ گنجائش نہیں رہتی۔
(۶) طبری نے آیت، الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان کی تفسیر میں عروۃ بن الزبیر اور قتادہ و ابن زید وغیرہم سے روایت کی ہے وہ سب کہتے ہیں کہ پہلے طلاق کیلئے کچھ حد نہیں تھی آدمی اپنی بیوی کو سوا طلاق دیدیتا پھر اگر مدت تمام ہونے سے پہلے وہ رجوع کر لیتا تو اسکو یہ حق حاصل تھا پھر حق تعالیٰ نے طلاق کی حد تین تک مقرر کر دی (کہ اب تین طلاق کے بعد رجوع کا حق بالکل نہیں رہتا) اھ (ص ۲۴۹ ج ۱) انکی اسناد صحیح ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ تین طلاق زبان سے نکالتے ہی عورت بالکل حرام ہو جاتی ہے۔

(۷) علامہ سیوطی درمنثور میں فرماتے ہیں کہ ترمذی اور ابن مردویہ اور حاکم نے روایت کی ہے اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے نیز بیہقی نے بھی اپنی سنن میں بیان کیا ہے سب کے سب حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ پہلے لوگ اس حالت میں تھے کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو جتنی چاہے طلاق دیدیتا اور جب وہ رجوع کر لیتا تو وہ اسکی بیوی ہی رہتی تھی یہاں تک کہ آیت «الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان» نازل ہوئی، دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے طلاق کی حد مقرر کر دی پس ایک اور دو میں رجوع کر سکتا ہے اور تین میں رجعت کا حق نہیں جب تک وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔

(۸) ابو داؤد اور نسائی نے اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ پہلے جب آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیدیتا تو اسکو رجعت کا حق حاصل رہتا تھا اگرچہ اس نے تین ہی طلاق دیدی ہوں پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا (اب تین کے بعد حق رجوع حاصل نہیں)۔ اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے قوی کہا ہے۔

(۹) علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ مالک اور شافعی اور ابو داؤد اور بیہقی محمد بن ایاس بن بکیر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں قبل دخول کے پھر وہ استغناء کرتا ہوا آیا تو میں بھی اس کے ساتھ مسئلہ دریافت کر نیکلے ہو گیا تو اس نے حضرت ابو ہریرہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا دونوں نے فرمایا کہ ہم تیرے واسطے اس عورت سے نکاح جائز نہیں سمجھتے جب تک وہ تیرے سوا کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے اس نے

کہا کہ میں نے تو اسکو ایکدم سے طلاق دی تھی ابن عباس نے فرمایا کہ تو نے اپنے ہاتھ سے وہ فضیلت خود نکال دی جو تجھے حاصل تھی۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو امام محمد نے اپنے مؤطا میں مالک سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ تین طلاق ایکدم دینے میں بھی تینوں واقع اور لازم ہو جاتی ہیں۔

(۱۰) امام مالک مؤطا میں فرماتے ہیں کہ انکو یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک شخص نے ابن عباسؓ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سوا طلاق دیدی تو آپ میرے لئے کیا فرماتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا کہ وہ عورت تین طلاق سے تجھ پر حرام ہو گئی اور ۹ طلاقوں سے تو نے خدا کی آیات سے استہزاء کیا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث بھی پہنچی ہے کہ ایک شخص ابن مسعود کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سوا طلاق دیدی۔ ابن مسعود نے کہا پھر تجھ سے لوگوں نے کیا کہا کہنے لگا کہ مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ وہ عورت تجھ پر حرام ہو گئی۔ ابن مسعود نے فرمایا کہ لوگوں نے سچ کہا اھ (ص ۱۹۹)۔ میں کہتا ہوں کہ بلاغات امام مالک محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور اس سے بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص سوا طلاق یا دو سوا طلاق ایک دم سے دیکے تو تین طلاق پڑ جاتی ہیں۔ گویا ایک ہی لفظ سے طلاق دی۔ اور ایک ہی مجلس میں دے یہ دلائل تو جمہور کی طرف سے ہیں اب اس حدیث کا جواب سنئے جو غیر مقلد اپنی دلیل میں بیان کرتے ہیں اسکے چند جواب ہیں:

(۱) یہ کہ اس حدیث کو ابن عباس سے صرف طاؤس نے روایت کیا ہے اور ابن عباس کے دوسرے شاگرد یعنی سعید بن جبیر و عطاء بن ابی رباح و مجاہد و عکرمہ و عمرو بن دینار و مالک بن حرث و محمد بن ایاس بن بکیر و معاویہ بن ابی عیاش انصاری اسکے خلاف ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے تین طلاق کو (ایک مجلس میں ایک لفظ سے) نافذ اور واقع کیا ہے چنانچہ بیہقی نے ان سب روایتوں کو نقل کر کے ابن منذر کا قول بیان کیا ہے کہ ابن عباس پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات یاد رکھتے ہوئے اسکے خلاف فتویٰ دیں پس لامحالہ ان میں سے ایک کو ترجیح دینی لازم ہے اور ظاہر ہے کہ جو بات جماعت کثیر نے ابن عباس سے بیان کی ہے اسکو اخذ کرنا ایک شخص کی روایت کو اخذ کرنے سے زیادہ بہتر ہے جبکہ وہ ایک شخص کے خلاف روایت کرتا ہے (فتح الباری ص ۳۱۴ ج ۸)۔ حاصل یہ ہوا کہ طاؤس کی روایت شاذ

ھے اور روایت شاذ مردود ہوتی ہے۔

(۲) طاؤس کی یہ روایت مضطرب ہے قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں کہا ہے کہ اس حدیث میں باوجود اصحاب ابن عباس کے مخالفت کے الفاظ میں بھی اضطراب واقع ہے اور نیز طاؤس کی اس حدیث سے بظاہر معلوم یہ ہوتا ہے کہ اکثر صحابہ کو یہ بات معلوم تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تین طلاق کو ایک سمجھا کرتے تھے اور ایسی بات عادتہ شائع اور منتشر ہونی چاہئے تھی پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ اسکو نقل کرنے والا ایک ہی شخص ہے (یعنی طاؤس) اور وہ بھی ایک ہی شخص سے روایت کرتا ہے (یعنی ابن عباس سے) اگر یہ مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہونا اور اکثر صحابہ اسکو جانتے تو بہت سے تابعین بہت سے صحابہ سے اسکو روایت کرتے اسلئے اگر اسکو قطعی طور پر باطل نہ کہا جائے تب بھی طاؤس کی حدیث پر عمل کرنے سے توقف کرنا لازم ہے۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر طاؤس کی روایت کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک خاص صورت کے متعلق ہے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص الفاظ طلاق کو تین بار مکرر کہے کہ تجھکو طلاق تجھکو طلاق تجھکو طلاق اور پھر یہ دعویٰ کرے کہ میری نیت صرف ایک طلاق دینے کی تھی اور میں نے تین بار محض تاکید کیلئے کہا تھا تو اس صورت میں زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر اور تین سال خلافت عمر میں شوہر کا قول مان لیا جاتا تھا کیونکہ اس زمانہ میں لوگ جھوٹ نہ بولتے تھے صلاحیت اور تقویٰ کا اس زمانہ میں غلبہ تھا، حضرت عمر کے زمانہ میں جب کذب و خداع لوگوں میں زیادہ ہو گیا تو حضرت عمر نے حکم دیدیا کہ اب جو شخص تین بار لفظ طلاق مکرر کہ کر ایک طلاق کی نیت کا دعویٰ کرے گا قضاء یہ دعویٰ قبول نہ ہوگا۔ قرطبی اور نووی نے اس مطلب کو صحیح کیا ہے۔ اور اگر صاف یہ کہہ دے کہ تجھکو تین طلاق تو اسکو کسی وقت میں ایک شمار نہیں کیا گیا اور نہ حدیث اس پر ردال ہے۔

(۴) چوتھا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں راوی نے لفظ البتہ کی جگہ لفظ ثلاثا کہہ دیا ہے کیونکہ اس وقت لفظ البتہ اور تین طلاق کا یکساں ہونا مشہور تھا چنانچہ روایت کی حدیث میں بھی بعض راویوں نے لفظ "البتہ" کی جگہ لفظ "ثلاثا" کہہ دیا ہے، پس مطلب حدیث کا یہ ہے کہ ابوالصہبہ نے ابن عباس سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو یہ بات

معلوم ہے کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و شروع خلافت عمرؓ میں "طلاق" البتہ کو (جو آجکل تین طلاق شمار ہوتے ہیں) ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا ابن عباس نے کہا ہاں اور سو بات یہ ہے کہ لفظ البتہ اصل میں کنایہ ہے اور کنایات کا قاعدہ یہ ہے کہ اس سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور اگر تین طلاق کی نیت کرے تو تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں پس ابتداء زمانہ اسلام میں یہ لفظ تین طلاق کیلئے صریح نہ تھا ایک طلاق کی نیت قبول کی جاتی تھی پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسکا استعمال تین کے معنی میں بہت شائع ہو گیا حتیٰ کہ وہ اس معنی میں صریح ہو گیا کنایہ باقی نہ رہا اسلئے حضرت عمرؓ نے حکم دیدیا کہ اب اس لفظ سے طلاق واحد کی نیت قبول نہ ہوگی کیونکہ اب کثرت استعمال سے یہ تین طلاق کے معنی میں صریح ہو گیا ہے باقی یہ مطلب اس کا ہرگز نہیں کہ صاف صاف تین طلاق دینے کے بعد بھی بوجہ اتحاد مجلس کے یا بوجہ اتحاد کلمہ کے انکو ایک شمار کیا جائیگا جو کوئی یہ دعویٰ کرے وہ دلیل بیان کرے اور جو دلیل غیر مقلد بیان کرتے ہیں اسمیں علاوہ شذوذ و اضطراب کے یہ دو احتمال قوی موجود ہیں۔ جو ہم نے بیان کیے ہیں "اذا جاد الاحتمال بطل الاستدلال" یعنی احتمال کے ہوتے ہوئے استدلال باطل ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں یہ کہ جمہیر امت کا اسپر اجماع ہو چکا ہے کہ تین طلاق ایک مجلس میں ایک ہی لفظ سے دی جائیں تو وہ ضرور واقع ہو جاتی ہیں۔ خواہ مدخول بھا ہو یا نہ ہو اور ایک مجلس میں تین لفظ سے دی جائیں تو اس میں مدخول بھا وغیرہ مدخول بھا کی حالت سے فرق ہو جاتا ہے، مدخول بھا پر بالا جماع تینوں پڑ جاتی ہیں۔ اور غیر مدخول بھا میں اختلافی ہے اور اجماع کی مخالفت حرام ہے لہذا جو لوگ یہ کہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے ایک واقع ہوتی ہے وہ مرتکب معصیت اور سخت گمراہ و گناہ گار ہیں۔

قال الحافظ في الفتح: وفي الجملة فالذي وقع في هذه المسئلة نظير ما وقع في مسئلة المتعة سواء اعني قول جابر انها كانت تفعل في عهد النبي صلى الله عليه وسلم و ابى بكر و صدر من خلافة عمر ثلثونها في عهد عمر عنها فاستهينا فالراجح في الموضعين تحريم المتعة و ايقاع الثلاث للاجماع الذي انعقد في عهد عمر على ذلك ولا يحفظ ان احدا في عهد عمر خالفه في واحدة منهما وقد دل اجماعهم على وجود ناسخ

وان كان خفي عن بعضهم قبل ذلك حتى ظهر لجميعهم في عهد عمر
فالمخالف بعد هذا الاجماع منابذله والجمهور على عدم اعتبار
من احدث الاختلاف بعد الاتفاق (ص ۳۱۹ ج ۸) والله اعلم۔

لفظ طلاق کو تین بار کہنے سے (سوال) شخص جاہل نزد عالمی برای طلاق دادن
مطلقہ مغلطہ ہو جائے گا حکم، بزن خود آمد ہماں عالم صاحب بہ طالب علمے خود فرمود کہ این را
تلقین طلاق نموده ایقاع طلاق کنان اور بر وئے خود طالب علم ہاں شخص گفت کہ طلاق
بائن بدہ آں گفت "طلاق دادم" بعدہ طالب علم ہمیں خیال نمودہ کہ برائے دفع مناقشہ زوجین
طلاق رجعی کافی نیست ہاں شخص گفت کہ بگو طلاق بائن دادم بعدہ گفت طلاق بائن دادم و
آن دم ہماں عالم صاحب فرمود کہ لفظ بائن را مردم بے علم نمی فہمند برای اطمینان طرفین گفتہ
آید کہ جواب دادم باز آں شخص بزن خود گفت کہ جواب دادم (و جواب دادن در عرف این
ملک بائن می شود) دریں صورت بر مستفتی عنہما طلاق رجعی واقع شد یا بائن یا مغلطہ
آن شخص بے علم بود مرادش طلاق مطلق دادن بود بغیر لحاظ وصف و عددے مگر حسب
گفتن طالب علم و عالم تفسیراً باز طلاق بائن بعدہ جواب دادم گفتہ از تکرار چنین الفاظ
(جواب دادم بائن) مراد ملقن طلاق طلاق دہم مراد مرد مطلق تقدیر طلاق بنود
صرف تعیین نوع طلاق (بائن) بود، بینوا انوجروا بالہن ہان۔

سائل بندہ دین محمد فیروز شاہی علم مدد مقام پٹ اسٹیشن پیارہ گوٹھ ضلع لاڑکانہ (سندھ)

الجواب :- صورت مسئلہ میں تین طلاق مغلطہ واقع ہو گئیں اب بدون حلالہ
کے عورت اس مرد کیلئے حلال نہیں ہو سکتی۔

قال في العالمگیرية: متى كر لفظ الطلاق بحرف الواو وبغير حرف الواو
يتعدد الطلاق وان عني بالثانية الاولى لم يصدق في القضاء اه (ص ۳۱۵)
قلت: وفي الصورة المستولة لا يصدق ديانة ايضا لان الزوج جاهل
تكلو بما لقنه الملقن واما التفسير بالبائن ونحوه فهذا انما هو في
ذهن الملقن فحسب لا في ذهن المطلق كما يظهر من السؤال، والله اعلم۔

۲۰ سوال

عہ اس سوال کے جواب سے بعد میں رجوع کیا گیا۔

"جا تھکو طلاق دی میں نے" پھر کہا (سوال) زید نے اپنی بیوی سے کہا "جا تھکو
"جا تھکو دو طلاق دی" تو عورت اگر طلاق دی میں "تھوڑی دیر کے بعد کہا "جا تھکو دو
مدخل بھاہے تو تین واقع ہو گئیں طلاق دی میں "اب زید کے پاس ۵ شخص موجود تھے

دو شخص کہتے ہیں کہ زید نے صرف "جا تھکو دو طلاق دی میں" کہا اور "جا تھکو طلاق دی میں"
نہیں کہا اور باقی تین ہی شخص کہتے ہیں کہ زید نے پہلے "جا تھکو طلاق دی میں" کہا تھوڑی دیر
کے بعد کہا "جا تھکو دو طلاق دی میں" اور زید ان تین شخصوں کی گواہی کو انکار کرتا ہے
حالانکہ پانچوں شخص ایک ہی جگہ پر بیٹھے تھے اور زید پہلے دو شخص کی شہادت کا اقرار کرتا ہے،
اب صورت مذکورہ میں کتنی طلاق پڑیگی؟ اور صورت اول میں آیا ایک ہی طلاق پڑیگی یا
تین؟ اور صورت ثانیہ میں دو طلاق پڑیگی یا نہیں؟ جواب مدلل بحوالہ کتب مرحمت
فرمائیں؟ بینوا انوجروا۔

الجواب :- قال في العالمگیرية: ولو قال للمدخولة انت
طالق واحدة لا بل ثنتين يقع الثلاث اه (ص ۶۱ ج ۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صورت میں اگر شوہر نے پہلے "جا تھکو طلاق دی میں"
کہا پھر "جا تھکو دو طلاق دی میں" کہا ہے تو عورت پر اگر وہ مدخلہ ہے تین طلاق واقع
ہو گئیں اور پہلے "جا تھکو طلاق دی میں" نہیں کہا تھا تو صرف دو طلاق واقع ہوئیں اور بغیر
مدخلہ کا حکم دوسرا ہے۔ والہ اعلم۔ حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۱ سوال

حکم طلاق ثلاث بدون اضافت (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک شخص اپنی بیوی کو کسی وجہ سے زد و کوب کیا پھر وہاں سے اندازاً پچاس قدم ہٹ کر
کہنے لگا کہ "ایک طلاق، دو طلاق، سات طلاق" بس اس سے اسکی بیوی مطلقہ ہو گئی یا
نہیں؟ اور ایک طلاق دو طلاق جو الفاظ مذکور ہے اس سے مراد اضافت معنویہ لے سکتے
ہیں یا نہیں؟

الجواب :- قال في الشامية: ولا يلزم كون الاضافة صريحة
في كلامه لما في البحر لو قال طالق فقبل له من عنيت به فقال امرأتی
طلقت امرأته اه۔

وفي البحر :- لو قال : امرأة طالق او قال طلقت امرأة ثلاثا و قال لو اعن امرأتی يصدق اه و يفهم منه انه لو لم يقل ذلك تطلق امرأتہ لان العادة ان من له امرأة انما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها فقوله اني حلفت بالطلاق ينصرف اليها ما لم ير غيرها لانه يحتمله كلامه اه (ص ۴۰۵ ج ۲)۔

صورت مذکورہ میں جب اس شخص نے ایک طلاق دو طلاق سات طلاق کہنے کے بعد یہ نہیں کہا کہ میری مراد بیوی کو طلاق دینا نہیں بلکہ کسی اور کو طلاق دینا ہے تو اب اسکی بیوی پر تین طلاق مغلظ واقع ہو گئیں کیونکہ بظاہر اسکی نیت اسی عورت کو طلاق دینے کی ہے جس کو زد و کوب کیا تھا پس بدون تحلیل کے وہ عورت اپنے شوہر کیلئے حلال نہیں ہو سکتی۔ والٹر اعلم۔

تجھکو آزاد کی، اور طلاق دی، (سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان تو چلی جا، کہنے سے وقوع طلاق کا حکم۔ شرع متین دریں مسئلہ کہ زید اپنی زوجہ کے ساتھ ہمیشہ

تکرار اور جھگڑا کرتا ہے جب وہ زیادہ تنگ کرتا ہے اسکی زوجہ اپنے باپ کے یہاں چلی آتی ہے دو چار مہینہ کے بعد پھر زید آتا ہے معافی چاہتا ہے پھر لے جاتا ہے چند روز وہاں رہتی ہے پھر اپنی زوجہ کے باپ کو زید تحریر کرتا ہے اسکو لیجاؤ سیطرح چند مرتبہ ایسا واقعہ ہو چکا ہے اب آخر میں جو تکرار ہوا اسکے بعد زید نے اپنا لڑکا بیوی سے چھین لیا اور یہ کہا: "جا تجھکو آزاد کیا، اور طلاق دی، تو چلی جا، اس نے باپ کو بلا کر اسکے ہمراہ چلی آئی۔

جسکو عرصہ آٹھ ماہ کا ہو چکا ہے۔ زید نے لینے آیا اور نہ خرچہ دیا۔ اس صورت میں زید کی بیوی کو طلاق ہو گئی یا نہیں۔ اور اس کا نکاح دوسری جگہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مولوی محمد یعقوب۔

الجواب :- صورت مسئلہ میں عورت پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں۔ اگر لفظ "چلی جا" سے نیت طلاق کی، کی ہو۔ ایک اس لفظ سے "جا تجھکو آزاد کیا" دوسری اس لفظ "اور

طلاق دی" تیسری اس لفظ سے "تو چلی جا"۔ لان اذہبی و اخرجی کسایتہ و البائن یلحق الصریح۔ البتہ اگر شوہر نے "تو چلی جا" سے تیسری طلاق کا قصد نہ کیا ہو بلکہ تاکید پہلے کلام کا اثر و نتیجہ بیان کر نیکا قصد کیا ہو تو تین طلاق واقع نہ ہونگی صرف دو طلاق واقع ہونگی۔ لان نحو اذہبی و اخرجی لا یقع بہ الطلاق الا بالنیۃ

مطلقاً سواء كان حالة الرضى او الغضب او المذكرة صرح به الشافعي۔ (ص ۴۰۵ ج ۲)۔

پس اگر شوہر نے "تو چلی جا" سے بھی طلاق کا قصد کیا ہو تب تو یہ اسکے لئے بالکل حرام ہو چکی کہ بدون حلالہ کے دوسرا نکاح بھی اس سے نہیں ہو سکتا اور اگر اس لفظ سے طلاق کا ارادہ نہ تھا تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس آٹھ ماہ کے عرصہ میں عورت کو تین حیض آچکے جب تو وہ زید کے نکاح سے نکل چکی اور دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے، اور اگر اس عرصہ میں تین حیض نہیں آئے تو ابھی عدت پوری نہیں ہوئی، دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ بلکہ اگر زید رجوع کرنا چاہے تو تین حیض گزرنے سے پہلے رجوع کر سکتا ہے، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر تین حیض آچکے تو اس صورت میں جبکہ وہی طلاق واقع ہوئی زید سے دوسرا نکاح ہو سکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی اور تین حیض کے آنے یا نہ آنے کے باب میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر اختلاف ہو تو عورت کا قول مع قسم کے معتبر ہوگا۔

قالت: همضت عدتي، وانكر الزوج فالقول لها لا بها حينة، (در مختار ص ۸۴۶ ج ۲) واللہ اعلم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

مورخہ ۱۵ صفر ۱۳۵۷ھ۔

"تجھکو قطعاً چھوڑ دیا، تو میری بیوی گری سے (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین نکل گئی تجھکو بائیکاٹ کر دیا" سے وقوع طلاق کی ایک صورت کا حکم۔

و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو بارہا اس قسم کے الفاظ تحریر کئے ہیں جیسا کہ نقل ایک تحریر کی منسلک استفتاء ہذا ہے الفاظ یہ ہیں: "اب آج کی تاریخ سے ہم سے اور تم سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ہم نے تم کو قطعاً چھوڑ دیا ہے جو تمہارا دل چاہے سو کرو، تم میری بیوی گری سے بخدا قطعاً نکل گئی ہو میں تم سے مستثنی ہوں اور تم کو قطعاً بائیکاٹ کر دیا ہے۔"

جناب والا! یہ الفاظ مکرر کرر خطوط میں لکھا ہے مگر باوجود اس تحریر کے نشست و برخاست بات چیت بند نہیں ہوئی پس اس صورت میں کیا ہندہ پر طلاق بائن ہوئی یا مغلظ؟ امیدوار ہوں کہ جواب با صواب مع حوالہ کتاب تحریر فرماویں،

ببینوا توجروا۔

کترین محمود عالم از فیض آباد۔

معرفت مکیم عادل حسین عفا عنہ ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

(نفل تحریر من جانب ذید بنار ہندہ)

ہندہ کو معلوم ہو کہ اب آج کی تاریخ سے ہم سے اور تم سے کچھ تعلق نہیں ہے اور میں نے تم کو قطعاً چھوڑ دیا ہے اور نہ اب میں تمہاری زندگی بہر صورت دیکھوں گا۔ اگر میں اپنے ایک باپ کا پیدا ہوں تو ضرور یہی بات کر کے دکھاؤں گا اطلاق لکھا گیا ہے لہذا تاکیداً لکھا جاتا ہے کہ تم اسکو مثل نوٹ کے سمجھو اور مذاق نہ سمجھو ورنہ تم بہت بہت پچھتاؤ گی اور سخت رُو گی آئندہ تم کو اختیار ہے اور اب تم اپنی تمام عمر بھر کیلئے مجھ سے ہاتھ دھو کے۔ ہائے! میں جدا ہوں جو تمہارا دل چاہے سو اب تم کرو تم اب میری بیوی مری سے بخدا قطعاً نکل گئی ہو میں تم سے مستثنیٰ ہوں اور اب حلف کی رو سے میں دس آدمیوں کے سامنے کہہ دوں گا کہ یعنی خالد کی لڑکی مجھ سے ۲۵ شب برات سے ترک ہو گئی ہے ایک مہینہ بھر تک مجھ سے ہندہ سے تعلق رہا اور پھر بعد اسکے ہندہ نے میرے خلاف از حد یہ نالائقی حرکتیں کیں اسلئے میں نے اسکو ترک کر دیا اور جو اب تمہارا دل چاہے شوق سے کرو اور نہ اب تمہاری صورت دیکھوں گا اگرچہ تم ایک اپنے باپ سے پیدا ہو گی تو اسکو چھوٹ نہ سمجھو گی اور تم کو قطعاً بائیکاٹ کر دیا ہے حلف کی رو سے میری بیوی ہندہ نہیں ہے زندگی بھر تک اسکی اب صورت نہ دیکھوں گا اور اب یہاں سے بھی کہیں دور جاتا ہوں جب تک تم لکھنؤ ہو گی تب تک میں یہاں سے الگ رہوں گا اور جب تم الہ آباد چلی جاؤ گی جب میں یہاں رہوں گا اب تک میں نے کوئی طرح کی بات چیت نہیں کی ہے مگر اب ایسا کروں گا پھر چاہے لفٹننٹ گورنر چلے آئینگے تب بھی میں تمہارے قریب نہ آؤں گا اور بھی میں نے اپنا انتظام الگ کر لیا ہے زیادہ کیا لکھوں۔

مؤرخہ ۲۲ جولائی ۱۳۵۵ھ بقلم خود انداز بخانی ٹولہ ضلع گولڑہ ۵-۱۲

واضح رہے کہ شوہر نے خط میں انہی جملوں کو ہندہ میری بیوی نہیں، خالد کی دختر میری کوئی نہیں، میری کوئی نہیں، میری کوئی نہیں وغیرہ، تین تین مرتبہ لکھا ہے۔ برائے کرم اس کی روشنی میں جواب عنایت فرماویں کہ زید کی بیوی مطلق ہو گئی یا نہیں؟

الجواب :- صورت مسئلہ میں مسماۃ ہندہ پر تین طلاق مغلظہ واقع ہو چکیں، ایک اس لفظ سے "میں نے تم کو قطعاً چھوڑ دیا ہے"۔ دو طلاق میں صریح ہے۔ دوسری اس لفظ سے "تم میری بیوی مری سے قطعاً نکل گئی ہو" جسکے معنی زوجیت سے نکلنا ہے تیسری اس لفظ سے "تم کو قطعاً بائیکاٹ کر دیا ہے تم میری بیوی نہیں ہو"۔

اھ۔ ان کے علاوہ اور الفاظ بھی اس خط میں موجب طلاق ہیں جو قرینہ سابقہ سے ملکر طلاق کو موجب ہیں لیکن یہ الفاظ تو بہت صاف ہیں۔ وقد صرح الفقہاء بلحق البائن بالصدیح — پس ہندہ کو اس شوہر سے یعنی زید سے قطعاً علیحدگی اختیار کر لینا چاہئے اور اس تحریر کے بعد سے تین حیض عدت کے پوری کر کے وہ جس سے چاہے نکاح کر لے اور زید سے ہی نکاح کرنا چاہے تو جب تک دوسرے شخص سے نکاح اور دخول اور طلاق یا موت زوج ثانی اور اتمام عدت نہ ہو اس وقت تک وہ زید سے نکاح نہیں کر سکتی ہے کہ تین طلاق کا یہی حکم ہے، واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون

خانقاہ امدادیہ۔ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ

اگر مجھے مارنے کا اختیار نہیں، تو میں نے (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین طلاق دی، تین مرتبہ یہ جملہ کہنے سے و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمتی غموا اپنی بیوی پر کچھ کار خانگی نقصان طلاق مغلظہ واقع ہو گی۔

کر دینے پر غصہ ہوا اور دو ایک طمانچہ بھی مارے اس پر غموا کا بھائی آکر مانع ہوا اور ڈانٹتے ہوئے کہا تجھے کیا اختیار ہے مارنے کا۔ غموا نے جھنجھلا کے کہا کہ اگر مجھے مارنے کا اختیار نہیں ہے تو میں نے طلاق دی، اور تین مرتبہ یہی کہا۔ اب عند الشرع انکے لئے کیا حکم ہے،

پتہ :- نیاز مند قاضی ابوالحسن تجارہ راجپوتانہ محلہ قاضیان۔

الجواب :- قال فی الدر :- و ان لا یقصد به المجازاة ، فلو قالت : یا سفلہ ! فقال : ان کنت کما قلت فانت کذا تنجین کان کذا الذک اولاً اھ۔

وفي الشامية: والمختار والفتوى انه ان كان في حالة الغضب فهو على المجازاة والا فعلى الشرط اهـ (ص ۸۱۲ - ج ۲) قلت: والظاهر من صورة السؤال كونه تنجيزاً والتعليق للمجازاة دون الشرط -

ہمارے نزدیک صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو چکی ہیں اس شخص کی بیوی کو اس صورت میں اسکے پاس رہنا جائز نہیں اور نہ اب بدون حلالہ کے اسکو اس شخص سے نکاح درست ہے عدت کے بعد وہ کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ باقی اور علماء سے بھی دریافت کر لیا جائے۔

فقط حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ۳۰ جماد الاخریٰ ۱۳۴۶ھ

طلاق بائن کے بعد تین طلاق دی (سوال) زید نے اپنی منکوحہ کو کہا "تو میرے اوپر تو بینونہ غلیظہ ہو جائیگی یا نہیں" حرام ہے پھر اسی وقت کہا کہ "تین طلاق سے طلاق ہے" چونکہ تین طلاقیں صریح لفظ سے بائن غلیظہ کہلاتی ہیں اور بائن کے ساتھ بائن ملحق نہیں ہوتی اس قاعدہ کے مطابق یہاں اس صورت میں بائن خفیہ ہوگی یا بائن غلیظہ اگر ملحق ہو کر بائن غلیظہ ہوگئی تو "عینی شرح کنز" کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا؟ والبائن لا يلحق البائن الا اذا كان معلقاً صورته اذا قال لامرأته: ان دخلت الدار فانت طالق ثلاثاً ثم ابانها فدخلت الدار وهي في العدة طلقت اي وقع عليها الثلاث المعلق - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بصورت تنجیز اسی وقت طلاقات ثلاث واقع کرے تو ملحق نہ ہونگی اور صرف لفظ حرام سے بائن خفیہ ہو جائیگی۔ بندہ محمد عرفان۔

الجواب :- صورت مسئلہ میں منکوحہ زید مطلقہ ثلاثہ ہو گئی ہے بدون زوج بزواج آخر و حصول طلاق ازاں و گذشتن عدت زید کیلئے حلال نہیں ہو سکتی۔ اور سائل نے جو شبہ کیا ہے کہ تین طلاقیں صریح لفظ سے بائن غلیظہ کہلاتی ہیں اور بائن کو بائن ملحق نہیں ہوتی یہ شبہ غلط ہے کیونکہ "البائن لا يلحق البائن" میں بائن سے وہ مراد ہے جو بلفظ کناہیہ ہو اور بائن بلفظ صریح ہو وہ بائن و صریح دونوں

کو ملحق ہوتا ہے۔

قال في الدر :- الصريح يلحق الصريح والبائن والبائن يلحق الصريح ما لا يحتاج الى نية بائناً كان الواقع به او رجعياً "فتح" فمنه الطلاق الثلاث فيلحقهما (اي البائن والصريح) وكذا الطلاق على مال فيلحق الرجعي لا يلحق البائن اهـ -

قال الشافعي: اي اذا عرفت ان قوله الصريح يلحق الصريح والبائن المراد بالصريح فيه ما ذكر ظهراً ان منه الطلاق الثلاث فيلحقهما اي يلحق الصريح والبائن فاذا بان امرأته ثم طلقها ثلاثاً في العدة وقع وهي واقعة حلب - قال في الفتح القدير: الحق انه يلحقها الماسمعت من ان الصريح وان كان بائناً يلحق البائن ومن ان المراد بالبائن الذي لا يلحق هو ما كان كناية اهـ - وتبعه تلميذه (ابن الشحنة في عقد الفراغ) وكذا صاحب البحر والنهر والمنع والمقدسي والشرنبلالي وغيرهم وهو صريح فانقلناه انفاً عن الخلاصة وایده صاحب الدرر والغرر كما نذكره قريباً خلافاً لمن رجح عدم وقوع الثلاث فانه خلاف المشهور كما يأتي اهـ (ص ۸۱۲ - ج ۲)۔

وفيه ايضاً :- قوله لا يلحق البائن البائن المراد بالبائن الذي لا يلحق هو ما كان بلفظ الكناية اهـ (ص ۸۱۲ - ج ۲)۔ وما نقله الزاهدی عازياً الى الاسرار لنجم الدين قال: لها انت بائن ثم قال في العدة انت طالق ثلاثاً لا يقع الثلاث عند ابن حنيفة لكون الثلاث بينونة غليظة في المعنى وعندهما يقع لكونها صريحاً في اللفظ فنقدردہ الشافعی بابلغ رد واحسنه وقال: قد تقر ان الزاهدی ينقل الروايات الضعيفة فلا يتابع فيما ينفرد به وقد وجد النقل عن الخلاصة والبنازية وغيرهما بما يخالفه كما قدمناه اهـ (ص مذكوره) والمآل

فیہ فاجاد۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر طفر احمد عفا عنہ

۴ محرم ۱۳۵۷ھ از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ۔

حکم طلاق ثلاث نابالغہ غیر مدخولہ (سوال) کیا فرماتے ہیں حضرات

علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ زید نے بموجودگی چند امثخاص کے جن میں اس کا بالغ لڑکا کا مسمیٰ عمر بھی موجود تھا بدون اس کے استخراج واستیذان کے ایک طلاق نامہ اسکی طرف سے لکھوایا جس کا عنوان اور رسم یہ تھا "میں مسمیٰ عمر و ولد زید نے اپنی نابالغہ غیر مدخولہ بیوی سماءہ فلانہ بنت فلان کو تین طلاقی دی" بعد تکمیل کے باپ نے بیٹا کو حکم دیا کہ اس پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھا سے نشان کر دے۔ چونکہ لڑکا امی تھا دستخط کر نہیں سکتا تھا اسلئے اس نے آجکل کے گورنمنٹی دستور کے موافق اس پر نشان انگوٹھا کا کر دیا اور نشان کر نیکا اسکو اقرار ہے اور اسکو طلاق نامہ کے مضمون سے بھی پوری واقفیت ہے اس حالت میں اسکی زوجہ پر تینوں طلاقی واقع ہو گئیں یا نہیں؟ اور اب اگر عمر و اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو بلا حلالہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوئی اسلئے کہ دستخط یا ختم نہیں ہے (اور انگوٹھے کی نشان مستحدث ہے) اور نکاح بلا تحلیل جائز ہے اور دوسرے ایک شخص کا خیال ہے کہ انگوٹھے کا نشان بجائے ختم کے ہے لہذا نکاح بلا تحلیل درست نہیں۔ بدینوا توجروا۔

الجواب :- فی الشامیۃ: (ص ۴۰، ج ۲) ولو استکتاب کتاباً بطلاقها وقرأه علی الزوج فاخذہ الزوج وختمہ وعنونہ وبعث بہ الیہا فاتاہا وقع وان اقر الزوج انه کتابہ او قال للرجل ابعث بہ الیہا او قال لہ اکتب نسخۃ وابعث بہا الیہا وان لم یقرأ ولم یقر ببینۃ لکنہ وصف الامر علی وجہہ لا تطلق قضاءً ولا دیانۃً وکذا کل کتاب لم یرکبہ ولم یرمہ بنفسہ لا یقع الطلاق ما لم یقر انه کتابہ اھ ملخصاً۔

جب زوج کو مضمون طلاق نامہ سے خبردار ہوتے ہوئے اس کا اقرار ہے کہ وہ

نشان انگشت اس کا ہے اور نشان انگشت ہمارے عرف میں دستخط سے بھی زیادہ مستند ہے تو صورت مسئلہ میں تین طلاقی واقع ہو گئیں ختم سے ہر وہ نشان مراد ہے جو کہ نسبت کرنے کیلئے کافی ہو یہ نہیں کہ ختم کے علاوہ دوسرے نشانات معتبر نہیں شریعت نے ختم کی کوئی خاص صورت متعین نہیں کی چنانچہ بعض مہر کرتے ہیں بعض دستخط صاف کرتے ہیں بعض دستخط اپنی خاص روش پر بخط طغرا کرتے ہیں تو جو شخص نشان انگشت کو ختم نہیں کہتا وہ دستخط کی قسم ثانی کو کیا کہے گا اور ختم کو ان تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے ساتھ کس دلیل سے مقید کرے گا ہمارے نزدیک ختم کا مدار عرف پر ہے جس طریقہ کو عرفاً ختم سمجھتے ہوں اس سے تحریر خاتم کی طرف منسوب ہو جائیگی اور آجکل نشان انگشت سب سے زیادہ ہے فلا شک فی کو نہ ختماً۔ پس عمر و کو بدون حلالہ اس عورت سے نکاح جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔

احقر عبدالمکریم گتہلوی عفی عنہ

۲۶ ر شوال ۱۳۵۳ھ

الجواب صحیح

طفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۶ ر شوال ۱۳۵۳ھ

سوال (کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان مغلظہ واقع ہوگی۔) ایک دو تین طلاق کہنے سے طلاق شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی بیوی

بد کام کرتے ہوئے دوسرے پر دوسرے نے دیکھا اور اس وجہ سے ان کے اقارب میں سے کسی نے انکو سخت مارا اور لعن طعن کیا کہ تو کیوں اسکو کچھ نہیں کہتا اب شوہر غصہ ہو کر عام مجلس میں یہ الفاظ کہنے پر اقرار کرتا ہے اور انکے ساتھ چار آدمی ہی کہتے ہیں وہ الفاظ یہ ہیں دو ایک دو تین طلاق بائن۔ اب اس میں طلاق ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ لفظ "دی" رہ گیا مگر ایک آدمی "دی" لفظ کہنے پر بھی گواہی دیتا ہے اب چار گواہ کے مقابل میں ایک کا معتبر سمجھا جاوے گا یا نہیں اور "دی" لفظ کہنے کی صورت پر بھی طلاق ہوگی یا نہیں کیونکہ نہ بیوی کو مخاطب بنایا نہ جس سے طلاق لفظ کا مبتدا ہو جاتا اور نہ "دی" لفظ کہا جس سے طلاق کی خبر ہو بظاہر مبتدا نہ ہونے پر مہمل کلام معلوم ہوتا ہے اسلئے لوگ اختلاف کرتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی۔ اب کتب معتبرہ سے جواب روانہ فرما کر سرفراز کریں اور اگر ایک کا قول معتبر مانا جائے تو کچھ شبہ ہی نہیں

کیونکہ اس میں "دی" لفظ موجود ہے۔

فدوی کفیل الدین عفی عنہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

الجواب :- صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو گئیں کیونکہ تعیین عورت اور اسطرچ لفظ "دی" کے مفہوم پر قرینہ موجود ہے جیسا کہ ذیل کے جزئیات میں واضح ہو جاتی ہے۔

رجل شاجر امرأته فقال لها بالفارسية "هزار طلاق ترا" ولم يزد على هذا وقع عليها ثلاث تطليقات (عالمگیری ص ۲-۲) سکران هربت منه امرأته فتبعها ولم يظفر بها فقال بالفارسية "سه طلاق" ان قال عنيت امرأتی يقع وان لم يقل شيئاً لا يقع كذا في الخلاصة ايضاً منك

البتہ اگر وہ شخص یہ کہے کہ میں نے نیت اپنی عورت کو طلاق دینے کی نہ کی تھی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ للرواية الثانية ولا يقاس على الرواية الاولى لوجود الاضافة فيه دون هذه الواقعة۔ اور ایک کی شہادت اول تو اس معاملہ میں کافی نہیں۔

فی العالمگیریۃ: (ج-۴- ص ۲۳۵) بشرط فیہا شہادۃ رجلین او امرأتین سواء كان الحق مالا او غیر مال كالنکاح والطلاق الخ۔ اور دوسرے وہ شاہد بھی اضافۃ طلاق الی المرأة کی گواہی نہیں دیتا لہذا حکم مذکور میں اسکی شہادت کی وجہ سے کوئی فرق نہ ہوگا۔ والشرع تعالیٰ اعلم۔ احقر عبد الکریم عفی عنہ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

وفی قول الشامی تحت قول الدرر: لتدک الاضافة وعاد ذکر الشارح من التعلیل اصلہ لصاحب البحر اخذ من قول البنزازیة فی الایمان۔ قال لها لا تخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا يقع لعدم ذکرہ بطلاقها ویحتمل الحلف بالطلاق غیرہا فالقول له اھ ومثله فی الخانیة وفي هذا الاخذ نظر فان مفهوم كلام البنزازیة انه لو اراد الحلف بطلاقها يقع لانه جعل القول له فی صفة الی طلاق غیرہا والمفهوم من تعلیل الشارح تبعاً للبحر عدم الوقوع اصلاً لفقد شرط

الاضافة مع انه لو اراد طلاقها تكون الاضافة موجودة ويكون المعنى فانی حلفت بالطلاق منك او بطلاقك ولا يلزم كون الاضافة صريحة كلامه لما في البحر لو قال طالق فقيل له من عنيت فقال امرأتی طلقت امرأته اھ (ص ۷۰۵- ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ قرینہ ہوتے ہوئے بھی قول زوج کی طرف رجوع کیا جائیگا۔ کیونکہ "لا تخرجی من الدار الخ" کے بعد "فانی حلفت بالطلاق" کہنے پر بھی بدون قول زوج اس مخاطبہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی اور سکران کے جزئیہ مذکورہ میں اس کا دوڑنا اور کامیاب نہ ہونے پر یہ کہنا قرینہ ہو سکتا ہے۔ والشرع اعلم۔

احقر عبد الکریم عفی عنہ ۲ محرم ۱۳۳۳ھ

دو بیویوں کو کہا "دونوں کو ایک دو تین" (سوال) زید کی دو بیوی ہیں آمنہ وفاطمہ طلاق دی ہوں، تو دونوں پر طلاق خانگی خصوصیت کی جہت سے ایک دن وہ اپنی مغلطہ واقع ہو جائیگی۔ چھوٹی بیوی فاطمہ کو تہدیداً و تشدیداً کہا کہ "تم

دونوں کو طلاق دوں گا" اس وقت بڑی بیوی تیس چالیس ہاتھ فاصلہ پر بڑے گھر میں بیمار پڑی تھی۔ دو ایک لحظہ بعد بنگلہ زبان میں کہا کہ "ایک دو طلاق دیتا ہوں" ترجمہ اس کا بزبان بنگلہ یہ ہے (ایک دوئی طلاق دیتے سی) وہ جملہ بزبان بنگلہ اس نے کہی تھی یعنی۔ علی۔ کوئی مرلی عورت اس سے روکی اور کہی کہ کیا کرتے ہو بابا اسپر وہ زید نے کہا کہ "دونوں کو ایک دو تین طلاق دی ہوں" مگر بنگلہ میں اس چینی کہا (عبارت بنگلہ) "دونوں زن کے ایک دوئی تین طلاق دیسی تم کے دیاسی" لیکن نفس الامر میں زید نے اس سے آگے یا پیچھے کوئی بیوی کو طلاق کبھی نہیں دی ہے اب اس حالت میں زید کے دونوں کلام آخر سے انشاء طلاق ہوتی ہے یا اخبار کذب من الطلاق؟ از روئے ہدایت پروری کے لوجہ التدریج جواب شافی و کافی تحریر فرما کہ سرفراز فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر اس کا لیویں۔ اور صاف طور سے یہ بھی تحریر فرمادیں کہ زید نے دونوں بیویاں یا کہ دونوں بیوی سے کوئی ایک بیوی مطلقہ ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع نہیں ہوئی ہے تو کوئی طلاق زیادہ بہ تصدیق دون۔ عرض گزار بندہ محمد حسن الزمان مخدوم غفرلہ الستار بدتلی چاہا کلام۔

ملے یہاں عبارت بنگلہ تھی ۱۲

الجواب :- اگر جملہ مذکورہ فی السؤال سے زید خبر عن الماضي کذباً مراد لینے کا دعویٰ کرتا ہے تب بھی قضاء مقبول نہیں بلکہ دونوں بیویوں پر تین تین طلاق ہو گئیں۔

کما فی الشامی (ص ۲۹۴ ج ۲) و اما ما فی اکراه الخا نية لو اكره على ان يقرب بالطلاق فاقرب لا يقع كما لو اقر بالطلاق هانلاً او كاداً فقال في البحر ان مراده بعدم الوقوع في المشبه به عدم ديانة ثم نقل عن البزارية والقنينة لو اراد به الخبر عن الماضي كذباً لا يقع ديانة الخ اور اس امر میں عورت چونکہ بمنزلہ قاضی کے ہے اسلئے اگر عورت نے خود سن لیا یا شہادت معتبرہ سے اسکو زوج کا کہنا ثابت ہو گیا تو اس کو اس مرد کے پاس رہنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

احقر عبد الکریم عفی عنہ خانقاہ امدادیہ

تھانہ بھون - ۱۵ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۶ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ

طلاق مغلفہ کی ایک صورت (سوال) ایک شخص نے حالت غضب میں اپنی بیوی سے جھگڑتے ہوئے درآخا لیکہ وہ بیوی وہاں موجود تھی یہ کہا "ایک طلاق دو طلاق دی" نیت یہ تھی کہ دو طلاق واقع ہوئی۔ اور پیچھے لیا جائے اسمیں زجر ہو جائیگی۔ اس کے بعد وہ عودت دوسری جگہ رہی اب اس میں اس عورت پر دو طلاق واقع ہوئی یا تین طلاق یعنی دو طلاق واقع ہو کر رجعت کر سکتا ہے؟ یا تین طلاق واقع ہو کر حرام ہو گئی؟

(۲) بعینہ سوال اول ہے فرق یہ ہے کہ "ایک طلاق دو طلاق دی میں" لفظاً خطاب کر کے کہا یعنی "تھکوا ایک طلاق دو طلاق دی" اس سوال سے غرض یہ ہے کہ واقعہ مندرجہ بالا میں لفظاً خطاب اور عدم خطاب میں حکماً کچھ فرق ہے یا نہیں؟ حالانکہ بیوی وہاں موجود تھی۔ راقم بندہ محمد عبد الرحمن عفی عنہ۔ بنگال۔

الجواب :- فی الشامی (ص ۲۹۴ ج ۲) ولا يلزم كون الاضافة صريحة في كلامه لما في البحر لو قال طالق فقل له من عنيت فقال امرأتی طلقت امرأته اه۔

وفي العالمگیریة : (ص ۵۷ ج ۲) ولو قال : "تراك طلاق" وسكت

ثم قال : "ودو" يقع الثلاث ولو قال : "دو" بغير الواو .. وان نوى العطف يقع الثلاث وان لم ينو يقع واحدة كذا في الخلاصة۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ "ایک طلاق دو طلاق دی" اور "تھکوا ایک طلاق دو طلاق دی" میں کوئی فرق نہیں دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور ایک طلاق دو طلاق، میں جب عطف کی نیت نہیں کی تو تین طلاق واقع نہیں ہوئی بلکہ دو واقع ہوئیں۔ واللہ اعلم۔

اس تحریر کے بعد شبہ ہوا اور عالمگیریہ (ص ۲۹۴ ج ۲) میں یہ جزیئہ ملا۔

لو قال : للمدخولة انت طالق واحدة لابل ثنتين يقع الثلاث ولو

قال : ذالك لغير المدخولة يقع واحدة — اس بناء پر صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو گئیں اور عالمگیریہ کا پہلا جزیئہ اس واقعہ کے مطابق نہیں کیونکہ وہاں سکوت کی وجہ سے "دو" کا لفظ مہمل رہا جبکہ اسکے ساتھ لفظاً حرف عطف نہ ہو یا عطف کی نیت نہ کی ہو — کتبہ احقر عبد الکریم عفی عنہ۔

الجواب صحیح : ظفر احمد عفا اللہ عنہ۔ ۲۹ رجب ۱۳۸۶ھ

"یک دو" طلاق ہستی (سوال) مولانا صاحب! السلام علیکم الخ سے ایک طلاق واقع ہوگی یا تین؟ از جانب رسول شاہ عرض آنت کہ یک مسئلہ

واقع شدہ کہ درحل آن اکثر عالمان این وطن حیران و متفکر اند جناب اگر حل آن بجارت کتاب کنند منت واحسان باشد عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہید شد۔ آن مسئلہ این است کہ شخصے زن خود را گفت کہ "یک دو" طلاق ہستی۔ باین لفظ یک طلاق واقع شود یا سه طلاق واقع شود بعض عالمان این وطن میگویند کہ یک طلاق واقع شود و بعض عالمان میگویند کہ سه طلاق واقع شود بینوا تو جروا۔ عالمان این وطن قائلین یک طلاق و قائلین سه طلاق دلیل ندارند ہر کسے قیاساً میگویند و ہر چہ میگویند اگر دلائل فریقین بودے نوشته ارسال کردی بر شما امید است کہ تسلی دھندہ ارسال کنید کہ تسلیہ ہمہ ملان شود۔

المرسل رسول شاہ موضع ڈھوڈہ مسجد کلاں ضلع کوہاٹ ڈاکخانہ خاص۔

الجواب :- صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو چکیں

کما قال فی خلاصة الفتاوی: (ص ۸۷ ج ۲) ولو قال: «اگر فلانہ بزنی کم از من بیک طلاق و دو طلاق و سه طلاق» فتر وجها تطلق واحدة ولو قال: «بیک و دو سه»، ثمر تزوجها يقع الثلاث وتقام هذا فی خزانة الوقایع ۱۵۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب لفظ طلاق کو «یک و دو سه» کے بعد ذکر کیا جائے تو غیر مدخولہ پر بھی تین طلاق واقع ہوتی ہیں۔ والمدخولة بها بالاولیٰ اور اگر ہر عدد کے بعد لفظ طلاق مذکور ہو جیسا کہ جزئیہ اولیٰ میں ہے تو غیر مدخولہ پر ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور مدخولہ پر اس صورت میں بھی تین طلاق واقع ہونگی چونکہ صورت مسئلہ میں لفظ طلاق کو مجموعہ اعداد کے بعد ذکر کیا گیا ہے لہذا ہر حال تین طلاق واقع ہو گئیں خواہ وہ عورت مدخولہ بھا ہو یا غیر مدخول بھا۔ واللہ اعلم۔

حقرہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ۔ ۱۷ شعبان ۱۳۷۵ھ

طلاق مغفلہ کی ایک صورت کا حکم [سوال] علماء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ نقل طلاق نامہ منسلک استفتاء ارسال حضور ہے جسکو مرد نے اپنی سوتیلی ماں کے کہنے سے جسٹری کے ذریعہ اپنی عورت کو مورخہ ۱۴ مارچ ۱۳۷۵ء کو بھیجا جسکے ملنے کا اس نے انکار کیا۔ بعد ازاں خاوند کو معلوم ہونے پر اسی طلاق نامہ کی نقل بذریعہ پوسٹ کارڈ جسٹری شدہ شوہر نے بھیجا اس کو بھی عورت نے لینے سے انکار کیا اور واپس کر دیا عورت بدستور باعصمت اپنی والدہ کے ساتھ اپنے میکہ میں بیٹھی ہے اور طلاق سے انکار ہے خواہش شوہر کے پاس جانیکی ظاہر کرتی ہے آیا طلاق پڑی یا نہیں پڑی تو رجوع کیسے کیا جائے و صلح کیسے ہو۔ از لکھنؤ ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۷ء۔

نقل طلاق نامہ: مسماة فلانة بنت فلاں صہبہ! تم عرصہ سے اپنے طریقہ کو تبدیل کر کے بد اخلاقی و بد زبانی و نافرمانی و داری سے پیش آتی رہیں۔ بلکہ شور و غل و بدتمیزی کی گفتگو رہی محلہ کے مجمع عام میں بے حجابانہ کر کے طلاق مانگی آخر کار مع کل زیورات و پار جرات اپنی پھوپھی کی بیماری کا موقع حاصل کر کے اپنی والدہ اور نانی کے ہمراہ اپنے میکہ چلی گئیں اور پھر واپس نہیں آئیں۔ ابھی تک جیلہ و حوالہ کرتی رہیں تمہارے والد بزرگوار کو بھی

خط لکھا تھا انہوں نے بھی سمجھانے نیکی کوئی کاروائی نہیں کی معلوم ہوتا ہے کہ تم نے انکو بھی اپنا ہم خیال بنالیا چونکہ اس سے پیشتر بھی تم مجھ سے خواہش طلاق کر چکی ہو لہذا تمہاری مرضی کے موافق بحالت صحت و ثبات عقل تمکو اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں۔ اور طلاق دیتا ہوں۔ اور طلاق دیتا ہوں اور طلاق نامہ هذا بذریعہ جسٹری روانہ کرتا ہوں۔

مسماة فلانة بنت فلاں تمکو مجھ.... نے طلاق بائن دی

مسماة فلانة بنت فلاں تمکو مجھ.... نے طلاق بائن دی

مسماة فلانة بنت فلاں تمکو مجھ.... نے طلاق بائن دی

واضح ہو کہ جو زیورہ طلائی و تقری تم میرا لیگی ہو اور جسکی فہرست تمہاری دستخطی موجود ہے وہ واپس کر دو۔ تاکید جانو۔

العبد شوہر

مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۲۷ء

گواہ علی بکر

گواہ علی زید

الجواب :- صورت مسئلہ میں مسماة پر طلاق بائن مغفلہ پڑ گئی اور نکاح فسخ ہو گیا بعد عدت کے وہ دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے اور اس شوہر سے بدون تحلیل کے نکاح جائز نہیں کیونکہ طلاق نامہ میں بعد مذکرہ طلاق کے اول یہ لفظ یہ لفظ لکھا ہے کہ تمکو اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں اس ایک طلاق بائن واقع ہو گئی اس کے بعد لکھا ہے اور طلاق دیتا ہوں یہ گو صریح ہے مگر اس سے دوسری طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ بظاہر یہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے مگر یہ کہ اس سے زوج نے تکریر طلاق کا قصد کیا ہو تو دوسری اس سے بھی واقع ہو جائیگی اس کے بعد زوج نے مسماة کو مخاطب کر کے تین دفعہ یہ جملہ لکھا ہے مسماة فلانة بنت فلاں تمکو مجھ نے طلاق بائن دی۔ یہ گو طلاق بائن ہے مگر بالفاظ صریح ہے اس لئے بائن کو لاحق ہوگا اور چونکہ تین بار تکرار کیا ہے اسلئے تین طلاق واقع ہو کر ایک زائد ہو جائیگی۔

قال فی الطحاوی و فی حاشیة الدر: والمراد بالبائن الذی لا یلحق البائن، البائن بلفظ الکنایات فلو کان بائنا بغیرہا یقع۔ الی قال — ولو خلعها ثمر قال: انت طالق بائن وقع الثانی وان کان بائنا لان وقوعه

بانت طالق وهو صریح ویلغو قوله بان لعدم الحاجة اليه لان الصریح بعد البائن بان اھ (ص ۲۱۸-ج ۲) واللہ اعلم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون

خانقاہ امدادیہ - ۳۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

دو بیویوں کو مخاطب کر کے کہا "شمارا" (سوال) چہ می فرمایند علماء دین و فضلاء
یک طلاق، دو طلاق، سہ طلاق دادم؟ شرع متین اندرین مسئلہ کہ شخصے مسمیٰ علی اعظم
تو دونوں پر طلاق مغلظہ قضاء واقع ہو جائیگی۔ دوزن دارد روزے بمعاملہ خانگی در میان ہر دو
زن منازعت افتادہ بود ذریں اشاد علی اعظم

در ششم و طیش آمدہ گفت شمارا یک طلاق دادم کہے گفت این چہ طلاق دادی طلاق نشد
بمحر و شنیدن این کلام قدرے چند پیش و پس رفتہ باز گفت "شمارا یک طلاق - دو طلاق -
سہ طلاق دلم" پس در صورت مذکورہ بالا زنان علی اعظم مطلقہ سہ طلاق شدند یا ہر طلاق
بر ہر دوزن منقسم شدہ جدا گانہ واقع شود یا نہ؟ - مخفی مباد کہ مطلق را پر سیدہ شد کہ
نیت تو چہ بود گفت نیت من تقسیم نہ بود - بینوا توجروا عند اللہ اجرًا عظیمًا۔

عرضگذار: خاکسار عبد الرؤف مدرس مدرسہ مداری پور ضلع فرید پور۔

الجواب :- قال فی الھندیۃ نقلًا عن فتح القدیر، ولو قال: لا ربیع
انتن طوالت ثلاثا ینوی ان الثلاث بینھن فھو یدین فیما بینہ و
اللہ فتطلق کل واحدة واحدة اھ

وفیہ ایضاً :- عن المحيط للسرخسی :- ولو قال: لا ربیع نوة انتن
طالقات ثلاثا یقع علی کل واحدة ثلاثا اھ (ص ۲۰ - ج ۲)۔

پس در صورت مسئلہ قضاء سہ طلاق بر ہر زن واقع شدہ و اگر زوج نیت
تقسیم کردی دیا نہ نیت او قبول گشتے و چون نیت تقسیم ہم نکرد پس دیا نہ نیز
ہر دوزن وجہ اش مطلقہ ثلاثہ مغلظہ گشتہ - فلا یجوز لہ النکاح باحدھما
الا بعد ان تنزع وجہا بنزع آخر و تنقضی عدتھما منہ بعد
طلاقہ - واللہ تعالیٰ اعلم - حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه

از تھانہ بھون خانقاہ اشرفیہ ۱۳ شعبان ۱۳۳۵ھ

مذاکرہ طلاق میں شوہر نے کہا (سوال) ایک شخص نے حالت تنازع میں اپنی
"ایک دو تین" تو طلاق بیوی سے کہا کہ "میں تجھ کو کل کو طلاق تکیہ ملن کھڑے کر کے
مغلظہ واقع ہو جائیگی۔" اس نے جواب میں سب و شتم کر کے کہا کہ "تو ابھی طلاق

دیدے" شوہر نے پھر جواب میں کہا کہ "ایک دو تین" اور بعد اسکے کہا کہ "جھاگھر سے چلی جا،
اور بعد میں لوگوں نے شوہر کو ملامت وغیرہ کی کہ تم نے کیوں طلاق دی تو اس نے کہا کہ میں نے
دل سے طلاقیں نہیں کہیں بلکہ خوف اور ڈرانیکے واسطے کہی ہیں۔ آیا ایسی صورت میں طلاقیں
واقع ہو گئیں یا نہیں؟ حوالہ کتب مع عبارت ارسال فرمائیں عنایت ہوگی بسیںوا
جزاکم اللہ رب الجلیل۔

الجواب :- صورت مسئلہ میں اس شخص کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔
قال فی الخلاصۃ: وفي الفتاوی: قال لامرأته: "ترایکے وتراسہ" او قال:
"تویکے توسہ" قال ابو القاسم الصغار لا یقع شئی وقال الصدر الشہید:
یقع اذا نوى وبہ یفتی قال القاضی: وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل
ان کان ذالک فی حال مذاکرۃ الطلاق او فی حال الغضب یقع الطلاق
وان لم یکن لا یقع الا بالنیۃ کما قال فی العربیۃ انت واحدة اھ (صفحہ ۲)
- قلت: وقد وجدت المذاکرۃ فی الصورۃ المبتسول عنہا واللہ اعلم۔
حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون

خانقاہ امدادیہ - ۱۹ صفر ۱۳۳۵ھ

دو بیویوں کو مخاطب کر کے کہا (سوال) چہ می فرمایند علماء دین و مفتیان شرع
"اللہ کا حکم - شمارا سہ طلاق متین اندرین مسئلہ کہ مسمیٰ غنومیاں دوزن می داشت
دادم، تو ہر ایک تین طلاق واقع روزے ہر دوزنش در امرے تنازعہ می کردند و گفتگو ہای
ہوگی یا ایک ایک طلاق - بسیار وقال وقیل بیشار می نمودند مسمیٰ مذکور از مسجد

آمدہ چون ایشا ترا در مشاجرت و منازعت دیدہ گفت "اللہ کا حکم - شمارا سہ طلاق دادم"
پس استفسار از علماء کرام این است آیا ہر دوزن مسمیٰ مذکور سہ طلاق مطلقہ
خواہد شد یا نہ؟ بسیںوا توجروا۔

الجواب :- اقول وباللہ التوفیق - در صورت مرقومہ ہر دوزن وجہ

تنبو میاں سے یہ طلاق مطلقہ خواہ شدہ لفظ "اللہ کا حکم" در عرف این دیار بمعنی سوگند بخدا مستعمل می شود پس حسب قاعدہ مسلمہ - بناء اليمين على العرف - معنای این شدہ کہ سوگند بخدا شمار اسے طلاق دادم پس چونکہ در قول مطلق ہر یک از منکوحہ اش مخاطبہ مستقلہ اش ہر یک از اینان بہ طلاق مطلقہ خواہد گردید۔

کما فی الہندیہ :- ولو قال لا ربیع نسوة له انتن طالقات ثلاثاً يقع علی کل واحدة ثلاث ولا یخفی علی من له البصارة ان وقوع الطلاق فی هذه الصورة مبني علی ان کل واحدة منهن مخاطبة مستقلة هكذا ههنا والله اعلم وعلمه اعمرو واتمرو۔

حرره الاحقر ولایت حسین عفا عنه

المدرس فی المدرستہ الاسلامیۃ النواکھالیہ - ۱۲۰۰ شوال ۱۳۲۹ھ

(نوٹ) اس جواب پر اور بھی چند علماء بنگال کی تصویب اور دستخط تھے۔

تنقیح انرجامع امداد الاحکام

در صورت مسئلہ از نیت زوج سوال باید کرد اگر ایقاع طلاقات ثلاث برہر زوجہ قصد کردہ بود برہر زوجہ سے طلاق واقع شد چنانچہ مفتی نوشتہ و اگر ہر دو را در سہ طلاق شریک کردہ - نیت تقسیم کردہ بود سوال بار دیگر باید فرستاد۔

فقد قال: فی الہندیۃ: بعد العبارة التي ذكرها المفتي ولو قال لا ربیع: انتن طوالق ثلاثاً ينوي ان الثلاث بينهن فهو يدين فيما بينه وبين الله تعالى فتطلق كل واحدة واحدة كذا في الفتح اهـ (ص ۶۰ - ج ۲) والله اعلم وعلمه اترو واحكم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تہانہ بھون ۱۵ غرم ۱۳۲۹ھ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کہنے سے ہر ایک بیوی پر تین طلاق واقع ہوگی یا کیسے۔ میں آکر کہا کہ "تم دونوں کو تین طلاق دیدی" جب مرد

سے چند روز کے بعد پوچھا گیا کہ آیا ہر ایک بیوی کو تین طلاق دینا مقصود تھا یا ڈیڑھ ڈیڑھ اس نے جواب میں کہا مجھے یاد نہیں آتی کہ میری کیا نیت تھی اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں پر

کتی طلاق واقع ہونگی؟ ہماری ملکی اصطلاح میں جب کوئی کہے کہ تم دونوں کو تین روپیہ دیا۔ مراد اس سے نصفاً نصفی ہوتی ہے کیا طلاق میں اصطلاح ملکی ملحوظ نہ ہوگی؟ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

لو قال لثلاث نسوة له انتن طوالق ثلاثاً او طلقتكن ثلاثاً يقع علی کل واحدة ثلاث ولا ینقسم بخلاف لو قال: او قعت بینكن ثلاثاً فانها تقسم بینهن فتقع علی کل واحدة طلقہ۔ مراد ایراد سے یہ ہے کہ اس مرد کے قول کے تعریب حسب اصطلاح ملک ہند طلقتکما ثلاثاً ہوگی یا او قعت بینکما ثلاث تطلقاً ہوگی؟ بینوا توجبوا۔ سائل محمد فیض الرحمن یمین سنگی۔

تنقیح :- ہمارے محاورہ میں صورت مسئلہ میں دونوں بیویوں پر تین تین طلاق واقع کرنا مفہوم ہوتا ہے اگر سائل کا عرف تقسیم ہو موجب ہے تو علماء بنگال سے رجوع مناسب ہے و افضلہم عندی مولانا محمد اسحاق البردوانی استاذ الدینیات بکلیہ ڈھاکہ پانچ بھائی گھاٹ لین: واللہ تعالیٰ اعلم۔

ظفر احمد عفا عنه ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ

مطلقہ ثلاث اگر مرتد ہو کر پھر مسلمان ہو جائے (سوال) اگر مطلقہ بطلاق مغلطہ معاذ اللہ تو طلاق ثلاثہ کا حکم باطل ہو جائیگا یا نہیں۔ مرتد ہو جائے اور پھر وہ اسلام قبول کرے تو

اس ارتداد کی وجہ سے حکم طلاق ثلاثہ کا بھی باطل ہوگا یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں زوج اول بلا علانہ اپنی مطلقہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ والسلام

نیاز مند - محمد رسول عفا عنه ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ

الجواب :- فی العالمگیریہ :- (ص ۱۲۹ ج ۲) ولو ارتدت المطلقہ ثلاثاً واحقت بدار الحرب ثم استرقها او طلق زوجته الامة ثنتين ثم ملكها ففی هاتين لا یحل له الوطی الا بعد زوج آخر - کذا فی النہر الفائق۔

وفی الدر :- لا اشتراط الزوج بالنص فلا یحلها وطء المولی ولا ملک امة بعد طلقتین او حرقة بعد ثلاث واردة وسیی اھ۔

وقال الشامی :- ای لو طلقها ثنتين وهی امة ثم ملكها او ثلاثاً وهی

حدة فارقت ولحققت بدار الحرب ثم سببت وملكها لا يجعل له الوطى بملك اليمين حتى ينز وجها فيدخل بها الزوج ثم يطلقها لكان في الفتح (ص ۲۷۷) ان روایات فقہیہ سے صراحت معلوم ہو کہ ارتداد سے مطلقہ ثلاث کا حکم نہیں بدلتا پس جو عورت مطلقہ ثلاث مرتد ہو کر مسلمان ہو جائے اس کا نکاح بدون حلالہ کے زوج اول سے حرام ہے۔

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ - ۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔

ماں کو مخاطب کر کے کہا "ماں تیری بیوی کو () کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان تین طلاق" تو بیوی پر تین طلاق واقع ہو جائیگی۔ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو اس کی بیوی اور بھاوج نے کھانا لاکر دیا۔ کھانے میں کچھ خرابی دیکھ کر غصہ میں زید نے اپنی والدہ کو آواز دیکر کہا "ماں تیری بیوی کو تین طلاق" اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟ زید واقعہ کے بعد سال بھر تک اپنی بیوی کے ساتھ کھاتا پیتا رہا اس خیال میں کہ بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ مہربانی فرما کر مع دلیل جواب سے مشرف فرمایا جائے اور اگر طلاق واقع ہو گئی تو زید کو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجس واجزا کو اللہ تعالیٰ فی الدارین خیراً۔

الجواب :- اس صورت میں طلاق مغلطہ واقع ہو چکی ہے اس عورت کو اب نکاح جو رکھا سخت گناہ کا مرتکب ہوا اب فوراً الگ کر دینا واجب ہے بڑی حیرت ہے کہ اس طرح صاف صاف الفاظ کہہ کر بھی یوں سمجھ لیا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔

ونظیرہ ما فی العالمگیریۃ: (ص ۶۱-۶۲) ولوضو الی امرأۃ امرأۃ اجنبیۃ وقال: احدا کما طالق الی ان قال۔ ولو قال فی هذه الصورة طلقت احدا کما طلقت امرأۃ من غیر نیۃ ذکرہ فی طلاق الاصل۔ واللہ اعلم۔

احقر عبد الکریم عفی عنہ۔ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔

الجواب صحیح

ظفر احمد عفا عنہ ۲۸ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ

”میں اسکو چھوڑ چکا، وہ میری بیوی نہیں ہے، مولائی و آقائی حضرت حکیم الامت دامت مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں، وہ میری طرف سے برکاتہم۔ السلام علیکم۔ حضرت! اس معاملہ میں ہر ایک فریق آزاد ہے۔“ کا حکم۔

بحث کر رہا ہے اور حضرت استاذ مولانا محمد حسن صاحب (قاضی بھوپال) دام فیوضہم نے مکرر سر کر رہے۔ شامی۔ عالمگیری وغیرہ ملاحظہ فرمایا لیکن فریق مخالف اپنے خلاف فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔ حضرت سے عرض ہے کہ لوجہ الترتالی مفصل و مدلل امر حق واضح فرمادیں۔ ہر ایک فریق حضرت سے نیک عقیدت رکھتے ہیں اُمید ہے کہ حضرت کے فتویٰ سے ان میں اصلاح ہو جائیگی شبہات حسب ذیل لکھے جا رہے ہیں

فویق اول :- زید کا کہنا ان الفاظ کا کسی شہادت وغیرہ سے ثابت نہیں بلکہ صرف دھوکہ سے اقرار کر لیا گیا ہے زید کو نیت نہ تھی غایت فی الباب پہلے لفظ سے طلاق رجعی ہوئی ہے اور بقیہ سے تاکید ہے اور زید نے معافی چاہ لی ہے لہذا رجعت ہو چکی۔

فویق ثانی :- ہر ایک لفظ سے ایک ایک طلاق واقع ہو چکی ہے اور اقرار کے بعد دھوکہ اور عدم نیت وغیرہ کا جملہ کرنا باب الطلاق میں کچھ مفید نہیں کیونکہ عاقل بالغ کا اقرار ہے اور اس اقرار کے بعد شہادت کی کوئی ضرورت نہیں پہلے لفظ سے رجعی اور بقیہ سے تاکید کہنا لغو ہے حضرت عمرؓ نے تین طلاق کو تین ہی رکھا ہے اور اسی پر عمل ہے لہذا مغلطہ ہو چکی۔ اب بلا حلالہ کے نکاح زید سے ہندہ کا نہیں ہو سکتا۔

ہر ایک فریق اپنی اپنی کہتا ہے اور حضرت قاضی صاحب کے فیصلہ سے بھی آگے جا رہا ہے حضرت کے فتویٰ سے انشاء اللہ تعالیٰ اصلاح کی اُمید ہے۔ خادم عبد الصمد۔

الاستفتاء: زید نے اپنی اہلیہ کے متعلق محکمہ قضاء بھوپال میں ۱۸ نومبر ۱۲۸۵ھ کو درخواست پیش کی اور اپنا بیان لکھوایا۔

درخواست کا مضمون | میری اہلیہ مسماۃ ہندہ اور میرے درمیان کئی سال سے باہمی نزاع تھا اور اس زمانہ میں مصالین و مفسرین کے ذریعہ سے جانیں کو اور انکے اعزہ کو مختلف اقسام کی باتیں پہنچتی رہیں جیسے کہ باہمی نزاع کی صورت میں ہوتا ہے اور معاملہ استقدر طول پکڑ گیا تھا کہ ہر ایک فریق نے دوسرے سے بالکل ہی رشتہ داری توڑ کر قطع تعلق کر لیا تھا حتیٰ کہ اسی غصہ کی حالت میں، میں نے اپنی اہلیہ مذکورہ کے متعلق یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ”میں اسکو چھوڑ چکا، وہ میری بیوی نہیں ہے، مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں، وہ میری طرف سے آزاد ہے۔“ بالآخر میں نے اپنے خسر صاحب کے پاس جا کر معافی چاہی اور اُمید کیلئے پھر تعلقات قائم کر نیکی استدعا کی اس پر صاحب موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ معاملہ بہت

لوہل ہو چکا ہے اور میرا دل اب تم سے رشتہ کر نیکو نہیں چاہتا خیر میں نے انکو راضی کر لیا
خارجا سنا ہے کہ خسر صاحب نے شکایت کی کوئی درخواست عالی خدمت میں آئی ہے اس لئے
عرض ہے کہ چونکہ باہمی ہمارا فیصلہ ہو چکا ہے اور آئندہ بھی باہمی مصالحت رہے گی اور یہ
درخواست نہ میں نے دی ہے نہ میرے کسی عزیز نے لہذا عرض ہے کہ اس درخواست پر کوئی
کاروائی نہ فرمائی جائے بلکہ عرضی ہذا پر شرعی حکم صادر فرمادیا جائے تاکہ ہم اسپر دل و جان
سے عمل کر سکیں۔

بیان کا مضمون : یہ درخواست میں نے لکھوائی ہے اسپر میرے قلمی دستخط
میں نے اس وقت درخواست کو سن لیا اس میں وہ باتیں لکھی ہیں جو میں نے لکھوائی
ہیں جو مثل میرے معاملہ کی تیار ہوئی تھی اسپر کوئی کاروائی نہ کی جائے اسقدر روٹا دیا
فیصلہ شرعی فرمادیا جائے۔

جناب قاضی صاحب کے فیصلہ کا خلاصہ :- شرعاً ان الفاظ سے کہ جو الفاظ
زید نے اپنی اہلیہ مسماۃ ہندہ کی نسبت کہے ہیں۔ مسماۃ پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی
اسلئے بدون نکاح جدید وہ مسماۃ زید کے حق میں حلال نہیں ہو سکتی۔ ۱۲ نومبر ۱۳۲۷
پھر ۱۲ نومبر ۱۳۲۷ کو زید نے دوسری درخواست اس مضمون کی پیش کی کہ وہ ۸
نومبر والی درخواست نہ میں نے لکھی اور نہ کسی سے لکھوائی بلکہ خسر صاحب نے کسی سے لکھوائی
اور مجھے دھوکہ دیکر مجھ سے دستخط کرائے اور مجھے یہ اطمینان دلایا کہ ہم تفریق نہیں چاہتے
ہیں۔ بلکہ رخصت کر دینگے انکے اعتماد اور خوف بزرگی کی وجہ سے میں نے دستخط کئے اور
پیش کر دی لہذا ان حالات پر غور فرما کر فیصلہ پر نظر ثانی فرمادیتے۔ اس ثانی
درخواست کے ساتھ زید نے اس مضمون کا بیان لکھوایا۔ سابق درخواست میں نے جو
۸ نومبر ۱۳۲۷ کو پیش کی تھی درخواست مذکورہ پر میرے قلمی دستخط ہیں محکمہ قضا میں پیش
کرنے پر مجھے درخواست مذکورہ پڑھ کر سنائی گئی تھی۔ میں نے درخواست مذکورہ کو
سنکر یہ بیان کیا تھا کہ یہ درخواست میں لکھوائی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ درخواست
میں نے نہیں لکھوائی تھی بلکہ یہ درخواست میرے خسر نے کسی سے لکھوا کر مجھ سے دستخط
کرائے تھے اور کہا تھا کہ محکمہ قضا میں جو معاملہ پیش ہو گیا ہے اسکے واپس کرنے
کیلئے یہ درخواست دی جاتی ہے۔

بعد نظر ثانی جناب قاضی صاحب کے فیصلہ کا خلاصہ :-

زید کی پہلی درخواست پر جبکہ فریقین کو فیصلہ سنا دیا گیا تو زید پھر درخواست پیش
کی زید اس ثانی درخواست میں لکھتا ہے کہ میرے خسر نے مجھ کو دھوکہ دیکر تحریر پر دستخط
کرائے وہ کلمات نسبت چھوڑنے اور بے تعلق ہو جانے زوجہ کے نہیں کہے لیکن زید ثانی
درخواست پیش کر کے اپنے بیان میں خود تسلیم کر رہا ہے کہ پہلی درخواست میں نے محکمہ
قضا میں پیش کی تھی درخواست مذکورہ پر میرے قلمی دستخط ہیں محکمہ قضا میں پیش
کرنے پر مجھے درخواست مذکورہ پڑھ کر سنائی گئی تھی میں نے درخواست مذکورہ سن کر
بیان کیا تھا کہ یہ درخواست میں نے لکھوائی ہے۔ الی آخر۔ یہ بیان اسکی ثانی درخواست
کے مضمون کے خلاف ہے بہر حال مجموعہ روٹا دے یہ تو ثابت ہے کہ الفاظ متعلق ”چھوڑ دینے
زوجہ و بے تعلق و آزادی“ کے کہہ دینے اور لکھوا دینے کو زید تسلیم کرتا ہے خواہ برضا و رغبت
ہو یا بدون رضا خسر کے بہکانے اور دھوکہ دینے سے چونکہ شریعت میں بصورت جد و ہزل
و مذاق و اکراہ ہر طور پر الفاظ طلاق کہہ دینے یا تحریر کر دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے
لہذا ایک طلاق بائن مسماۃ ہندہ پر ضرور واقع ہو گئی اسلئے بعد نظر ثانی فیصلہ سابق میں
ترمیم یا تنسیخ کی حاجت نہیں ہے وہی فیصلہ نافذ ہے۔ اسکے بعد ۱۰ دسمبر ۱۳۲۷ کو زید نے
عدالت میں رخصتی زوجہ کا دعویٰ دائر کیا کہ میری اہلیہ اپنے باپ کے گھر سے آتی نہیں رخصت
کرادی جائے۔ ہندہ کی طرف سے جواب دعویٰ پیش ہوا کہ بے فیصلہ شرعی ہندہ زید پر
حرام ہو چکی ہے لہذا اب رخصت کیسی؟ اور زید کی ۸ نومبر والی درخواست اور اسکے
ساتھ کے اول بیان کی نقل اور جناب قاضی صاحب کے فیصلہ کی نقل بھی پیش کی تو زید نے
اس درخواست کو مع اس بیان کے تسلیم کی لیکن قاضی صاحب فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا
پس دریافت طلب یہ ہے کہ

- (۱) صورت مسئلہ میں طلاق رجعی ہوئی یا بائن یا مغلظ۔ کیا اگر زید کہے کہ میری
ان الفاظ سے طلاق کی نیت ہی نہ تھی تو بھی طلاق واقع ہو جائیگی؟
- (۲) دھوکہ وغیرہ کے عذرات مذکورہ شرعاً مسموع کیوں نہیں ہیں اور محض بیانات
وغیرہ مذکورہ کی بناء پر طلاق کا حکم کیوں لگایا جاتا ہے۔ شہادت سے اس کا ثبوت
کیوں نہ لیا جائے کہ یہ الفاظ زید کے ہیں یا نہیں۔

(۳) بر تقدیر طلاق رجعی زید کا اپنے خسر کے پاس جا کر معافی چاہنا اور پھر تعلقات کی استدعا کرنا یہ رجعت ہے یا نہیں؟ جواب مدلل و مشرح مع حوالہ کتب صادر فرمایا جائے کہ فریقین کی تسلی کر کے ایسی صلح کرا دی جائے۔

خادم عبدالصمد ساکن اسلام پورہ بھوپال۔

الجواب :- اس سوال سے معلوم ہوا کہ خاوند نے چار جملے بحالت غصہ استعمال کر نیک اقرار کیا ہے اسلئے اولاً ان چاروں جملوں کا الگ الگ حکم لکھا جاتا ہے اسکے بعد سب کو ملانے سے جو نتیجہ ہوا اسکو تحریر کیا جائیگا۔

پہلا جملہ یہ ہے کہ ”میں اسکو چھوڑ چکا“ اسکے متعلق عالمگیری میں ہے :

اذا قال الرجل لامرأته ”ہشتم ترا، ولم یقل“ ازرنے، فان كان في حالة غضب ومذاكره الطلاق فواحدة يملك الرجعة وان نوى بائناً او ثلاثاً فهو كما نوى وقول محمد في هذا كقول ابی یوسف كذا في المحيط :- اس سے معلوم ہوا کہ اگر غصہ اور مذاکرہ طلاق کی صورت میں یہ جملہ استعمال کیا جائے تو بدون نیت بھی رجعی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

دوسرا جملہ یہ ہے کہ :- ”وہ میری بیوی نہیں ہے“ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر خاوند نے نیت کی ہو تو رجعی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اگر نیت نہیں کی تو اس جملہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی خواہ یہ جملہ غصہ اور مذاکرہ طلاق کی حالت میں کہا ہو خواہ بدون غصہ و تذکرہ طلاق کہا ہو ہر حالت میں نیت شرط ہے۔

کما هو مصرح في الفتاوى الشامية : منك تحت قول الدر : لست لي بامرأة (التي ان قال) طلاق ان نواه :- لان الجملة تصلح لانشاء الطلاق كما تصلح لانكاره فيتعين الاول بالنية وتيد بالنية لانه لا يقع بدونها اتفاق لكونه من الكنايات و اشار الى انه لا يقوم مقامها دلالة الحال لان ذلك فيما يصلح جواباً فقط وهو الفاظ ليس هذا منها و اشار بقوله طلاق الى ان الواقع بهذه الكناية رجعي كذا في البحر من باب الكنايات اه

تیسرا جملہ یہ ہے کہ ”مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں“ سو اس کا حکم کہیں مصرح تو ملا

نہیں مگر قواعد سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غضب و مذاکرہ کی حالت میں بلا نیت بھی اس فقرہ سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔ دلیل وقوع کی یہ ہے کہ یہ کنایہ ملحوظ ہے ”اعتدی“ وغیرہ کے ساتھ کیونکہ وہ متحمل سبب و رد نہیں بلکہ جواب محض کے واسطے ہے اور ”اعتدی“ وغیرہ کا یہ حکم ہے کہ غضب و مذاکرہ میں بدون نیت وقوع ہو جاتی ہے کما هو مصرح في الدر وغيره من كتب الفقه - اور رجعی ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اس جملہ میں لفظ طلاق نکالنا پڑتا ہے یعنی پورا کلام یوں سمجھا جائیگا کہ ”مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ میں اسکو طلاق دے چکا“ اور جو کنایہ ایسا ہو اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔

کما قال صاحب البحر (ط ۲۹۹ ج ۳) : ولما كانت العلة في وقوع الرجعي بهذه الالفاظ الثلاثة (۱) اعتدی واستبرئ رحمك و انت واحدة) وجود الطلاق مقتضى او مضمون أعلم ان لاحصى في كلامه بل كل كناية كان فيها ذكر الطلاق كانت داخله في كلامه ويقع بها الرجعي بالاولى الخ — وايضا يعلم ذلك من كلام الشامي صراحة ولكن كلام البحر اصح منه فلذا لك اخترتة۔

اور چوتھا جملہ یہ ہے کہ ”وہ میری طرف سے آزاد ہے“ اس کنایہ کا حکم در مختار میں صریح موجود ہے کہ غضب و مذاکرہ میں بدون نیت بھی طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے — ونصه هذا ويقع بباقيها اي باقي الفاظ الكنايات المذكورة البائن ملك — وايضا قال ويقع بالآخرين وان لم ينو لان مع الدلالة لا يصدق قضاء في نفي النية لانها اقوى لكونها ظاهرة والنية باطنة اه (ص ۵۷) — تمام جملوں کا جدا گانہ حکم معلوم ہونے کے بعد اب اسکی ضرورت ہے کہ طلاق کے چند جملے جمع ہو جائیں تو کیا حکم ہوگا سو اس کا یہ قاعدہ ہے کہ الصریح يلحق الصريح والباين، والباين يلحق الصريح لا البائن۔ متون کی یہی عبارت ہے مگر اس کا حل کسی قدر دقت سے خالی نہیں اس واسطے بدائع کی عبارت نقل کرتا ہوں جو بالکل واضح ہے۔

وهی هذه المرأة لا تخلوا ما ان كانت معتدة من طلاق رجعی او بائن او خلع فان كانت معتدة من طلاق رجعی یفصح الطلاق علیها سواء كان صریحاً او کنایة لقیام الملك من كل وجه وان كانت معتدة من طلاق بائن او خلع وهی المبانة او المختلعة فیلحقها صریح الطلاق عند اصحابنا واما الکنایة فهل یلحقها ینظر ان كانت رجعیة وهی الفاظ اعتدی واستبری رحمک وانت واحدة یلحقها في ظاهر الرواية - وجه ظاهر الرواية ان الواقع بهذا النوع من الکنایة رجعی فکان فی معنی الصریح فیلحق الخلع والإبانة في العدة كالصریح وان كانت بائنة کقوله انت بائن ونحوه ونفی الطلاق لا یلحقها بلا خلاف لان الإبانة قطع الوصلة والوصلة منقطعة فلا یتصور قطعها ثانیاً بخلاف الطلاق لانه ازالة القید وازالة حل المحلیة وكل ذلك قائم اھ ملخصاً (ص ۱۳۲ - ج ۳)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ طلاق بائن کے بعد کنایات بوائن سے تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ باقی سب صورتوں میں طلاق کے بعد طلاق واقع ہو جاتی ہے یعنی رجعی کے بعد تو صریح کنایہ رجعی بائن سب طرح کی طلاق واقع ہوتی ہے اور طلاق بائن کے بعد صریح طلاق کی دونوں قسم واقع ہوتی ہیں۔ خواہ رجعی ہو یا بائن اور کنایہ کی فقط ایک قسم یعنی رجعی واقع ہوتی ہے۔

اب صورت سوال میں غور کیا جائے تو واضح ہو جائیگا کہ جملہ اولی سے ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی تھی اور جملہ ثانیہ میں نیت شرط تھی جس کا غاوند کو اقرار نہیں ہے اس واسطے وہ بے اثر رہا اور جملہ ثالثہ سے دوسری طلاق رجعی واقع ہو گئی اور جملہ رابعہ سے تیسری طلاق ہو چکی جو فی نفسہ بائن تھی مگر بوجہ ثالثہ ہو نیکی مغلطہ ہو گئی۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

تتمتہ الجواب: یہ بات تو جواب ہی سے معلوم ہو گئی کہ زید ان تمام جملوں میں نیت نہ ہو نیکی کا جو عذر کر رہا ہے وہ شرعاً مسموع نہیں اب دو عذر اور باقی رہے ایک یہ کہ: یہ اقرار خلاف واقع تھا۔ زید نے مصلحتاً جھوٹ بولا تھا۔ دوسرا یہ کہ پہلے جملے سے طلاق رجعی واقع مانی جائے اور بقیہ سے تاکید اور معافی مانگنے کو رجعت قرار دیا جائے سو عذر

اول کا جواب اس جزئیہ سے ہو جاتا ہے۔

ولو اقر بالطلاق کاذباً او هانلاً وقع قضاء لا دیانۃ اھ شامی عن البصر وقال الشامی ویأتی قناعہ - ثوبین تحت قول الدر (او هانلاً) مستوفی۔ اور دوسرے عذر کا جواب یہ ہے۔

فی الدر المختار: لو کدر لفظ الطلاق وقع الكل وان نوى التأكيد دین وقال العلامة الشامی رحمه الله تحته ای وقع الكل قضاءً وكذا اذا اطلق اشباه۔

اور خسرو معافی مانگنا اول تو رجعت نہیں دوسرے مغلطہ کے بعد رجعت سے کیا کام چل سکتا ہے۔ غرض یہ کہ زید جو اقرار پہلی درخواست میں کر چکا ہے اسکی رو سے تین طلاق ہو چکیں اور اس کے عذر سب باطل ہیں۔ فقط والسلام۔

تنبیہ :- جو حکم شرعی اس سوال کی بناء پر ہمیں معلوم ہوا وہ مع دلائل تحریر کر دیا گیا ہے باقی جناب قاضی صاحب نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے متعلق بدون پورا فیصلہ اور اسکی وجہ دیکھے کچھ لکھنا ممکن نہیں ہے اگر قاضی صاحب کی روئداد میں اس سوال سے زائد کوئی بات ہو تب تو اختلاف جواب کا اختلاف واقع کی بناء پر ہوگا ورنہ اگر باوجود اتحاد سوال و جواب اختلاف ہو تو یہ بہتر ہے کہ یہ جواب قاضی صاحب کے ملاحظہ سے گزار دیا جائے اور ان کا جواب یہاں روانہ کر دیا جائے تاکہ جانبین کو غور کا موقع ملے۔ واللہ اعلم وعلما تم وعلم۔

الجواب مع التنبيه صحیح کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ از خانقاہ امدادی اشرف علی - ۴ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ تھانہ بھون - مورخہ ۳ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ

” طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی “ کہا تو (سوال) ما قولک ورحمکوا اللہ باتفاق آئمہ اربعہ طلاق مغلطہ ہو جائیگی۔

میں اپنی عورت کو کہا کہ ” میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی “ اور تخمیناً تین چار سال سے اس عورت کا حیض بند ہے اور نہ حال میں وہ سن ایسا کی حد تک پہنچی ہے پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق ہو نیکی یا نہیں؟ اور اگر حنفی مذہب میں واقع ہوئی اور شافعی مذہب میں مثلاً واقع نہ ہوئی تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنیکی رخصت دی جائیگی یا نہیں؟ بینوا اتوجروا۔

جواب آمدہ مع السؤال :-

هو المصوب :- ہاں! حضرت مولانا عبدالحی صاحب مرحوم اپنی کتاب مجموعہ فتاویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اور بغیر تحلیل کے نکاح درست نہ ہوگا مگر بوقت ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا دشوار ہو اور احتمال مفاسد زائدہ کا ہو تو تقلید کسی امام کی کریگا تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا نیز اسکی مسئلہ نکاح زوجہ مفقود و عدت ممتدہ الطھر موجود ہے کہ حنفیہ عند الضرورت قول امام مالک پر عمل کر نیکو درست رکھتے ہیں چنانچہ رد المحتار میں مفصلاً مذکور ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ کسی عالم شافعی سے استفسار کر کے اسکے فتویٰ پر عمل کرے۔ واللہ اعلم۔ حررہ عبدالحی عفا عنہ

اور تائید اس فتویٰ کا قول صاحب رد المحتار علیہ رحمۃ اللہ الغفار ہے فی مسئلہ ۱۸۸

لوقضی مالکی بذالك نفذ كما في البحر والنهر وقد نظمه شيخنا

الخير الرملي الخ -

وفي رد المحتار : لانه مجتهد فيه وهذا كله موافق لما في البزازیة قال العلامة : والفتوى في زماننا على قول مالك .

وفي موضع آخر :- اما في بلاد لا يوجد فيها مالكي يحكمونه فالضرورة متحققة -

پس مولانا عبدالحی صاحب مرحوم کی رائے اور رد مختار و شامی صاحب کی رائے سے مستفاد ہوتا ہے کہ ضرورت اگر مطلق ثلاثہ امام شافعی صاحب کے فتویٰ پر عمل کرے تو اسکی بیوی از سر نو پھر حلال ہو جائیگی۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و حکمہ احکم

برضیہ منہ بنظر محفی مباد کہ ستمی سمن میاں ولد عبد الکریم مرحوم ساکن بالنکازن خود را در حالت شدت غضب سه طلاق داده بود و بعد خواست که بار دیگر آن زن مطلقہ را بعد تحلیلش اوراد نکاح خود آرد لیکن آن زن مذکورہ در ممتدہ الطھر مبتلاست و ہنوز در منزلہ سن ایاس نرسیدہ و علیگی آن زن مطلقہ یا مرد مطلق بوجہ کثرت اولاد از بطن آن زن مطلقہ بسیار دشوار۔ لہذا اس ہمہ ضرورتہا پیش نظر داشتہ دریں صورت خاص بر مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ حکم داده شد یعنی بعد تجدید نکاح فیما بینہا باز سر نو زندگانی نماید زیراچہ «الضرورات تبیح المحظورات» کہ در اصول حضرات احناف جہم اللہ

تعالیٰ مشہور و معروف و اظہر من الشمس است پس از ماہرین فقہ و اصول شریعت غراہم جوست کہ دریں مسئلہ خاص از نظر تحقیق و تدقیق کاروائی فرمایند کہ واقعیت فہم طلب تا از دائرہ عدل و انصاف تجاوز نہ فرمایند باقی عند التلاقی و اناللہ الباقی۔

راقم الحروف ابو الحسن محمد فرقان غفرلہ ولوالدیہ المنان ساکن سری دھرا پرگنہ پنچمکھٹہ کلاں سلہٹ۔

قد علمت حقيقة الواقعة حيث كان عن ضرورة مستوغة واذا ثبتت الضرورة واشتدت الحاجة الى ذلك صح النقل الى اى مذهب من المذاهب الاربعة كما افتي به قارى الهداية وغيره وليس للحنفى ولا غيره ابطاله هذا هو المفتى به عند المحققين من علمائنا۔ واللہ اعلم۔

وانا العبد الملام محمد اكرام غفرلہ ولوالدیہ اسلام من مضائق كيم كنج المولى سري دھرا

الجواب كما حذرہ المجيب صحيح لا مردیت فیہ

معین الدین احمد عنی عنہ محمد محفوظ الرحمن عفا عنہ

لا ریب فیہ الجواب الصواب

محمد طاہر عفا عنہ محمد شرافت علی عنی عنہ

جواب از خانقاہ امدادیہ

مولانا لکھنوی سے اس مقام پر سخت لغزش ہوئی ہے انکے کلام میں دو جزو ہیں۔

اول یہ کہ : زوجہ مفقود کی طرح یہاں بھی ضرورت ہے اور یہ دونوں مخدوش ہیں امام شافعیؒ کی طرف اس قول کی نسبت بالکل غلط ہے۔ ائمہ اربعہ اور جمہور خنف و سلف کا صورت مذکورہ میں وقوع ثلاث پر اتفاق ہے جیسا کہ شرح مسلم للنووی اور فتح الباری سے واضح ہے اور توحید طلاق کا قول اجماع صحابہ کے خلاف ہے ہرگز قابل عمل نہیں دلائل دیکھنے کا شوق ہو تو فتح الباری اور عمدۃ القاری ملاحظہ فرمائیں۔ و نیز حضرت حکیم الامت مدظلہم العالی کا رسالہ «رد التوعد» (جو رسالہ النور ماہ شوال و ذی قعدہ ۱۱۷۷ھ میں شائع ہو چکا ہے) قابل ملاحظہ ہے اور زوجہ مفقود پر اسکو قیاس کرنا بھی ہرگز صحیح نہیں کیونکہ وہاں مذہب مالک اختیار نہ کریں تو اسکے واسطے کوئی سبیل ہی نہیں اور یہاں ایسا نہیں بلکہ اس خاوند کے علاوہ دوسرے اشخاص سے نکاح کر سکتی ہے اسی شخص پر کوئی ضرورت موقوف نہیں اگر یہ مرجع تو کیا کرے؟

اگر ایسی ضرورتوں کا لحاظ کیا جائے تو ہر شخص اس کا دعویٰ کر سکتا ہے غرض یہ کہ یہ فتویٰ بالکل غلط ہے اس پر عمل کرنا بالکل جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ مؤرخہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ

حکم الدیانۃ ثلاثا اذا سمعن (تنبیہ) اس جواب کا مبنی اس تشریح

من الافواج الطلقات الثلاث پر ہے جو علماء ثلاثہ نے اپنی تحریری فیصلہ میں

محمد یوسف کے قول "میں تو کے طلاق دیہیوں" کے معنی کی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ "میں نے

تجھ کو طلاق دی" اگر ان کی یہ تشریح صحیح ہے اور اسی بناء پر عورت کو یقین کلی ہے کہ محمد یوسف

نے اسکو دسوں مرتبہ طلاق دی۔ تو جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا اور اگر یہ تشریح صحیح

نہیں بلکہ اس لفظ میں اہل محاورہ کے نزدیک معنی ماضی کے ساتھ معنی مستقبل کا بھی احتمال ہے

جیسا کہ علماء ثلاثہ میں سے بعض نے یہ احتمال اپنی ایک تحریر میں ظاہر کیا ہے جس کا حاصل یہ

ہے کہ "میں نے تو کے طلاق دیہیوں" کے معنی "میں تجھ کو طلاق دیدوں" بھی ہو سکتے ہیں تو

اس کا فیصلہ وہاں کے اہل محاورات ہی کر سکتے ہیں کہ میں وہاں کے محاورات سے واقف نہیں

اور اگر اس کلام میں یہ احتمال تھا تو علماء ثلاثہ کو اپنی تحریری فیصلہ میں اس احتمال سے

تعرض لازم تھا اس احتمال کے ہوتے ہوئے جزم کے ساتھ یہ لکھنا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ

"میں تجھ کو طلاق دی" بہت سخت مسامحت ہے جو اہل علم و اہل افتاء سے نہایت بعید ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون۔ ۱۳۰ ر ج ۲ ۱۳۵۲ھ

(نوٹ:-) اس فتویٰ پر بعض علماء نے کلام کیا ہے جو درج کیا جاتا ہے۔ ۱۲ ظفر

قسط اول باسمہ سبحانہ

خلاصہ | مسماۃ صغریٰ نے دعویٰ کیا کہ میرے شوہر محمد یوسف نے مجھے دسوں مرتبہ کہا کہ "میں

تو کے طلاق دیہیوں" تین قبول کر لی تھی۔ (یعنی میں نے تجھ کو طلاق دیدی کیا تو قبول کرتی ہے)

پھر میرے ساتھ جماع کیا۔ مدعی علیہ نے ایقاع طلاق کا انکار کیا۔ مدعیہ سے شہادت طلب کی گئی

مگر وہ شہادت پیش کرنے سے قاصر رہی۔ مدعی علیہ "کو حلف دیا گیا اور اس کے حلف کے بعد حکم

نے فیصلہ صادر کیا کہ طلاق ثابت نہیں ہوئی مگر کسی نے عورت مذکورہ کو فتویٰ دیدیا کہ تم

عدت گزارنے کے بعد دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہو چنانچہ مسماۃ مذکورہ نکاح پر

آمادہ ہوئی اور اس کا شوہر فوجداری مقدمہ دائر کر نیکی تیاری کرنے لگا اس لئے ذیل میں اس

حادثۃ الفتویٰ پر بقدر ضرورت بحث کی گئی ہے۔

(تنبیہ) میں تو کے طلاق دیہیوں الخ "ایک ایسا لفظ ہے جو بولہو کے ادنیٰ

تغیر سے کبھی ماضی کا صبیغہ اور کبھی مستقبل کا صبیغہ بن سکتا ہے جیسا کہ مقامی زبان دان حضرات کا

بیان ہے۔

بیان مدعیہ | "میں تو کے طلاق دیہیوں تین قبول کر لی تھی" (یعنی میں نے تجھ کو طلاق

دی کیا تو قبول کرتی ہے) دسوں مرتبہ کہا اسکے بعد جماع کیا اور یہ کہا کہ آج آخری ہے اسکے

بعد یہ کہا کہ ہم صبح مہر دیکر مبارک پور جائینگے کام کرنے نہیں جائینگے دوکان پر۔ گواہ کوئی نہیں۔

علامت نشان انگوٹھا صغریٰ بنت ولی جان بقلم محمد ادریس

بیان محمد ادریس | میرے سامنے لڑکی نے بار بار وہی الفاظ کہا جو وہ بیان کرتی ہے محمد یوسف

نے ایک مرتبہ انکار کیا اسکے والد کے مارنے کیلئے اٹھنے پر اسکے علاوہ کچھ نہیں کہا۔

نشان انگوٹھا محمد ادریس پسر فتح محمد

بیان مدعی علیہ | میں نے جماع کے بعد کہا کہ یہ آخری ہے۔ جماع سے پہلے میں نے طلاق

کا کوئی لفظ نہیں کہا بعد میں کہا کہ میں مبارک پور صبح کو جاؤنگا وہاں ایک میرے دوست ان سے

روپیہ لادونگا اگر وہ روپیہ دیں گے تو طلاق دیدونگا اور اگر نہیں دینگے تو اسکے علاوہ میں

کچھ نہیں جانتا۔ یہ میرا بیان ہے۔ محمد یوسف بقلم خود تاریخ نہر جون ۱۳۵۲

فیصلہ حکم | حکم نے زبانی فیصلہ صادر کیا کہ طلاق ثابت نہیں ہوئی اور مولوی اسلام الحق

صاحب نے فریقین کو ذیل کی تحریر لکھ کر دیدی۔

مولوی اسلام الحق کی لکھی ہوئی تحریریں | ہم دستخط کنندگان کے سامنے ایک عورت مسماۃ

صغریٰ بنت ولی جان نے آکر یہ بیان کیا کہ میرے شوہر مستی محمد یوسف نے رات کے وقت دسوں

مرتبہ یہ لفظ کہا کہ "میں تو کے طلاق دیہیوں" (اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی)

اگر واقعی محمد یوسف نے یہ لفظ کہا ہو تو اسکی عورت مطلقہ مغلفہ ہو گئی اسکو چاہئے کہ اپنی بیوی سے

دیانۃ علیحدہ رہے مگر چونکہ محمد یوسف بار بار دریافت کرنے پر اس لفظ کے کہنے سے بالکل انکار کرتا ہے بلکہ

حلفیہ دریافت کرنے پر بھی انکار ہی کرتا ہے اور عدت مذکورہ شرعی مینہ سے اپنے دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکی اس لئے

طلاق ثابت نہیں ہوئی۔ والعلم عند اللہ۔ محمد اسلام الحق عفی عنہ مدرس مدرسہ دارالعلوم ملتان۔ میرک شاہ عفا اللہ عنہ

استفتاء جو عورت مذکورہ نے مکرر کیا کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بیان مذکورہ بالا سے طلاق ثابت نہیں ہوئی لیکن مجھے یقین کلیہ ہے کہ محمد یوسف نے مجھے دسوں مرتبہ طلاق دی اور میں پھر حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ مجھے ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ محمد یوسف نے مجھے طلاق نہ دی ہو لہذا یہ امر دریافت طلب ہے اب مجھے محمد یوسف کے ساتھ رہنے میں کوئی گناہ تو نہ ہوگا؟

سائلہ مسماة صفی بنت ولی جان۔

الجواب :- (تمہید) فریقین نے جن کا بیان ملے ملے میں درج ہے میرے پاس دعوی طلاق کا مرافعہ کیا۔ زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے میں نے مولانا مولوی محمد اسلام الحق صاحب اور مولانا محمد صابر صاحب کو اثناء تحقیقات میں اپنے ساتھ شامل رکھا۔ اور جو الفاظ مقامی زبان میں کہے گئے انکے ترجمہ میں بھی ان ہی دونوں حضرات کے کہنے پر اعتماد کیا۔ مدعیہ مسماة صفی بنت ولی جان نے دعوی کیا کہ میرے شوہر نے مجھے دسوں مرتبہ کہہ دیا کہ میں نے تجھ کو طلاق دیدی کیا تو قبول کرتی ہے؟ محمد یوسف شوہر مسماة مذکورہ نے ایقاع طلاق کا انکار کیا اور صرف اس کا اقرار کیا کہ جماع کے بعد طلاق کا وعدہ کیا بشرطیکہ مبارکپور کے دوست سے مہر ادا کرنے کیلئے روپیہ مل جائے مدعیہ کے پاس بیٹہ (شہادت) نہیں شوہر کو قسم کیلئے کہا گیا جو اس نے کھائی اس لئے عدم ثبوت طلاق کا حکم شرعی فریقین کو سنایا گیا اور تحریر طلب کرنے پر مولانا اسلام الحق صاحب نے فریقین کو تحریر بھی دیدی جس میں انفرادی طور پر شوہر کو نصیحت بھی کی گئی ہے اور جانبین کو بالاشتراك عدم ثبوت طلاق کا حکم بتایا گیا اس تحریر پر میرے اور مولوی محمد صابر صاحب کے بھی دستخط کرائے گئے تحریر مذکور وصول کرنے کے بعد مسماة مذکورہ کی طرف سے استفتاء مندرجہ بالا ملے میرے سامنے ونیز بعض دوسرے علماء کے سامنے پیش کیا گیا جس میں وہ دیانت کا حکم اپنے متعلق دریافت کرتی ہے چونکہ اس مسئلہ میں دیانت کے پہلو متعدد ہیں اس لئے ذیل میں انکو درج کیا جاتا ہے اور اوپر کا حکم ملے بسلسلہ تحکیم فریقین کو دیا گیا ہے جو اس مسئلہ میں قضاء کا پہلو ہے اور اب جو کچھ لکھا جائیگا وہ محض ان احکام شرعیہ کا اظہار ہوگا جو اس مسئلہ میں انفرادی احکام کی حیثیت سے کتب فقہ میں منقول ہیں جیسے اس مسئلہ میں دیانت کا پہلو سمجھنا چاہئے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ رجوع باصل مقصد۔

تمہید مذکور کے بعد سائلہ مذکورہ کو بالخصوص اور ناظرین کو علی العموم اطلاع دی جاتی ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف واقع ہوا ہے اس لئے جس قدر مسائل واقوال ہم کو اس باب میں

معلوم ہو سکے انکو ذیل میں درج کر کے آخر میں بتایا جائیگا کہ اقوال مذکورہ میں سے سائلہ کو کونسا قول اختیار کرنا چاہئے ونیز یہ کہ سائلہ کے بیان کے متعلق کتب فقہ میں دیانت کیا احکام ہیں جن پر انکو دیانت عمل کرنا ضروری ہے مسائل واقوال یہ ہیں۔

(قول اول) جس عورت نے اپنے شوہر سے یہ سنا کہ اس نے (در) سمعن من سے طلاق دیدی ہے، اور عورت مذکورہ شوہر کو اپنے سے دور کرنے اور روکنے پر بجز اس کے کہ اسکو قتل کرے قادر نہیں تو اسکو شوہر کے قتل کے ارتکاب کی اجازت ہے مگر خودکشی جائز نہیں۔

(ب) اور جندی فرماتے ہیں کہ عورت مذکورہ کو قاضی کے پاس مرافعہ کرنا چاہئے اگر وہاں شوہر نے طلاق کا انکار حلفاً کر لیا اور عورت شہادت پیش نہ کر سکی تو گناہ مرد پر ہے اور اگر ارتکاب کریگی تو وہ بھی مباح ہے۔

(ج) عورت مذکورہ کو کسی حال میں شوہر مذکور کے قتل کا ارتکاب حلال نہیں بلکہ گناہ کا ذمہ دار شوہر ہوگا۔

(د) اوپر کے تینوں اقوال میں سے قول ثالث کو صاحب درمختار نے مفتی بہ قرار دیا ہے اور پہلے قول کے ذیل میں شامی نے محیط سے نقل کیا ہے کہ عورت مذکورہ کو سزاوار ہے کہ اپنا مال ومتاع دیکر شوہر سے اپنے آپ کو خلاص کرے یا یہ کہ اس سے بھاگ جائے اور اگر اسکی قدرت نہیں رکھتی ہے تو اس وقت قتل کرے جبکہ یہ یقین ہو جائے کہ وہ وطی کرے گا۔ مگر دواء کے ساتھ ورنہ تیز آلہ کے ساتھ قتل کے ارتکاب کی صورت میں قصاص واجب ہوگا۔

یہ پانچ اقوال درمختار اور شامی کی عبارات ذیل سے اخذ کئے گئے۔

سمعت من زوجها انه طلقها ولا تقدر على منعها
ع خط کشیدہ الفاظ من غور طلب یہ ہے کہ اقرار بالطلاق اور تلفظ بالطلاق میں فرق ہے ونیز یہ کہ زیر بحث مسئلہ ثانی ہے نہ کہ اول۔

من نفسها الا بقتله لها قتله بدواء ولا تقتل نفسها،
وقال الا وزجندی ترفع الامر للقاضي فاحلف
ولا يدينه فلا تضر عليه وان قتله فلا شيء عليها و
قيل لا تقتله وبه يفتي كما في التتارخانيه وشرح
الوهبانيه عن الملقط اي والامر عليه كما من (در)
(قوله لها قتله) قال في المحيط وينبغي لها ان
تفتدي بمالها او تهرب منه وان لم تقدر قتله متى
علمت انه يقتل بها الخ (شامی ص ۲۷ ج ۲)

قوله وان قتله الخ افاذا باحة الامرين (شامی ص ۲۹ ج ۲)

(ق) اگر عورت کو شوہر نے تین طلاق دیدیں
پھر منکر ہوا تو عورت مذکورہ کو اس وقت جبکہ
شوہر مذکور سفر میں ہوگا اعتداد کے بعد دیانۃ
جائز ہے کہ کسی دوسرے کے ساتھ مخفی طور پر نکاح
کر کے حلالہ کرے اور شوہر مذکور کی واپسی پر اس
یہ بہانہ کرے کہ میرے قلب میں شک پیدا ہو رہا ہے
تجدید ایجاب و قبول کر کے اسی کے پاس رہنے لگے
لیکن قنیہ میں اس مسئلہ کو مختلف فیہا قرار
دیدیا گیا ہے کہ بھاگ جانے پر قادر ہونے کی صورت
میں عورت مذکورہ کو دیانۃ تزویج مذکور کے
اجازت نہیں کیونکہ جب اسکی تفریق کے ساتھ
قضاء قاضی صادر نہ ہوئے اس وقت تک وہ
شوہر اول کی زوجیت کے حکم میں برابر جکڑی ہوئی
رہے گی۔

(ز) عورت نے شوہر سے طلاق کے الفاظ
سن لئے مگر شوہر نے حلفاً انکار کیا اور قاضی نے
(عبد) وکذا لک سمعہ طلقھا ثم
جحد وحلف الخ

عورت کو شوہر کے سپرد کر دیا تو عورت مذکورہ کو
نہ تو اس کے ساتھ رہنا جائز ہے اور نہ ہی کسی
دوسرے کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔
ان دونوں قولوں کے خلاف بقول
علامہ بدیع کے یہ ہے کہ اور جندی نسفی وغیرہما
کے نزدیک دیانۃ نکاح ثانی حلال ہے اور باقی
فقہاء کے نزدیک دیانۃ بھی نکاح ثانی حلال
نہیں۔

(ح) شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دیدیں
پھر سفر میں چلا گیا اسکی عورت عدت کے بعد دوسرا
نکاح دیانۃ ایک قول کے مطابق کر سکتی ہے مگر
دوسری نقل کے مطابق مذہب صحیح یہ ہے کہ دیانۃ
بھی نکاح ثانی ناجائز ہے اور دیانۃ بھی نکاح
ثانی کے عدم جواز اور حرمت کو مذہب صحیح قرار
دینے والے علماء ترجیح دیتے ہیں۔

(ط) مرد نے تعلیق طلاق کر لی اور شرط
بھی پائی گئی جس کا علم یقین عورت کو ہو گیا مگر
مرد کو یہ گمان ہے کہ شرط نہیں پائی گئی اور ساتھ
ہی ساتھ عورت کو اس کا بھی ظن غالب ہے کہ اگر
وہ مرد کو خبر دے گی تو وہ تعلیق ہی کا انکار
کرے گا۔ تو اس صورت میں جب کبھی مرد غائب
ہو جائے یعنی کسی سبب سے عورت مذکورہ کو اعتداد
کے بعد حلالہ کی اجازت دیانۃ ہوگی مگر قضاء
نہ ہوگی یہ قول تو عمر نسفی کا ہے لیکن وہ اس کے
ساتھ فتویٰ دینے کی اجازت اس عورت کے ساتھ

مخصوص کرتے ہیں جو قابل وثوق و اعتبار ہو ناقابل اعتبار عورت کو وہ اس حکم کے ساتھ فتویٰ نہیں دیتے ہیں کیونکہ عورت مذکورہ کو نکاح دوم کرنے کی اجازت دینے کے بارے میں ممدوح نے سید ابو شجاع سے دو مرتبہ دریافت کیا آپ نے ایک مرتبہ جواز کا حکم لکھ دیا دوسری مرتبہ فرمایا کہ جائز نہیں اور تطبیق کی صورت بقول عمر نسفی یہ ہے کہ جواز کا حکم صرف اس عورت کیلئے آپ نے دیدیا جو قابل اعتبار اور قابل وثوق ہو۔

(نٹی) دو شاہدوں نے شہادت دیدی کہ عورت کو اس کے شوہر نے تین طلاقیں دیدیں تو اگر اس کا شوہر سفر میں ہو نیکی وجہ سے اس سے غائب ہے تو اس کو نکاح دوم کی گنجائش ہے اور اگر شوہر سفر میں نہیں تو عورت مذکورہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی ہے۔

مسئلہ کی یہ صورتیں (۶ سے ۱۰ تک) بحر الرائق کی عبارت ذیل سے اخذ کی گئیں۔
قالوا: لو طلقها وانكرها ان تتزوج باخرو وتحلل نفسها سرامنه اذا غاب في سفر فاذا رجع التمسك منه تجديد النكاح لشك خالج قلبها لا لانكار الزوج النكاح وقد ذكر في القنية خلافاً فرقم لاصل بانها ان قدرت على الهروب منه لم يسعها ان تعتد وتتزوج باخراً لانها في حكم زوجية الاول قبل القضاء بالفرقة ثم رخص شمس الاسلام الا وزجندی وقال: قالوا هذا في القضاء ولها ذلك ديانته وكذلك ان سمعته طلقها ثلاثاً ثم جحد وحلف انه لم يفعل وردھا القاضي عليه لم يسعها المقام معه ولم يسعها ان تتزوج بغيره ايضاً قال يعني البديع والحاصل انه على جواب شمس الاسلام الا وزجندی و

بخیر الدین النسفی والسید ابی شجاع و ابی حامد والسرخی یحل لہا ان تتزوج بن ورج آخر فیما بینہا و بین اللہ تعالیٰ و علی جواب الباقین لا یحل اھ۔۔۔ قال المصنف وقد نقل فی القنیۃ قبل ذالک عن شرح السرخی ماصورته طلق امرأته ثلاثاً وغابت عنها فلما ان تزوج بن ورج آخر بعد العدة ديانته ونقل آخر انه لا يجوز فی المذهب الصحيح اھ۔ قلت: انما رقم شمس الاثمة الا ورجندی و هو الموافق لما تقدم عنه والقائل بانه المذهب الصحيح العلاء الترجمان ثم رقم بعدد لعمر النسفی وقال: حلف بثلاثة فظن انه لم يحنث وعلمت الحنث وظنت انها لو اخبرته بنكر اليمين فاذا غابت انها بسبب من الاسباب فلها التحلل ديانته لا قضاء قال عمر للنسفی سألت عنها السید ابی شجاع فكتب انه يجوز ثم سألت بعد مدة فقال انه لا يجوز والظاهر انه انما اجاب فی امرأة یوثق بها اھ کذا فی شرح المنظومة و فی البزازیة شهد ان زوجها طلقها ثلاثاً ان كان غائباً ساغ لها ان تتزوج باخراً وان كان حاضراً لان الزوج ان انكح احتيج الى القضاء بالفرقة ولا يجوز القضاء بها الا بحضور الزوج اھ وفيها سمعت بطلاق زوجها اياها ثلاثاً ولا تقدر على منعه الا بقتله ان علمت انه يقربها تقتله بالدواء ولا تقتل نفسها وذكر الا وزجندی انها ترفع الامر الى القاضي فان لم يكن لها بينة تحلفه فان حلف فلا شو عليه وان قتلته فلا شئ عليها۔ والبائن كالثلاث اھ۔ وفي التارخانية: وسئل الشيخ ابو القاسم عن امرأة سمعت من زوجها انه طلقها ثلاثاً ولا تقدر ان تمنعه نفسها هل يسعها ان تقتله في الوقت الذي يريد ان يقربها ولا تقدر على منعه الا بالقتل فقال لها ان تقتله وهكذا كان فتوى الامام شيخ الاسلام عطاء بن حمزة ابی شجاع وكان القاضي الامام الاسدي جابي يقول لها ان تقتله وفي الملتقط وعليها الفتوى۔ وفي فتاوى الشيخ الامام محمد بن الوليد السمرقندی فی مناقب ابی حنيفة عن عبد الله بن المبارك عن ابی حنيفة ان لها ان تقتله۔

دیانت کا حکم ہے اور صحیح یہ ہے کہ عورت مذکورہ کو دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں، جیسا کہ فقیہ میں مذکور ہے۔ اور صاحب درمختار کے اس قول پر علامہ ابن عابدین نے اشکال وارد کیا ہے مگر وہ محض بحث ہے اسلئے اسکے ساتھ فتویٰ دینا ہرگز جائز نہیں جیسا کہ اہل فن اور اصحاب مناسبت پر واضح ہے۔ علاوہ برآن یہ بھی زیر بحث حادثہ میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ جس مسئلہ پر بحث مذکور کی گئی ہے اسکی صورت یہ ہے کہ عورت کو دوسرا مرد وزن کی شہادت عاقلہ سے طلاق کا علم ہو جائے۔ اور زیر بحث مسئلہ میں عورت کو اس کے سوا کوئی علم نہیں کہ اسکے زعم کے مطابق اسکے شوہر نے اس سے دسوں مرتبہ یہ کہدیا کہ میں نے تجھ کو طلاق دیدی الخ جیسا کہ آگے آئیگا۔ مذکورہ بالا مقام کے علاوہ باب الرضاع کے آخر میں بھی صاحب درمختار نے نکاح ثانی کو ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ احباب سے استفسار کرنے پر معلوم ہو سکا ہے اس قسم کے فتوے دینے والے اور اس پر عمل کرنے والے سب کے سب فوجداری دفعات کی زد میں آتے ہیں اور وہ دفعات عموماً اس مسئلہ کے حکم اور قضاء کے پہلو کے اعتبار سے شریعت کے خلاف بھی نہیں لہذا ایسے فتاوے کا نتیجہ اگر ایک طرف زنا کاری اور اغواء کے عموم و فشوکی صورت میں نمودار ہوگا۔ تو دوسری طرف مقدمہ بازی اور گرفتاریوں کی بھرمار قانونی گرفت۔ شیوع فتن و فساد کی شکل میں سامنے آکر اسلام اور اہل اسلام و نیز علماء اسلام کے لئے نہایت ناشارشتہ اثرات کا منہم ہوگا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سببنا افعالنا۔ ارباب فتویٰ کو ایسے مواقع پر فتح القدر کے اس مسئلہ کا خصوصیت کے ساتھ لحاظ رکھنا چاہئے۔ والحق ان علی المفتی ان ینظر فی خصوص الوقائع — اور اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس قول کے مطابق فتویٰ دینے میں اخذ بالا حوط کا تحقق ہوتا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اقوال مندرجہ بالا میں سے بہت سے ایسے اقوال ہیں جو اس قول سے کہیں زیادہ احوط ہیں۔ علاوہ برآن زیر بحث حادثہ میں اخذ بالا حوط کا تحقق بھی محل تامل ہے کیونکہ اگر عورت قول ثالث کے مطابق عمل کرے شوہر منکر کے ساتھ زوجیت کے تعلقات کو بھی قائم رکھگی تب بھی ایسا واقعہ بہت ہی شاذ و نادر پیش آتا ہے کہ مرد اس طرح طلاق دے کہ وہاں کوئی شاہد نہ ہو اور پھر طلاق دینے کا انکار بھی کرے برعکس آں جب یہ فتویٰ عام ہوگا کہ جو عورت یہ کہیگی کہ مجھے علم و یقین ہے کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دیدی ہے ایسی

عورت کو دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر نیکی اجازت دیدی جاتی ہے تو زیادہ کے بد معاش اور بردہ فروش ایسے فتاویٰ کو اپنے پیشہ کا خاص ذریعہ بنائینگے کیونکہ تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ بردہ فروشوں کے گرد وہ اس قسم کی جعلی سرگرمیوں کو عموماً اپنے کام کا ذریعہ بناتے ہیں لیکن تمام پہلو ٹھیک کرنے میں انکو صعبوتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اسلئے ایسے سہل الوصول اختیار کو کیوں وہ ہاتھ سے جانے دیں گے۔ لہذا ایسے فتاویٰ کے اصدار سے اجتناب اولیٰ والزم ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ ویحرم النساہل فی الفتاویٰ و اتباع الحیل ان فسدت الاغراض و سوال من عرف بذالک الخ (جلد ۳ ج ۳)

یعنی فتویٰ دینے میں تساہل برتنا اور اغراض فاسدہ کا ہوتے ہوئے حیلے قائم کرنے حرام ہیں اسبطرح جو لوگ ایسے فتویٰ تیار کرتے ہیں ان سے مسئلہ پوچھنا بھی حرام ہے۔
بوجہ مندرجہ بالا مسماة صغریٰ کو اس قول پر عمل کرنا جائز نہیں مگر سنا گیا ہے کہ مسماة مذکورہ کو کسی صاحب نے ذیل کا فتویٰ دیدیا ہے جسکی نقل بعینہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

”صورت مسئلہ میں جب عورت کو یقین ہے کہ اسکے شوہر نے اسکو طلاق مغلظہ دیدی تو اسکو جائز نہیں کہ اس شوہر کو اپنے اوپر قابو دے بلکہ اس سے علیحدہ ہو جائے اور عدت کے بعد کسی اور سے نکاح کرے دوسرا شوہر ہم بستری کے بعد اگر اسکو طلاق دیدے اور عدت گذر جائے تو وہ پھر احمدا یوسف سے نکاح کر سکتی ہے اگر اس سے نکاح کرنا چاہے اور اگر اس سے نکاح کی طلب نہ ہو تو جس سے نکاح کرے اس کے پاس رہے۔“

اس فتویٰ میں صاحب فتویٰ کا یہ فرمانا کہ جب عورت کو یقین ہے کہ اس کے شوہر نے اسکو طلاق مغلظہ دیدی ہے الخ مسئلہ مذکورہ بالا یعنی والحق ان علی المفتی ان ینظر فی خصوص الوقائع الخ کی رو سے قابل اعتراض ہے اسلئے کہ صاحب فتویٰ کے سامنے صغریٰ نے وہ بیان رکھا جس میں اسکے دعویٰ کے الفاظ کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ ”میں نے تجھ کو طلاق دی“ پھر وہ استفتاء میں حلفیہ کہتی ہے کہ ”مجھے ذرا بھی شبہ نہیں کہ محمد یوسف نے مجھے طلاق نہ دی ہو“ اسلئے صاحب فتویٰ کو مستفتیہ کے پیش کردہ الفاظ میں غور کرنیکی ضرورت تھی کہ ایسے الفاظ کا فقہاء کے نزدیک کیا حکم ہے نہ کہ یہ لکھنا کہ جب عورت کو یقین ہے الخ کیونکہ ”جب“ اذا کا ترجمہ ہے اور عہ یہ ترجمہ خود علماء ثلاثہ نے کیا ہے وہی اسکی صحت کے ذمہ دار ہیں۔

اذا قال لفظ جزم کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے گویا صاحب فتویٰ نے بھی مستفتیہ کے بیان سے اس حکم کا یقین کیا جس کا زعم بظاہر مستفتیہ نے کیا ہے حالانکہ مستفتیہ نے الفاظ پیش کر کے حکم دریافت کیا تھا چنانچہ اس سے مستفتیہ کے حواریں نے وقوع طلاق بالیقین کا حکم قطعی سمجھ لیا ہر کیف جب مسماۃ صغریٰ کو دیانت کا حکم بتلانا ہے اور اس میں بعض احباب کو اتنا اصرار ہے کہ ہندوستان میں علماء بجز احکام دیانت کے کوئی فتویٰ ہی صادر نہیں کر سکتے ہیں تو الفاظ مذکورہ میں بھی دیانت کا پہلو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اسلئے "میں نے تجھ کو طلاق دی" کا ترجمہ فارسی میں یہ ہے کہ "من ترا طلاق دادم" اور قاضی خان میں مذکور ہے کہ اگر ان الفاظ سے ایقاع طلاق کی نیت کر لی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر تفویض طلاق کی نیت ہوگی تو طلاق نہیں پڑیگی اور اگر تفویض کی نیت نہ ہو تو طلاق پڑیگی۔

وان قال لهما "من ترا طلاق دادم" ان نوى الايقاع يقع وان نوى التفويض لا يقع وان لم ينو التفويض يكون ايقاعاً ولو قال لهما، لك الطلاق قال ابو حنيفة ان عني به التفويض يدين واذا قامت من مجلسها بطل (خانیۃ برہامش عالمگیری ط ۱۲۹ و ۱۳۰ ج ۲ - ۲)

خلاصہ یہ کہ "میں نے تجھ کو طلاق دی" کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ میں تمہارے سپرد طلاق کو کر دی ہے۔ پس اگر تم اپنے آپ کو مطلقہ بنا چاہتی ہو تو ایقاع طلاق اپنے اوپر کر سکتی ہو اور اس صورت میں مجلس میں صغریٰ اپنے آپ کو مطلقہ نہ بنا نا تفویض مذکور کو سلب کرتا ہے۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ جو بیان مسماۃ صغریٰ کا ہمارے پاس اس کے عکس انگوٹھا کے ساتھ محفوظ ہے اس سے یہی شق معلوم ہوتی ہے کیونکہ مسماۃ صغریٰ کہتی ہے کہ مجھ سے محمد یوسف نے یہ بھی دریافت کیا کہ کیا تم طلاق قبول کرتی ہو؟ اور اپنا کوئی جواب قولاً بیان نہیں کرتی ہے بلکہ اس کے جماع اور اپنی تمکین کا ذکر کرتی ہے لہذا دیانت کا فتویٰ دینے والا مفتی شرعاً اس کا مکلف ہے کہ اس احتمال کو نظر انداز نہ کرے

عربی میں نہ کہ اردو میں۔ علہ اردو میں یہ لفظ محتمل تفویض نہیں۔ علہ اردو میں یہ معنی غلط ہیں۔

عقضاء و قانوناً ایسا شخص مردود الشہادت ہے جو اولاً بیان میں قید بیان نہ کرے بعد میں اضافہ کرے۔

علہ یہ بھی علماء ثلاثہ کے اول بیان میں نہیں ہے لہذا یہ اضافہ بھی قضاء رد ہے۔

خصوصاً جبکہ محمد یوسف کہتا ہے کہ میں نے جماع کے بعد اس سے طلاق دینے کا وعدہ اس صورت میں کیا تھا کہ مبارک پور جا کر اداء مہر کیلئے رقم اپنے دوست سے وصول کر سکوں بالفرض اگر الفاظ مذکورہ کو ایقاع طلاق پر ہی محمول کیا جائے تب بھی حکم دیانت اس میں صرف وہی نہیں جو صاحب فتویٰ نے تحریر فرمایا ہے بلکہ ایک احتمال یہ ہے کہ محمد یوسف نے پہلی مرتبہ ایقاع طلاق اور دوسری و تیسری و چوتھی سے لیکر جتنے مرتبہ تکرار کیا اس سے افہام کا ارادہ کیا ہو چنانچہ اگر وہ اس بیان کی تصدیق کرتا اور پھر یہی دعویٰ کرتا تو دیانت اسکی تصدیق کی جاتی خصوصاً اس صورت میں کہ "ما نحن فیہ" میں اس کا قرینہ موجود ہے جس کا اعتبار کرنا شرعاً ضروری ہے کیونکہ اگر ہم فرض کر لیں کہ پہلی مرتبہ کہنے سے محمد یوسف نے ایقاع طلاق مراد لی ہوگی اور باقی مرات سے افہام تو اس صورت میں جو جماع بعد میں واقع ہوا وہ حلال ہوگا اور مانا جائیگا کہ اس نے جماع کے ساتھ رجعت بالفعل کر لی۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو صغریٰ کے بیان کے مطابق جماع مذکور اس صورت میں حرام واقع ہوا ہوگا کہ الفاظ مذکورہ سے تین طلاق واقع ہو چکی ہوں۔ قاضی خان میں ہے:

رجل قال لامرأته انت طالق انت طالق انت طالق وقال عنیت بالاولی الطلاق وبالثانیۃ والثالثۃ افہاماً صدق دیانتہ (ص ۲ ج ۲ - ۲)

برہامش عالمگیری) راقم الحروف کہتا ہے کہ دسوں مرتبہ کہنا افہام کا قرینہ ہے کیونکہ سہ طلاق واقع کرنے کیلئے تین مرتبہ کہنا یا ایک ہی مرتبہ سہ طلاق واقع کرنا کافی ہو سکتا ہے لہذا الاحوالہ تین سے زائد مرات کو افہام و تاکید پر حمل کرنا ضروری ہے اسلئے اس جماع کو جو مسماۃ صغریٰ کے بیان کے مطابق بعد میں واقع ہوا فعل حلال پر محمول کر نیکی غرض سے پہلی مرتبہ کے علاوہ تمام مرات کو افہام پر حمل کرنا قواعد شرعیہ کے ساتھ اوفق ہے کیونکہ مسلمانوں کے افعال کو جہاں تک ممکن ہو فعل مشروع پر محمول کرنا شرعاً معمول ہے ان احتمالات کے ہوتے ہوئے مسماۃ صغریٰ کو حرمت مغلطہ کا یقین کرنا یا اسکو ایسا یقین رکھنے پر کسی کی تصویب کرنا بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل معلوم ہوتا ہے۔

علہ تکرار طلاق سے عورت کو تکرار ہی سمجھنا لازم ہے المواءۃ کا القاضی لا تقبل الا الظاہر۔ علہ جماع کا ذکر قضاء قبول نہیں کیونکہ بعد میں اضافہ کیا گیا ہے اور عورت منکر ہے۔ علہ سبحان اللہ کی ساعدہ قرینہ ہے کیا یہ نہیں کہنے کے غصہ میں حد سے تجاوز کر گیا۔ علہ قاضی کو اور عورت کو ایسا کرنا جائز نہیں اور فتویٰ عدت کو دیا جارہا ہے۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم۔۔۔۔۔ بلکہ اگر صغریٰ اپنے بیان میں صادقہ ہو تو اسکو صرف یہ یقین رکھنا جائز ہے کہ الفاظ مذکورہ میں نے اپنے کان سے سن لئے ہیں نہ یہ کہ ان الفاظ سے دیانت کی تاثیر حرمت مغلطہ پر بھی یقین کر لے کیونکہ الصریح یلحق الصریح قضاء کا حکم ہے لہذا اگر وہ قضاء کی تابع رہنا چاہتی ہے تو اس کا دعویٰ بسبب عدم بیتہ کے ساقط الاعتبار ہو چکا ہے اور اگر وہ دیانت پر عمل کرنا چاہتی ہے تو ظنوا بالمؤمنین خیرا کے مطابق اسکو اپنے شوہر کے اقوال و افعال کو سب سے پہلے اُن محامل پر محمول کرنا چاہئے جو شریعت کے مطابق ہوں و نیز جب احتمالات مذکورہ کی بناء پر وقوع طلاق مشکوک ہو تو اسکو زوال نکاح کا یقین کرنا شرعاً ممکن نہیں کیونکہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا ہے۔ قال فی الاشباہ: "الیقین لا یزول بالشک" اسلئے اصول شرعیہ کے خلاف زوال نکاح کا ظن رکھنا اس کو جائز نہیں، قال تعالیٰ: ان بعض الظن اثم۔

یہاں تک فتویٰ مذکورہ کے حصہ اول پر بحث کی گئی۔ اب رہا اس کا حصہ دوم جس میں صاحب فتویٰ نے مسماۃ صغریٰ کو عدت گزار کر دوسرے نکاح کا حکم دیدیا ہے سوا اسکے متعلق اوپر تفصیل بحث ہو چکی ہے اسلئے اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ صرف استقدر کہنا کافی ہے کہ یہ قول صاحب درمختار کے نزدیک غیر صحیح اور علاء تہجانی کے نزدیک مذہب صحیح کا خلاف ہے اور اس کا مذہب صحیح کا خلاف ہونا قنیہ اور شرح و ہبانیہ اور درمختار و نیز شامی میں مذکور و منقول ہے اور صاحب درمختار نے اسکے غیر صحیح ہونے پر جزم کیا اور صاحب شامی کے نزدیک غیر ہونیکو قضاء کے ساتھ مخصوص کرنا درمختار کی صریح و صاف عبارات کو ملحوظ رکھ کر خلاف ظاہر کا ارتکاب ہے (ص ۲۹ ج ۲) علاوہ برآں اس سے مفاسد عدیدہ پیدا ہو سکتے ہیں، چنانچہ جس مقام میں زیر بحث حادثہ پیش آیا ہے وہاں کے متعلق سنایا گیا ہے کہ اس مسئلہ پر کسی مولوی صاحب نے پیشتر ایک عورت کو جس کے پاس دعویٰ طلاق پر شہادت نہ تھی محض اس بناء پر شوہر مدعی علیہ سے جدا ہونیکا حکم دیدیا کہ وہ کہتی ہے کہ مجھے طلاق کا یقین ہے چنانچہ عورت مذکورہ نے دوسری جگہ شادی بھی کی ہے اور اب تک وہ اس دوسرے شوہر کے ساتھ بود و باش کرتی ہے پھر کچھ عرصہ بعد دوسری عورت نے بھی یہی فتویٰ حاصل کیا مگر وہ مرگئی ورنہ وہ بھی اس وقت دوسرے مرد کے پاس ہوتی اور زیر بحث حادثہ تیسرا واقعہ ہے جس میں عورت دوسرے نکاح کی تیاری کرنے لگی تھی مگر راقم کے خلاف کر نیکی وجہ سے

اسے قدرے جھجک پیدا ہو گئی ہے اور اسکے مال کا کوئی فیصلہ ابھی کرنا ممکن نہیں۔ پس مفاسد عدیدہ کا وقوع بھی ہو چکا ہے تو میرے نزدیک اس جیسے حوادث میں اقوال و مسائل مذکورہ میں سے کسی ایسے قول کے ساتھ فتویٰ دینا چاہئے جو مفاسد سے خالی ہو۔ مثلاً زیر بحث مسئلہ میں صغریٰ کو اولاً یہ فتویٰ دینا چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے اور نشوز کا ارتکاب چھوڑ دے کیونکہ اسکے وقوع طلاق پر کوئی دلیل معتبر شرعی موجود نہیں، اور اگر بالفرض وہ اس سے جدا ہونے پر بھی تل گئی ہے تو قول چہارم کے مطابق وہ صرف مال ادا کر کے اپنے آپ کو جدا کر نیکی کو شش کرے خصوصاً جبکہ زیر بحث حادثہ میں بتایا بھی جاتا ہے کہ مسماۃ صغریٰ کل کے کل زیورات لیکر شوہر سے بھاگ گئی ہے بہر کیف اسکو بحالت موجودہ کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کر نیکی اجازت دینا شرعاً کسی طرح بھی صحیح نہیں اور اسے قضاء یا دیانت یہ جائز نہیں کہ محمد یوسف سے طلاق حاصل کئے بدون کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کرے اور اگر ایسا کرے گی تو وہ نکاح قواعد شرعیہ کے مطابق باطل ہوگا کیونکہ محمد یوسف کے ساتھ اس کا نکاح متحقق ہونا ایک امر متیقن ہے جسکے زوال پر مسائل دیانت اور قواعد قضاء دونوں کے لحاظ سے بحر شکوک و اہام کے اور کوئی دلیل شرعی قائم نہیں لہذا دوسرے نکاح نکاح علی النکاح صادق آئیگا۔

ایضاً ایک اور وجہ بھی مسماۃ صغریٰ کو سہ طلاق کے وقوع کے دعویٰ میں کاذب ہٹرائی ہے کیونکہ اگر صغریٰ کو تین طلاق کے وقوع کا جزم و یقین ہوتا تو وہ شوہر کو وطی کرنے نہیں دیتی پس اس کا یہ اقدام (علی التمکین) اسکی تکذیب کرتا ہے، بدائع میں ایک اور مسئلہ کے ضمن میں مذکور ہے "انما یجعل القول قولہا اذا لم یسبق منها ما یکذبھا وقد سبق منها ما یکذبھا قولہا و هو اقامھا علی النکاح من الزوج لان شئیاً من ذالک لا یجوز الا بعد التزوج بنوع آخر والدخول بھا فان علمھا مناقضاً لقولہا فلا یقبل (بدائع ص ۱۸۹ ج ۲)

راقم الحروف کہتا ہے کہ صغریٰ کا دسوں مرتبہ یہ لفظ سننا کہ "میں نے تجھکو طلاق دیدی الخ" پھر اسکے بعد محمد یوسف کو وطی کرنے دینا اس امر کیلئے کافی ہے کہ صغریٰ کو سہ طلاق ملے یہ فتویٰ بالکل غلط ہوگا جبکہ عورت کو طلاق ثلاثہ کا یقین ہے اس پر کبھی بھی فتویٰ نہیں دیا۔ ظفر علیہ جب عورت خود ثلاث سن چکی ہے تو یقین زائل یقین ہو گیا ہے یقین لا یزول بالشک کا یہاں موقع نہیں ہے۔ ظفر۔

کے وقوع کا علم یقین نہیں تھا اور اگر وہ اس یقین و علم کا دعویٰ کرتی ہے تو تمکین و طہی اسکی تکذیب کرتی ہے کیونکہ وقوع ثلاث کے بعد حلالہ کے بدون یہ فعل جائز نہیں ہو سکتا ہے ایضاً زبان دان اور متدین علماء کے کہنے کے مطابق مسماۃ صغریٰ کا بیان کردہ لفظ (میں تو کے طلاق دیہیوں الج) میں دیہیوں ایک ایسا لفظ ہے جو لب و لہجہ کے ادنیٰ تغیر سے کبھی ماضی اور کبھی مستقبل کا صیغہ بن سکتا ہے لہذا محمد یوسف کا بیان کہ ”میں نے دعویٰ طلاق کیا“ نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ اس احتمال کو ناشی عن الدلیل ماننا بھی صحیح ہے کہ مسماۃ صغریٰ نے صیغہ (لب و لہجہ کی تفاوت کی وجہ سے) صیغہ ماضی سمجھ لیا ہو۔ اور اس میں محمد یوسف کی تصدیق کرنا شرعاً و دیناً نہ بھی صحیح ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ناقصات العقل والدين. واللہ اعلم و علمہ اتم اجاب بہ الملتجی الی اللہ مختار اللہ. (المدعو)

میرک شاہ عفا اللہ عنہ و عافاہ

خادم الطلبة بدارالعلوم مئو

ضلع اعظم گڑھ - ۵-۶-۸۵ھ - یوم الاحد

(نوٹ) اس کلام پر یہاں سے یہ جواب لکھا گیا۔ ظفر

الجواب

خاتماہ امدادیہ تھانہ بھون سے جو فتویٰ دیا گیا ہے اس کا اولاً وہ تحریر ہے جو علماء ثلاثہ کے دستخط سے مزین ہے (جن میں سے ایک صاحب کے یعنی آپ کے دستخط کو ہم بخوبی پہچانتے ہیں) جو انہوں نے واقعہ مذکورہ میں بطور فیصلہ کے دی ہے اس تحریر میں ہم دسوں مرتبہ یہ لفظ کہا کہ ”میں تو کے طلاق دیہیوں“ کی تشریح یوں کی گئی ہے کہ ”میں نے تمھکو طلاق دی“ اسکے بعد تین قبول کرے تھی کا اضافہ نہیں ہے جو طویل

علم حفظت شیئا و غابت اشیاء قال فی العالمگیریۃ عن النہایہ و لوقالت للاول حلت فتن و جہا ثوقالت الثانی لم یکن دخل بی فان کانت عالمۃ بشرائط الحل للاول لم تصدق والا فتصدق ملج - ۲ - بدائع کی عبارت میں یہ قید رہ گئی ہے جس پر نہایت نے تنبیہ کی ہے پس یہاں بھی عورت کو بوجہ جہل کے صادق کہا جائے گی۔ ظفر

تحریر میں بڑھایا گیا ہے اور اس سے تفویض کا احتمال پیدا کیا گیا ہے اگر یہ احتمال تھا تو فیصلہ کی تحریر میں اس کا لحاظ واجب تھا اور یہ زیادت حذف کرنا جائز نہ تھی فیصلہ کی تحریر میں علماء ثلاثہ نے اس لفظ کے تکرار کو موجب طلاق مغلظ تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر واقعی محمد یوسف نے یہ لفظ کہا ہو تو اسکی عورت مطلقہ مغلظ ہو گئی اسکو چاہئے کہ اپنی بیوی مذکورہ سے دیانۃ علیہ رہے یہ بھی اسکی دلیل ہے کہ ”میں تو کے طلاق دیہیوں“ کے بعد اصل بیان میں ”تین قبول کرے تھی“ نہیں ہے ورنہ دیانۃ بھی وقوع طلاق ثلاث کا جزم نہیں ہو سکتا کیونکہ اس زیادت سے کلام محتمل تفویض ہو جاتا ہے حالانکہ علماء ثلاثہ بر تقدیر صحت قول وقوع طلاق مغلظ کا دیانۃ جزم کر رہے ہیں۔ پھر یہ امر موجب حیرت ہے کہ شوہر کے واقعی ایسا کہنے کی صورت میں بھی اسکو محض دیانۃ علیہ کی مشورہ دینے اور قضاء اس پر علیہ کی واجب نہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ مطلب ہے کہ عورت کو باوجود طلاق مغلظ دینے کے اپنے سے جدا کرنا مرد کے ذمہ اس وقت تک واجب نہیں جب تک قاضی تفریق نہ کرے اور اسکو یہ جائز ہے کہ دیانۃ اس سے علیہ رہے اور صورتہ اپنے نکاح میں باقی رکھے اگر یہ مطلب ہے تو بجاہت باطل ہے اور اگر یہ مراد نہیں تو دیانۃ علیہ رہنے کا اس صورت میں کیا مطلب ہے جبکہ شوہر واقعی اسکو طلاق مغلظ دے چکا ہے۔

اسکے بعد علماء ثلاثہ نے حکم قضا بیان کیا ہے چونکہ شوہر اس لفظ کے کہنے سے انکار کرتا ہے اور عورت بینہ قائم نہیں کر سکی اسلئے طلاق ثابت نہیں ہوئی قضاء ان کا یہ حکم صحیح ہے اس سے کسی کو انکار نہیں اسکے بعد عورت نے اپنے متعلق استفتاء کیا ہے کہ بیان مذکورہ بالا سے طلاق ثابت نہیں ہوئی۔ لیکن مجھے یقین کلیہ ہے کہ محمد یوسف نے مجھے دسوں مرتبہ طلاق دی اور میں پھر حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ مجھے ذرا بھی شبہ نہیں کہ محمد یوسف نے مجھے طلاق نہ دی ہو۔ چونکہ علماء ثلاثہ کی فیصلہ کن تحریر میں مسماۃ کے الفاظ مذکور تھے اسکی تشریح بھی علماء ثلاثہ نے کر دی تھی اب مستفتیہ سے الفاظ طلاق دریافت کر نیکی ضرورت باقی نہ تھی کہ اس کا سوال اس بیان پر مبنی تھا اور وہ صاف کہتی

علم یہاں یہ بتلادینا ضروری ہے کہ ہمارے محاورہ میں ”میں تمھکو طلاق دی“ طلقثک کا ترجمہ جس میں تفویض کا احتمال اصلاً نہیں۔ فارسی میں ”ترا طلاق دادم“ اگر محتمل تفویض ہو تو اس سے اردو میں یہ احتمال نہیں چل سکتا۔ ظفر۔ علم یقین کلی مراد ہے۔

ہے کہ مجھے یقین کلی ہے کہ محمد یوسف نے مجھے دسوں مرتبہ طلاق دی۔ اس پر نجیب کا یہ قول مبنی ہے کہ صورت مسئلہ میں جب عورت کو یقین ہے کہ اسے شوہر نے اسکو طلاق مغلظ دیدی ہے ۱۔ یہاں ”جب“ کے معنی ”جس حالت میں“ کے ہیں اسکو ”آذا“ کا ترجمہ قرار دیکر جزم پر عمل کرنا طرز افتاد سے نکل جاتا ہے دوسرے ”آن“ و ”آذا“ کا جو فرق لغت عربیہ میں ہے وہ اردو میں جاری نہیں یہاں بکثرت اگر کی جگہ جب اور جب کی جگہ اگر مستعمل ہوتا ہے ہر حال مستفید کو خود اسکی ذات کیلئے فتویٰ دیانت کا یہاں سے یہ دیا گیا (اگرچہ وہ اپنے دعویٰ کو بینہ سے ثابت نہ کر سکی مگر) جب اسکو یقین ہے کہ شوہر نے طلاق مغلظ اسکو دیدی ہے تو اسکو جائز نہیں کہ اس شوہر کو اپنے اوپر قابو دے (یہ حکم ان تمام روایات میں جو جناب نے نقل کی ہیں متفق علیہ ہیں) بلکہ اس سے علیحدہ ہو جائے (یہ بھی تمام روایات میں متفق علیہ ہے) اور عدت کے بعد کسی اور سے نکاح کرے (اس میں آپ نے مختلف روایات نقل کی ہیں مگر ہمارے نزدیک محض اختلاف روایات نقل کرنا کافی نہیں درایت سے ان میں تا مل لازم ہے ہم اس اختلاف کو قضاء و دیانت کا اختلاف سمجھتے ہیں یعنی قضاء اسکو نکاح جائز نہیں کیونکہ ثبوت طلاق نہیں ہوا اور دینا نہ جائز ہے کیونکہ دیانۃ عورت کے نزدیک فیما بینہا و بین اللہ طلاق مغلظ ثابت ہے۔ والشیء اذا ثبت ثبت بلوانہ منہ ومن لازم الطلاق المغلظ ارتفاع النکاح وحل التزوج بزواج آخر۔ اس کے کچھ معنی نہیں کہ اس صورت میں عورت کو تمکین زوج سے منع کیا جائے اور اس سے علیحدگی واجب کی جائے اور نکاح کی اجازت نہ دی جائے پس یقیناً جن لوگوں نے اسکو نکاح بزواج آخر سے منع کیا ہے ان کا قول تضاع پر مبنی ہے اور اگر کسی نے دیانۃ بھی اسکو تزوج بزواج آخر سے اس صورت میں منع کیا ہے تو اس کا قول نص کے خلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ، نص میں طلاق مغلظ کے بعد عورت کو زوج اول پر حرام کر کے اسکو زوج آخر سے نکاح کا حق دیا گیا ہے جس میں تنکح کی اضافت عورت ہی کی طرف کی گئی ہے۔

اب رہی وہ مصالح و مضار جن پر اخیر میں روشنی ڈالی گئی ہے تو ان کے متعلق عرض ہے کہ جس طرح اس صورت میں عورتوں کو دیانۃ اجازت نکاح دینے میں ایک مفسدہ نظر آتا ہے اسی طرح دیانۃ اجازت نکاح نہ دینے میں دوسرا مفسدہ ہے کہ

جب شوہروں کو یہ معلوم ہوگا کہ جب تک تو یہ طلاق کا اقرار نہ کرے اس وقت تک عورت اس سے علیحدہ نہ ہو سکے گی وہ طلاق کو کھیل بنائیں گے اور طلاق مغلظ کے بعد زنا کاری میں مبتلا رہیں گے اور عورتیں ان کے ظلم سے عاجز ہو کر ارتداد پر مجبور ہونگی جسکی نظائر بکثرت موجود ہیں۔ یہاں کہ بعض علماء نے دیانت کے اس فتویٰ کو عورت موثوق بھا کے ساتھ مخصوص کیا ہے تو یہ رائے قابل تسلیم ہے مگر موثوق بھا کا معیار کیا ہوگا؟ کیا مفتی اسکی تحقیق کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دشوار ہے اسلئے ہمارے نزدیک آجکل معیار یہی ہے کہ جو عورتیں ان معاملات میں علم سے رجوع کرتی ہیں وہ موثوق بھا ہیں فاسق عورتوں کو نہ طلاق مغلظ کی پروا ہے نہ بدون طلاق حاصل کئے کسی سے تعلق پیدا کر لینے میں حجاب نہ فتویٰ شرعی پر عمل کر سکی ضرورت پھر جب فتویٰ کو عورت کے یقین کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے کہ جبکہ اسکو طلاق مغلظ کا یقین ہے تو حکم یہ ہے اگر وہ اس میں غلط بیانی کرے گی عند اللہ خود ذمہ دار ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ظہر احمد عفا اللہ عنہ از تھانہ بھون

۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ

(نوٹ) اسکے بعد جواب الحاج مولوی میرک شاہ صاحب کے پاس سے موصول ہوا جو درج ذیل ہے۔

جواب الجواب مع الجواب المجمل

باسمہ تعالیٰ

قسط دوم

(تمہید) ایک عورت مسماۃ صغریٰ اور اسکے زوج نے دعویٰ طلاق میں مجھے حکم بنایا مگر زبان نہ جاننے کی وجہ سے میں نے مولانا محمد صابر صاحب اور مولانا اسلام الحق صاحب کو اثناء تحقیقات میں شامل کیا مدعیہ نے طلاق کا دعویٰ کیا مگر شہادت پیش نہ کر سکی مدعی علیہ کو منکر ہونیکی وجہ سے حلف دیکر میں نے نہائی فیصلہ عدم ثبوت طلاق کا دیدیا۔

(ب) ہر فریق نے تحریر مانگی تو میں نے مولانا اسلام الحق صاحب سے کہدیا کہ آپ حکم شرعی سے انکو مطلع کریں اس پر موصوف نے وہ دستخط تمام تحریر سے متعلق

تحریر لکھدی جسے علماء ثلاثہ کی تحریر سے تعبیر کیا جا رہا ہے لکھنے کے بعد فریقین کے اطمینان کیلئے میرے دستخط بھی اسپر کرائے لیکن میرے دستخط کا تعلق درحقیقت صرف عدم ثبوت طلاق کے حکم کے ساتھ تھا۔ جو میں نے یہ حیثیت حکم کے دیا تھا مگر مخالف کو حق پہونچتا ہے کہ وہ میرا حکم نامہ اسکو قرار دیکر مجھ پر اعتراض کرے لیکن اسکے باوجود میں نے اصلی واقعہ کو اظہار کیا تا کہ جس کو میری دیانت پر اعتبار ہو وہ اعتبار کرے اور جو اسکی پوری ذمہ داری میرے اوپر ڈالنا چاہے اسکو بھی میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ البتہ اظہار واقعہ کرنا میرے نزدیک ضروری تھا جو کیا۔

(ج) اصلی واقعہ یہ ہے کہ فریقین نے ملاحظہ اس طرح کیا تھا کہ گویا ہم پر دونوں کو اعتماد ہے اسلئے تحریر مذکور کے متعلق میں نے یہ خیال نہ کیا کہ یہی تحریر محل مناظرہ ہوگی اسلئے اگر اس میں کوئی کوتاہی تھی تو اس کا خیال میں نے نہیں کیا (مثلاً) اسکے کہ "کیا تو قبول کرتے" کہ یہ عورت کے بیان میں موجود تھا مگر مولانا اسلام الحق صاحب نے اسکو حذف کیا اور میں نے اس کا کوئی خیال نہ کیا کیونکہ خیال تھا کہ فریقین کو ہماری دیانت اور تحقیق پر اعتماد ہے اسلئے وہ تحریر انکے عمل کیلئے دیدی گئی تھی۔ مگر ان میں سے جس فریق نے اسکو اپنے جذبات کا خلاف سمجھا اس نے اسکو موضوع مناظرہ بنایا۔

(ح) چونکہ اسمیں گفتگو کی طوالت کا احتمال ہے اسلئے حصہ گذشتہ کو قسط اول اور اس حصہ کو قسط دوم سے موسوم کرتا ہوں۔ (د) مدعیہ کا بیان قلم بند کر کے اسپر انگوٹھا اس کا ثبت ہے اسی طرح مدعی علیہ اور محمد ادریس کا بیان بھی انکے دستخطوں کے ساتھ موجود ہے صرف حکم شرعی کا اصدار میں نے اتنا ہی کیا تھا۔ اسلئے میری گزارش ہے کہ یہ حیثیت تحکیم میرا حکم صرف عدم

ہوتی ہے اگر شخص جس کو مراد ہو تو اس کا اظہار لازم ہے خصوصاً تحریر فیصلہ میں اس کا لحاظ بہت ضروری ہے۔

مگر ہر حال میں تحریر ناقص نہ ہونا چاہئے۔ صاحب اعتماد کو بھی ناقص تحریر دینے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو اسے شک میں ڈالنے کا موقع ملتا ہے۔

ثبوت طلاق کو مان لیا جائے (مگر اسکی پابندی صرف ان پر واجب ہے جو میرے اظہار کو صادق و صحیح تسلیم کرنے پر آمادہ ہوں۔ انتہی التہید۔

جواب الاجوبۃ

میری طویل تحریر کے جواب میں یہ فرمانا کہ "کیا تو قبول کرتی ہے؟" اضافہ ہے اسلئے میرے اوپر موجب اعتراض نہیں ہونا چاہئے کہ میرے قلم سے طویل تحریر سے پہلے کوئی تحریر نہیں نکلی ہاں مولانا اسلام الحق صاحب کی تحریر پر میرے دستخط ضرور ہوتے جسکی کیفیت تمہید میں لکھ دی گئی۔ اسلئے آپ (یعنی مولانا ظفر صاحب) کے پہلے فتویٰ میں اگر اس فقرہ کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے تو اسپر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا بلکہ اسپر جس نے سوال کیا اس کو چاہئے تھا کہ عورت کا وہ بیان جو اس کے نشان انگوٹھا کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے وہ سارا انکی خدمت میں بھیج دیتا۔

اسی طرح انصافاً میرے اوپر بھی اعتراض نہ ہونا چاہئے کیونکہ میں نے جو تحریر اپنے قلم سے لکھی اسمیں میں نے فقرہ کو دکھایا۔

۴ دستخط کرنے سے ہمیشہ اجتناب کرنا چاہئے واقعہ یہ ہے کہ میں نے آپ کے دستخط دیکھ کر ہی محمد یوسف کے الفاظ پر تنقیح کی ضرورت نہ سمجھی کیونکہ میں آپ سے واقف ہوں کہ ماشار اللہ فہیم و سلیم ہیں بدون کافی تحقیق کے کسی تحریر پر دستخط نہ کریں گے جب آپ کی دستخطی تحریر میں الفاظ زوج کی تشریح اور اس کا بوجہ نکاح موجب طلاق مغلط ہونا دیکھ لیا اس وقت دیانت کا فتویٰ دیا اور اسکو آپ کے فتویٰ کا معارض نہ سمجھا کیونکہ آپ بطور حکم کے عدم وقوع طلاق کے فیصلہ پر مجبور تھے کیونکہ جب مسماۃ صغریٰ کے بیان پر فتویٰ دینا ہے تو یہ فقرہ نہایت اہم ہے ہر حال جس تحریر کو علماء ثلاثہ کی تحریر فرمایا گیا ہے اصل

وہ بھی حکماً آپ ہی کی تحریر ہے کما مر۔

مگر وہ جاہل ہے اسکو آپ کے حذف سے یہ گمان ہو سکتا ہے کہ حصہ مخدومہ کو حکم میں دخل نہیں ہے۔

مگر جس پر دستخط کئے اس میں نہ دکھلایا حالانکہ وہ فیصلہ کن تحریر تھی اسلئے آئندہ ایسی ناقص تحریر پر ص ص

واقعہ پر مطلع ہونے کے بعد اسکی حیثیت محسوس کر کے مسماۃ صفری کے بیان پر متوجہ ہونیکی ضرورت ہے لہذا موضوع بحث میری طویل تحریر کو بنائیکی درخواست کرتا ہوں۔ کیونکہ میرا مقصود مناظرہ نہیں بلکہ مسئلہ کی اصلیت واقعہ میں حکم صواب کا معلوم کرنا اور اسکو مسلمانوں تک پہنچانا ہے۔ فاقول وبالله التوفیق۔

مسماۃ صفری کا یہ بیان ہے کہ میں نے اپنے شوہر سے دسوں دفعہ سنا کہ ”میں نے تو کے طلاق دیہیوں کیا تو قبول کرے تھی؟“ پھر اس نے جماع کیا اور کہا کہ یہ آخری ہے الخ اور شوہر کا بیان یہ ہے کہ میں نے جماع سے پہلے طلاق کا کوئی لفظ نہیں کہا بلکہ جماع کے بعد عورت سے وعدہ کیا کہ طلاق دوں گا الخ۔ عورت کے پاس شہادت نہیں شوہر نے ایقاع طلاق کا انکار کر کے حلف اٹھائی۔ حکم کو بحیثیت حکم بجز اسکے کہ وہ عدم ثبوت طلاق کا فیصلہ دیدے اور کوئی حکم صادر کرنا واجب نہیں تھا اور نہیں اس وجوب کو مولانا (ظفر صاحب) نے ظاہر کیا ہے کیونکہ حکم بمنزلہ قاضی ہوتا ہے (تفسیرہ (ای التحکیم) تصبیح غیر محاکمات فیكون فیما بین الخصمین کا لقاضی فی حق کافۃ الناس۔ عالمگیری ج ۳)۔ مگر اس وجوب کو ہمارے حاسدوں نے مولانا ظفر احمد صاحب کے فتویٰ کی تصدیق کے سلسلہ میں اسلئے لکھ دیا کہ ہم پر اعتراض کریں اور جن عوام پر اس قسم کی حرکات سے انہوں نے تسلط پایا ہے انکے سامنے ہمارے فیصلہ شرعی کو غلط ثابت کریں چنانچہ انکی تصدیق کی عبارت کا ابتدائی حصہ یہ ہے ”جوابات مولانا ظفر احمد صاحب نے لکھی ہیں صبح ہے اور پہلے مفتیوں پر بھی اس کا اظہار واجب تھا الخ“

چونکہ فقرہ تعریف لکھا گیا اور اسکے بعد عوام کو سمجھایا گیا جس سے علماء ثلاثہ کو عوام نے دینر مسماۃ صفری کے حمایتیوں نے مورد سب و شتم بنایا۔

عوام کا یہ فعل معصیت ہے۔

بلکہ ان میں سے بعض پر حملے کی سازشیں ہو رہی ہیں اسلئے یہ امر بالصراحت محتاج بیان ہے کہ کیا حکم پر اس کا اظہار بھی واجب تھا یا یہ کہ حساد کا ایسا لکھنا صحیح نہیں ہے درآں حالیکہ قاضی شریع کا یہ مقولہ بھی السنۃ علماء پر دائر و سائر ہے کہ مسند قضاء پر متمکن ہونیکی حالت میں جب کسی نے ان سے فتویٰ دریافت کیا تو یہ جواب دیا ”انی اقصیٰ و لست افتی“ اس بارے میں اپنی صریح رائے تحریر فرما کر ایک نزاع بے معنی کو ختم کر دیتے۔ کیونکہ اس پیوند کو اب آپ کے فتویٰ کو جزو بنا کر کام میں لایا جاتا ہے۔

دیانت و قضا کا تراجم

مسائل دیانت فقہ کی اصطلاح میں ان مسائل کو کہتے ہیں جن میں انفرادی حکم بتایا جائے اور قضاء میں غنن حکم بالظاہر کے قاعدہ کے مطابق فریقین کو اجتماعی حیثیت سے حکم شرعی کا پابند کیا جاتا ہے ان دونوں حکموں میں کبھی نزاع نہیں ہوتا ہے اور کبھی ہوتا ہے مثلاً کسی نے رویت ہلال کر لی اور قاضی نے اسکی شہادت رد کر دی تو اسکو دیانتہ روزے رکھنے ہونگے اگرچہ تمام لوگ مفطر ہی رہیں اس میں کوئی نزاع نہیں اور نہ احکم کی صورتوں میں سے زیر بحث حادثہ بھی ہے جس میں شوہر حلفاً ایقاع طلاق کا انکار کرتا ہے اور زوجہ حلفاً بیان کرتی ہے کہ میں نے الفاظ طلاق اس سے سن لئے اس لئے قاضی اور حکم کا حکم یہ ہوگا کہ طلاق ثابت نہ ہوئی اور عورت کو شوہر کے پاس جانے کا حکم قاضی کو قضاء کے سلسلہ میں دینا پڑیگا۔ کیونکہ اس کے پاس دعویٰ ثابت نہ ہوا اور یہی منصب حکم کا بھی ہے۔ (قولہ عند قاض ہل المحکم مثلاً؟۔ قلت: الظاهر نفعولانہما لهما فرق ابینہما فی انہ لا یحکم بقضا ص و حد و دینۃ علی عاقلۃ الخ (شامی مشکوٰۃ ج ۲) لیکن اس حادثہ میں چار آدمی دیانت کے سلسلے میں استفادہ کر سکتے ہیں ایک وہ عورت جس نے الفاظ طلاق خود سن لئے کہ وہ اب کیا کرے جبکہ اس کا دعویٰ عدم شہادت کی وجہ سے ثابت نہ ہوا اور اگر اسکو وقوع طلاق کا فتویٰ دیا جائے تو دوسرے کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ دوئم اس کا شوہر جس نے طلاق کا ایقاع ہرگز نہیں کیا ہے کہ وہ اس عورت کو اپنے پاس

پکڑ لیگا اور جبراً اس کو اپنی زوجہ بنائے رکھیگا یا یہ کہ جو فتویٰ اسکی عورت کو دیا گیا ہے وہ اسپر بھی حاوی ہے۔ تیسرا وہ مرد جس کے ساتھ عورت مذکورہ دوسری شادی کرنا چاہیگی کہ کیا اسکو شرعاً جائز ہے کہ عورت مذکورہ کو مطلقہ سمجھے (بناءً علی اقرارھا) یا اس پر یہ واجب ہے کہ اس کو منکوحۃ الغیر جان لے (بناءً علی بیانہ وانکارہ مع الیقین) چونکہ وہ تمام لوگ جو مدعیہ اور مدعی علیہ کے علاوہ ہیں کہ آیا انکو وقوع طلاق کا عقیدہ رکھنا چاہئے یا عدم وقوع کا و نیز اگر عورت نے اس فتویٰ پر عمل کرنے کا ارادہ کیا جو اسکو دیا جائے (کہ وہ شوہر مذکورہ سے جدا ہے یا جدا ہی رہے اور نکاح دوم بھی کر سکتی ہے) تو کیا عورت مذکورہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کو یہ جائز ہے کہ عورت کی حمایت کریں اور شوہر سے جدا رہنے میں اسکی اعانت کریں درآں حالیکہ شوہر کو اس کے بیان کے مطابق دیانت کے سلسلہ میں یہ فتویٰ دیا گیا ہوگا کہ اسکی عورت ناشزہ ہے تو اعانت کرنے والے اگر عورت کے فتویٰ کے مطابق معین علی الطاعة ہیں تو مرد کو جو فتویٰ دیا گیا ہے اس کے مطابق معین علی المعصیت والنشوز ہونگے اسبطرح جس مفتی نے مرد کو اس کے بیان حلفی کی بناء پر یہ فتویٰ دیا ہو کہ عورت تمہاری منکوحہ ہے اور اسکی جدائی نشوز ہے تم اسکو جبراً اپنے پاس رکھ سکتے ہو یا جس حکم نے عدم ثبوت طلاق کا حکم دیا ہو تو کیا عورت کے علاوہ کسی مسلمان کو یہ جائز ہے کہ مفتی مذکور یا حکم مذکور کو گالیاں دلائے یہ عمل معصیت ہے یا دیدے اور ان کے خلاف مظاہرے کرے اور انکو بدنام اسکی کسی حال میں اجازت کر کے بازار میں انکو بدنام کر نیکلے آڑے بنائے اور لٹھ بند غنڈوں کو اپنے حمایتیوں کی معیت میں مذکورہ بالا مفتی یا حکم کی آبروریزی کیلئے بالواسطہ یا بلاواسطہ کوشش کرے۔

اسبطرح اگر مرد نے عورت مذکورہ کو اپنی منکوحہ غیر مطلقہ سمجھ کر اسکو جبراً اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کیا تو دوسرے لوگوں کو اسکی اعانت کرنی جائز ہے یا موجب معصیت ہے؟

میرے نزدیک واللہ اعلم بالصواب ان سوالات کا جواب یہ ہے کہ علیک بخولیئمتہ نفساک کے مطابق مرد کو جائز ہے کہ عورت کو نیما بینہ و بین

اللہ اپنی منکوحہ غیر مطلقہ سمجھے اور بشرط اقتدار اس کے ساتھ منکوحہ غیر مطلقہ کے معاملات برت لے اور عورت کو ضروری ہے کہ وہ فیما بینھا و بین اللہ اپنے آپ کو مرد سے جدا سمجھے اور حتی المقدور جدا رکھے بشرطیکہ اسکو کسی نے ایسا فتویٰ دیدیا ہو اور ان دونوں کے علاوہ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ واقعہ سے باخبر ہونکی صورت میں عورت مذکورہ کے ساتھ نکاح کرے کیونکہ عورت مذکورہ کا بذریعہ نکاح کے مرد مذکور کی منکوحہ ہونا بالیقین معلوم ہے اور یہ معلوم ہونیکے بعد عورت کا حلفیہ بیان بلا شہادت کے زوال نکاح کیلئے دلیل یقینی نہیں لہذا تیسرے آدمی کو نکاح و زوال نکاح مذکورین کے متعلق الیقین لایزول بالشک کی پابندی ضروری ہے اس سے مسئلہ زیر بحث میں

اس مسئلے کسی مسلمان کو اس کے ساتھ نکاح کرنا حلال نہیں ہونا چاہئے چنانچہ تحقق و تیقن زوجیت کے بعد بتصل زوال زوجیت کے عدم تحقق کی صورت میں بقا زوجیت کا حکم شافی کی عبارت ذیل سے تقریباً بالتصریح معلوم ہوتا ہے جو ایک اور مسئلہ کے ذیل میں کتاب مذکور میں مذکور ہے۔

قلت: واما الجواب بان وقوع الطلاق لا احتیاط فی الفروج فهو مشترك الا لزام علی انه لا احتیاط فی التفريق بعد تحقق الزوجية بمجرد التلفظ بلفظ مهمل او مصحف بل الاحتیاط بقاء الزوجية حتی يتحقق المزيل (شامی ملک ج ۲)

یہی حکم مدعیہ اور مدعی علیہ کے علاوہ دیگر تمام مسلمانوں کا بھی ہونا چاہئے کہ وہ نکاح کو متحقق سمجھیں جسکی دلیل ان کے استصحاب حال اور الیقین لایزول بالشک و نیز ان احتیاط بقاء الزوجية حتی يتحقق المزيل وغیرہ ہے اور عورت کو وقوع طلاق کی مدعیہ سمجھ لیں لیکن اسکی قسم کی حمایت کرنا خلاف شرع سمجھ لیں کیونکہ مدعی کو محض اس کے دعویٰ کی بنا پر کچھ دینا شرعاً جائز نہیں۔

اس مسئلے کسی مسلمان کو اس کے ساتھ نکاح کرنا حلال نہیں ہونا چاہئے چنانچہ تحقق و تیقن زوجیت کے بعد بتصل زوال زوجیت کے عدم تحقق کی صورت میں بقا زوجیت کا حکم شافی کی عبارت ذیل سے تقریباً بالتصریح معلوم ہوتا ہے جو ایک اور مسئلہ کے ذیل میں کتاب مذکور میں مذکور ہے۔

قلت: واما الجواب بان وقوع الطلاق لا احتیاط فی الفروج فهو مشترك الا لزام علی انه لا احتیاط فی التفريق بعد تحقق الزوجية بمجرد التلفظ بلفظ مهمل او مصحف بل الاحتیاط بقاء الزوجية حتی يتحقق المزيل (شامی ملک ج ۲)

یہی حکم مدعیہ اور مدعی علیہ کے علاوہ دیگر تمام مسلمانوں کا بھی ہونا چاہئے کہ وہ نکاح کو متحقق سمجھیں جسکی دلیل ان کے استصحاب حال اور الیقین لایزول بالشک و نیز ان احتیاط بقاء الزوجية حتی يتحقق المزيل وغیرہ ہے اور عورت کو وقوع طلاق کی مدعیہ سمجھ لیں لیکن اسکی قسم کی حمایت کرنا خلاف شرع سمجھ لیں کیونکہ مدعی کو محض اس کے دعویٰ کی بنا پر کچھ دینا شرعاً جائز نہیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو یعطی الناس بدعواہم لا دعی ناس دماء رجال و اموالہم و لکن الیمین علی المدعی علیہ (مسلم)

اس حدیث سے ما نحن فیہ کے متعلق یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا قسم کھا کر بیان کرنا بے اثر ہے کیونکہ اس پر حلف عائد نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا قسم کھا کر بیان کرنا اس کے لئے مضر ہو سکتا ہے۔ ویحلفون ولا یستحلفون اس طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ محض دعویٰ کرنے سے مدعی کو کچھ نہیں دیا جاسکتا ہے۔

اور یہ کچھ نہ دینا "جس طرح بالاتفاق قاضی کیلئے تنفیذ کی حیثیت سے معمول یہ ہے اس طرح غیوضی یعنی عام مسلمین کیلئے اعتقاد و اعانت کی حیثیت سے واجب العمل ہونا چاہئے کیونکہ الفاظ میں کوئی خصوص موجود نہیں۔ اس طرح دوسری احادیث بھی ہیں جن میں بے سوچے سمجھے اصل واقعہ سے بے خبر ہو کر کسی کی جانب داری کی مذمت وارد ہوئی ہے۔

ما نحن فیہ میں مسماة صغریٰ کو دینا "کیا فتویٰ دینا چاہئے یہ مخصوص توجہ اور غور کا محتاج ہے کیونکہ اس کا شوہر ایقاع کا منکر ہے اسلئے صرف ان الفاظ پر فتویٰ کا ترتیب ضروری ہے جو اس

حقہ ملاحظہ ہو دینا "جن لوگوں کے نزدیک قاضی کا فیصلہ اور شوہر کا بیان صحیح ہے وہ اس پر اعتقاد و عمل کے مکلف ہیں اور جن کے نزدیک عورت کا بیان صحیح ہے لکن نہ ثقہ عندہم وہ اس کے بیان پر اعتقاد و عمل کر سکتے ہیں لکما سیاتی اور دینا "میں خبر و اعد پر عمل جائز ہے۔

یعنی قضاء

لیکن اگر کسی کو عورت کے بیان پر بوجہ اس کے صدق کے وثوق ہو وہ اس کے قول پر اپنے قلب کی شہادت سے عمل کر سکتا ہے قال فی الدرر: قالت امرأة طلعتنی زوجی وانقضت مدتی لاباس ان ینکھا اھ قال الشافعی عن الثانیة: ان کانت ثقہ اولم یکن ودفع فی قلبہ صدقھا فلا یاس بان یتزوجھا اھ

منکوحة النیر دعوی طلاق کرتی ہے اور اس کو قبول کیا جاتا ہے حالانکہ ثبوت نکاح متبیین ہے اور طلاق کا دعویٰ صرف عورت کی طرف سے ہے آپ کے قاعدہ پر یہ دعویٰ قابل قبول نہ ہونا چاہئے تھا مگر شہادت قلب سے قبول جائز ہے پھر یہ

کہہ دئے ہیں۔ اور میرے نزدیک اس کو بوجہ ذیل دینا "بھی وقوع طلاق کا فتویٰ نہیں دینا چاہئے، اول اسلئے کہ اگر اس کے پیش کردہ الفاظ کے معنی یہ لئے جائیں کہ میں نے تجھ کو طلاق دی اور اس سے طلاق کا مفہوم لیا جائے یا اعطاء و تفویض کا تو یہ طلق تک کا مرادف ہے جو صریح طلاق کے الفاظ میں سے ہے اور صریح کے ساتھ وقوع طلاق کا حکم الصریح یدحق الصریح کے مطابق دینا قضاء صحیح ہے دینا "نیت تاکید اسمیں مسموع و مقبول ہے کما فی الشافی وغیرہ۔

یہاں دسوں مرتبہ کہنا اور پھر بقول مدعی کے و طی کرنا (جسکی تمکین مدعی نے بھی کر لی) شرعی طور پر مجبور کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کو ایقاع پر اور باقی مرات کو اخبار و تاکید پر (جیسا کہ غصہ کی حالت میں ایسا ہوا ہی کرتا ہے) محمول کرنا چاہئے جس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی پھر اس وقت جماع کرنا رجعت بالفعل پر محمول کرنے سے دو مسلمانوں کو مرتکب فعل حرام قرار دینے سے بھی بچنا ہے اور ایک فتنہ عظیم سے بھی نجات حاصل ہو سکتی ہے

گو شوہر مدعی تاکید نہ ہو تاکید کا دعویٰ خود اختراع نہیں ہو سکتا جب تک شوہر دعویٰ نہ کرے اور جہاں تک تاکید پر حمل کرنا دینا "صحیح مانا گیا ہے وہاں یہ بھی تصریح ہے کہ المرأة کا القاضی عورت کو جائز نہیں ہے کہ تکرار کو تاکید پر حمل کرے عورت جب طلاق مکرر سے اس کو طلاق متعدد پر حمل کرنا واجب ہے۔ (شافعی ج ۲ باب الکنایات)۔

قال فی الہندیۃ: رجل قال لامرأة: انت طالق انت طالق انت طالق وقال عینت بالاولی الطلاق وبالثانیۃ والثالثۃ افہامھا صدق دینا "ج ۲

وفي البدائع: الامين انما يصدق فيما لا يخالفه الظاهر فاما فيما يخالفه الظاهر فلا يقبل ص ۹۹۔

زیر بحث مسئلہ میں مدعیہ کا یہ دعویٰ نہیں کہ مجھے بین طلاق کے وقوع کا علم ہے بلکہ دسوں مرتبہ وہ الفاظ سننے کا دعویٰ کرتی ہے جن میں چند احتمالات ہیں منجملہ آں ایک احتمال کے مطابق وہ طلاق صریح کے الفاظ ہو سکتے ہیں پھر ان کا دسوں مرتبہ مکرر ہو جانا اور پھر فوراً ہی وطی کا مستحق ہو جانا اس امر کو ظاہر نہیں کرتا ہے کہ ایقاع بالواحدة کے بعد تکرار للافہام والتاکید ہوئی جس کے بعد رجعت کا تحقق ہوا۔

دوم، ”دیہیوں“ کا لفظ یہاں کے اہل زبان کے کہنے کے مطابق لب و لہجہ کے ادنیٰ تغیر کے ساتھ ماضی سے مضارع اور مضارع سے ماضی بن سکتا ہے اور مدعی علیہ کا یہ بیان کہ میں نے جماع کے بعد طلاق دینے کا وعدہ کیا ارادۃ مضارع کے احتمال کو تقویت دیتا ہے جس کے بعد صرف تقدم وتأخر جماع میں مدعیہ اور مدعی علیہ کے درمیان اختلاف باقی رہتا ہے اس لئے اس شخص کو جس سے عورت اس لفظ کی بنا پر حکم طلب کرتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتی ہے کہ میں نے اس کے بعد جماع بھی کیا یہ امر ضروری ہے کہ وہ ایسے لفظ کی بناء پر عورت کو وقوع طلاق کے تیقن کا فتویٰ نہ دے جس کا تیقن اس نے اہل زبان ہونے کے باوجود اس وقت خود بھی نہ کیا جیسا کہ تمکین وطی سے معلوم ہوتا ہے اور اس قدر متقارب بیان (مدعی اور مدعی

بدائع کی عبارت میں ایک قید رہ گئی ہے جسکو عالمگیریہ میں نہایہ سے نقل کیا ہے

قال: فان كانت عالمة بشرائط الحل للاول لم تصدق والا فتصدق اه ص ۱۲۹ ج ۲۔

پس یہاں عورت کو بوجہ جہل کے صادق مانا جائیگا۔ لاسیما فی دار الحرب۔

میرے سامنے جو تحریر علماء ثلاثہ کے دستخط سے آئی تھی اور اس میں نہ جماع کا ذکر تھا نہ اس احتمال استقبال کا بلکہ جزم کے ساتھ اسکی تشریح صیغہ

علیہ کا) سامنے آنیکے بعد اگر ثلاث اس احتمال کو قوی قرار دیدے کہ ”دیہیوں“ کا لفظ فی الواقع وہی رہا ہوگا جو مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور جماع کے تقدم وتأخر میں اسی پر نسیان کا گمان غالب رکھنا شریعت کے مطابق سمجھے تو یہ بھی اصول شرعیہ سے مستبعد نہیں لہذا تیقن کی گنجائش یہاں بھی نہیں اور ان تضل احدهما فتذكر احدهما الاخری ونیز هن ناقصات العقل الخ جیسے مویات سے اس احتمال کی تائید ہوتی ہے اور چونکہ وہ صرف ایک لفظ پیش کرتی ہے ماضی یا مضارع کا لفظ ہونیکا کوئی دعویٰ اس سے صادر نہیں ہوا پھر اس سے وطی کا اقرار بھی کر لیا اسلئے اس احتمال کو رد کرنیکی کوئی وجہ نہیں

اور اگر وہ صیغہ ماضی کا ہی (بالفرض) دعویٰ کرے گی (کیونکہ اب تک اس نے یہ دعویٰ نہیں کیا) تب ہی اسکی تمکین وطی اسکی تکذیب کیلئے کافی ہونی چاہئے جیسا کہ بدائع سے ابھی منقول ہوا، انما یصدق فیما لا یخالفه الظاهر الخ پھر مدعیہ ہی کا یہ لفظ کہ کیا تو قبول کرتی ہے؟ بتاتا ہے کہ اسکی رائے میں بھی زوج نے ایسا لفظ کہہ دیا ہے جس میں عورت کی رائے کو دخل ہو سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایقاع طلاق میں مرد مستبد علی سبیل الانشاء مستقبل ہے اسلئے عورت کے الفاظ کے مطابق بھی ”دیہیوں“ کو ایقاع کے علاوہ کسی اور مفہوم پر محمول کرنا ضروری معلوم

ہوتا ہے۔

سوم۔ طلاق دیدی۔ یہ اردو کا ایک محاورہ ہے اور اردو فی الحقیقت کوئی مستقل زبان نہیں بلکہ ہندوستان کی قدیم زبان اور عربی و فارسی کے الفاظ سے ایک زبان بن گئی تھی جسے کہتے ہیں۔ اہل ذوق اور علماء ادب اسکی تائید کریں گے کہ طلاق دینا اردو میں طلاق داؤں سے آیا ہے جو فارسی کا محاورہ ہے اور طلاق دادن فارسی میں اسطرع ایقاع طلاق کیلئے مستعمل ہے جس طرح طلاق دینا اردو میں تطلیق کے معنی میں مستعمل ہے۔ صراح میں تطلیق کے معانی میں مذکور ہے طلاق دادن زن را۔ یعنی تطلیق کا ترجمہ یہ ہے کہ طلاق دادن زن را۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو طلاق دادن کے اصلی معنی تفویض طلاق کے ہی ہیں۔

ہاں اس کا استعمال ایقاع طلاق میں کثیر و متعارف ہو گیا ہے، مانتک کہ بلاقرینہ اس سے ایقاع ہی مراد لیا جاتا ہے جیسا کہ معانی متعارف کا قاعدہ ہے لیکن چونکہ اس سے تفویض طلاق مراد لینا اصل لغت سے مستلزم خروج نہیں ہے اسلئے اگر کوئی شخص طلاق دادم کہہ کر یہ دعویٰ کرے کہ میری نیت تفویض طلاق کی تھی تو فقہاء کے تصریح کے مطابق اسکی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ وان قال لھا: "من طلاق ترا دادم" ان نوى الايقاع يقع وان نوى التفويض لا يقع وان لم ينوى التفويض يحكون

بل هو خروج عن اللغة كما هو

ایقاعاً الخ (قاضی خان برہامش عالمگیری

مس ۲۱۹ و ۲۲۰ ج ۲)

اسی طرح طلاق دینے کی اصلی معنی تفویض کے ہونے چاہئے تھے جو متروک الاستعمال ہیں لیکن چونکہ اصل وضع کے لحاظ سے انکو مراد لے سکتے ہیں اسلئے اگر نیت تفویض کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ بھی مسموع ہونا چاہئے خصوصاً اس صورت میں کہ "تجھے طلاق ہے" کے مضمون کو ادا کرنے والے الفاظ میں بھی ابوحنیفہ کے نزدیک نیت تفویض کا دعویٰ دیا نہ قابل تصدیق ہے جیسا کہ مسئلہ مندرجہ بالا کے ساتھ ہی قاضی خان میں مذکور ہے ولو قال لھا لک الطلاق قال ابو حنیفۃ ان عنی بام التفویض یدین و اذا قامت من مجلسها بطل الخ صفحہ مذکورہ۔

بہر کیف قاضی خان کے مسئلہ مذکورہ بالا کو فارسی سے مخصوص کرنا اور اردو میں تفویض کی نیت سے بھی روک دینا اور وہ بھی دیا نہ اسلئے صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ کی اصل وضع اس سے اباد نہیں کرتا۔ صرف استعمال متعارف مانع ہے جس کا نتیجہ مسئلہ بالا میں پہلے ہی موجود ہے یعنی یہ کہ تصدیق کو دیانت کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔ بہر کیف میں نے تجھکو طلاق دیدی الفاظ کی اصل وضع کے لحاظ سے تفویض پر محمول ہو سکتا ہے۔

پھر ان الفاظ کے بعد حسب بیان مدعیہ زوج کا و طی کرنا اور خود مدعیہ کا تمکین کرنا ایک

یہ بھی فارسی میں ہو سکتا ہے اردو میں تجھے طلاق میں تفویض کی نیت مسموع نہ ہوگی کیونکہ یہاں یہ لفظ تفویض میں اصلاً مستعمل نہیں

بل هو آپ عنہ لعدم معرفۃ اهل اللسان هذا المعنى بهذا اللفظ۔

اگر شوہر نے دعویٰ تفویض بھی نہ کیا ہو؟ انصاف کیا جائے جہاں دیانہ نیت تفویض معتبر ہے وہاں یہ بھی تو شرط ہے کہ شوہر تفویض کا مدعی ہو۔

اگرچہ شوہر نے تفویض کا دعویٰ بھی نہ کیا ہو خواہ مخواہ اسکے سر

قوی قرینہ ہے کہ الفاظ مذکورہ کو اسلئے قاضی خان کے مسئلہ محمولہ بالا پر محمول کرنا چاہئے۔

کہ اس صورت میں زوجین مذکورین کا یہ فعل حلال ہوگا ورنہ انکے فعل کو فعل حرام پر محمول کرنا پڑیگا جسکی کوئی وجہ شرعی موجود نہیں۔ یہاں تک کہ خود زوج بھی اس کا دعویٰ نہیں کرتی ہے کہ زوج مذکور نے ایقاع طلاق کیا تھا بلکہ وہ اس کے الفاظ کو پیش کر کے ارباب فتویٰ سے حکم شرعی طلب کرتی ہے اور ساتھ ہی یہ اقرار کرتی ہے کہ ان الفاظ کے بعد شوہر نے وطی کر لی اور مین نے تمکین کی۔ اسکے علاوہ مدعیہ کے بیان میں یہ بھی ہے کہ کیا تو قبول کرتی ہے؟ جو تفویض کا ایک اور قرینہ ہو سکتا ہے اسلئے احتیاط اسی میں ہے کہ فقرہ مذکورہ کو تفویض پر محمول کیا اور قاضی خان کا مسئلہ مذکورہ بالا جو عالمگیری وغیرہ میں بھی لیا گیا ہے محمول تھا بنا یا جائے خصوصاً اس لحاظ سے کہ جن عبارات سے عورت کے جواز نکاح ثانی پر استدلال کیا جاتا ہے جیسا کہ بعض مقامی لوگ کہتے ہیں وہ عموماً صورت زیر بحث سے متفاوت ہیں۔ مثلاً سمعت من زوجها انه طلقها ولا تقدر علی منعها من نفسها الا بقتله قتلہ الی اس مسئلہ میں زوج کو عورت کے سامنے مقرر بالطلاق قرار دیدیا گیا ہے جس میں عورت پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ مرد کو اسکے اقرار کی بنا پر ایقاع طلاق کا فاعل جان لے کیونکہ اقرار الانسان حجة علیہ ایک قاعدہ مسلمہ ہے مگر

تکبیر الفاظ طلاق خود اقرار ایقاع طلاق ہے جیسا آگے آتا ہے۔

ما نحن فیہ میں زوج نے عورت کے سامنے چند الفاظ کہہ دیے ہیں نہ کہ اقرار بالطلاق کیا ہے اسلئے عورت کے پاس کوئی شرعی ثبوت ہے کہ وہ زوج کو ایقاع طلاق کا فاعل سمجھے خصوصاً جب زوج ایقاع کا منکر ہے اور عورت نے جو الفاظ سن لئے ہیں ان میں احتمالات موجود ہیں۔ لو طلقها وانکد لها ان تنزوج ويحلل نفسها سرّاً۔ اس میں اولاً نکاح کی علی الاطلاق اجازت نہیں بلکہ مخفی طور پر محض حلالہ کی غرض سے جس پر زوج کو ہرگز اطلاع نہ ہونی چاہئے۔

ثانیاً طلقها صیغہ جزم ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مرد نے ایقاع طلاق بالیقین کر لیا اور ما نحن فیہ میں جو الفاظ عورت نے سن لئے ان کی کیفیت اوپر گزر چکی ہے۔

شہدان زوجہا طلقها الی اس میں دو شاہد کا عورت کے پاس شہادت دیدینا مذکور ہے جو حجت شرعی ہے مگر ما نحن فیہ میں یہ مفقود ہے اس سطر ح عالمگیری کے مسئلہ میں بھی۔ واذ اشہد عند المرأة شاهداً عدلاً ان الی مذکور ہے اسلئے صورت زیر بحث پر وہ مسئلہ بھی صادق نہیں آ سکتا ہے غرضیکہ مذکورہ بالا چاروں عبارات میں سے تین عبارات کو زیر بحث صورت سے کوئی تعلق نہیں البتہ ۲ کو فی الجملة انطباق ہے لیکن پھر بھی وہ مشکوک ہے۔

علاوہ برآں اس کا حکم کسی دوسرے کے ساتھ علی التابید نکاح کر نیکا نہیں۔ واللہ اعلم

سرا کی قید اسلئے ہے کہ علانیہ نکاح میں شوہر دعویٰ کر دے گا۔ نہ اسلئے کہ علانیہ نکاح جائز نہیں جو نکاح سرا جائز ہے وہ علناً بھی جائز ہے سرا کی قید محض بطور مشورہ ہے تاکہ ضرر سے محفوظ رہے۔

مگر عورت کو ایقاع طلاق کا یقین ہے جیسا کہ اس نے استفاء میں ظاہر کیا ہے

وجہ شک کچھ نہیں۔ کما مر

علی التابید کی قید کس لئے؟ کیا نکاح

وعلمہ انتہ۔

على التسليم

اگر تسلیم کیا جائے کہ مسامۃ صغریٰ نے جو الفاظ اپنے شوہر محمد یوسف سے سن لئے ہیں وہ ایقاع طلاق ثلاث کیلئے کافی ہیں تو سوال

تحلیل مؤید نہیں ہوتا۔ موقت ہوتا ہے؟

یہ علی التسلیم نہیں بلکہ آپ کی دستخطی تحریر میں آپ کا اور آپ کے اہل زبان رفقاء کا مصرح بہ ہے اس کے سوا کوئی دوسرا احتمال اس تحریر میں نہیں بیان کیا گیا کیا اہل زبان علماء کو یہ جائز تھا کہ جس کلام میں بعد کو اس قدر احتمالات نکالے جاتے ہیں اپنی فیصلہ کن تحریر میں بالجزم اسکو موجب طلاق مغلطہ ظاہر کر دیں اور آپ بھی اس پر دستخط کر دیں اور آئندہ کیلئے مفتیوں کو غلطی میں ڈالیں تو پھر ان پر اعتراض کریں اور اپنی کوتاہی کو تسلیم نہ کریں۔

لوالت سے بچنے کی عرض سے ہم اس قول کو زیر بحث لاتے ہیں جس میں اسکو کسی دوسرے کے ساتھ عدت کے بعد نکاح کرنیکی اجازت دیدی گئی ہے اس قول کو کسی نے مفتی بہ نہیں کہہ دیا ہے (علی ما علمہ بعد التبع)۔ صاحب دُر مختار نے اس کو بالتصریح غیر صحیح قرار دیدیا ہے۔ کہا قال قبیل باب الایلاء و فیہا شہدا انہ طلقھا ثلاثا لھا التزوج باخر للتحلیل لو غائباً اھ قلت یعنی دیانۃ والصحیح عدم الجواز۔ قنیہ۔ اس پر شامی نے بحثا اشکال وارد کیا ہے لیکن اولاً وہ بحث ہے نقل نہیں۔ ثانیاً اس کا تعلق عدم تصحیح کے ساتھ ہے جس سے وجود تصحیح یا نقل تصحیح لازم نہیں آتی پھر باب الرضاع کے آخر میں اس قول کو

هو مقتضى اطلاق المتن كما صرح به في البحر وهو مقتضى اطلاق نص الكتاب كما مر
لو سلمنا عدم صحته فانما هو فيما اذا شهد عندنا اثنان لما فيه من القضاء على الغائب لا فيما اذا سمعت المرأة منه الطلاق هذا هو الذي نبه عليه الشامي في باب الرجعة فليتنبه له

لوالت سے بچنے کی عرض سے ہم اس قول کو زیر بحث لاتے ہیں جس میں اسکو کسی دوسرے کے ساتھ عدت کے بعد نکاح کرنیکی اجازت دیدی گئی ہے اس قول کو کسی نے مفتی بہ نہیں کہہ دیا ہے (علی ما علمہ بعد التبع)۔ صاحب دُر مختار نے اس کو بالتصریح غیر صحیح قرار دیدیا ہے۔ کہا قال قبیل باب الایلاء و فیہا شہدا انہ طلقھا ثلاثا لھا التزوج باخر للتحلیل لو غائباً اھ قلت یعنی دیانۃ والصحیح عدم الجواز۔ قنیہ۔ اس پر شامی نے بحثا اشکال وارد کیا ہے لیکن اولاً وہ بحث ہے نقل نہیں۔ ثانیاً اس کا تعلق عدم تصحیح کے ساتھ ہے جس سے وجود تصحیح یا نقل تصحیح لازم نہیں آتی پھر باب الرضاع کے آخر میں اس قول کو

بصیغہ ترمیض نقل کر کے اسکے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وقیل: لھا التزوج دیانۃ شرح و ہبانیۃ۔ شامی اس کا ضعیف عند المصنف ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ قولہ: وقیل: لھا التزوج الخ اشارۃ الخی ضعفہ کما فی شرح الوہبانیۃ الخ۔

پھر اسکو قضاء کے ساتھ مخصوص کر نیکی تاویل کو خلاف ظاہر قرار دیتے ہیں لہذا کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے کہ اس غیر مصحح قول کے ساتھ فتویٰ دیا جائے خصوصاً اس لحاظ سے کہ اس پر فتویٰ دینے سے کوئی نفع بھی نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ عورت کے علاوہ۔ جس جس مسلمان کو معلوم ہوگا کہ مرد ایقاع طلاق کا منکر ہے کسی حال میں بھی اسکو عورت مذکورہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں کیونکہ نکاح متحقق ہو چکا ہے اور زوال نکاح پر کوئی شرعی بینہ اور حجت موجود نہیں جسکی پابندی عورت کے علاوہ

دوسروں پر ضروری ہو۔ جیسا کہ الیقین لا یزول بالشک و دیگر اس قسم کے نصوص سے معلوم ہوتا ہے جنگو گذشتہ سطور میں نقل کیا گیا ہے اسکے علاوہ بحر الرائق کی عبارت ذیل سے بھی اسمیں مدد ملتی ہے جو اختلاف ثنّین و ثلاث کے متعلق کتاب مذکور میں مذکور ہے و فیہا سمع رجل من امرأة انها مطلقة الثلاث۔ والنزج يقول لابل مطلقة الثنّین لا یسع لمن سمع منها ان یحضر نکاحها و یمنعها ما استطاع۔ بحر۔ ان یتزوج امرأة فشهد عنده

محمول علی انه لا یسعه ان یحضر نکاحها بهذا الرجل و هو الظاهر و لیس معناه لا یسعه ان یحضر نکاحها بخیرہ بدلیل ما بعدہ اراد ان یتزوج امرأة فشهد عنده

یعنی جس مرد نے عورت سے یہ سنا کہ وہ مطلقۃ الثلاث ہے مگر اس کا شوہر کہتا ہے کہ وہ مطلقۃ ثلاث نہیں بلکہ اس کو صرف دو طلاقوں سے حرام کیا گیا ہے تو جس شخص نے عورت سے قول مذکور سنا ہے اس کو حلال نہیں کہ اگر عورت دوسرا نکاح کرے گی تو اس کو کرنے دے یا اس مجلس میں شامل ہو جائے۔

اسی طرح قننیہ کے یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں
وعلى جواب الباقرين لا يحل ونقل آخر
انه لا يجوز في المذهب الصحيح والقائل
بانه المذهب الصحيح الحلاء الترجاء في
كما في البحر -

خلاصہ یہ کہ عورت مذکورہ کو نکاح کی اجازت جس قول میں دیدی گئی ہے اسکی تضعیف میں نقول عدیدہ موجود و منقول ہیں اور اسکی تصحیح کیلئے کسی کا ایک حرف بھی نہیں ملتا اور نہ ہی کہیں اسکو وہ بیفتی وغیرہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے محض چند علماء کا قول اسکو قرار دیکر قننیہ میں و علی جواب الباقرین لا یحل سے ظاہر کیا گیا ہے کہ باقی علماء عدم حل نکاح کے قائل ہیں۔

لہذا عالمگیری کی وہ عبارت جو کتاب الطلاق میں ہے مذہب صحیح پر مبنی نہیں اگرچہ عالمگیری کے کتاب القضاء میں نکاح کا ذکر اس مسئلہ میں نہیں کیا گیا ہے۔ واذا ادعت المرأة على زوجها ابنة ابائها ثلاثا او بواحدة فبحد الزوج فحلفه القاضي فحلف فان

علمت ان الامر كما قالت لا تسعها الاقامة معه ولا ان تأخذ ميرا ثها كذا في النهاية (مسألة ج-۳)

ایضاً :- اور اگر نکاح دوم کے قول کی تصحیح و عدم تصحیح سے قطع نظر کیا جائے تب بھی مسماۃ صغریٰ کے حق میں مسئلہ کی ترتیب یہ ہونی چاہیے کہ وہ مال دیکر خلع حاصل کرے (جیسا کہ مولانا ظفر احمد صاحب کے دوسرے فتویٰ میں بھی مصرح ہے) اسلئے کہ محیط میں سب سے پہلے عورت مذکورہ کو افتداء بالمال کا ہی حکم دیدیا گیا ہے اور راقم الحروف بھی اول روز سے یہی کہہ رہا ہے کہ اگر مسماۃ صغریٰ کو محمد یوسف سے جدا ہونے پر اصرار ہے تو کچھ دے دلا کر اس سے اپنے آپکو خلاص کرے۔ لیکن چونکہ اس صورت میں قضاء میں سکون پیدا ہو سکتا ہے اسلئے جو لوگ فتنہ اور شور و شغب بالخصوص مخالفت کے دلدادہ وہ اسطر اسطرف آنے نہیں دینے۔

وفي المحيط :- وينبغي لها ان تفتدي بماله او تهرب منه فان لم تقدر قتلتها الخ اس ترتیب کو صاحب شامی نے بھی اختیار کیا ہے۔

الحاصل (الف) جو الفاظ صغریٰ نے اول والا ہمارے سامنے بیان کیا اور ہمارے دارالافتاء کے رجسٹر میں وہ مع نشانہائے انگوٹھا موجود ہیں انکو سامنے رکھ کر فتویٰ دینا مطلوب ہے

لا يخفى على الفطن ان
او للتخيير فلا يجب عليها
الافتداء لو قدرت
على الهرب

کیونکہ ہمارے بغیر کسی کے پاس فریقین کے اصلی بیانات نہیں بلکہ دوسرے لوگ محض ہوائی گھوڑوں پر دوڑ رہے ہیں حالانکہ انکو ہمارے یہاں سے وہ بیانات مل بھی سکتے تھے لیکن جب تحقیق حق مقصود ہی نہ ہو تو ایسے راستے کیوں اختیار کیے جائیں جس سے فتنہ فرو ہو۔

(ب) میرا فیصلہ شرعیہ جو بسلسلہ تحکیم زبانی بتایا تھا صرف یہ ہے کہ طلاق ثابت نہ ہوئی اس سے زیادہ یہ حکم بتانا کہ صغریٰ کی طلاق چونکہ ثابت نہ ہوئی اسلئے اسکو دوسرے کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے ہرگز میرے لئے جائز نہ تھا جس نے اس چیز کو رے اوپر واجب سمجھا ہے وہ غلط کہہ رہا ہے۔
(ج) دیانہ صغریٰ کو اسلئے وقوع طلاق کا یقین رکھنا جائز نہیں کہ اس نے جو الفاظ سن لئے ہیں وہ وقوع طلاق کی قطعی دلیل حادثہ کے تمام پہلوؤں اور الفاظ کی تمام کیفیات و احتمالات کو ملحوظ رکھکر نہیں ہو سکتے ہیں اسلئے زوال نکاح مشکوک ہے۔

مگر افسوس ہے کہ علماء ثلاثہ کی دستخطی تحریر میں ان الفاظ کو موجب طلاق مغلط کہا گیا ہے اور کوئی احتمال ظاہر نہیں کیا گیا محض عدم بینہ کی وجہ سے عدم ثبوت طلاق کا حکم قضاء بیان کیا گیا۔ مستفتی جاہل ہے جب علماء نے اس کے پورے بیان میں سے کچھ الفاظ حذف کر دئے تو وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ الفاظ محذوفہ کو حکم طلاق میں کوئی دخل نہیں ہے اس لئے تو علماء نے انکو حذف کیا اگر بقیہ الفاظ سے حکم مسئلہ پر اثر پڑتا تھا تو ان کے

(د) جس عورت کو وقوع طلاق اور زوال نکاح کا یقین حاصل ہو اسکو سب سے پہلے یہ حکم ہے کہ مال دیکر شوہر منکر سے اپنے آپ کو

خلاص کرے اگر وہ ایسا نہیں کر سکتی ہے تو پھر فقہاء کے دوسرے اقوال کی طرف منتقل ہو سکتی ہے۔

حذف کی کوئی وجہ نہ تھی فیصلہ کرنے والے کا فرض ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ دونوں کا پورا بیان لکھ کر فیصلہ دے۔
۱۔ سکے اولاً واجب ہو نیکی کوئی دلیل نہیں۔ ففی المحيط :
ینبغی لها ان تفتدی کالہا و تهرب ای تفعل ای ذالک لثبات و قدرت علیہ و لذلک افتیتہا بالمفارقة عنہ مرة و بالافتداء اخرى۔

(۵) دوسرے اقوال میں سے یہ قول کہ اسکو ہر وہ کے بعد کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے قول مصحح نہیں۔

اسلئے دوسرے اقوال پر اسکی ترجیح کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی کسی نے اسکو راجح قرار دیا ہے۔

(۶) جس عورت کو طلاق کا یقین ہے مگر شہادت سے اسکو ثابت نہ کر سکے اسکو دیانہ اپنے آپ کو مطلقہ سمجھنا چاہئے لیکن اسکے علاوہ کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ اسکی کسی قسم کی حمایت کرے کیونکہ نکاح سابق ایک امر یقینی ہے جسکے زوال کیلئے عورت کا یقین یا دعویٰ کافی نہیں بلکہ مسلمانوں کو صرف یہ جائز ہے کہ وہ عورت مذکورہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ وقوع طلاق کا دعویٰ کرتی ہے جس کا صدق و کذب اسکے علاوہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ ہم کو اس میں کوئی رائے زنی کا حق نہیں اسلئے کہ کسی مسلمان کو یہ علم رکھتے ہوئے کہ یہ عورت فلاں آدمی کی منکوحہ تھی جو طلاق کا منکر ہے ہرگز حلال نہیں کہ اس کے ساتھ نکاح کرے بلکہ اگر یہ عورت نکاح کرنے لگ جائے تو جس کو واقعہ معلوم ہے اور مرد سے اس نے یقین طلاق کا انکار سنا ہے اسکو لازم ہے کہ عورت کو نکاح ثانی کرنے

قلت هو مقتضى اطلاق المتن و نص الكتاب

سے روکے اور اگر وہ نہیں رکتی ہے تو مجلس نکاح میں ہرگز شرکت نہ کرے جیسا کہ بحر کے مسئلہ مندرجہ بالا میں تصریح ہے۔

وقدم ما فيه فتذكر

الجواب المفصل وانه لقول فصل

مکرمی المحترم مولانا محمد میرک شاہ صاحب دام فضله
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ موصول ہوا۔ حضرت والا کو نہ فرصت ہے نہ اتنی قوت ہے کہ ایسی طویل تحریریں باریک قلم کی لکھی ہوئی ملاحظہ فرمائیں اسلئے حضرت کو آئندہ تکلیف دینا نہ چاہئے۔ جواباً معروض ہے کہ مجھے جناب کے متعلق یہ یقین ہے آپ کو حضرت والا سے تعلق ہے اور اس واسطے سے اس ناجیز کے ساتھ بھی تعلق ہے اور یہ تعلق مانع اظہار حق نہ ہونا چاہئے بلکہ زیادہ موجب اظہار حق ہونا چاہئے کہ اس کا مبنی محض حب فی اللہ وحب اللہ ہے اگر میرے اظہار حق سے کسی مخالف جماعت کو خوشی کا موقع ملا ہے مجھے اسکی پرواہ نہ کرنا چاہئے کہ میرے ذمہ بہر حال اظہار حق واجب ہے خواہ اس سے کسی کو خوشی ہو یا کسی کو رنج ہو۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَقْوَامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ الْآيَةُ : اور دراصل یہی تعلق جو آپ کے ساتھ ہے سبب ہوا میرے اس فتویٰ پر جواب لکھنے کا ورنہ میں چونکہ مؤ۔ اعظم گڑھ کے محاورت دیہات سے ناواقف ہوں ضرور اس فتویٰ پر تنقیح کرتا اور مستفتی سے سوال کرتا کہ اس لفظ کے معنی اہل محاورہ سے معلوم کر کے لکھوں مگر جب استفتاء کے ساتھ آپکی دستخطی تحریر دیکھی جس میں محمد یوسف کے لفظ "میں تو کے طلاق دیہیوں" کی تشریح جزم کے ساتھ "میں نے تجھکو طلاق دی" سے کی گئی تھی اور اس کے بعد صاف لکھا تھا کہ اگر واقعی محمد یوسف نے یہ لفظ کہا تھا تو اسکی عورت مطلقہ مغلفہ ہو گئی تو مجھے سائل سے طلب تشریح کی یا تنقیح کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ میرے دھم میں بھی یہ بات نہ تھی کہ مدعیہ نے محمد یوسف کے الفاظ کچھ اور بھی بیان کئے تھے جو آپ کی دستخطی تحریر میں حذف کئے گئے اور دفتر میں محفوظ رکھے گئے ہیں کیونکہ اہل علم کا فرض ہے کہ فیصلہ کی تحریر میں مدعی و مدعی علیہ کا پورا بیان لکھ کر فیصلہ کریں تاکہ خود فریقین کو بھی یہ مغالطہ نہ ہو کہ عبارت محذوفہ کو حکم واقعہ میں کچھ دخل نہیں اور کسی

ذی علم کے سامنے اس تحریر کو پیش کریں تو اسکو بھی مغالطہ نہ ہو وہ کیسے سمجھ سکتا ہے کہ جس عبارت کو یہاں جزم کے ساتھ ایک معنی سے مشروح کیا گیا ہے وہ دفتر کی عبارت سے مل کر دوسرے معنی کو بھی تحمل ہو سکتی ہے اور جن الفاظ کے تکرار کو یہاں جزم ناموجب طلاق مغلفہ کہا گیا ہے وہ عبارت محفوظہ سے لیکر جزم ناموجب طلاق مغلفہ نہیں رہی ہے چونکہ جرم کا مبنی آپکی دستخطی تحریر اور اسکی تشریح تھی اسلئے میں مستفتی کو لکھ دیا ہے کہ میرے جواب کا مبنی وہ تشریح ہے جو علماء ثلاثہ نے اپنے تحریری فیصلہ میں کی ہے اگر انکی یہ تشریح صحیح ہے اور اس بناء پر عورت کو یقین کلی ہے کہ محمد یوسف نے اس کو دسوں مرتبہ طلاق دی تو جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا اور اگر یہ تشریح صحیح نہیں بلکہ ان الفاظ میں اہل محاورہ کے نزدیک معنی ماضی کے ساتھ مستقبل کا بھی احتمال ہے جیسا کہ علماء ثلاثہ میں سے بعض نے یہ احتمال ظاہر کیا ہے تو اس کا فیصلہ وہاں کے اہل محاورات ہی کر سکتے ہیں کہ میں وہاں کے محاورات سے واقف نہیں۔

اور یہ تنبیہ میں نے اپنے اسی فتویٰ پر لکھ دی ہے جو اولاً یہاں سے دیا گیا تھا اور مستفتی نے ثانیاً اسکو حضرت اقدس کے دستخط کیلئے واپس کیا تھا امید ہے کہ میری اس تنبیہ سے شور و شر کم ہو جائیگا کیونکہ میں نے اپنے فتویٰ کو آپکی تشریح پر مبنی کیا ہے اب آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس تشریح میں ہم سے کوتاہی ہوئی کہ مدعیہ اور مدعی علیہ کا پورا بیان نہ لکھا گیا اور جزم کے ساتھ صرف ایک معنی کو ظاہر کر دیا۔ دوسرے احتمالات سے تعرض نہ کیا گیا اور چونکہ ظفر نے ہماری تشریح پر مدار رکھا ہے تو اب ہم مدعیہ کے پورے الفاظ پر دوسری تشریح کرتے ہیں اور تشریح اول سے رجوع کرتے ہیں آپ اس تشریح اول سے رجوع کا اعلان کر دیں گے تو یقیناً شور و شر جاتا رہے گا۔ اور آپ پر یہ اعلان واجب ہے۔
فان التوبة بقدر الحوبة السر بالسر والعلانية بالعلانية اور آپ کے اس اعلان کے بعد میں بھی اپنے فتویٰ سے رجوع کر لوں گا کیونکہ وہ تو آپکی اس دستخطی تحریر پر مبنی ہے اور اگر آپ کو اس فیصلہ کن تحریر سے رجوع کا اعلان دشوار ہو تو پھر مدعیہ کے ان الفاظ کی بناء پر جو آپ کے دفتر میں محفوظ ہیں یہ عرض ہے کہ اگر واقعہ یہی ہے کہ محمد یوسف نے دسوں مرتبہ یوں کہا ہے کہ "میں تو کے طلاق دیہیوں تین قبول کرے بھی" اور اہل محاورہ کے نزدیک اسکے یہ معنی ہیں کہ "میں تجھکو طلاق دیدوں تو قبول کرتی ہے" تو اس صورت میں ان الفاظ سے للاق واقع نہیں ہوگی آپ اپنے

لوگوں میں سے کسی کو فرما دیجئے کہ وہ یہی الفاظ لکھ کر استفتاء کرے میں اس کو یہی جواب دیدونگا جو اس وقت لکھ رہا ہوں جس سے میرے دونوں فتوے متعارض ہو جائیں گے۔
و اذا تعارضتا تقطع۔

باقی آپ نے بہ سبیل تنزل اُن الفاظ کو تسلیم کرتے ہوئے جو فیصلہ کی تحریر میں درج کئے تھیں اس تشریح کو مانتے ہوئے جو اس میں کی گئی ہے جس قدر بحث کی ہے وہ میرے نزدیک صحیح نہیں۔

سب سے پہلے آپ نے ”طلاق دی“ میں احتمال تفویض نکالا ہے یہ اصلاً صحیح نہیں ہماری زبان میں لفظ ”تھکو طلاق دی“ بالکل صریح ہے ان الفاظ سے ہمارے یہاں تفویض نہیں کی جاتی پھر احتمال تفویض کیلئے متکلم کا دعویٰ شرط ہے متکلم تفویض کا مدعی نہیں پھر آپ نے تکرار طلاق میں دیانہ احتمال تاکید نکالا ہے مگر قضاء یہ احتمال رد ہے۔ و المرأة كالقاضي كما صرحوا به۔ پس عورت کے حق میں یہ احتمال ہرگز مفید نہیں بالخصوص جبکہ شوہر مدعی تاکید بھی نہیں۔ پھر آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ طلاق مغلفہ کے بعد عورت کو بدون تفریق قاضی کے نکاح ثانی کا اختیار ہونا جبکہ شوہر منکر ہو مفتی یہ نہیں ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

قال في البحر: و اطلق فشمعل ما اذا كان الزوج الاول معترفاً بالطلاق الثلاث او منكر ابعداً ان كان الواقع الطلاق الثلاث ولهذا قالوا لو طلقها ثلاثاً وانكر لها ان تتزوج باخر وتحلل نفسها ستا منه الخ۔

بحر نے انکار زوج کی صورت میں بھی عورت کو نکاح ثانی کا اختیار دیا ہے اور اسکو اطلاق متون کا مدلول قرار دیا ہے مفتی یہ ہونے کیلئے اور کیا چاہئے؟ جبکہ اطلاق متون سے ایک مسئلہ ثابت ہے وہ متون سے ہی ثابت ہے اور متون کا مفتی بھا ہونا معلوم، اس میں قید سراسر آپ کا یہ کہنا کہ نکاح علن جائز نہیں یا تحلیل سے یہ مفہوم نکالنا کہ نکاح مؤبد جائز نہیں انصاف اور فقہ سے بہت بعید ہے قید سراسر کا بطور مشورہ ہونا واضح ہے کیونکہ جب شوہر منکر ہے وہ علانیہ نکاح کو بذریعہ قاضی کے روکدینگا اگلی عبارت اسکی خود دلیل ہے، فلیراجع۔ ورنہ خود غور فرمایا جائے کہ جو

چیز سراسر جائز ہے اسکو علاناً کرنا شرعاً کیوں حرام ہوگا؟ اور نکاح تحلیل یقیناً مؤبد ہوتا ہے کیونکہ نکاح موقت باطل ہے۔ پھر میں لکھ چکا ہوں کہ نص قرآن کا مقتضی یہ ہے فلا تحلّ له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره۔ اضاف النکاح الى المرأة و اطلق فلها ان تتزوج بن زوج آخر اعترف الاول بالطلاق وانكر اذا كان الواقع الطلاق الثلاث۔ اور صورت مسئلہ میں آپکی تشریح ہے کہ زوج نے ”میں نے تھکو طلاق دی“ کہا اور تصریح ہے کہ اس کا تکرار موجب طلاق مغلفہ ہے اور عورت اپنا یقین کلی بیان کرتی ہے کہ زوج نے مجھ کو دسوں مرتبہ طلاق دی تو اب شرط ”بعد“ کا الواقع الطلاق الثلاث کے تحقق میں کیا کلام رہا؟

اسکے بعد آپکو لو شہد عندہا عدلان علی الرضاع بينهما او طلقها ثلاثاً و هو یحجد الی قوله ولا التزوج باخر وقيل لها التزوج ديانة اشار الی ضعفه كما فی القنیة عن العلاء الترجمانی انه لا یجوز فی المذهب الصحیح وجزء بہ الشارح فی آخر باب الرجعة۔ سے مسئلہ مجبوت عنہا میں شبہ ہوا ہے کہ سماع مرآة کی صورت بھی اسکو دیانہ نکاح ثانی جائز نہیں حالانکہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ شہادت کی صورت میں عورت اپنے کو مطلقہ الثلاث سمجھنے میں بظاہر قضاء علی الغائب کرتی ہے لانہا كالفاضي فی هذا الباب۔ اور قضاء علی الغائب میں اختلاف ہو سکتا ہے اسلئے اس صورت میں اقوال مشائخ مختلف ہو گئے۔ لیکن سماع کی صورت میں اس قسم کا کوئی احتمال نہیں اسلئے وہاں یہ کہنا کہ دیانہ عورت کو نکاح باخر جائز نہیں صحیح نہیں۔ شامی نے صاحب در کی اس مسامحت پر تنبیہ کی ہے کہ انہوں نے صورت شہادت کے اختلاف کو صورت سماع میں بھی جاری کر دیا حالانکہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ ”سمعت من زوجها انه طلقها (ای ثلاثاً) ولا تقدر علی منعه من نفسها الخ کے تحت لکھا ہے۔

وفی الفتاوی السراجیة :- اذا اخبرها ثقتة ان الزوج طلقها وهو غائب وسعها ان تعتد وتزوج ولو یقیده بالديانة اه۔ کذا فی شرح عم وحله علی انہا سمعت من زوجها الاقرار بطلاقها كما فعله الفاضل بعید و انما معناه انہا سمعت منه الطلاق سواء اعترف به بعد ذلك وانكر فلهو۔ ظفر۔

الوہابیۃ — قلت: ہذا تأیید لقول الائمة المذكورین (شمس الائمة
الاوزجندی ونجم الدین النسفی والسید ابی شجاع والسخسی والفائلیں بانہ یحل
لہا التزوج بزواج آخر فیما بینہما و بین اللہ فیما اذا شهدا انہ طلقھا ثلاثا)
فانہ اذا حل لہا التزوج باخبار ثقة فیحل لہا التحلیل ہنا بالاولی اذا
سمعت الطلاق او شہد بہ عدلان عنہا بل صرحوا بان لہا التزوج اذا
اتاہا کتاب منہ بطلاقھا ولو علی ید غیر ثقة ان غلب علی ظنہا انہ حق و
ظاہر الا الطلاق جوازہ فی القضاء حتی لو علم بہا القاضی یتزکھا فتصحیح
عدم الجواز ہنا مشکل الا ان یحمل علی القضاء (قلت: وای تصحیح اصرح
من ہذا حیث صرحوا بذالک فی مسئلۃ الکتاب ونحوھا ۱۲- ظفر) نعم لو
طلقھا وهو متقیم معها یعاشرھا معاشرۃ الازواج لیس لہا التزوج لعدم
القضاء عدتھا منہ کما سیأتی بیانہ فی العدة (۱۶۷ ج ۲) لان العدة منہ
لا تنقضی الا بالمفارقة لا بالمجامعة فافہم۔

بہر حال شہادۃ عدلین کی صورت میں بھی صحیح ہے کہ عورت کو تزوج باخر جائز ہے
جبکہ وہ زوج اول سے الگ ہو کر عدت گزار دی اور قضاء علی الغائب کا جو شعبہ ہے وہ اسلئے
باطل ہے کہ اس صورت میں عورت قضاء نہیں کر رہی ہے کیونکہ بحث دیانت میں ہے کہ فیما
بینہا و بین اللہ نکاح کو جائز کہا جا رہا ہے شوہر پر قضاء نہیں کر رہی ہے اس لئے قاضی
کو بھی علم کے بعد اس میں دخل دینے کا حق نہیں (الا اذا رفع الیہ الزوج فله ان
یقضی بما ثبت عنده) قال الشافعی عن الولوالجیۃ عن الفصولین: اخبرھا
عدل او غیر عدل فانہا بکتاب من زوجها بطلاق ولا تدری انہ کتابہ
اولا ان اکبر رأیہا انہ حق فلا یاس بالتزوج اھ۔ وتقدم قبیل الایلاء
ان ہذا فی الدیانۃ ثم رأیت بخط السائحانی عن جامع الفتاویٰ شہد اثنان
ان الغائب طلق زوجته لا تقبل فی حکم بطلاق الغائب وتقبل فی حق
سکوت الحاکم فی انہا تعد وتزوج باخر اھ وحاصلہ انہ یسوغ للحاکم
السکوت لانہ امر دینی لا اثبات الطلاق لانہ حکم علی الغائب فلا یصح
الج ۱۲ قبیل فصل الحداد۔

جب شہادت عدلین کی صورت میں دیانۃ یہ حکم ہے تو سماع میں بدرجہ اولیٰ اور غالباً
علاء ترجمانی نے صورت شہادت میں عدم جواز کو صحیح اسی بناء پر کہا ہے کہ اس صورت
میں عورت قضاء علی الغائب کرتی ہے مگر یہ خیال باطل ہے بلکہ وہ ایک امر دیانت کا
ارتکاب کر رہی ہے اثبات طلاق سے اسکے فعل کو کچھ تعلق نہیں اس لئے ائمہ مذکورین
نے دیانۃ نکاح باخر کی اجازت دی ہے اور صورت سماع طلاق میں تو علاء ترجمانی
کا خلاف بھی منقول نہیں فلا یصح قیاسہ علیہا فافہم۔ اور اگر اس میں بھی ان کا
اختلاف کسی نے نقل کیا ہے تو یقیناً مسامحت سے خالی نہیں یا اسکو قضاء پر محمول کیا جائے گا
کما قالہ العلامة الشافعی۔

اسکے بعد آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ صاحب بزاز یہ کے نزدیک حرمت کے تمام وجوہ
میں عورت کا قول قابل اعتبار نہیں۔ حالانکہ اصل جزیئہ یہ ہے۔ انہا اذا قالت:
هذا ابني رضاعاً واصرت عليه له ان يتزوجها لان الحرمة ليست
الیہا قالوا بہ یفتی فی جمیع الوجوہ جس کا حاصل یہ ہے کہ عورت کے دعویٰ رضاع
سے مرد پر وہ عورت حرام نہیں ہوتی کیونکہ ثبوت رضاع تنہا ایک عورت کے قول سے
نہیں ہوتا۔ لان الحرمة ليست الیہا کے یہی معنی ہیں نہ وہ جو آپ نے سمجھے ہیں۔ اس کے
بعد صاحب ذکر کا تبعاً للصدر الشہید یہ کہنا مفادہ انہا لو اقترت بالثلاث
من رجل حل لہا تزوجہ یقیناً۔ قیاس قلب و عکس ہے بزاز یہ نے مسئلہ رضاع
میں مرد کو نکاح کی اجازت دی تھی نہ کہ عورت کو اس سے یہ تو مستفاد ہو سکتا ہے کہ صورت
دعویٰ طلاق ثلاث میں مرد کو اس مدعیہ سے نکاح جائز ہو جبکہ اسکے نزدیک عورت کا
دعویٰ صحیح نہ ہو کیونکہ تنہا اسکے قول سے ثبوت طلاق نہیں ہو سکتا لیکن یہ اخذ کرنا کہ
عورت کو بھی اس سے نکاح جائز ہے کس طرح مستفاد نہیں ہوتا۔ بس ان حضرات کے کلام کی
تصحیح اس طرح ہو سکتی ہے کہ ان کے کلام کو قضاء پر محمول کیا جائے یعنی قضاء عورت کو اقدام
علی النکاح سے نہ روکا جائے گا کیونکہ قضاء ثبوت طلاقات ثلاث نہیں ہوا۔ مگر یہ کہ دیانۃ
بھی عورت کو ایسا جائز ہے اور دیانۃ بھی اسکو نہ روکا جائیگا یہ ہرگز بزاز یہ کے جزیئہ سے
مستفاد نہیں ہو سکتا اور جو ایسا دعویٰ کر سماء مبطل ہے صاحب بزاز یہ نے بزاز یہ سے نقل
کیا ہے قالت: طلقنی ثلاثاً ثم ارادت تزویج نفسها منہ لیس لہا ذالک

اصورت علیہ ام کذب نفسہا اھ (ص ۹۹ ج ۴) هذا هو الصحيح الموافق
للاصول — اس کے بعد آپ کا یہ کہنا کہ مجموعی طور پر ان سب حضرات کی عبارات میں
کہیں یہ نہیں ہے کہ عورت مذکورہ عالمہ بالطلاق ہو کہ خود بخود ہی کسی دوسرے کے ساتھ
نکاح کر سکتی ہے الخ اس کا جواب یہ ہے کہ جن عبارات میں ان تنزوج باخر وتخلل
نفسہا سرا منہ الخ مذکور ہے وہ اس پر ناطق ہیں نیز جو عبارات ثانی سے ابھی نقل ہوئی
ہیں جو قبیل فصل الحداد میں مذکور ہیں وہ اس پر شاہد ہیں اور اطلاق متون سے صاحب بحر
نے اسی کو اخذ کیا ہے اور نص، حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ بھی اس پر دال ہے فافہم اور اسی
سے آپ کے اس سوال کا جواب بھی ہو گیا کہ لا یفتی بغیر الراج فی مذہبہ و
ان الحکمو الفیقا بالقول المرجوح جہل اخرج للاجماع الخ میں مبتلا ہو چکا کہ
صورت مسئلہ میں جواز نکاح باخر ہی راجح اور صحیح ہے۔ صورت سماع طلاق میں اس کے
خلاف کوئی قول منقول نہیں اور اگر منقول ہو تو قضاء پر محمول ہو گا نہ دیانت پر کما قالہ
الثانی والخلاف الذی ذکرتموہ انما هو فی الشہادة عند المرأة وقد
تقدم ما فیہ فتذکر

آخر میں آپ نے محمد یوسف کے قول سے احتمال استقبال وغیرہ بیان کرتے ہوئے لکھا
ہے کہ دیانت کا فتویٰ دینے والا مفتی شرعاً اس کا مکلف ہے کہ اس احتمال کو نظر انداز نہ کرے
اس کا جواب تمہید میں دے چکا ہوں کہ شرعاً آپ کے ذمہ بھی یہ اعلان واجب ہے کہ ہماری
دستخطی تحریر جو مدعیہ کے پاس ہے وہ ناقض اور موجب مغالطہ ہے اسلئے اس کا اعتبار نہ کیا جائے
مفتی دیانت نے تو آپ کی اسی دستخطی تحریر پر جواب کو مبنی کیا ہے: فان صحیحاً فصیح
وان باطلاً فباطل؟

اسکے بعد آپ نے عورت کی تمکین کو اسکے دعویٰ طلاقات ثلاث کا مکذب قرار دیا ہے
اس کا بھی وہی جواب ہے کہ مفتی دیانت کے سامنے جماع یا تمکین علی الجماع کا کوئی ذکر نہیں تھا
اور ہوتا بھی تو اسکو مکذب قرار دینا اسلئے صحیح نہیں کہ عورت جاہل ہے ممکن ہے کہ اسکو
قبل استفاء حرمت مغلظ کا علم نہ ہوا ہو اور دار الحرب میں ایسا جہل عفو ہے لہذا
عہد بلکہ آپ نے جو تجھکو طلاق دی میں اول اسکے تکرار میں احتمالات واہیہ نکالے ہیں ان پر نظر کر کے تو دارالاسلام
میں بھی عورت کو تمکین میں معذور سمجھنا چاہئے کیونکہ آپ کے نزدیک لفظ طلاق کا تکرار (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مکذب کا دعویٰ نہیں چل سکتا۔ اب یہ بحث باقی رہ گئی کہ جب عورت طلاق ثلاث کی مدعی ہو
اور مرد منکر ہو اور عورت کے پاس بیینہ نہ ہو تو دوسروں کو انکے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے
یہ تو اوپر ظاہر ہو چکا کہ اس عورت کو دوسرا نکاح جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو
بھی اس سے نکاح جائز ہے مگر اس میں تفصیل ہے جن لوگوں کو شوہر کا انکار معلوم نہیں صرف
عورت کا دعویٰ معلوم ہے کہ مجھے طلاق ہو چکی ہے یا شوہر کا انکار معلوم ہے مگر ان کے قلب کو
عورت کا صدق اور مرد کا کذب لگتا ہے ان کو نکاح جائز ہے اور جن کے دل کو عورت کا کذب
اور مرد کا صدق لگے یا دونوں مساوی ہوں ان کو نکاح جائز نہیں آپ نے بزاز یہ سے جو جزئیہ
نقل کیا ہے۔ سمع رجل من امرأہ انها مطلقة الثلاث والزواج یقول لا بل
مطلقة الثنتين لا یسمع لمن سمع منها ان یحضی نکاحها۔ ویمنعها ما استطاع۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایسے مرد سے اس عورت کا نکاح جدید کیا جائے تو اس میں حاضر نہ ہو
بلکہ لوگوں کو اس سے روکے۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی دوسرے سے نکاح ہو جب بھی روکے کیونکہ جب
عورت کا مطلقہ ہونا ثابت ہے خواہ مطلقۃ الثلاث ہو یا مطلقۃ الثنتين تو دوسرے مرد سے
نکاح میں کیا اشکال ہے اشکال تو ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس عورت کا نکاح اسی
مرد سے ہو جس سے عورت نے مطلقۃ الثلاث ہونے کا دعویٰ کیا ہے پس یہ جزئیہ آپ کی دلیل نہیں
بلکہ میری دلیل ہے کہ مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس مرد سے اس عورت کا نکاح نہ ہونے دیں جس
اس نے مطلقۃ الثلاث ہونا بیان کیا ہے بلکہ اس سے اسکو روکیں۔ اگرچہ مرد یہ کہتا ہو کہ
میں نے طلاق نہیں دی یا دودی ہیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس باب میں عورت
کا قول معتبر ہے نہ مرد کا کما سیأتی صریحاً انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللهم الا ان یقضی
القاضی بعد وقوع الطلاق فلا تمنع من نکاحہ تناء وتمنع دیانۃ فافہم
اسی کے بعد بحر میں یہ جزئیہ بھی منقول ہے۔ اواد ان یتزوج امرأة فشهد عندہ
او عند القاضی ان لها زوجاً فتزوجها لا یفرق انتہی (ص ۹۹ ج ۴)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باب نکاح و طلاق میں عورت کا قول مقبول ہے
جو عورت اپنی کو غیر ذات زوج کہتی ہے اس سے نکاح کرنا ہر مرد کو جائز ہے اگرچہ
(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بھی جزماً موجب وقوع طلاق مغلظ نہ ہو بلکہ منقول احتمالات ہے پس اگر کوئی عورت
قبل فتویٰ مفتی دیانت وقوع طلاق مغلظ سے جاہل رہے تو کیا تعجب ہے۔ ظفر

اس کے یا قاضی کے پاس شہادت بھی گزرے کہ اس کے شوہر ہے مگر چونکہ شہادت علی الغائب ہے جس سے نکاح کا ثبوت نہیں ہوا اس لئے اگر کوئی اس سے نکاح کرے گا تفریق نہ کی جائیگی۔ اور دیانہ جواز اور عدم جواز کا مدار شہادت قلب پر ہوگا اگر مرد کے دل کو عورت کا قول لگے تو نکاح جائز ہے شوہر کا قول لگے تو ناجائز ہے۔

رہا یہ اشکال کہ زوج اول کا نکاح صورت مسئلہ میں ثابت بالیقین تھا تو عورت کے دعویٰ طلاق سے کیونکر مرتفع ہوگا فان الیقین لا یزول بالشک۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس کو عورت کے صدق میں شک ہو اس کو اس سے نکاح جائز نہیں اور جس کے دل کو عورت کا صدق لگے وہاں زوال الیقین بالشک کا تحقق نہیں بلکہ زوال الیقین بالیقین ہے ورنہ لازم آئیگا کہ جس عورت کے پاس ایک ثقہ خبر لائے یا کوئی ثقہ یا غیر ثقہ اسکے شوہر کا خط لائے کہ اس نے طلاق دیدی ہے اس صورت میں عورت کو مطلقاً نکاح ثانی جائز نہ ہو کیونکہ نکاح اول ثابت بالیقین تھا اور خبر واحد یا کتاب غیر موثوق بہ سے یقین زائل نہیں ہو سکتا مگر اوپر گزر چکا کہ عورت کے دل کو اگر یہ بات لگ جائے کہ خبر سچی ہے تو اس کو نکاح باختر جائز ہے یہ قید اسی لئے لگائی ہے تاکہ یقین زائل بالیقین ہو جب خبر یا کتاب کا عورت کے دل کو لگنا اس کے حق میں مجوز نکاح ہے۔ تو دوسروں کے دل کو عورت کی بات لگنا بھی ان کے حق میں مجوز نکاح ہے۔

قال فی البحر: و اشار بقبول قولہا الى انه لا عبرة بقول الزوج الثاني حتى لو قال لم يدخل بها او كان النكاح فاسداً او كذبته فالمعتبر قولها، ولو قال الزوج الاول لها ذلك (بعد ان نكحها) يعتبر قوله في حق الفرقه كما نه طلقها لا في حقها حتى يجب لها نصف المسمى او كما ان دخل بها. و اشار بقوله ان غلب على ظنه صدقها الى ان عدالتها ليست شرطاً ولهذا قال في البدائع وكافي الحاكم وغيرهما لا بأس ان يصدقها اذا كانت ثقة عنده او وقع في قلبه صدقها وبقبول قول المطلقة التي هي منكوجة رجل قلت لا حر: طلقني زوجي وانقضت عدي جاز تصديقها اذا وقع في الظن صدقها عدلة كانت ام لا (ج ۵ ص ۵۹) ولها عه هذا ما وعدته قبل في قولي وسيأتي صريحاً ان شاء الله تعالى. ظفر۔

نظائر کثیرة فی الفقہ لا تخفی علی من مارسہ

صورت مسئلہ میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حکم بمنزلہ قاضی ہے عین قاضی نہیں حکم کا فیصلہ عام نہیں ہوتا قاضی کا فیصلہ عام ہوتا ہے پس قاضی نے اگر ایسی عورت کے متعلق جو زوج سے مطلقۃ الثلاث ہوئے کی مدعی ہے غیر مطلقہ ہونے کا فیصلہ کر دیا تو قضاء سب مسلمانوں کو اس کا غیر مطلقہ ہونا ظاہر میں ماننا پڑے گا اور کسی کو اس سے نکاح کی اجازت نہ دی جائیگی مگر حکم کے فیصلہ سے ظاہر میں بھی سب پر ماننا لازم نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان قال فی العنايۃ: ان الحكم اذنی منزلة من القاضي لاقتضاء حكمه على من رضى بحكمه وعموم ولاية القاضي فاذا رفع حكمه الى القاضي فوافق مذهب ماضه وان خالفه ابطله بخلاف حكم الحاكم كما تقدم فانه لا يبطله الثاني وان خالف مذهب عموم ولايته فكان قضاءه حجة في حق الكل فلا يجوز لقاض آخر ان يبطله ويرده اهـ جب ظاہر میں بھی فیصلہ حکم کی مخالفت جائز ہے تو دیانہ فیما بینہ و بین اللہ بدرجہ اولیٰ جائز ہے پس عامہ مسلمین نہ انکار زوج کی وجہ سے مدعیہ طلاق ثلاث کے نکاح سے ممنوع ہو سکتے ہیں نہ فیصلہ حکم کی وجہ سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب رقمہ بقلمہ اسیر و صمتہ ذنبہ والمہ ظفر احمد التھانوی عفا اللہ عنہ۔ ۲۰ ج ۲ ص ۵۵۔

انرا اشرف علی۔ السلام علیکم۔ نظر غائر کی نہ فرصت نہ قوت باقی سرسری نظر سے یہ تحقیق اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے لیکن آئندہ بہتر یہ ہے کہ اس سلسلہ کو ختم کیا جائے جو حق معلوم ہو عمل کیجئے اور اگر کسی وجہ سے سلسلہ کو ختم نہیں کیا جاسکتا تو اقل درجہ مجھکو واسطہ نہ بنایا جائے۔ مولوی ظفر احمد سے خود اجازت لیکر ان سے مکاتبت کی جائے۔ والسلام۔ از تھانہ بھون۔

تمہ سوال بالا

سوال :- صفری نے بیان کیا کہ میرے شوہر نے دسوں مرتبہ مجھے یہ الفاظ کہہ دیئے "میں تو کے طلاق دیہیوں تو قبول کری ہے"؟ ان الفاظ میں "دیہیوں" کے لفظ میں ادنیٰ تغیر لب و لہجہ سے ماضی و مستقبل کا فرق پیدا ہو سکتا ہے اس تغیر کو

ملفوظ رکھ کر عبارت مذکورہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ میں نے تجھ کو طلاق دیدی کیا تو قبول کرتی ہے؟ دوسرے یہ کہ میں تجھ کو طلاق دوں گا کیا تو قبول کرتی ہے؟ صغریٰ کا یہ بھی بیان ہے کہ شوہر نے اس کے بعد میرے ساتھ جماع کیا اھ۔ مگر شوہر محمد یوسف نے ایقاع طلاق کا حلف انکار اور وعدہ طلاق کا اقرار کر لیا۔ صغریٰ اقامت بدینہ سے قاصر رہی اسلئے محکم نے جس کے پاس فریقین نے مرا فہ کیا تھا عدم ثبوت طلاق کا فیصلہ صادر کر دیا۔ فریقین نے جب تحریر طلب کر لی تو تحقیقات صدر میں حصہ لینے والے علماء میں سے ایک صاحب نے محض اس بنا پر کہ فریقین کو بتائے ہوئے فیصلہ پر عمل کرنا ہے ایک تحریر مع تصدیقات دیگر علماء کے لکھ دی جس میں عدم ثبوت طلاق کا فیصلہ مذکورہ ظاہر کر دیا گیا ساتھ ہی ساتھ شوہر کو بھی نصیحت کر دی کہ اگر فی الواقع اس نے یہ الفاظ کہہ دیے ہوں تو اسکو عورت سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ ان الفاظ سے قضاء تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں اور چونکہ تحریر مذکور دیتے وقت اس کا مطلقاً خیال نہیں تھا کہ تحریر مذکور کو فریقین میں سے کوئی فریق موضوع بحث بنائیگا اور دوسرے علماء کے سامنے پیش کرے گا اسی وجہ سے عورت کے بیان کردہ الفاظ کا اہم حصہ (کیا تو قبول کرتی ہے) اس میں درج نہیں کیا گیا۔ اسی طرح تشریح کا دوسرا پہلو بھی ظاہر نہیں کیا گیا بلکہ صرف اس پہلو کو درج کیا گیا جو مدعیہ کے حق میں زیادہ سے زیادہ مفید ہو سکتا تھا اور اسی کو بسبب عدم شہادت اور بناء برانکار و حلف شوہر کے ساقط الاعتبار قرار دیکر فیصلہ کا اظہار کیا گیا کہ طلاق ثابت نہ ہوئی۔ جس ادارہ کے علماء نے یہ تحریر صادر کی اسکے معاندین نے صغریٰ کو سکھا کر فیصلہ مذکورہ سے باغی اور منحرف بنادیا اور ادارہ مذکورہ کو بدنام کر نیکی غرض سے تحریر بالا کو جناب کے پاس بھیج دیا (حالانکہ وہ اصل بیانات کو بھی ادارہ مذکورہ سے حاصل کر سکتے تھے) اور غالباً جناب کو بھی اس سے بے خبر رکھ دیا گیا کہ یہ تحریر بالکل سرسری طور پر لکھی گئی ہے اور یہ کہ اصل واقعہ اور کامل بیانات کو مکمل طور پر حاصل کرنے کی کوشش کئے بدون ہی ہم اس تحریر کو روانہ کرتے ہیں (اسکی اطلاع آپ کو نہیں دی) اسلئے پورا واقعہ لکھ کر التماس ہے کہ فریقین کے بیانات میں غور فرما کر حکم شرعی سے آگاہ فرمایا جائے کہ آیا الفاظ صدر سے بصورت ثبوت بھی وقوع طلاق متیقن ہے یا مشکوک؟ اگر مشکوک ہے تو کیا اس سے محمد یوسف کا نکاح زائل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو صغریٰ کا دوسرا نکاح کرنے کے لئے تیار کرنا اور

دوسروں کا اسکو تیار کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ اس کو آمادہ کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ (نوٹ) بیانات مندرجہ بالا مع نشانہ نرائش و دستخط بعینہ موجود ہیں۔
محمد سلیم عفا اللہ عنہ۔

الجواب :- اگر صورت واقعہ وہی ہے جو اس سوال میں درج ہے تو اس صورت میں دیانہ بھی وقوع طلاق کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا جیسا افضاء بوجہ انکار زوج و عدم اقامت بدینہ از جانب مدعیہ طلاق کا ثبوت نہیں ہوا کیونکہ محمد یوسف کا یہ قول "میں تو کے طلاق دیدیوں تو قبول کری ہے بظاہر تفویض کو محتمل ہے مگر بیان واقعہ میں فریقین کے درمیان سخت اختلاف ہے مستفتی اول نے اولاً جب علماء ثلاثہ کی فیصلہ کن تحریر بھیجی جس میں زوج کے الفاظ وہ نہ تھے جو اس سوال میں درج ہیں وہ الفاظ "کیا تو قبول کرتی ہے" سے خالی تھی تو اسکو متنبہ کیا گیا کہ زوج کے پورے الفاظ لکھ کر بھیج دو علماء ثلاثہ کے دفتر میں محفوظ ہیں تو اس نے یہ جواب دیا کہ "جناب والا نے تحریر فرمایا تھا کہ محمد یوسف اور صغریٰ کے اصل بیان کی نقل بیکر بھیجو اسلئے میں نے اس کے وصول کر نیکی کوشش کی اور مختلف ذرائع سے کام لیا لیکن نقل کسی طرح دستیاب نہ ہو سکی مجبور ہو کر دو آنہ کے ٹکٹ خود حضور کے پاس بھیجتا ہوں کہ تکلیف فرما کر مولوی صاحب سے براہ راست طلب فرمائیں تو شاید مل جائے اتنا میں یقین دلاتا ہوں کہ محمد یوسف اور صغریٰ دونوں کا بیان میرے سامنے ہوا ہے اور میرے ساتھ ساکن کیاری ٹولہ اور حافظ ساکن ریاست دوباری بھی تھے اور یہ عریضہ لکھنے کے وقت بھی میرے پاس موجود ہیں ہم سب لوگ یقین کے ساتھ جانتے اور بیان کرتے ہیں کہ میاں بیوی کے اصل بیان میں مولوی صاحب کی فیصلہ کن تحریر سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے بجز اس بات کے کہ محمد یوسف نے بیان کیا کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ کل میں مبارک پور جاؤنگا تو اپنے ایک دوست سے روپیہ عہ مگر حیرت ہے کہ مطبوعہ فتویٰ میں تحریری فیصلہ کے اندر یہ لفظ "تین قبول کرتی ہے" بڑھا دیا گیا جو پہلے اس میں نہ تھا اور یہ بھی نہ سوچا گیا کہ اس لفظ کے اضافہ کے بعد علماء ثلاثہ کا یہ قول کہ اگر واقعی محمد یوسف نے یہ لفظ کہا تو اسکی عورت مطلقہ مغلظ ہو گئی ہے سراسر غلط ہو جائیگا کیونکہ اس زیادت کے بعد ایقاع طلاق ہی کا جز صحیح نہیں ہے جائیکہ ایقاع ثلاث کا بلکہ مدار نیت پر ہوگا اور زوج سرے سے طلاق کا منکر ہے فیا اسفا للعلم و اھلہ۔ ظفر

لاؤنگا اور تم کو مہر خرچہ دیکر تمکو طلاق دید ونگا دوسری بات یہ کہ اسی رات میں جماع کی حالت میں کہا تھا کہ یہ آخری جماع ہے لیکن یہ بات بھی اس نے اپنے سے نہیں بلکہ مولوی..... صاحب کے تلقین کرنے سے کہی تھی صغریٰ کے بیان میں صرف یہ بات زائد ہے کہ مولوی..... صاحب نے اس سے پوچھا کہ اس رات کو تم نے جماع بھی کیا تھا؟ صغریٰ نے کہا ہاں اس زائد بات کا حال یہ ہے کہ جب عورتوں نے صغریٰ سے پوچھا کہ تو یوسف کے طلاق دینے کے بعد اس کے پاس سوئی کیوں؟ تو اس نے کہا کہ یہ بات کون کہتا ہے؟ میں ہرگز نہیں سوئی عورتوں نے کہا کہ تو نے جماع کا اقرار کیا ہے؟ تب اس نے کہا کہ میں نے اس کا مطلب برتن وغیرہ جمع کر کے دھونا سمجھا تھا ہر حال اصل بیان میں اس سے زیادہ اور کوئی چیز نہیں ہے جس رات کو یہ واقعہ پیش آیا اسکی صبح ہی کو صغریٰ محمد یوسف کے گھر سے چلی آئی اور جب محمد یوسف اور اس کے باپ صغریٰ کو لینے گئے تو اس نے سارا قصہ کہہ سنایا اور محمد یوسف خاموشی سے سہتا رہا ایک دفعہ بھی طلاق دینے سے انکار نہیں کیا لیکن جب اسکے باپ نے کہا کہ "تب تو سب قصہ ہی ختم ہو گیا اب اس سے مہر خرچہ وصول کرو" یہ کہا اور اٹھ کر ایک تھپڑ محمد یوسف کو مارا تب اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے۔ اس واقعہ کے شاہد محمد ادریس ہیں ان کا بیان بھی مولوی..... صاحب کے پاس قلمبند ہے اب اگر واقعہ یہ ہے جو مستفتی اول نے لکھا ہے تو دیا نہ طلاق مغلف ہو چکی جس کا حکم وہ ہے جو میرے پہلے فتویٰ میں ہے۔ فریقین خدا سے ڈر کر جو صورت واقعہ ہو اس کے موافق فتویٰ پر عمل کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون ۲۵ رجب ۱۳۵۸ھ

قال الموفق فی المغنی : وان اختلفا فی عدد الطلاق فالقول قولہ کما ذکرناہ (اث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر ہذا ہو حکم القضاء) فاذا طلق ثلاثا وسدت ذالک وانکر او ثبت ذالک عندها بقول عدلین لم یحل لہا تمکینہ من نفسها وعلیہا ان تفر منہ ما استنطاعت وتمتنع منہ اذا ارادہا وتفتدی منہ ان قدرت قال احمد : لا یسعہا ان تقیم معہ وقال ایضا تفتدی منہ بما تقدر علیہ فان اجبرت علی ذالک فلا تنزین لہ ولا تقدر بہ وتہرب ان قدرت وان شہد عنده عدلان غیر متہمین معہ اس کا حاصل زوج کا طلاق سے انکار ہے اور یہ بات فیصلہ کن تحریر میں بھی موجود تھی۔ فلا تعارض۔ ظفر

فلا تقیم معہ وهذا قول اکثر اہل العلم قال جابر بن زید وحماد بن ابی سلیمان وابن سیرین تفر منہ ما استنطاعت وتفتدی منہ بكل ما یکن وقال الثوری وابو حنیفۃ وابو یوسف وابو عیینہ تفر منہ وقال مالک لا تنزین لہ ولا تبدی لہ شیئا من شعرہا ولا عریتہا ولا یصیبہا الا وہی مکسۃ۔ وروی عن الحسن والنہری والنخعی یستحلف ثم یكون الاثر علیہ والصحیح ما قالہ الاولون لان ہذہ تعلم انہا اجنبیۃ منہ محرمة علیہ فوجب علیہا الامتناع والفرار منہ کسائر الاجنبیات وكذا لو تنز وجہا تنز ویجابا طلاقا وسلمت الیہ فالحکم فی ہذا کلمہ کالحکم فی المطلقۃ ثلاثا۔

ولو طلقها ثلاثا ثم محمد طلاقها لم تر ثہ نص علیہ احمد وہی قال قتادة وابو حنیفۃ وابو یوسف والشافعی وابن المنذر وقال الحسن ترثہ لانہا فی حکم الزوجات ظاہرا ولنا انہا تعلموا انہا اجنبیۃ فلم ترثہ کسائر الاجنبیات وقال احمد فی روایۃ ابی طالب تہرب منہ ولا تنز وج حتی یظہر طلاقہا ویعلم ذالک یحییٰ فیدعیہا فترد علیہ و تعاقب وان مات ولم یمربط طلاقہا لا ترثہ لا تأخذ مالہا تفر منہ ولا تخرج من البلد ولكن تختفی فی بلدہا فیل لہ فان بعض الناس قال تقتلہ ہی بمنزلۃ منید فح عن نفسه فلم یعجبہ ذالک فمنعہا من التزوج قبل ثبوت طلاقہا لانہا فی ظاہر الحکم زوجۃ ہذا المطلق فاذا تنز وجت غیرہ وجب علیہا فی ظاہر الشرع العقوبۃ والرد الی الاول ویجتمع علیہا زوجان ہذا بظاہر الامم وذاک بیاطنہ ولویأذن لہا فی الخروج من عہ لا یخفی علی العاقل ان قولہ لا تنز وج لا یدل علی حرمة التزوج لو تنز وجت وانما ہو مجرد مشورۃ صیانیۃ من العقاب الدیوی کما یدل علی ذالک قولہ فترد علیہ و تعاقب ظفر۔ عہ تعیبہ بظاہر الشرع دلیل علی ان لا عقوبۃ علیہا فی الباطن۔ ظفر سہ صریح فی انہا لو تنز وجت کان الآخر زوجہا فی الباطن وهذا هو معنی صحۃ النکاح۔ ظفر

البلد لان ذلك يقوى التهمة في نشوزها ولا في قتله قصد الان الدافع عن نفسه لا يقتل مصداً فاما ان قصدت الدفع عن نفسها قال الى نفسه فلا اثر عليها ولا ضمان في الباطن فاما في الظاهر فانها تؤخذ بحكم القتل ما لم يثبت صدقها اهـ (ج ۲) هـ وفي كل ذلك دلالة على ان القول بان يستحلف الزوج ثم يكون الاثر عليه ليس من اقوال الاثمة الاربعة في شيئي واكثر اهل العلم على خلافه وانما هو قول الحسن ومن وافقه والصحيح ما قاله الاكثرون فمن اتى بهذا القول ممن سماه الجهلاء بامام الهند فهو جاهل لا معرفة له بصحيح القول من سقيمته وفيه دلالة ايضاً على ان المرأة اذا سمعت من زوجها الطلاق الثلاث وثبت ذلك عندها بقول عدلين وانكره الزوج ومحمد فالمرأة اجنبية منه محرومة عليه في الباطن لا يحل لها تمكينه من نفسها ولا الاقامة عنده كسائر الاجنبيات (ومن ادعى انه يستلزم كون الطلاق بيد المرأة وان لها ايقاعه على نفسها فقد بغي على نفسه بالجهل والسفه فان الطلاق انما هو بيد الزوج وليس معناه ان لا يثبت حكمه ما لم يقرب به فلو طلق ومحمد ثبت حكم الطلاق لعدم توقف وقوله اعترافه به الا ترى انه لو زنى بامرأته وانكر هل يحل لها ان تمكته من نفسها؟ كلا فهل لاحد ان يقول ان ذلك يستلزم كون الفرقة بيد المرأة سلمنا فماذا يقول لو قبلت المرأة ابن زوجها او مكنته من نفسها وانكره الزوج فهل يجوز لها ان تقيم معه وتعاشره معاشرة الزوج؟ فافهم) وفيه دلالة ايضاً على انها لا ترثه لانها تعلم انها اجنبية عنه كسائر الاجنبيات ومقتضى هذا التعليل انها لو تزوجت باخر جاز لها ذلك ديانة ويكون الاخر زوجها بالباطن وانما منعها احمد من التزوج مخافة ان يحسب الاول فيدعيها فترد عليه وتعاقب وكذا يجتمع عليها زوجان هذا بظاهر الامر وذاك بباطنه فلو امتن من محسبي الاول وادعائه اياها لكونها في منعة من قومها او لكونها في بلدة لا قاضي بها لم تمنع من التزوج وهذا هو قول اصحابنا الحنفية شكر الله سعيهم قال المحقق في فتح القدير

سئل بنحو الدين النسفي عن رجل حلف بالطلاق الثلاث وظن انه لم يجتنب فانبتت المرأة بوقوع الثلاث وخافت ان اعلمته بذلك ان ينكر هل لها ان تستحل بعدها يفارقها بسفر وتامرء اذا حضر بتجديد العقد قال نعم ديانة اهـ (شك ج ۳) لم يذكر فيه خلافاً وابن الهمام اعرف الناس بمذهب ابي حنيفة واختلاف اصحابه (فهل يقول الجاهل الذي لقبه السفهاء بامام الهند بان ابن الهمام ونجم الدين النسفي كلاهما جاهلان او مفسدان؟ كلا بل الجاهل من جهلهمما والمفسد من نسبها الى الفساد) وفي قوله: وخافت الخ دلالة على انها لو لم تخف منه جاز لها ان تستحل علانية لان كل ما جاز سرّاً فهو جائز علناً اذا لم يكن في الاعلان به فتنة وقد عرف ان نكاح التحليل مؤبد ليس بموقت اصلاً. فمن ادعى انها لا يجوز لها ان تتزوج باخر علانية مطلقاً فقد خلع رتبة العلم والفقه عن عنقه وهذه حادثة الفتوى افتيت فيها بان المرأة اذا سمعت من زوجها الطلاق الثلاث لم يحل لها تمكينه من نفسها وعليها ان تفر منه وتخرج من بيته وتفتدي منه ان قدرت ولها ان تعتد وتتزوج باخر بعد العدة وتحلل نفسها فان طلقها فلها ان ترجع الى الاول فخافني في ذلك بعض من لامس له بالفقه وتشبث باقوال من لقبه السفهاء بامام الهند ونحوه وهو ملحد في دين الله محرف لكلامه يدل على ذلك تفسيره بالهندية ويشهد عليه اعماله واحواله واحتج بان الطلاق بيد الزوج لا بيد المرأة والزواج منكر للطلاق فهي امرأته في القضاء فلا يجوز لها ان تعتد وتتزوج بغيره ديانة ولا قضاء ما لم يقر الزوج بالطلاق او تختلع منه وادعى ان الافتاء بالتزوج بغيره خلاف المذهب الصحيح ولا دليل يدل على ذلك من الكتاب والسنة واقوال الفقهاء فاجبت بان ذلك هو مقتضى قول الله عز وجل فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره فقد دل على ان الطلاق الثلاث يحرم المرأة على الدوام ويبح لها ان تنكح زوجاً غيره مطلقاً سواء اقربه الزوج او انكر وهو قول اكثر اهل العلم ما خلا الحسن البصري ومن وافقه وهذا هو مقتضى اطلاق المتن قال في البحر والطلاق فمثل ما اذا كان الزوج الاول معترفاً

بالطلاق الثلاث او منكراً بعد ان كان الواقع الطلاق الثلاث وهذا قالوا
لو طلقها ثلاثاً وانكر لها ان تتزوج بآخر وتحلل نفسها سرّاً منه (وما كان
مباحاً سرّاً فهو مباح علناً وانما اشاروا عليها بالتحليل سرّاً لان القاضي لا يقبل
قولها من غير بيّنة ولو تزوجت علناً ردها القاضي الى الاول وعاقبها وعاقب
الزوج الثاني كما هو ظاهر) اذا غاب في سفر فاذا رجع التمس منه تجديد النكاح
لشك خالجه قلبها (وهذا هو ما ذكره المحقق في الفتح ولو يذكر فيه خلافاً كما من)
وقد ذكر في القنية خلافاً (ولا عبرة بنقله ما لم يتأيد بنقل غيره من الثقات و
اما مجرد ذكر صاحب البحر وصاحب الدرر قول القنية فلا يدل على ثبوت الخلا
في المسئلة) فرقم للاصل بانها ان قدرت على الهروب منه لم يسعها ان تعتد
وتتزوج بآخر لانها في حكم زوجية الاول قبل القضاء بالفرفة ثم رمز
شمس الائمة الاوزجندی وقال قالوا هذا في القضاء ولها ذلك ديانة (هذا
هو الذي افتيت به وجمعت به بين القولين وصرح به العلامة الشامي فماذا
يقول الذي لقبه السفهاء بامام الهند في شمس الائمة الاوزجندی هل هو
جاهل او مفسد؟ قائلهم ان يؤفكون. فتباً للعقول المحكوسة والقلوب
المنكوسة حيث ردت قائلة بان ذلك من ابحاث الشامي ولا عبرة بابحاث ابن
الهمام فما ظنك بمن هو دونه ولا يشك عاقل في انه ليس من ابحاث الشامي
قط وانما هو من اقوال المشايخ منقول عن كثيرين منهم) قال وكذلك ان
سمعتة طلقها ثلاثاً ثم حلف انه لم يفعل وردها القاضي عليه لم
يسعها المقام معه ولم يسعها ان تتزوج بغيره ايضاً (لانها لو تزوجت بعد
ماردها القاضي على الاول اجتمع عليها زوجان هذا البظاهر الامر وذلك
بباطنه فلا دلالة فيه على عدم جواز التزوج لو امنت من رد القاضي اياها
عليه لكونها في منعة من قومه او ببلدة لا قاضي بها فافهم) قال يعني البديع
والحاصل انه على جواب شمس الاسلام الاوزجندی ونجم الدين النسفي و
السيد ابي شجاع وابي حامد والسرخسي يحل لها ان تتزوج بزواج آخر فيما
بينها وبين الله تعالى (فماذا يقول الذي لقبه السفهاء بامام الهند في

هو لاء الاجلة الفقهاء هل كانوا اكلهم مفسدين او جهلاء؟ فانهم قد افتوا بما
افتيت به واتبعوا ما اقتديت به) وعلى جواب الباين لا يعمل انتهى (قلت جواب
الباين مقيد بما اذارد ها القاضي على الاول او خافت ان يردها عليه فلا تتزوج
علناً وانما تحلل نفسها سرّاً كما تقدم) وفي الفتاوى السراجية: اذا خبرها ثقة
ان الزوج طلقها وهو غائب وسعها ان تعتد وتزوج ولو يقيده بالديانة
(فكيف لو شهد عندها عدلان او سمعت الطلاق بأذنيها) قال المصنف (اي صاحب
الكنز) وقد نقل — (الى) طلق امرأته ثلاثاً وغاب عنها فلها ان تتزوج
بزواج آخر بعد العدة — ونقل آخر انه لا يجوز في المذهب الصحيح
اه قلت: انما رقم شمس الائمة الاوزجندی وهو الموافق لما تقدم عنه (قلت:
هو قول السرخسي ايضاً كما من) والقائل بان المذهب الصحيح العلاء الترجما
رقلت: هذا هو حجة الخصم الذي خالفني في حادثة الفتوى وزعم ان العدول
عن المذهب الصحيح باطل ولم يبدوا لمسكين ان المذهب الصحيح لا يثبت بنقل
صاحب القنية وحده ولا بقول العلاء الترجما في حقه فهل يجوز لعاقل
ان يبتهم شمس الائمة الاوزجندی ونجم الدين النسفي والسيد ابا شجاع و
ابا حامد والسرخسي وهم ائمة اجلة اعلام مشهورون بنقل المذهب و
معرفت بالافتاء بخلاف المذهب الصحيح ويجعل ما ذكره العلاء الترجما في
مذهباً صحيحاً؟ كلا فان حمل على القضاء فذاك والا فهو مشكل مخالف
لتصريحات الفقهاء كافة كما قاله العلامة الشامي واذا كان كذلك فلا
يكون ما قاله الترجما في مذهباً صحيحاً ما لم يتبين حاله ويعرف طبقته في
الفقهاء فانه كما اظن رجل مجهول لاسيما والناقل عنه هو صاحب القنية
وحده ولا عبرة بنقله ما لم يتأيد بنقل غيره من الثقات كما هو معروف
عند الفقهاء) ثم رقم بعده لعمر النسفي وقال حلف بثلاثة فظن انه لم
يحنت وعلمت الحنث وظننت انها لو اخبرته بنكر اليمين فاذا غاب عنها بسبب
من الاسباب فلها التحلل ديانة لا قضاء (هذا هو الذي نقله المحقق عن
نجم الدين النسفي ولم يذكر فيه خلافاً وهو اعرف الناس بمذهب الحنفية و

(اصوله) قال عمر النفي سألت عنها السيد اباشجاع فكتب انه يجوز ثوباً لثمة بعد مدة فقال انه لا يجوز والظاهر انه انما اجاب في امرأة لا يوثق بها اه كذا في شرح المنظومة (قلت: ويحتمل انه افق بالديانة مرة وبالقتل اخرى او افق مرة فيمن قدرت على الفرار من الزوج الاول وامنت الرد عليه و اخرى فيمن لو تقدر على ذلك فافهم).

وفي البرازية: شهد (قلت: واما اذا كانت ببلدة لا قاضي بها فحضور الزوج وغيبته سواء لانه انكر لم يحتج الى القضاء بالفرقة كما لا يخفى وهذا اذا شهد بالطلاق الثلاث واحد واما اذا شهد به ثقتان فهو اذا سمعته باذنيها يجب عليها ان تفر منه ولها ان تتزوج بأخر سر التحلل به نفسها اذا كانت ببلدة بها قاض يخاف ان يردها على الاول او علناً ان امتن ذلك كله لانها تعلم انها اجنبية منه محرمة عليه فلها من الحكم ما للاجنبيات ومن ادعى غير ذلك فعليه البيان) وفيها سمعت بطلاق زوجها اياها فلا تأ ولا تقدر على منعه الا بقتله ان علمت انه يقربها تقتله بالداء ولا تقتل نفسها (صرح في كونه اجنبياً عنها فيما بينهما وبين الله تعالى) وذكر الاول وجندي انها ترفع الامر الى القاضي فان لم يكن لها بينة تخلفه فان حلف فالا ثمة عليه (قد تقدم انه ليس من اقوال الاثمة الاربعة في شئ وليس بصحيح وانما هو قول الحسن البصري ومن وافقه وخالفه في ذلك اكثر اهل العلم) وان قتلت فلا شئ عليها والبائن كالثلث (صرح في انها لا تحل للاول بعد حلفه ايضاً واللعن يجوز لها ان تقتله) وفي التارخانية وسئل الشيخ ابو القاسم عن امرأة سمعت من زوجها انه طلقها ثلاثاً ولا تقدر ان تمنعه نفسها بن يسعها ان تقتله في الوقت الذي يريد ان يقربها ولا تقدر على منعه الا بالقتل فقال لها ان تقتله وهكذا كان فتوى الشيخ الامام شيخ الاسلام عطاء بن حمزة ابى شجاع وكان القاضي الامام الاسيبي يبيح لزوجها ان يقتلها ان لم تقدر على منعه (محمول على انها لا تقتله

قصد الا ان الدافع لا يقصد القتل ولها ان تدفعه عن نفسها بما يمكن ولو آل الى نفسه فلا شئ عليها في البائن كما مر في قول احمد) وفي فتاوى الشيخ الامام محمد بن الوليد السمرقندي في مناقب ابى حنيفة من عبد الله بن المبارك عن ابى حنيفة ان لها ان تقتله وفي المحيط في مسئلة النظم وينبغي لها ان تقتل بما لها وتهرب منه فان لم تقدر قتلت متى علمت انه يقربها ولكن ينبغي ان تقتله بالداء وليس لها ان تقتل نفسها قلت: قال في الملتقى وان قتلتها بالة يجب عليها القصاص اه (مشج ۴) (لانها في ظاهر الحكم قتلت زوجها عمداً وان كانت في البائن قد قتلت من اراد ان يزني بها فلا ينبغي ان تقتله بالالة كيلا تقتل به وفي كل ذلك من الاقوال دلالة صريحة على كون المرأة اجنبية عن زوجها محرمة عليه اذا سمعت منه الطلاق الثلاث او شهد به عدلان فلها ان تقتله وتتزوج بأخر سر وتحلل نفسها لو خافت ان يدهمها فتد عليه وتعاقب او علناً لو امتن ذلك ولو تخف ولا يجوز لها المقام عنده ولا ان تجدد بينها وبينه عقد النكاح حتى تنكح زوجاً غيره قال في البرازية سمع رجل من امرأة انها مطلقة الثلاث والزوج يقول لا بل مطلقة اثنتين لا يبع لمن سمع منها ان يحضر نكاحها (اي بهذا المطلق) ويمنعها ما استطاع اه من البحر (مشج ۵) واما حمل الخصم هذا القول على معنى انه لا يبع لمن سمع منها ان يحضر نكاحها بأخر غير المطلق لكونها زوجة المطلق حكماً وقضاء فتاويل باطل قطعاً اما اولاً فلان صاحب البحر انما ذكره في تأييد ما ذكره قبل من قبول قول المرأة دون الزوج ولا يخفى ان قبول قول المرأة انما هو في المنع من حضور نكاحها بهذا المطلق لكونها تدعى حرمتها عليه واما ثانياً فلان التاويل الذي ذكره الخصم يرده ما في البحر بعد ذلك عن البرازية ايضاً وفيها قالت طلقني ثلاثاً ثم ارادت تزويج نفسها منه (لكونه ينكح المطلق الثلاث) ليس لها ذلك اصرت عليه امر كذبت نفسها اه مشج ۴ واذ لم يكن لها ذلك وجب على من سمع منها ان يمنعها من النكاح بهذا المطلق ما استطاع واذ شهد عند المرأة شاهدان عدلان ان زوجها طلقها ثلاثاً وهو يحد ذلك لوليها

ان تقوم معه وان تدعه يقربها فان حلف الزوج على ذلك فردها القاضي عليه لا يسعها المقام معه وينبغي لها ان تقتدي بما لها او تهرب منه فان لم تقدر على ذلك قتلتته متى علمت انه يقربها لكن ينبغي ان تقتله بالدواء وليس لها ان تقتل نفسها واذا هربت منه لم يسعها ان تتزوج بزواج آخر قال الشيخ شمس الاثمة الحلواني في كتاب الاستحسان هذا جواب الحكم واما فيما بينها وبين الله تعالى اذا هربت فلها ان تقتد وتتزوج بزواج آخر كذا في المحيط او عن العالمگیریه ص ۲۰۲ - قلت: وهذا الذي ذكره من حكم الديانة مسكوت عنه في قول محمد واكثر العلماء وقد صرح به المشايخ الاعلام وحكم القضاء هو المراد بقول العلماء الترجما في انه لا يجوز لها التزوج بآخر في المذهب الصحيح اهـ اي هو المذهب الصحيح قضاء لاديانته ولكن هذا آخر الكلام مع الخصم الا لدل الخصار والعلوم لله الملك العلم والصلوة والسلام على سيد الانام سيدنا النبي محمد على الدوام وعلى آله واصحابه البررة الكرام الى يوم القيام والحمد لله الذي بعزته وجلاله ونعمته تتم الصلوات

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه ۲۰ رجب ۱۳۵۸ھ

ازتخانه بھون

فصل فی الخلع واحکامہ والطلاق علی مال

ماں باپ کے کہنے سے عورت خلع لے سکتی ہے یا نہیں (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں (۱) کہ اپنے ماں باپ کے کہنے پر عورت خلع لے سکتی ہے؟ (۲) عورت ماں باپ کے گھر میں ہے۔

(۳) عورت مہر کے ساتھ خلع چاہتی ہے کیا درست ہے؟

(۴) شوہر کہے کہ میری شادی کا خرچہ عورت دے تو خلع دیتا ہوں اس کا کہنا جائز ہے؟

الجواب :- (۱) محض والدین کے کہنے سے عورت کو خلع لینا جائز نہیں بلکہ اس وقت جائز ہے جبکہ عورت یہ جان لے کہ مجھے اس شوہر کے ساتھ موافقت اور نباہ نہیں ہو سکتا قال فی الدر: ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعد المرافقة (۲) اگر عورت ماں باپ کو وکیل بنادے تو وہ اسکی طرف سے وکالت خلع لے سکتے ہیں۔

(۳) اگر بضرورت خلع لے رہی ہے تو مہر کے ساتھ خلع کرنا جائز ہے۔

(۴) اگر زیادتی مرد کی جانب سے ہے تو اسکو بشرط معافی مہر کرنا بھی جائز نہیں اس سے زیادہ کی شرط کرنا تو بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگی اور اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہے تو بشرط معافی مہر تو بلاکراہت جائز ہے اور اس سے زیادہ لینا مکروہ تنزیہی ہے

قال فی الدر: وکره تحريماً اخذ شئ ويلحق به الابراء عمالها عليه ان نشز وان نشزت لا ولمنه نشوز ايضاً ولو باكثر مما اعطاها علم الاوجه و تعبیر الملتقى بلا بأس به يفيد انها تنزيهية وبه يحصل التوفيق (۹۳۳) بشرط معافی مہر طلاق کی ایک صورت (سوال) اگر کوئی شخص یہ شرط کرے کہ تم میری لڑکی کو طلاق دیدو وہ شخص اس شرط پر طلاق دیدے کہ تم مہر کا دعویٰ نہ کرو تو طلاق کیا یہ طلاق مقبول ہوگی۔ اگر وہ مہر کا پھر دعویٰ کر لے تو کیا طلاق واقع ہوگی؟

الجواب :- ان الفاظ سے ابھی طلاق کا وقوع نہیں ہوا چاہے دوسرے فریق دعویٰ مہر کرے یا نہ کرے بلکہ وقوع طلاق اس شخص کی موت کے وقت ہوگا جس نے شوہر سے

یہ کہا ہے کہ اگر تم مہر کا دعویٰ نہ کرو لانا نہ چھوڑو بظہر عدم ادعاء عامہ یا اس وقت ہوگا جبکہ دوسرا شخص مہر سے شوہر کی براءت اور اپنا لا دعویٰ ہونا پوری پختگی کے ساتھ چند گواہوں کے سامنے تحریر کر دے کہ عرفاً اس سے بھی دعویٰ کا عدم متحقق ہو جاتا ہے اور محاورہ کے موافق اگر اس شخص سے جس نے یہ قول زبان سے کہا ہے کہ "اگر تم مہر کا دعویٰ نہ کرو تو توطلاق" اس طرح کی تحریر کے بعد دریافت کیا جائے کہ آیا تیری شرط متحقق ہو گئی یا نہیں؟ تو وہ ضرور کہہ دے گا کہ ہاں، اب شرط متحقق ہو گئی کیونکہ مقصود اس قول سے کہ "اگر تم مہر کا دعویٰ نہ کرو" یہ ہے کہ مجھے عدم دعویٰ کا اطمینان ہو جائے جسکی ایک صورت موت بھی ہے اور عرفاً ایک صورت یہ بھی ہے جسکو محاورات میں عدم دعویٰ کا مصداق سمجھتے ہیں ومثل ذلك يعتبر في الكلام وفي الفتاوى رجل عاتقته امرأة في شرب الشراب فقال: ان تركت شربه ابدأ فانت طالق ان كان يعزم ان لا يترك شربه لا يحنث وان كان لا يشربها كذا في الخلاصة اه من العالم لکریة (ص ۱۱۰ ج ۲) فقد جعل عزم الشرب شرباً مع تركه ظاهراً تبعاً للمحاوره والعرف فينبغي ان يكون في الصورة المذكورة ايضاً كذلك فان اقرار الرجل عند الحاكم ببراءة الخصم من المهر والشهادة على كتابته بالبراءة منه وان الكاتب لا يستحق دعوى على ذلك اصلاً بمنزلة عدم الدعوى عرفاً وهذا هو الذي يريد المتكلم بقوله اگر تو دعویٰ نہ کرے

قال في الدر وغيره: في ان لم اطلقك يتبع في آخر عمره الخ والله اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا الله عنه

۲۹ شعبان ۱۳۲۵ھ

شوہر ہند ریعہ خط اپنے باپ کو وکیل بالخلع بنا دے (سوال) ہمارے شہر کا ایک شخص مسمیٰ بہ میر عالم اور عورت کا اس سے خلع کا مطالبہ کرنا اور ایسی صورت میں خلع کے بعد نکاح ثانی کرنا۔

اس عرصہ میں اسکی کتابت ہم سے رہی اس کے خط سے ہم بخوبی واقف ہیں شناخت کر سکتے ہیں اسکی منکوحہ وطن میں تھی جسکو وہ بغیر شادی کے سسرال کے گھر چھوڑ گیا تھا ایک سال ہوا کہ میر عالم کی خوشدامن نے لڑکی کو دوسری جگہ دینا چاہا میر عالم کے والد سے کہا کہ یا تو اسکو بلاؤ آکر شادی کرے یا میری لڑکی کو طلاق دیدے کہ میں دوسری جگہ شادی کروں والد میر عالم نے خط و کتابت شروع کی کبھی وہ

آئینکا وعدہ کرتا اور کبھی وہ طلاق کا وعدہ کرتا آخر والد کے مجبور کرنے پر اس نے لکھ دیا کہ یہ عورت میرے کام کی نہیں میں شادی نہیں کرتا آپ میری طرف سے مختار ہیں اتنا رویہ اگر دیوے تو بیشک کر دو آپ کا فیصلہ مجھے منظور ہوگا یہ خط سابقہ تحریروں کے موافق تھا مشابہ تمام حتیٰ کہ ہم نے اسی کا نقل کر کے والد سے طلاق دلوائی۔ اور خلع وصول کر لیا والد نے ناسخ خطی لکھ دی ہے اب میں مسماۃ کا دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ شہر امام ہوں اور کل واقعات اور خط و کتابت سے اور مشابہت خطوط سے اور دیگر قرائن سے ظن غالب صحت ہے اور ایک مولوی صاحب دوسرے شہر کے الخط لیشبہ الخط سے استدلال کر کے مختار نامہ کو غلط قرار دیتے ہیں فریقین میں کوئی نزاع نہیں فقط مولوی صاحب معترض ہیں۔

(۱) کیا مختار نامہ صحیح اور طلاق واقع ہوئی ہے اور اسکا نکاح میں دوسری جگہ پڑھا سکتا ہوں یا نہیں؟

(۲) اگر سابقہ تحریر غیر معبر عند الشرع ہے تو رجسٹری خطوط سے یا اور کسی طریق سے ہم اسکی قلمی فارغ خطی منگاکر دوسری جگہ نکاح کر کے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- (۱) قال في الخلاصة :- والكتابة على ثلثة اوجه ان كتبت على وجه الرسالة وهو ان يكتب على صحيفة مصدرًا معنونًا وثبت ذلك باقراره وبينه فلهو كالخطاب اه

وفيه ايضاً :- ولو جحد الزوج الكتاب وقامت عليه البينة انه كتب بيده فربق بينهما اه (ص ۹۱ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ معاملات میں خط اس وقت حجت ہے جبکہ کاتب کے اقرار یا بینہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ یہ اس کا خط ہے نیز اگر کاتب خط کا انکار کر دے تو محض تشابہ خط سے اسکو مجبور نہیں کیا جاسکتا بلکہ بینہ عاقلہ (یعنی دو گواہ) اگر شہادت دی کہ یہ خط کاتب نے ہمارے سامنے لکھا ہے اس وقت اسکو مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اور باقی مکتوب الیہ کو اسکے خط کی شناخت ہونا اور اس سے غلبہ ظن ہونا یہ معاملات میں کافی نہیں البتہ دیانات میں کافی ہے پس صورت مسئلہ میں یہ خلع اس وقت صحیح و نافذ ہوگا جبکہ میر عالم اقرار کرے کہ یہ خط میرا ہی ہے یا دو مسلمان عادل گواہی دیں کہ اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے جب تک وہ اقرار نہ کرے یا بینہ قائم نہ ہو اس وقت تک اس عورت کا نکاح دوسری جگہ نہ کیا جائے۔

(۲) رجسٹری خطوط اور قلمی فارغ خطی بھی تحریر ہی ہونگی اس کے لئے بھی اقرار یا بدینہ کی ضرورت ہوگی۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

۲۵ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

رسالہ "قطع اللہاج فی بعض احکام الخلع والطلاق" (سوالات) مکرم و محترم سید
دفعہ الاول ازواج (خلع طلاق مغلظ اور تعدد ازواج کے متعلق چند سوالات)

میں خدمت سامی میں چند استفسارات پیش کر کے آپ کی اسلامی اخوت اور قومی ہمدردی سے متوقع ہوں کہ آپ اپنے اوقات عزیز کے چند لمحہ صرف کر کے حتی المقدور جلد انکے جواب دینے کی کوشش کرینگے جواب کی آسانی کیلئے سوالات کے سامنے نصف کالم سادہ چھوڑ دیا ہے تاکہ آپ کو سوالات نقل کر نیکی زحمت نہ ہو اور انکے محاذ میں صرف جواب لکھ کر یہاں بھیج دیا جائے اگرچہ یہ تمام سوال ضروری معلوم ہوتے ہیں تاہم اگر آپ کو کسی سوال کا جواب دینے میں کسی وجہ سے تاہل ہو تو اسے چھوڑ کر بقیہ کا جواب تحریر فرما دیا جائے میں آپ کی اس تکلیف کا (منجانب ریاست) شکر گزار ہوں گا۔ فقط خیر طلب ضیاء العلوم مفتی محمد انوار علی ایم اے منشی فاضل سکرٹری صحت عامہ و تعلیمات گورنمنٹ بھوپال عبدالرزاق۔ ۲۹ نومبر ۱۹۸۲ء متعلق خلع :-

- (۱) کیا حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحيات کے عہد مبارک میں خلع کا کوئی واقعہ ہوا تھا۔؟
- (۲) اگر ہوا تھا تو اس کا فیصلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یا کسی اور نے؟
- (۳) اس فیصلہ میں تفریق محض سائلہ کی خواہش کی بناء پر کی گئی تھی یا اسکے وجوہ و اسباب کی تحقیق کر نیکی بعد اس کی بناء پر حکم صادر فرمایا گیا تھا۔؟
- (۴) اس میں تفریق کا مرد کو حکم دیا گیا تھا یا اس کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا تھا۔
- (۵) تفریق کے ساتھ کوئی شرط لازم کی گئی تھی یا نہیں؟
- (۶) زمانہ بعد میں فتویٰ اس فیصلے کے مطابق رہا یا اس میں کچھ ترمیم کی گئی۔؟
- (۷) اگر کچھ ترمیم ہوئی تو کیا اور کن وجوہ اور دلائل کی بناء پر ایسا کیا گیا؟

متعلق طلاق مغلظہ

- (۱) کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں طلاق مغلظہ کے واقعات پیش آئے تھے اور اگر آئے تھے تو انکی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک کیا تھا۔
- (۲) کیا ایک وقت میں تین طلاقیں دینا آیت "الطلاق مرتان" کے خلاف نہیں؟
- (۳) عہد خلفائے راشدین کا دستور العمل کیا تھا؟
- (۴) آئمہ اربعہ کے اس بارہ میں اقوال کیا ہیں؟
- (۵) آپ کی ذاتی رائے اس معاملہ میں کیا ہے؟

متعلق تعدد ازواج

قرآن حکیم نے ایک بیوی کے ہوتے ہوئے مزید نکاح ایک خاص شرط پر مشروط کیا ہے لیکن بالعموم اب لوگ اس کا خیال کئے بغیر محض نفسانی خواہشات کی بناء پر ایسا کرتے ہیں اور فرمان الہی "فان خفتن الا تعدلوا فواحدة" کو فراموش کیے ہوئے ہیں اس لئے اگر کوئی اسلامی ریاست قرآن کے فرمان کی اتباع میں قانوناً کوئی ایسی قید عائد کرے کہ مثلاً کوئی شخص جب تک اپنی ضرورت اور استطاعت عدل کی بابت قاضی کو اطمینان دلا کر اس کی اجازت حاصل نہ کرے تب تک وہ اس کا مجاز نہ ہو۔ تو کیا آپ کی رائے میں یہ مناسب ہوگا یہاں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ہمارے یہاں قانوناً ہر نکاح محکمہ رخصت کی اجازت کا محتاج ہے اور اگر کوئی شخص اجازت کے بغیر نکاح پڑھ دے تو فریقین کے ساتھ وہ بھی ملزم قرار دیا جاتا ہے اسلئے اگر بالفرض مجوزہ بالا صورت آپ کے نزدیک نامناسب ہو تو کیا پھر مجوزہ حالت معاملات مذہبی میں مداخلت نہیں ہے۔ اسکی نسبت آپ کا کیا خیال ہے فقط

الجواب واللہ الموفق للصواب

تقریر جواب سے پہلے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ سوال جس صورت سے کیا گیا ہے وہ خلاف قاعدہ ہے کیونکہ کسی معاملہ کے متعلق یہ دریافت کرنا کہ اس کا کوئی واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پیش آیا تھا یا نہیں۔ محض امر رائد ہے۔ قانون اسلام مکمل قانون ہے اسمیں قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا حکم موجود ہے خواہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آئے ہوں یا نہ آئے ہوں اور ظاہر ہے کہ جو قانون قیامت تک کے واقعات کو محیط ہو گا وہ صرف ان واقعات کے ساتھ مخصوص کیونکہ

ہو سکتا ہے جو حضور کے زمانہ میں پیش آئے ہوں

دوسرے: فاضل مستفتی کو معلوم ہے کہ اس زمانہ میں مجتہد کوئی نہیں بلکہ جملہ علماء مقلد ہیں جو اس قانون کے موافق جو مجتہدین امت قرآن و احادیث سے مستنبط کر کے مدون کر گئے ہیں فتوے دیتے ہیں پس ان علماء مقلدین سے یہ سوال کرنا کہ اس واقعہ میں حضور نے کیا فیصلہ کیا اور یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آیا تھا یا نہیں؟ امر زائد ہے بلکہ ان سے تو صرف اتنا سوال کیا جا سکتا ہے کہ ائمہ مجتہدین نے قرآن و حدیث سے مستنبط کر کے جو قانون اسلام مدون کیا ہے اس میں اس واقعہ کے متعلق کیا حکم ہے؟ پس جس صورت کے سوال ہمارے سامنے ہے اس صورت پر جواب دینا ہمارے ذمہ لازم نہیں مگر تبرعاً محض اس غرض سے ہم فاضل مستفتی کے ہر سوال کا جواب دیتے ہیں کہ شاید کسی کو مجتہد کا مافذ اور دلیل معلوم کر نیکاشوق ہو تو اس کا یہ شوق بھی پورا ہو جائے اس ضروری گزارش کے بعد ہم سوالات کا جواب شروع کرتے ہیں واللہ الموفق

جواب سوال اول متعلق خلع

محترم سائل نے اس کے متعلق متعدد سوالات کئے ہیں اور یہ کچھ ظاہر نہیں کیا کہ ان سوالات کثیرہ کا منشا کیا ہے؟ بظاہر ہم نے جو ان کا منشا سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ سائل محترم خلع کو اور تفریق بالخلع کو حاکم کے فیصلہ پر منحصر رکھنا چاہتے ہیں اور یہ کہ بدون فیصلہ حاکم کے خلع معتبر نہ ہو اگر یہی منشا ہے جو ہم سمجھے ہیں تو سائل محترم کو معلوم ہونا چاہئے کہ شرعاً خلع حاکم اسلام کی اطلاع اور اس کے فیصلہ پر موقوف نہیں بلکہ بدون علم حاکم و بغیر اطلاع حاکم بھی مرد اپنی بیوی سے یا زوجہ اپنے مرد سے بتراضی خلع کر سکتی ہے اور جب زوجین بتراضی باہم خلع کر لیں تو خلع سے ایک طلاق بائن عورت پر واقع ہو جائیگی اگر اس سے زائد کا نام نہ لیا گیا ہو یا زوج نے زائد کی نیت نہ کی ہو اور اگر دو یا تین طلاق پر خلع کیا گیا ہو تو جس عدد کا نام لیا گیا ہے وہی واقع ہوگا یا زوج نے لفظ خلع سے تین طلاق کا قصد کیا ہو تو تین ہی واقع ہونگی:

قال فی الجندیۃ :- الخلع ازالة ملك النکاح ببدل بلفظ الخلع کذا فی فتح القدير . و شرطه شرط الطلاق وحکمه وقوع الطلاق البائن کذا فی التبيين ويصح نيۃ الثلاث فيه . حضرة السلطان ليس بشرط لجران الخلع عند عامة العلماء والمصحيح قولهم کذا فی البدائع : اذا نشأ الزوجان او خافا ان لا

يقيا حدود الله فلا بأس بان تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به فاذا فعل ذلك وقع تطليقة بائنة ولن معها المال كذا فی الهداية (ص ۱۳۰ ج ۲) وفي رحمة الامة : واقفقا العلماء علی ان المرأة اذا كرهت زوجها بقیح منظر او سوء عشرة جاز لها ان تخلعه علی عوض وان لم يكن من ذلك بشئ وتراضيا علی الخلع من غير سبب جاز ولو يكره الخ (مک) اب اس کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

روى مالك في الموطأ والشافعي عنه عن هشام عن ابيه عن جمهان عن ام بكرة الاسلمية انها اختلعت من زوجها عبد الله بن خالد بن اسيد ثورانيا عثمان في ذلك فقال هي تطليقة الا ان تكون سميت شيئا فهو سميت اه كذا في التلخيص الجيب (ص ۳۱۶ ج ۲)

اس سے صرف ثابت ہے کہ زوجین نے بدون اطلاع حاکم کے خلع کر لیا پھر حضرت عثمان کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ خلع ایک طلاق ہے مگر یہ کہ اس سے زائد کا نام لیا گیا ہو تو جو کہا گیا ہو وہی واقع ہوگا۔ معلوم ہوا کہ تفریق خلع کا مدار حاکم کی تفریق پر نہیں بلکہ لفظ خلع خود ایک طلاق ہے امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے۔ عن رافع ان ربيع بنت معوذ بن عفراء جاءت هي وعصها الى عبد الله بن عمر فاخبرته انها اختلعت من زوجها في زمان عثمان بن عفان فبلغ ذلك عثمان فلو يكره وقال عبد الله بن عمر عدتها المطلقة اه (ص ۲۴ ج ۲ مع الزرقاني)

اس میں بھی تصریح ہے کہ زوجین نے بدون اطلاع حاکم خلع کر لیا جب حضرت خلیفہ کو اسکی خبر پہونچی تو آپ نے امیر انکار نہیں کیا اور عبد اللہ بن عمر نے خلع کو طلاق قرار دیا پس خلع کو یا تفریق بالخلع کو فیصلہ حاکم پر موقوف کرنا غلط ہے اور اگر ایسا کیا گیا تو یہ مداخلت فی الدین میں داخل ہوگا۔ اب میں محترم مستفتی کے سوالات کا جواب بھی دینا چاہتا ہوں جو خلع کے متعلق انہوں نے کئے ہیں۔

قال الحافظ وضعفه احمد بجمهان اه قلت: قال الحافظ في التقریب مدنی قدیو مقبول مت الثالثة اه وفي تهذيب التهذيب ذكره مسلم في الطبقة الاولى من اهل المدينة وذكره ابن حبان في الثقات (ص ۲ ج ۲) فالحديث صحيح ولا اقل ان يكون حسنا - ظفر -

(الف) - ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی خلع کا واقعہ پیش آیا جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے اور اس سے پہلے اس امر کی تصریح کر دی ہے۔

واجاز عمر الخلع دون السلطان ای بغیر اذنہ کہ حضرت عمرؓ نے خلع کو بدون اطلاع حاکم و سلطان کے بھی جائز قرار دیا ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں مصنف ابن ابی شیبہ سے اسکو موصولاً اس طرح روایت کیا ہے کہ بشر بن مروان (حاکم مدینہ) کے پاس ایک مرد و عورت کے خلع کا واقعہ پیش ہوا تو اس نے خلع کو جائز قرار نہ دیا، تو عبد اللہ بن شہاب بخلافی نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے خلع کو جائز قرار دیا ہے اور طحاوی نے کہا ہے کہ جو لوگ خلع کو اذن سلطان پر موقوف رکھتے ہیں ان کا قول شاذ ہے جم غفیر کے مخالف ہے اور قیاساً بھی غلط ہے کیونکہ جب طلاق بدون اذن حاکم کے جائز ہے تو ایسے ہی خلع ہے (مشکوٰۃ ج ۹ - ۹) تفصیل اس واقعہ کی جو حضورؐ کے زمانہ میں واقعہ ہوا تھا یہ ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا یا رسول اللہ میں ثابت بن قیس کے دین اور اخلاق میں عیب بیان کرنا نہیں چاہتی لیکن میں (اُن کے نکاح میں رہ کر) اسلام میں کفر کا اندیشہ کرتی ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کا باغ انکو واپس کر دو گے؟ کہا، ہاں، تو حضورؐ نے (ثابت بن قیس سے) فرمایا کہ باغ کو قبول کر لو اور اسکو طلاق دیدیہ بخاری کی روایت کا ترجمہ ہے اور نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ ثابت بن قیس نے کسی بات پر اپنی بیوی کو مارا تھا اور ہاتھ توڑ دیا تھا۔ اور عبد الرزاق کی روایت میں یہ ہے کہ بیوی نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھکو خدا نے جو حسن و جمال دیا ہے وہ آپ کو معلوم ہے اور ثابت بن قیس بد صورت ہے۔ اور یہ جو کہا کہ مجھکو اسلام میں کفر کا اندیشہ ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ میں انکے ساتھ اسلامی قاعدہ کے موافق بناہ نہیں کر سکتی بلکہ اندیشہ ہے کہ اُن کی نافرمانی کروں اور شوہر کی نافرمانی اسلام کے خلاف ہے اور یہ کافر عورتوں کا کام ہے ذکرہ الحافظ فی الفتح۔ واللہ اعلم

(ب) اس واقعہ میں یہ ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع کا فیصلہ فرمایا مگر اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ بدون حضورؐ کے فیصلہ کے خلع نہ ہو سکتا تھا بلکہ اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ عورت نے اپنے شوہر سے بلا واسطہ اس معاملہ کی گفتگو کی ہی نہیں بلکہ وہ ابتداءً خود حضورؐ کے پاس آگئی۔ اور چونکہ زوجین میں باہم خلع کی کچھ گفتگو نہیں ہوئی تھی اسلئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اول عورت سے دریافت کیا کہ تم مہر واپس کر سکتی ہو جب وہ اسپر راضی ہو گئی تو حضورؐ نے مرد سے فرمایا کہ اپنا باغ لیکر اسکو طلاق دیدو۔ اور اگر زوجین میں خلع کی گفتگو پہلے ہو جاتی تو پھر طلاق کے حکم کی ضرورت نہ تھی کیونکہ خلع خود ہی طلاق ہے (ج) اس واقعہ میں محض سائلہ کی خواہش کی بناء پر تفریق کی گئی اور اس کے وجوہ و اسباب کی تحقیق کی ضرورت اسلئے نہیں ہوئی کہ سائلہ نے خود وہ اسباب بیان کر دیئے تھے جنکی بناء پر وہ خلع چاہتی تھی۔

(ح) اس واقعہ میں مرد کو تفریق کا حکم دیا گیا تھا مگر یہ حکم وجوب کیلئے نہ تھا بلکہ بطور ارشاد و اصلاح کے تھا۔ قالہ الحافظ فی الفتح (مشکوٰۃ ج ۹ - ۹) مرد پر عورت کی درخواست کے بعد خلع کا قبول کرنا واجب نہیں بلکہ اسکو اختیار ہے کہ قبول کرے یا نہ کرے اور حاکم شوہر کو قبول خلع پر مجبور بھی نہیں کر سکتا الا اذا كان ظالماً معروفاً بہ۔ کیونکہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ خلع طلاق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ انما يملك الطلاق من اخذ بالساق رواہ ابن ماجہ والدارقطنی (مقاصد حسنہ ص ۵) قلت: و اسنادہ حسن۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ طلاق شوہر کے قبضہ میں ہے یہ قول اس امر کی دلیل ہے کہ حضورؐ کا واقعہ خلع میں ثابت بن قیس کو طلاق کا حکم فرمانا بطور مشورہ کے تھا بطور ایجاب کے نہ تھا۔

(د) اس واقعہ میں تفریق کے ساتھ صرف یہ شرط تھی کہ وہ باغ واپس کر دو جو شوہر نے مہر میں دیا ہے اور یہ شرط اسلئے کی گئی کہ اس واقعہ میں خود عورت کی طرف سے مفارقت کی درخواست تھی اور اُسی کو شوہر سے نفرت تھی شوہر کو اس سے نفرت نہ تھی۔ نہ شوہر کی طرف سے اسپر کچھ زیادتی تھی اور اس صورت میں ائمہ مذاہب کا یہی مذہب ہے جو حدیث میں ہے کہ مرد کو مہر واپس کر لینا بلکہ اس سے زائد لینا بھی جائز ہے جبکہ عورت خوشی سے زائد دینے پر راضی ہو اور اگر مرد کی زیادتی ہو یا طرفین کی زیادتی ہو تو اس کا حکم دوسرا ہے جو فقہ میں مفصل مذکور ہے

(و) حضرات ائمہ محدثین نے احادیث کے خلاف فتویٰ کبھی نہیں دیا یہ اور مع والذی ورد فی الروایات انه ضرب بها فان ذالك يحق لكون المرأة نافرة عنه مبغضة له ولا يبعد من مثلها الا بآء عن المضاجعة وللزوج حق ان يضربها على ذلك - ظفر -

بات ہے کہ ناواقف لوگ حدیث کا غلط مطلب سمجھ کر ائمہ مجتہدین کے فتویٰ کو حدیث کی خلاف سمجھیں یا کسی مسئلہ کا مدار ایک ہی حدیث پر رکھیں اور دوسری روایات پر نظر نہ کریں۔
(ذ) ترمیم کچھ نہیں ہوئی حضرات مجتہدین نے ایک ہی حدیث پر مسئلہ کا مدار نہیں رکھا بلکہ اس کے ساتھ دوسری احادیث کو اور صحابہ کے اقوال کو ملا کر قانون خلع کو مکمل طور سے مدون کیا ہے۔

جواب سوال دوم متعلق طلاق مغلطہ

اس مسئلہ میں جملہ ائمہ مذاہب کا قول یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے تو اگر وہ مدخولہ ہے تو اس پر تین طلاق واقع ہو جائیگی خواہ تفریقاً دی یا مجموعۃً اور اگر غیر مدخولہ ہے تو اگر مجموعۃً ایک لفظ سے تین طلاق دی ہیں تو اس پر تینوں واقع ہوں گی۔ اور اگر تفریقاً تین لفظوں سے تین طلاقیں دی ہیں تو اس پر ایک واقع ہوگی اور دولغو ہو جائیگی۔

قال النذرقانی فی شرح الموطا: والمحجور علی وقوع الثلاث بل حکى ابن عبد البر الاجماع قاضاً ان خلافه شاذ لا يلتفت اليه اه (ص ۳۵-۳۶)
وقال الحافظ فی الفتح: ويحتمل ان يكون مراده اى مراد البخارى بعدم الجواز من قال لا يقع الطلاق اذا وقعها مجموعة للنهي عنه وهو قول الشيعة وبعض اهل الظاهر اه (ص ۲۱۰-ج ۹)

اس سے معلوم ہوا کہ بحر شیعہ اور بعض اہل ظاہر کے تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تین طلاقیں مجموعۃً دینے سے تین ہی واقع ہوں گی۔ البتہ تین طلاق مجموعۃً یا ایک مجلس میں دینا مکروہ تحریمی ہے اگر کسی کو تین طلاق ہی دینا ہو تو تفریق کے ساتھ ایک ایک طلاق ایک ایک ٹہر میں دے سعید بن منصور نے بسند صحیح حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیتا تو حضرت عمرؓ کے کمر پر دڑے لگاتے تھے، ذکرہ الحافظ فی الفتح (صفحہ مذکور)

اب محترم مستفتی کے سوالات کا جواب دیتا ہوں۔

(الف) ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی دو واقعہ طلاق مغلطہ کے واقع ہوئے ہیں ایک واقعہ سنن نسائی میں محمود بن لبید انصاریؓ کی روایت سے

مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہیں تو حضور غضبناک ہو کر (خطبہ کیلئے) کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ میرے سامنے ہی کتاب اللہ کے ساتھ ہوا دلعب کیا جانے لگا تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا، یا رسول اللہ! کیا میں اس کو قتل ہی نہ کر دوں اھ؟ اس پر آپ خاموش ہو گئے یہ حدیث فتح الباری میں حافظ نے نقل کر کے اس کے رواقہ کو ثقہ کہا ہے اور "نیل الاوطار" میں ابن کثیر سے اسکی سند کا جید ہونا نقل کیا ہے اور جوہر نقی میں اسکو صحیح کہا ہے اس سے یہ بات تو ظاہر ہے کہ تین طلاق ایک دم سے دینا خلاف شریعت ہے اور حرام کے قریب ہے رہا یہ کہ تین ایک دم سے دینے میں تین واقع ہونگی یا ایک؟ اس سے یہ حدیث ساکت ہے۔

دوسرا واقعہ رکانہ بن عبد ربیع کا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھیں پھر انکو رنج ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا آپ نے پوچھا کہ تم نے کیونکر طلاق دی ہے کہا ایک مجلس میں تین طلاق دی ہیں حضور نے فرمایا وہ تو ایک ہی ہے اگر چاہو رجوع کر لو چنانچہ انہوں نے رجعت کر لی اسکو محمد بن اسحاق صاحب مغازی نے روایت کیا ہے مگر ائمہ حدیث نے اسکو ضعیف کہا ہے کیونکہ اس کے الفاظ میں اضطراب و اختلاف ہے بعض روایات میں یہ وارد ہوا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو بلفظ البتہ سے تین طلاق دی تھی اور یہ لفظ چونکہ قطع تعلق کو بتلاتا ہے اور اسی وجہ سے بعض تابعین لفظ البتہ سے تین طلاق واقع کرتے تھے تو کسی راوی نے اسکو روایت بالمعنی کر کے یوں تعبیر کر دیا کہ رکانہ نے تین طلاق دی تھیں اوداؤد نے فرمایا ہے کہ راجح یہی ہے کہ رکانہ نے طلاق بلفظ البتہ دی تھی جیسا کہ حافظ فتح الباری میں ذکر فرمایا ہے اور اسکی نیت ایک طلاق کی تھی اسلئے اسکو ایک قرار دیا اور علامہ زرقانی نے فرمایا ہے کہ رکانہ کی حدیث کے الفاظ مختلف ہیں، فاذا تعارضنا ساقطاً (ملک ج ۳-۳)

(ب) ہاں ایک وقت میں تین طلاق دینا خلاف کتاب اللہ ضرور ہے جو ایسا کرتا ہے سخت گناہ کا مرتکب ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ تین طلاق دینے سے تین واقع

ہے مگر کسنا اعمال میں حضرت علیؓ کی روایت میں ہے کہ جو شخص قطعی طلاق دیگا ہم اس پر تین طلاق لازم کر دیں گے (منک ج ۵-۵) ظفر۔

نہ ہوں یقیناً تین ہونگی کما مر ذکر الاجماع علیہ

(ج) عہد خلعاً راشدین میں جو شخص تین طلاق دیتا تھا اسکی بیوی پر تین طلاق ہی واقع سمجھی جاتی تھی مگر اس کے ساتھ اس شخص کو سزا بھی دی جاتی اور صحیح مسلم میں جو ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور عہد صدیق میں اور شروع زمانہ خلافت فاروقی میں تین طلاق کو ایک شمار کرتے تھے تو اسکے اندر بعض روایات میں یہ قید بھی ہے کہ جب عورت غیر مدخولہ ہوتی تو تین کو ایک قرار دیتے تھے (رواہ ابو داؤد کما فی الفتح لابن حجر ص ۳۱۴ - ج ۳ - وسکت عنه) اور زین کی روایت میں یہ لفظ ہے "کان ابن عباس یقول اذا قال - انت طالق انت طالق فہی واحدة ان اراد التوکید للاولی وکانت غیر مدخولہ بھا کذا فی جمع الفوائد (ط ۳ ج ۱) - پس یہ حدیث جمہور کے خلاف نہیں کیونکہ تطبیق ثلاث بتفریق کلمات میں جمہور بھی اس کے قائل ہیں کہ اگر زوجہ غیر مدخولہ ہو تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور مدخولہ ہو تو دینا نہ ایک ہی ہوگی اگر وہ نیت ناکید کا مدعی ہو۔ اور قضاء تین واقع ہونگی واللہ اعلم

(۵) ائمہ کے اقوال اور پر گزر چکے

(۶) دین میں کسی عالم کی ذاتی رائے کی کچھ وقعت نہیں۔ فان الدین لیس بالرأی

(جواب سوال سوم متعلق تعدد ازواج)

اس مسئلہ میں یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ مرد کو چار عورتوں سے نکاح کرنا مطلقاً جائز ہے خواہ اسکو چار کی واقعی ضرورت ہو یا محض خواہش نفسانی کی بناء پر ایسا کرے گو افضل یہی ہے کہ بلا ضرورت چار نکاح نہ کرے "احترازاً من الجور ودخال الغو علی الاولی" لیکن اگر کوئی محض خواہش نفسانی سے ایسا کرے تو اسکو حق جائز سے روکنے کا کسی کو حق نہیں حدیث میں ہے "لعمریہ للممتحabin مثل النکاح" رواہ ابن ماجہ والحاکم و سندہ صحیح (شرح جامع الصغیر للسیوطی ج ۱ ص ۳) - اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مرد کو کسی عورت سے محبت ہو جائے یا بالعکس تو انکو باہم نکاح کر لینا چاہئے "و

عہ ملاحظہ ہو فتح الباری ص ۳۱۵ تا ص ۳۱۹ - جلد ۹ جس میں حضرت ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ سند صحیح سے نقل کیا گیا ہے اور ملاحظہ ہو کنز العمال ج ۵ جس میں حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ و امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ طرق متعددہ سے مذکور ہیں - ظفر -

اخرج الشيخان عن ابی ہریرۃ انہ تنکح المرأة لعمالها وجمالها وحسبها ودينها فاطفر بذات الدين تربت يداك (مقاصد حسنہ ص ۳) اس میں دینداری کی وجہ سے نکاح کی ترغیب دی گئی ہے مگر مال اور جمال کی بناء پر نکاح کرنے سے بھی منع نہیں کیا گیا نہ اسکو حرام کہا گیا اور خود نص میں "ما طاب لکم من النساء" وار د ہے جس میں چار نکاح کو محض دل کی خوشی اور پسندیدگی کی بناء پر جائز کیا گیا ہے۔ نیز نص میں "لا تغل لک النکاح من بعد ولا ان تبدل بہن ازواج ولو اعجبک حسنہن" اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعدد ازواج محض اعجاب حسن کی بناء پر بھی جائز تھا گو آپ اس وجہ سے کوئی نکاح بھی نہ کیا ہو مگر آپ کیلئے جائز ضرور تھا پھر نو بیویوں کے بعد آپ کو اس سے منع کر دیا گیا غرض نصوص شریعت سے خواہش نفسانی کی بناء پر بھی تعدد ازواج کی اجازت ظاہر ہے۔ اور اسکے ساتھ عدل کو بھی فرض کیا گیا ہے مگر عدل کو شرط صحت نکاح نہیں قرار دیا گیا بلکہ شریعت نے اس کے متعلق صرف وعید پر اکتفا کیا ہے۔

ففي الحديث: عن ابی ہریرۃ اذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه مائل او ساقط رواہ احمد والدارمی واصحاب السنن والحاکم واللفظ لہ و ابن حبان وصححه الحاكم علی شرط الشيخين وابن دقيق العيد (ص ۳۱۴ ج ۲ - تلخیص حبیب)

پس تعدد ازواج کی صورت میں شوہر پر جو عدل واجب ہے وہ دیناً واجب ہے قاضی اور حاکم کو اس میں باز پرس یا دست اندازی کا کچھ حق نہیں حکام کا صرف اتنا فرض ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کی شکایت کرے تو شوہر کو نان و نفقہ دینے پر مجبور کرے اور عمر بھر میں ایک دفعہ مقاربت پر۔ اس سے زائد پر حاکم شوہر کو مجبور نہیں کر سکتا (ملاحظہ شامی باب القسم ج ۲ ص ۶۵ تا ۶۷ ج ۲) - ہاں اسکو نصیحت کر دے کہ اپنی بیوی کے حقوق پوری طرح ادا کرنا چاہئے اور اگر وہ اسپر ظلم کرتا ہو تو ظلم سے روک دے۔

اس معروض کے بعد سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلامی ریاست کو تعدد ازواج کے بارہ میں قانوناً اس قسم کی قیود عائد کرنا کہ جب تک قاضی کو ضرورت اور استطاعت عدل کا اطمینان دلا کر اسکی اجازت حاصل نہ کرے تب تک کوئی اس کا مجاز نہ ہو۔ یقیناً

مداخلت فی الدین و تفسیق علی المسلمین فیما وسع اللہ لهم میں داخل ہے۔ اسی طرح ہر نکاح کا محکمہ قضاء کی اجازت کا محتاج ہونا اور جو بدون قاضی کی اجازت کے نکاح پڑھ دے اسکو مع فریقین کے ملزم قرار دینا بھی صریح مداخلت فی الدین ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض صحابہ نے مدینہ کے اندر بدون حضور کی اطلاع کے نکاح کیا ہے اور ان پر کوئی انکار نہیں کیا گیا چنانچہ عبد الرحمن بن عوف کا واقعہ ہر نکاح مشہور و معروف ہے۔

البتہ اگر نکاح خوانوں کی جہالت کی وجہ سے نکاحوں میں گڑ بڑ ہوتی ہو تو اس قید کے عائد کرنیکا مضائقہ نہیں کہ جو شخص جب تک احکام نکاح سے واقف نہ ہو اور اسکی سند اسکے پاس نہ ہو اس وقت تک کسی کا نکاح نہ پڑھے ورنہ مجرم ہوگا کیونکہ اسکی نظیر زمانہ صحابہ میں موجود ہے حضرت عمرؓ نے قانون نافذ کیا تھا لا یجلس فی سوقنا الا فقیہ او صحابہ قال ولا احض الا ان موضعہ کہ ہمارے بازار میں بجز اس شخص کے جو فقہ سے واقف ہو بیچ و شراء کیلئے کوئی نہ بیٹھے باقی ہر نکاح کو محکمہ قضا کی اجازت کا محتاج کر دینا یہ بالکل خلاف شریعت ہے اور مسلمانوں کو تنگی میں ڈالنا ہے جو یقیناً مداخلت فی الدین ہے۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ - ۲۳ - ج ۲ ش ۲

عہ قلت : قد اخرجہ الترمذی عن عمر بلفظ لا یبیع فی سوقنا الا من قد تفقہ فی الدین کذا فی جمع الفوائد (ص ۲۴) ج - (۱) ظفر -

فصل فی فسخ النکاح عند کون الزوج مفقوداً او عیناً او متعیناً فی النفقة او مجنوناً

زوجہ مجنون کا حکم (سوال) ایک شخص دیوانہ ہو گیا ہے طلاق وغیرہ سے بے خبر ہے اسکی بیوی علیحدہ ہونا چاہتی ہے علیحدگی کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟
الجواب :- نہ مجنون کی طلاق معتبر ہے اور نہ جنون کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق ہے اسلئے علیحدگی کی کوئی صورت نہیں۔

کما فی الدر :- لا یقع طلاق المولیٰ علی امرأۃ عبده والمجنون الخ شامی ص ۶۹۹
ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشاً کجنون وجذام الخ (ص ۹۸ ج ۲ - شامی) واللہ اعلم

الجواب صحیح

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفا عنہ

زوجہ مجنون کا حکم (سوال) ایک مسئلہ میں پیچیدگی پڑ گئی جسکی وجہ سے پریشانی بڑھ گئی ہے صورت واقعہ یہ ہے کہ ایک لڑکی نابالغہ کا عقد نکاح ایک نابالغ لڑکے سے فریقین کے والدین نے کر دیا لڑکے کی عمر ۴ سال کی اور دختر کی عمر ۵ سال اب اس نکاح کو عرصہ ۸ سال کا ہو گیا اب دختر کی عمر ۱۳ سال اور لڑکے کی عمر ۱۲ سال ہے مگر اب یہ معلوم ہوا کہ لڑکا لا یعقل محض ہے اس وقت تک نہ تو وہ کچھ زبان سے بولتا ہے اور نہ کچھ سمجھتا ہے اور نہ اسکو کچھ کھانے پینے کا ہوش ہے اسکی والدہ اسکو جبراً کچھ کھلا پلا دیتی ہے بچپن میں لڑکے کے نہ بولنے کا والدین کو کچھ خیال نہ ہوا جوں جوں وہ بڑھتا گیا اسکے نہ بولنے کی حالت دیوانگی معلوم ہوتی گئی۔ لڑکی کی عمر ۱۳ سال ہے وہ ایسے دیوانہ لا یعقل کے ساتھ اپنی عمر کس طرح گزار سکتی ہے؟ ایسی حالت میں مطابق شرع

شریف ان میں تفریق ہو سکتی ہے یا نہیں؟ فریقین کے والدین جنکی ولایت میں عقد ہوا زندہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ بموجب احکام شرع ان میں تفریق ہو جائے اور دختر کا عقد کسی دیگر شخص سے کر دیا جائے۔ امید کہ آنجناب اس معروضہ کے جواب سے جلد ممتاز فرمائیں گے۔ مکرر عرض یہ ہے کہ لڑکے کو نگرانی میں رکھا جاتا ہے اگر اسکو نگرانی میں نہ رکھا جائے تو وہ بھاگتا ہے۔ محمد حسین منیر طلسمی پریس میرٹھ

الجواب :- صورت مسئلہ میں ائمہ حنفیہ میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شوہر کے مجنون ہونیکی صورت میں زوجہ کو حق فسخ نکاح حاصل نہیں۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک حق فسخ حاصل ہے، پس اگر کوئی مسلمان حاکم جس کو ایسے مقدمہ کی سماعت کا اختیار ہو خواہ حکومت انگریزی کا ہو یا ریاست دیسی کا اس نکاح کو امام محمدؒ کے مذہب کی بناء پر فسخ کر دے تو فسخ ہو سکتا ہے اور چونکہ فریقین اس نکاح کے فسخ پر رضامند ہیں اسلئے غالب ہے کہ حکام کو اس کے فسخ کرنے میں تامل بھی نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

حررہ حبیب احمد کیرانوی

مقیم تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

۲۴ محرم ۱۳۵۷ھ

زوجة عنین کا حکم اور اسکی عدت اور مہر کا بیان (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ :-

(۱) زید جو تقریباً ۲۸ سال سے محض عنین یعنی نامرد ہے اور قطعی عورت کے کام کا نہیں ہے اور اکثر معالجات کرنے کے باوجود بایوس العللج ہے وہ اپنی بیوی کو کہ جس کے ساتھ عقد ہوا۔ ۱۵/۱۶ سال ہوئے نفقہ نہیں دیتا اور نہ اپنے پاس رکھتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اس وجہ سے لڑکی کے والدین اسکی بے کسی سے سخت پریشان ہیں اور مسماۃ بھی زید کے نامرد ہونیکے باعث نالاں ہے اور بعد عقد کے اپنی زندگی والدین کے یہاں گزارتی ہے اب اسکے والدین عقد ثانی کرنا چاہتے ہیں اس صورت میں شارع علیہ السلام کا کیا حکم ہے؟ اور جدائی زن و شوہر میں ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مطلقہ عنین کو عدت کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا

مرسلہ مرزا حنیف بیگ قصبہ وڈاک خانہ سیانہ ضلع بلند شہر

الجواب :- صورت مذکورہ میں مسماۃ کو کسی حاکم مسلم کی عدالت میں زوج کے عتبی ہونیکا دعویٰ کر کے فسخ نکاح کی درخواست کرنی چاہئے اور حاکم مسلم کو چاہئے کہ جب عورت ایسا دعویٰ کرے تو وہ زوج سے دریافت کرے کہ نکاح کے بعد سے اب تک تو نے کسی وقت زوجہ سے صحبت کی ہے یا نہیں؟ اگر وہ اقرار کرے کہ میں نے ایک بار بھی اس سے صحبت نہیں کیا وہ دعویٰ کرے کہ میں نے صحبت کی ہے لیکن عورت یہ کہے کہ میں اب تک باکرہ ہوں اور ایک عورت یا دو عورتیں اپنے مشاہدہ سے اسکی تصدیق کر دیں کہ بیشک یہ باکرہ ہے دونوں صورتوں میں حاکم مسلم شوہر کو ایک سال کی مہلت دے کہ اگر ایک سال کے اندر اندر تو نے زوجہ سے صحبت کی تو خیر ورنہ میں نکاح فسخ کر دوں گا پھر اگر مہلت دینے کے بعد بھی اُس نے سال بھر میں صحبت نہ کی تو حاکم عورت کو اختیار دیدے کہ چاہے تو شوہر کے پاس رہنا منظور کرے یا علیحدہ ہونا منظور کرے تجھے اختیار ہے حاکم کے اختیار دیدینے کے بعد جب عورت یہ کہدے کہ میں اس سے علیحدہ ہونا اختیار کرتی ہوں تو عورت کے یہ کہدینے سے طلاق بائن پڑ جائیگی اور بہتر یہ ہے کہ حاکم بھی اپنی زبان سے یہ کہدے کہ میں نے دونوں میں تفریق کر دی۔

قال فی البدائع :- ص ۳۲۵ ج ۲ - وان اختلفت الفرقة فرق القاضي بينهما كذا ذكره الكرخي ولو يذکر الخلاف و ظاهر هذا الكلام يقتضي انه لا تقع الفرقة بنفس الاختيار و ذكر القاضي في شرحه مختصر الطحاوي انه تقع الفرقة بنفس الاختيار في ظاهر الرواية ولا يحتاج الى القضاء بخيار المعتقة وخيار المخيرة اه قلت :- واخترت هذه الرواية لكونها اوفق بالناس (۲) اگر عنین زوجہ کے ساتھ خالی جگہ (مکان) میں یکجا بھی نہیں ہوا اور خلوت صحیحہ کے شرائط نہیں پائے گئے ہیں تب تو عورت کو عدت نہ کرنی پڑیگی اور اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو اس پر عدت لازم ہوگی عدت کے بعد وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے

فی البدائع :- ولها المهر كاملاً وعليها العدة بالاجماع ان كان الزوج قد خلا بها وان كان لم يخل بها فلا عدة عليها ولها نصف المهر ان كان مسقياً اه (ص ۳۲۶ ج ۲) اور عورت کو دونوں صورت میں ہر بھی ملیگا خلوت ہو چکنے کی صورت میں پورا

پڑھ اور خلوت نہ ہونے کی صورت میں آدھا ملیگا۔ واللہ اعلم
(تنبیہ) حاکم مسلم اگر عدالت انگریزی کا ہو وہ بھی کافی ہے بشرطیکہ حکومت
کی طرف سے اس کو اس مقدمہ میں شرعی فیصلہ کرنے کا اختیار دیدیا گیا ہو اور اگر پہلے سے
اختیار نہ دیا گیا ہو تو درخواست دیکر اس کو اختیار حاصل کر لینا چاہیے یا گورنمنٹ
اس مقدمہ کو کسی عالم کے پاس بھیج دے اور اس کو حکم شرعی کے مطابق فیصلہ کا اختیار دیدے
یا مسماۃ کسی اسلامی ریاست کے قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کرے سب صورتوں میں یہ
نکاح فسخ ہو سکتا ہے فقط

ظفر احمد عفا اللہ عنہ۔ ۲۱۔ صفر ۱۳۸۵ھ

مفقود البحر پر موت کا حکم کرنے کیلئے (سوال) حضرت اقدس مدظلہ تعالیٰ۔ بعد آداب تسلیمات
قضاء قاضی شرط ہے کے گزارش ہے ایک استفتاء بری سال سے بندہ کے پاس
آیا ہے۔ صورت واقعہ یہ ہے کہ ۶ آدمی بولبشر دریا کے کنارہ ایک جنگل میں جوانلوگوں
کے مکان سے قریب ہے اور لب دریا ہے بڑی بڑی لکڑیاں جنگل سے کاٹ کر اور ان کو رسیاں
اور درختوں کے میل سے باندھ کر اور اس کے ساتھ ایک کشتی کو رسیوں سے باندھ کر یہ لوگ
اپنے مکان کی طرف لکڑیوں کو لانے لگے یہ دریا بہت عظیم الشان اور موآج ہے اور خلیج
بنگال میں جاگرا ہے طغیانی کے وقت سات آٹھ میل سے بھی زیادہ چوڑا ہو جاتا ہے جب
وہ لوگ مکان کی طرف آرہے تھے قضا کا طوفان اٹھا کشتی میں سے ہوانے ایک چٹائی
اڑا کر دور پھینک دی۔ کشتی پر دو آدمی تھے وہ دونوں کشتی کو لکڑیوں کے مجموعہ سے
الگ کر کے چٹائی لینے کیلئے گئے اور چار آدمی لکڑیوں پر رہے اتنے زور سے طوفان ہونے
لگا کہ کشتی اور لکڑی پھر یکجا نہ ہو سکی اور لکڑی والے الگ بے قابو اور کشتی والے الگ
بے قابو۔ جو ملاح اور کشتیوں میں تھے جو ماہی گیروں کی کشتی کہلاتی ہے اور وہ بزعم ملاحان
کم ڈوبتی ہیں وہ بھی ان لکڑیوں کو تھام نہ سکے اور آٹھ دس بجے رات تک مختلف جگہوں کے
ماہی گیروں نے ان چاروں کی آوازیں سنیں مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی روکنے کی اور جب آخر رات
تک طوفان تھا اور روز روشن ہوا تو وہ دونوں کشتی والے کہاں کہاں سے مارے مارے
پھیر کر گھر واپس آئے لیکن وہ چاروں بے سراغ ہو گئے اور لکڑیوں کا بھی پتہ نہیں ماہی گیر
لوگ کہتے ہیں کہ وہ لکڑیاں زور سے سمندر کی طرف جا رہی تھیں اس واقعہ کو تیرہ مہینہ

گذرا لیکن اول چاروں کا اب تک پتہ نہیں ان چاروں کی بیویاں جوان جوان موجود ہیں تو
ان کا کیا حکم ہے؟۔ درمختار ج ۳ میں ہے: «اختار الزیلعی تفویضہ الی
الامام۔ وفي الشامیة:۔ علی هذا القول وقال الزیلعی لانه یختلف باختلاف
البلاد وكذا غلبة الظن تختلف باختلاف الاشخاص فان الملك العظیم
اذا انقطع خبره يغلب علی الظن فی ادنی مدة انه قد مات ومقتضاه انه
یحتمل و یحکم القرائن الظاہرة الدالة علی موته و علی هذا یتنبی ما فی
جامع الفتاوی حیث قال و اذا فقد فی المہلکة فموتہ غالب فی حکم بہ کما
فقد فی وقت الملاقات مع العدو او مع قطاع الطريق او سافر علی المرض
الغالب ہلاکہ او کان سفراً فی البحر وما شہد ذالک حکم بموتہ لانه
الغالب فی هذه الحالات و ان کان بین احتمالین و احتمال موتہ ناش عن دلیل
لا احتمال حیوۃ الخ۔ بموجب اس روایت کے اس حادثہ خاص میں گمان موت کا غالب
ہے مہلکہ ہے، چاروں کا ایک ساتھ گم ہونا، مکان کے قریب گم ہونا، کشتی والوں کا لوٹنا
اور ان کا نہ لوٹنا۔ بنگال کا دریا پر خطر اور عظیم الشان ہونا بنگال میں ایسے واقعات کا
ان دریاؤں میں ہوتے رہنا۔ سمندر کے دہانہ سے قریب ہونا۔ اور حسب تصریح صاحب
جامع الفتاوی بحر کا واقعہ ہونا حضرت اقدس کی کیا رائے ہے اور قاضی تو یہ نہیں پس
مولویان انکے قائم مقام سمجھے جائیں گے؟ اسکے سوا کیا چارہ پس حضرت والا کی رائے بھی
موافق روایت مذکورہ ہو تو ابھی حکم موت کیا جائے یا چار سال بعد حسب روایت
امام مالک؟ مگر مشکل یہ ہے کہ مدونہ میں قضائے قاضی شرط لکھی ہے بہر حال حضور
کے ارشاد کا انتظار ہے۔ اگر میرا خیال غلط ہے تو تنبیہ فرمایا جائے۔

الجواب :- اس مسئلہ میں بحر قضاء حاکم مسلم کوئی چارہ نہیں اگر کوئی حاکم مسلم
انگریزی حکومت ہی کی طرف سے ہو اور اس مقدمہ کا فیصلہ کرے بشرطیکہ اس کو اختیار
بھی اس مقدمہ کے پورے حاصل ہوں اور حکم بالموت کر دے تو اسی وقت وہ عورتیں نکاح
سے خارج ہو کر بعد عدت موت نکاح ثانی کر سکتی ہیں مولویوں کا فیصلہ حکم کا فیصلہ
ہوگا۔ اور حکم کی ولایت غائب پر نہیں ہوتی لہذا وہ حکم موت علی الغائب کا اختیار نہیں
رکھتا۔ واللہ اعلم۔ ظفر احمد عفا اللہ عنہ

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع اس مفقود الخیر کی موت کیلئے قضاء قاضی شرط ہے مسئلہ میں کہ چھ شخص مفلس دریا کے کنارے کے جنگل سے

لکڑی چن کر چار تو دے اس دریا کے پانی پر جمع کر کے سخت باندھی قضا را اندھیری رات کو سخت طوفان ہوا تند ہوا چلنے لگی ان میں سے دو شخص جو اپنے ساتھ کے توشہ لدا ہوا کشتی پر سوار تھے ہوا اور پانی کے سیلاب نے انکو تو دے سے جدا کر کے سمندر کے کنارے پر ڈال دیا یہ دونوں مع کشتی سلامت گھر واپس آئے باقی چار شخص جو تو دے پر رہ گئے تھے طوفان اور طغیانی بیکانی نے چاروں تو دوں کو سمندر میں کہاں کہاں بہا لیگیا معلوم نہیں۔ واللہ علیم و بکل شیئی خبیر، اب ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا ہے کہ باوجود بہت تفتیش و تلاش کے اس مہلکے میں گرنے والوں کی کوئی خبر نہیں ملی اب ان چار شخص مہلکے میں گرا ہوا ہیزم کش مفلسوں کیلئے شرعاً حکم مردہ کا ہو گا یا زندہ کا اور انکی بیویوں کو نکاح ثانی کی اجازت شریعت دیتی ہے یا نہیں؟ اور حضرات علماء کی خدمت میں یہ بھی قابل غور ہے کہ ایسی حالت پر سمندر کے مہلکے میں گرا ہوا کوئی کبھی زندہ رہ سکتا نہیں۔

الجواب :- الحمد للہ والصلوة والسلام علی نبیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ ہاں ایسے خوفناک مہلکے میں گرا ہو تو انکے لئے شرعاً البتہ موت کا حکم ہے جیسا کہ فقہان بیان کیا اسکو علامہ ابن عابدین اور حاشیہ در المختار میں بیان مفقود کے تحت جامع الفتاویٰ سے نقل کیا ہے۔ واذ افقد فی المہلکۃ فموتہ غالب فی حکم بہ کما اذ افقد فی وقت الملاقاة مع العدو او مع قطاع الطريق او سافر علوی المرضی الغالب ہلاکہ او کان سفرہ فی البحر وما اشبه ذالک حکم بموتہ لانہ الغالب فی ہذہ الحالات وان کان بین احتمالین و احتمال موتہ ناش عن دلیل لا احتمال حیاتیہ لان ہذا الاحتمال کا احتمال ما اذ ابلغ المفقود مقدار ما لا يعيش علی حسب ما اختلفوا فی مقدارہ نقل عن الغنیۃ۔

محضی و محتجب نہیں ہے کہ اشخاص مذکورین سوال کی موت پر بڑی دلیل ہے طوفان کے وقت سمندر میں تو دے ہیزم کے ساتھ بے توشہ بھجانا اور مفلس شخصوں کا حالت حیات میں برس روز تک اپنے اہل و عیال سے منقطع الخیر رہنا مستبعد ہے پس

جب اشخاص مذکورین سوال کیلئے شرعاً حکم موت ہے تو البتہ انکی ازواج کیلئے بھی شرعاً تزویج ثانی کی تجویز ہے اور یہ حکم کوئی بادشاہ یا امیر کیلئے خاص نہیں بلکہ قرائن اور اجتہاد اسمیں اصل چیز ہے

کما فی الشامی :- و مقتضاه انہ یجتہد و یحکم بالقرائن الظاہرة الدالۃ علی موته اھذا ما تیسر من الجواب مختصراً فمن شاء الاستقصاء فلیراجع الی کتب الفقہ - الکاتب الحقیق الفقیر المذنب الراجی الی رحمة ربہ الباری ابو سعید محمد عبد الغفور سلمہ الشکور :- (الکلام علی الجواب المذکور)

بحیب سلمہ نے شامی کی جس عبارت کا حوالہ اپنے جواب میں دیا ہے اس سے صراحت یہ امر واضح ہے کہ صورت مسئلہ میں حکم بالموت قاضی یا امام کر سکتا ہے بدون قضاء کے حکم بالموت نہیں ہو سکتا۔ در مختار میں ہے۔

واختار الزیلعی تفویضہ للامام اھ۔ علامہ شامی اس قول کے تحت فرماتے ہیں۔ (قوله و اختار الزیلعی تفویضہ للامام) قال فی الفتح فای وقت رای المصلحة حکم بموتہ قال فی النہر: وفي البینا بیع: قیل: یفوض الی رای القاضی ولا تقدیر فیہ فی ظاہر الروایۃ، وفي القنیۃ: جعل ہذا روایۃ عن الامام اھ۔ قلت: والظاهر ان ہذا غیر خارج عن ظاہر الروایۃ ایضاً بل هو اقرب الیہ من القول بالتقدیر لانہ فسرہ فی شرح الوہابیۃ بان ینظر ویجتہد ویفعل ما یغلب علی ظنہ فلا یقول بالتقدیر لانہ لم یرد بہ الشرع بل ینظر فی الاقران وفي الزمان والمکان ویجتہد ثم نقل عن مغنی الحنا بلۃ حکایۃ عن الشافعی ومحمد و انہ المشہور عن مالک و ابی حنیفۃ و ابی یوسف وقال الزیلعی لانہ یختلف باختلاف البلاد و کذا غلبۃ الظن تختلف باختلاف الاشخاص فان الملک العظیم اذا قطع خبرہ یغلب علی الظن فی ادنی مدۃ انہ قد مات اھ اس عبارت کا حاصل صرف یہ ہے کہ حکم بموت المفقود کیلئے تقدیر مدت

کی ضرورت نہیں بلکہ یہ امر مفوض الی رای القاضی والا امام ہے قاضی اور امام کو نظر و اجتہاد سے جس وقت موت مفقود کا غالبہ ظن ہو جائے حکم بالموت کر دے اس کے بعد شامی میں وہ عبارت ہے جو مجیب سلمہ نے نقل کی ہے جس میں یجتہد و یحصو القرائن الظاہرة الخ اور فی حکم بموتہ کی ضمیریں سب امام و قاضی کی طرف راجع ہیں۔ یعنی قاضی کو اجتہاد سے کام لینا چاہیے اور قرائن ظاہرہ کو حکم بنا نا چاہیے اور اسی پر جامع فتاویٰ کی عبارت کو مبنی کیا ہے کہ جب مفقود مہلکہ میں گم ہو جائے تو اس کی موت کا حکم لگایا جائے یعنی قاضی و امام کو حکم لگا دینا چاہیے اس عبارت سے یہ کیسی طرح مفہوم نہیں ہوتا کہ محض مفتی کا حکم بالموت کافی ہے اور قضاء کی ضرورت نہیں علامہ شامی نے اس عبارت کے خاتمہ پر لکھا ہے فلذا قلنا ان هذا مبني على ما قال له الزيلعي تامل اھ (ص ۵۱۱ و ۵۱۲) اور امام زیلعی کا قول اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ انکے نزدیک تفویض الی رای الامام مختار ہے اور شامی ص ۵۱۲ ج ۳ میں ہے۔ قلت لكن المبدأ در من العبارة ان المنصوص عليه في المذهب الثاني ثمرات عبارة الواقعات عن القنية ان هذا ای ماروی عن ابی حنیفة من تفویض موتہ الی رای القاضی نص علی انه انما یحکم بموتہ بقضاء الخ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بصورت فقد فی المہلکة قضاء قاضی یا حکم امام ضروری ہے اس کے بغیر حکم بالموت نہیں ہو سکتا پس مجیب سلمہ کا یہ کہنا کہ یہ حکم بادشاہ یا امیر کیلئے خاص نہیں کیسی طرح صحیح نہیں واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

۲۰ جمادی الاولی ۱۳۵۶ھ

شہر عین کا حکم | (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین و حامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا لڑکا اور عمرو کی لڑکی کے درمیان قبل بلوغت شادی ہوئی اب زوجین سن بلوغ کو پہنچ گئے جسکو عرصہ چھ برس کا ہوا مگر ان دونوں میں کوئی سروکار نہیں ہے تحقیقات سے معلوم ہوا کہ لڑکا نامرد ہے عمر و ایسی حالت میں چاہتا ہے کہ دونوں میں علیحدگی ہو جائے مگر زید کا لڑکا بوجہ خفت طلاق دینا نہیں چاہتا ہے ایسی حالت میں

کیا کرنا چاہیے مطابق شرع شریف حکم تحریر فرمایا جائے۔

المسئل۔ عبد العظیم یارچہ فروش شہر آرہ چوگ

الجواب :- صورت مسئلہ میں لڑکی کو چاہئے کہ وہ حکومت میں استغاثہ کرے کہ میرا شوہر نامرد ہے اسلئے میں چاہتی ہوں کہ میرا مقدمہ کسی حاکم مسلم کے سپرد کیا جائے تاکہ وہ شرعی حکم مطابق اس کا فیصلہ کر دے حاکم غیر مسلم کا فیصلہ اس صورت میں معتبر نہیں جب حکومت کی طرف سے کسی حاکم مسلم کے سپرد یہ مقدمہ کر دیا جائے تو عورت اسکے سامنے دعویٰ کرے کہ میرا شوہر نامرد ہے اسلئے میں اس سے علیحدگی چاہتی ہوں حاکم شوہر سے دریافت کرے اگر وہ بھی اپنے نامرد ہونیکا اقرار کرے تو حاکم اسکو پورے ایک سال شمسی کی مہلت دے جس میں عورت و مرد کے ایام مرض محسوب نہ ہونگے نہ وہ ایام محسوب ہونگے جن میں عورت شوہر سے بدون اسکے اذن کے غائب رہے اس سال کے اندر اندر اگر علاج وغیرہ کر کے ایک بار بھی شوہر نے بیوی سے صحبت کر لی تو پھر عورت کو اس دعویٰ جدائی کا حق نہ رہے گا اور اگر سال بھر وہ عورت کے پاس نہ پہنچ سکا اور صحبت نہ کر سکا اور اقرار کر لیا کہ میں نے اس عرصہ میں بیوی سے صحبت نہیں کی تو حاکم مسلم ان دونوں میں تفریق کر دے یعنی یہ کہہ دے کہ میں تم دونوں کا نکاح توڑتا ہوں حاکم کے اس کہنے سے عورت پر طلاق یا ثن واقع ہو جائیگی عدت کے بعد وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر شوہر نے اپنے نامرد ہونیکا اقرار نہ کیا بلکہ دعویٰ کیا کہ میں نے عورت سے وطی کی ہے تو حاکم مسلم معتبر دائیوں سے کہے کہ وہ لڑکی کو دیکھیں اور بتلائیں کہ وہ باکرہ ہے یا شبیبہ اگر وہ کہیں کہ لڑکی شبیبہ ہے تو پھر اس عورت کا دعویٰ جدائی صحیح نہ ہوگا اور اگر وہ باکرہ بتلائیں تو حاکم مسلم عورت کے دعویٰ کو صحیح سمجھ کر شوہر کو ایک سال کی مہلت دیگا جیسا کہ اوپر گذرا اور سال تمام ہو نیكے بعد اگر شوہر و عورت میں اختلاف ہوا عورت نے کہا کہ اس نے مجھ سے وطی نہیں کی اور مرد نے کہا کہ میں نے وطی کی ہے تو حاکم اس وقت بھی دائیوں سے کہیگا کہ وہ عورت کو دیکھیں اور دیکھ کر بتلائیں اگر وہ کہیں کہ یہ شبیبہ ہے تو عورت کا دعویٰ جدائی صحیح نہ ہوگا اور اگر باکرہ بتلائیں تو حاکم مسلم عورت سے قسم لیکر ان دونوں میں تفریق کر دے تفریق کرنے سے عورت پر طلاق واقع ہو جائیگی اور عدت کے بعد دوسرے شخص سے وہ نکاح کر سکیگی

قال في الفتاوى الحامدية :- لا يفرق بينهما بمجرد دعواها انه
عنين عالم يثبت عنده باقراره او بقول النساء انها بكر فيو جل من وقت
المرافعة سنة كاملة ولا يحسب منها ايام مرضه ولا مرضها ولا ايام غيبته
عنه ولو لحجما او هرو بهامنه فان وطى والا بانت بالتفريق ان طلبت
وتاجيل العنين لا يكون الا عند قاضي مصر او مدينة كما افتي بذلك
الخير الرملي ١٧٢٥ (ص ٣٣ ج ١) والله اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد ٢٠ رجب ١٢٨٥ھ

زوجہ مجنون کا حکم (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ
آمنہ بنت حاجی عبدالغنی صاحب کا شوہر مستی اسماعیل عرصہ چار پانچ سال سے بالکل
دیوانہ ہو گیا ہے بہت علاج معالجہ کرایا۔ لیکن اچھا نہیں ہوا اور نہ آئندہ امید مسماۃ
مذکورہ بالکل جو ان ہے کیا ایسی صورت میں مسماۃ نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟ بحوالہ
کتب تحریر فرمائیں بیسوا توجروا۔

الراقم حاجی عبدالغنی صاحب از دیوال بند کا ٹھیا واڑ

الجواب :- صورت مسئلہ میں مسماۃ مذکورہ کے نکاح ثانی کی صرف ایک صورت ہے
کہ کوئی مسلمان حاکم جو اس قسم کے مسائل کے فیصلہ کا اختیار حکومت کی طرف سے رکھتا ہو
اپنے اختیار حاکمانہ سے تفریق کر دے بعد تفریق حاکم مسماۃ عدت تین حیض پوری کر کے
نکاح کر سکتی ہے اسکے بغیر کوئی صورت نکاح ثانی کی نہیں اور حاکم مسلم اس صورت میں
ایک سال کی مہلت دینے کے بعد تفریق کر سکتا ہے اسکے بغیر نہیں۔

وفي العالمين :- قال محمدان كان الجنون حاداً يؤجله سنة كالعنة
لترخيص المرأة بعد الحول اذا لم يبرأ وان كان مطلقاً فهو كالجباء نأخذ كذا
في الحاوي القدسي ١٥٤ (ص ١٥٤ ج ٢) والله اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه

المقيم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ٢٤ صفر ١٢٨٥ھ
زوجہ مفقود کے نکاح ثانی کی (سوال) ایک شخص اپنی بیوی کو گھر میں چھوڑ
ایک صورت کا حکم کہ سفر میں چلا گیا تھا۔ برس دو برس کے بعد لگاتار دو تین

خبر اسکی موت کی آئی۔ پس اس کا ایک حقیقی بھائی تھا اس نے تیسری خبر کے بعد اس عورت کے ساتھ
بعد القسائے عدت موت نکاح کر لیا۔ پھر دو ایک برس کے بعد اس کا بھائی سفر سے بیماری
کی حالت میں گھر آیا اور اپنی عورت کو اپنے پاس لے گیا مگر بسبب مرض کے اس سے ہم بستری
نہ ہو سکا دو تین مہینہ کے بعد اسی بیماری میں اسکی موت واقع ہوئی اب اس صورت میں حکم
شرعی کیا ہے؟ اس عورت کو نکاح ثانی جو زوج اول کا بھائی ہے بغیر نکاح کے اپنے پاس
رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- صورت مسئلہ میں اگر مفقود کے بھائی نے نکاح اس وقت کیا ہے جبکہ
متواتر خبر موت سے اسکو ظن غالب موت کا ہو گیا تھا تو اس صورت میں اسکو زوجہ مفقود سے
نکاح کرنے میں گناہ نہیں ہوا اور اگر ان خبروں پر اسکو وثوق نہ تھا تو گناہ ہوا۔ بہر حال جب
شوہر اول زندہ واپس آ گیا تو معلوم ہوا کہ نکاح ثانی صحیح واقع نہ ہوا تھا لہذا اب شوہر اول
کی موت کے بعد شوہر ثانی اس عورت سے بعد عدت نکاح کر سکتا ہے بدون تجرید نکاح کے اسکو
نہیں لے جا سکتا اور اس وقت عورت کو پورا اختیار ہے کہ خواہ وہ شوہر ثانی سے نکاح کرے یا اسکے
علاوہ کسی اور سے نکاح کرے شوہر ثانی نکاح ثانی کی وجہ سے اسکو اپنے ساتھ نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا
کیونکہ علم حیات مفقود سے وہ نکاح باطل و لغو ہو گیا وطی بالشبہ سے زیادہ اسکی کوئی حیثیت
نہیں۔

في الهندية :- غاب من زوجته البكر سنتين فتنزوت وجاءت باولاد او
نعم اليها زوجها فتنزوت بآخر فولدت فالولد عند الامام للاول نفاه او
ادعاه او ادعاه الثاني او نفاه لاقول من ستة اشهر واكثر من سنتين وللزوج
الثاني ان يدفع الزكاة اليهم وتقبل شهادتهم له في الوجين للكردرى و
روى عبد الكريم الجرجاني عن ابى حنيفة ان الاولاد للزوج الثاني
راجع الى هذا القول وعليه الفتوى كذا في التجنيس ١٥٤ (ص ٣٠ ج ٢)
تعلم بطلاق النكاح الثاني بعلم حياة الاول رأيي واما الاختلاف في حكم
الاولاد ودجوعه الى انها للثاني فليجعل وطى الثاني وطى بشبهة هذا والله اعلم
حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ٢٩ صفر ١٢٨٥ھ

زوجہ مفقود کے نکاح ثانی اور (سوال) عمر کو عرصہ تین چار سال کا ہوا کہ لاپتہ ہے اب عمر کی منکوحہ خالہ کے بسر اوقات کیلئے کوئی وسیلہ نہ رہا اسلئے خالہ نے زید سے نکاح کر لیا کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ بعد ازیں دو ایک بچہ بھی زید کے یہاں بعد نکاح کے پیدا ہوئے اس قدر مدت گزرنے کے بعد عمر کو بھی پیدا آیا اس صورت میں عورت و بچہ کس کو ملیں گے انکے لئے نکاح اول کافی ہے یا کہ نکاح ثانی کی ضرورت ہے؟

الجواب :- عمر کا نکاح باقی ہے اور عورت اسی کی ہے دوبارہ نکاح کر نیکی ضرورت نہیں اور زید کا نکاح صحیح نہیں ہوا لیکن اولاد زید ہی کی ہے
کما فی الد والمختار :- (غاب عن امرأته فتنز وجت بآخر وولدت اولاداً) شرعاً الزوج الاول (فالاولاد للثانی علی المذهب) الذی رجع الیہ الامام وعلیہ الفتوی کما فی الخانیة والجوهرة والکافی وغیرہا وقال الشامی تحت قوله (حکم اربعة اقوال) لان الولد للفرأش الحقیقی وان کان فاسداً (الی ان قال) : وانما وضع المسئلة فی الولد اذ المرأة ترد الی الاول اجماعاً اھ (ص ۱۰۳۸ - ج ۲)۔

وفي العالمگیریة :- (ص ۴۰ - ج ۲) غاب عن زوجته البکر سنتین فتنزجت وجادت بالاولاد (الی ان قال) وروی عبد الکریم الجرجانی عن ابی حنیفة ان الاولاد للزوج الثانی ورجع الی هذا القول وعلیہ الفتوی کذا فی التجنیس (الی ان قال) ولو کان الاول حاضراً . والمسئلة بحالها فالولد للام ولد کذا فی الوجیز للکروزی — قلت :- فاما قال الشامی تحت قول الدر (فلا عدة فی باطل) اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیہ لا یوجب العدة ان علوا انها للغیر الی یحمل علی العلمو البیضی وهو منتف فی زوجة الغائب (المفقود) واللہ اعلم

اور عورت پر عدت بھی واجب ہے یعنی زوج ثانی (زید) سے علیحدگی کے بعد عدت گزرنے تک عمر کو صحبت وغیرہ جائز نہیں

وان فرق بعد الدخول کان علیہا الاعتداد من وقت الفرقة

لامن وقت الوطنی وکذا لو كانت الفرقة بغیر قضاء (قاضی خان ص ۲۶۹ ج ۲) الجواب صحیح

ظفر احمد عفا عنہ

۵ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ

عبد الکریم عفی عنہ
۵ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ
(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ

ہندہ کا عقد نکاح دس سال کی عمر میں زید سے ہو گیا اور زید نکاح سے تقریباً عرصہ ایک سال کے بعد دیوانہ ہو گیا اور اب تک اسکی حالت بدستور خراب ہے اور بظاہر کوئی امید تندرست ہونکی نہیں ہے نکاح کو ہوئے تقریباً عرصہ دس سال کا ہو گیا لڑکی کی عمر بیس سال ہے دوران شادی لڑکی صرف دس پانچ روز کیلئے شوہر کے مکان پر گئی تھی۔ باقی اس وقت اپنے والدین کے پاس ہے اور اس کے والدین بھی خورد و نوش وغیرہ کے کفیل ہیں اب ایسی صورت میں مسماۃ کا نکاح دوسری جگہ کر دیا جائے یا نہیں؟ بعض علماء سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ایسے نکاح کو حاکم شرع سے فسخ کر اگر دوسری جگہ نکاح کر سکتا ہے مگر یہاں کوئی حاکم شرع یا عدالت شرعی ایسی نہیں ہے جو فیصلہ مطابق شریعت کر سکے اگر کسی اسلامی ریاست کے قاضی شرع سے نکاح فسخ کر دیا جائے تو نکاح فسخ ہو جائیگا۔ اسمیں کیا ہونا چاہئے۔ فقط عبد الشکور پٹواری بلسند شہر بالائے کوت کمال منہاراں

تنقیح :- جنون زید کے بعد ہندہ نے نکاح زید میں رہنے پر رضامندی ظاہر کی تھی یا نہیں؟ اور انہما رضامندی کے وقت ہندہ بالغ تھی یا نابالغ؟ مفصل لکھا جائے کہ ہندہ نے بعد جنون زید کیا کیا؟

جواب تنقیح :- ہندہ بوقت جنون زید نابالغ تھی اور جب بالغ ہوئی تو زید کے نکاح میں رہنے پر رضامندی ظاہر نہیں کی بلکہ اپنا عقد ثانی کرنا چاہتی ہے۔

الجواب :- اگر کسی اسلامی ریاست میں ہندہ اور شوہر مجنون مع اسکے ولی کے پہونچ جائیں اور ہندہ فسخ نکاح کا مطالبہ کرے اور قاضی فریقین کے سامنے عقد نکاح کو فسخ کر دے تو فسخ ہو جائیگا۔ بشرطیکہ تا جیل عین کے موافق ایک سال کی مہلت دینے کے بعد فسخ کرے۔

کما صرح فی العالمگیریة :- (باقی صرف ایک فریق کے جانے سے کچھ نہ ہوگا)

لان قضاء القاضی لا ینفذ فیما لیس فی ولا یتنه و اذا تحاکما و نزلنا فی الخصال
کلاهما فقد دخلا فی ولا یتنه - واللہ اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۵ شعبان ۱۲۴۲ھ

(سوال) حامداً ومصلياً مسلماً ما قولکم رحمکم

اللہ تعالیٰ :- جس عورت کا شوہر غائب ہو

اور نفقہ نہ بھیجتا ہو اس کا نکاح
فتح کرنا اور اس کے لئے عوام کی
طرف سے قاضی مقرر کرنا۔

شراب خوری مبتلا شدہ رخت اقامت می اندازند۔ برائے زوجہ ہائے آنان بوجہ خوراک و
پوشاک چیزے نمی فرسند و نہ رجعت بسوئے خانه ہائے می سازند و نہ طلاق می دهند و بعض
در دیار خود سکونت ورزیده باز دواج زنی دیگر اوقات می گذارند و زن اول را نہ در خانه
دارے خود می آرند و نہ از زوجیت خود جدا می سازند پس بانہائے ایشان بکھت عدم حصول
نفقہ و سکنی و البسہ یک قلم عاجزہ و مجورہ گشتہ اکثر بفعل شنیع مثل زنا کاری و پردہ دری
مبتلا می شوند و بعضے بامرد دیگر از خانه خود با بیرون شدہ بجرایم علانیہ گرفتاری گشتند
پس اندرین صورت ہائے مذکورہ خاتون ہا بیچارہ ان را هیچ صورت مہینت ہست یا نہ؟
و بوقت ضرورت شدیدہ بمذہب و مسلک امام دیگر عمل کردند جائز ہست یا نہ؟ و درین
ریاست و حکومت نصاری کہ قاضی شرعی مفقود ہست علماء محلہ را باتفاق ساکنان محلہ و
باشندگان قریہ حسب قول فقہاء و بیکون القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین
مقرر کردہ تفریق بین ایشان میتوان کرد یا نہ؟ ببینوا و تجروا -

الحواب هو الموافق بالحق والصواب

در صورت مسئلہ تفریق بین زوجین نزد امام ما جائز نیست کیف ما کان -
کما فی الدر المختار :- ولا یفرق بینہما بعجزہ عنہا بانواع الثلاثہ
الح اما اجماع شافعی و قتیقہ زوج معسر و فلس باشد یا غائب گردد و تفریق جائز
داشته اند۔ کما فی فیہا ایضاً : وجوزہ الشافعی باعسار الزوج و بتضررها

عہ کذا فی رد المحتار ج ۱ - تحت قول الدر باب الجمعہ و نصب العامة الخطیب - عبدالکرم

بغیبتہ و لو قضی بہ حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیاً فقضی بہ نفذ
اذا لم یزلش الامر و المامور بحر - و فی رد المحتار :- تحت قول الدر
المختار :- نعم لو امر شافعیاً ثم اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ینصب
القاضی الحنفی نائباً من مذہبہ للتفریق بینہما اذا کان الزوج حاضراً -
و ابی عن الطلاق لان دفع الحاجة الدائمة لا یتیسر بالاستدانة
اذا الظاهر انها لا تجدد من یقرضها و غنی الزوج ما لا امر متوقف ہم و
التفریق ضروری اذا طلبتہ و ان کان غائباً لا یفرق لان عجزہ غیر معلوم
حال غیبتہ ثم بعد نقل اختلاف الفقہاء ذکر و الحاصل ان التفریق
بالعجز عن النفقة جائز عند الشافعی حال حضرة الزوج و کذا حال
غیبتہ مطلقاً الی قوله و ذکر فی الفتح انه یمکن الفسخ بغير طریق
اثبات عجزہ بل بمعنی نقده و هو ان تتعذر النفقة علیہا - و فی شرح
الوقایة اما عند الشافعی فالقاضی یفرق بینہما لانه لما عجز عن الامساك
بالمعروف ینوب القاضی منابہ فی التصریح بالاحسان و اصحابنا لما شاهدوا
الضرورة فی التفریق لان دفع الحاجة الدائمة لا یتیسر بالاستدانة
و الظاهر انها لا تجدد من یقرضها و غنی الزوج فی المال امر متوقف ہم
استحسنوا ان ینصب القاضی نائباً شافعیاً المذہب یفرق بینہما انتہی -
و بوقت ضرورت شدیدہ بر مذہب امام دیگر حنفی را عمل کردن جائز و درست است
کما یفہم من رد المحتار حاشیۃ الدر المختار : و ذکر ابن وہبان فی منظومہ
انہ لو افتنی بقول مالک فی الضرورة یجوز و اعترضہ شارحہ ابن
الشیخ بانه لا ضرورة للحنفی الی ذالک و قال الشارح فی الدر المنقہ هذا
لیس باو الی لقول القہستانی لو افتنی بہ فی موضع الضرورة لا بأس بہ
علی ما اظن انتہی ملخصاً واللہ اعلم و ہکذا فی النظم فلو افتنی بہ
فی موضع الضرورة ینبغی لا بأس بہ علی ما اظن انتہی - و بناء بر قول
فقہاء - و یصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین کما فی رد المحتار : اگر
مسلمانان اتفاق شدہ عالمی متدین را قاضی مقرر سازند و فلو سے بوجہ ثبوت نہ گیرد

وخالصةً بالله تفرق کرده دھندامید عند اللہ ماجور شوند۔ واللہ اعلم بالصواب و
عندہ ام الکتاب۔ محمد عبد الحکیم غفرلہ الکریم۔

لیس للاحناف ان یفتوا بخلاف مذهب امامہم ولكن لما كانت الضرورة
داعية الخرافة الحاجة الدائمة كما حرره المجيب فينبغي للحنفي ان يفتي
للتفريق بينهما دفعاً للضرورة الشديدة۔ كتيبہ العبد الضعیف الراعی
الحی رحمۃ ربہ الودود ابوالمحمود و محمد عبد المعبود نکا نوی الحنفی۔
لیس للمقلد ان یفتی بخیر قول امامہ وعند الضیورة ینبغی ان ینصب
قاضیاً فی مذهبہ صورة واقعة فیقضى بما هو واقع له وفيما لم يوجد
قاض على الوصف المذكور والضرورة داعية فللحنفي ان يفتي بقول
غير امامه دفعاً للحاجة: بندہ محمد ناظر غفرلہ

ان مست الحاجة كما حرر المفتي جداً فالحكم لغير المذهب لرفع
الضرورة ودفع الفتنة هو عين اتباع المذهب كما لا يخفى على ارباب
الدراية والله اعلم۔ عزیز الرحمن عفی عنہ ازدار العلوم دیوبند۔

التنقيد على الجواب

في رد المحتار بعد قوله وان كان غائباً لا يفرق لان عجزه غير معلوم
حال غيبته المذكورة في الجواب وان قضى بالتفريق لا ينفذ قضاءه لانه
ليس في مجتهد فيه لان العجز لم يثبت اه ونقل في البحر اختلاف
الشافعي وان الصحيح كما في الذخيرة عدم النفاذ لظهور مجاز في الشهود
كما في العمادية والفتح وذكر في قضاء الاشباه في السائل التي لا ينفذ
فيها قضاء القاضي ان منها التفريق للعجز عن الاتفاق غائباً على الصحيح
لاحضراً اه (ص ۱۰۸ ج ۲) پس مجیب نے "ثم بعد نقل اختلاف الفقهاء"
میں ایک مختصر عبارت کے ذکر پر اکتفا کیا اور اس اختلاف فقہاء کو نقل نہ کیا اسمیں سوائے
اس کے کیا مصلحت ہے کہ پوری عبارت نقل کرنے میں اپنے مدعا کے خلاف تصحیح صریح
موجود تھی اسلئے مبہم لکھ دیا تاکہ تصدیق کرنے والوں کو اس تحریر سے اتفاق ہو سکے۔ افسوس!
کہ مجیب کی طرح مصنفین نے بھی اس عبارت متروکہ کی طرف خیال نہ فرمایا اگر اس عبارت کے

ترک سے اختصار مقصود تھا تو بعد نقل اختلاف الفقہاء کے ساتھ واصلیج عدم النفاذ بھی
لکھ دینا لازم تھا غرض یہ ہے کہ زوجہ غائب کی تفریق مذهب صحیح پر کسی طرح نہیں ہو سکتی باقی
حاضر معسر کی زوجہ کے متعلق ضرورت شدید کے وقت قول "نعم لو امرنا فغياً ففرضی
بہ نفذ" صحیح ہے ای بشرائط لیکن اس کے واسطے قاضی کی ضرورت ہے اور قاضی مقام
سوال میں موجود نہیں اس واسطے یہ صورت بھی منظور نہیں اور مجیب نے جو صورت تحریر کی ہے
کہ "بصیر القاضی قاضیاً بنزاضی المسلمین" وہ صحیح نہیں کیونکہ اس جزئیہ کو صورت
مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ قول مذکور جمعہ کے باب میں ہے پوری عبارت شامی باب الجمعہ کی یہ
ہے "فلو الولاية كفاراً يجوز للمسلمين إقامة الجمعة ويصير القاضی قاضیاً
بنزاضی المسلمین" اور دیگر کتب فقہ میں بھی ایسا ہی ہے پس اس "القاضی" میں لام
عہد ہے یعنی قاضی جمعہ۔ اور صورت مسئلہ کو جمعہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ لان الجمعة من
العبادات والتفريق من المعاملات وشتان بينهما۔ بلکہ فیصلہ کنندہ قاضی
ہونے کیلئے حکومت کی طرف سے امر ضروری ہے صرف مسلمانوں کے تقرر و انتخاب سے قاضی
نہیں ہو سکتا

كما في العالمگیرية (ص ۱۶ ج ۲): اذا اجتمع اهل بلدة على رجل و
جعلوه قاضياً یفرضی فیما بینہم ولا یصیر قاضیاً و اذا اجتمعوا على رجل و
عقدوا معه عقد السلطنة او عقد الخلافة یصیر خلیفة و سلطاناً کذا
فی المحيط اه وقال العلامة الشافعی فی کتاب القضاء:۔ تحت قول الدر:
(ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجار) ای الظالم و هذا ظاهر
فی اختصاص تولیة القضاء بالسلطان ونحوه كالخليفة لو اجتمعوا اهل
بلدة على تولیة واحد القضاء لم یصح بخلاف مالو و لو اسطاناً بعد موت
سلطانہم كما فی البزازیة۔ نحر و نعمامہ فیہ۔ اور اسکے بعد گو علامہ موصوف
نے فرمایا ہے۔ قلت:۔ هذا حیث لا ضرورة والا فلهو تولیة القاضی
ایضاً کما یاتی بعدہ لیکن آگے چلکر در مختار میں بھی صرف تقرر والی و امام جمعہ کا ذکر ہے
قاضی کا کوئی ذکر نہیں اور شامی نے بھی تاتارخانیہ و فتح القدیر سے جو عبارات نقل کی ہیں ان
میں بھی براہ راست اہل اسلام کو اس کا اختیار نہیں دیا کہ معاملات کا فیصلہ کرنے والا قاضی

مقرر کر سکتے ہیں بلکہ صرف امام وقاضی جمعہ ہی کا اختیار دیا ہے اور تقرر قاضی کی یہ صورت تجویز فرمائی گئی ہے کہ اول اہل اسلام کسی مسلمان کو والی بنادیں پھر وہ والی کسی کو قاضی کا پھر وہ سپرد کرے۔ عبارات یہ ہیں۔

وفي الدر المختار :- ولو فقه والي لغلبة كفار وجب على المسلمين تعيين والي واعام للجمعة فتح (تاتارخانیہ) الا سلام ليس بشرط فيه اى في السلطان الذي يقلد وبلا د الا سلام التي في ايدى الكفرة لاشك انها بلا د الا سلام لا بلا د دار الحرب لانهم لم يظهر وا فيها حكم الكفر والقضاة مسلمون والملوك الذين يطيعونهم عن ضرورة مسلمون ولو كانت عن غير ضرورة منهم فضايق وكل مصرفيه والي من جهتهم تجوز فيه اقامة الجمع والاعياد واخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج الايام لاستيلاء المسلم عليه واما اطاعة الكفر فذاك مخادعة واما بلا د عليها ولا كفار فيجوز للمسلمين اقامة الجمع والاعياد ويصير القاضى قاضياً بتراضى المسلمين ويجب عليهم ان يلتصوا واليا مسلماً منهم اهـ

وفي الشامية ايضاً :- وعزاه مسكين في شرحه الى الاصل ونحوه في جامع الفصولين (فتح القدیر) واذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقليد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة الآن يجب على المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم يجعلونه والياً فيولى قاضياً او يكون هو الذي يقضى بينهم وكذا ينصبوا اماماً يصلى بهم الجمعة اهـ

کتب مذکورہ کے علاوہ دیگر کتب فقہ میں بھی بہت تلاش کیا گیا مگر امام جمعہ کے سوا براہ راست قاضی کا تقرر مسلمانوں کے سپرد ہونا کسی جگہ نظر سے نہیں گذر سب یہی لکھتے ہیں کہ یا تو غیر مسلم حاکم کی منظوری سے نصب قاضی ہو سکتا ہے یا اول اہل اسلام کسی کو باقاعدہ قیود و شرائط کے ساتھ والی بنادیں پھر اس والی کی طرف سے تقرر ہو سکتا ہے۔ اور راز اس میں

عہ قیود و شرائط بوقت ضرورت کتب فقہ میں ملاحظہ ہوں اس جگہ ایک شرط کا ذکر ضروری ہے وہ یہ کہ امیر والی یا اختیار و صاحب اقتدار ہو۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ کتب مذہب میں امام کیلئے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یہ معلوم ہوتا ہے کہ والی یا اختیار کا تقرر ہونے کے بعد اگر کوئی اختلاف کرے تو وہ جرم بغاوت میں ماخوذ ہو سکتا ہے اور اگر تقرر قاضی من العامہ کے بعد کچھ لوگ اختلاف کر کے دوسرا قاضی مقرر کر لیں یا ویسے ہی اس قاضی کا حکم نہ مانیں تو اس کا کچھ علاج نہیں۔ پس اس سے واضح ہو گیا کہ قاضی کو براہ راست مقرر کیا جائے تو اسکو قوت تنفیذ حاصل نہیں ہو سکتی اور بلا قوت تنفیذ کسی کا نام قاضی رکھ دینا محض بیکار ہے۔ لہذا جواب دہ ولی عبدالمکیم صاحب کا لکھا ہوا صحیح نہیں بلکہ سوال کا صحیح جواب ہے کہ صورت مسئلہ میں سے بعض صورتوں میں بوجہ قاضی نہ ہونے کے تفریق نہیں ہو سکتی اور قاضی خود مسلمان مقرر کریں تو وہ قاضی نہیں ہو سکتا اور بعض صورتوں میں قاضی کو بھی تفریق کا حق حاصل نہیں

(خاتمہ) اس مختصر تحریر سے یہ تو واضح ہو گیا کہ روایات فقہ نصب القاضی من العامہ کی عدم صحت پر متفق ہیں۔ واللہ اعلم و علمہ انعم و حکم

نعم التحقیق وبالقبول حقیق حررہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ خالقہ امدادیہ اشرف علی ۲۶ رمضان ۱۴۲۷ھ تحرانہ بھون ضلع مظفر نگر۔ ۲۲ رمضان ۱۴۲۷ھ

آخر الجواب صحیح

ظفر احمد عفا عنہ

۲۶ رمضان ۱۴۲۷ھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ شرط مصرح ہے چنانچہ شرح عقائد میں ہے "سائنا اى مالکاً للتصرف في امور المسلمين بقوة رأيه ورويته ومعونة بأسه وشوكتهم قادراً بعلمه وعدمه وكفايته وشجاعته على تنفيذ الاحكام وحفظ حدود دار الاسلام وانضاف المظلوم من الظالمين - اور علت اسکی یہ لکھی ہے۔ اذا اخلال بهذه الامور محل الغرض من نصب الامام اور ان غرض کی مذمت لکھی ہے۔ والمسلمون لا بد لهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجميع جيوشهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبين والمتلصصة وقطاع الطريق واقامة الجمع والاعياد وقطع المنازعات الواقعة بين العباد وقبول الشهادات القائمة على الحقوق وتزويج الصغار والصغار الذين لا اولياء لهم وقسمة الغنائم ونحو ذلك من الامور التي لا يتولاها احاد الامة اهـ اور والی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) چودہ سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ زید ملک نیپال میں بکرم قتل عمد ماخوذ ہوا اور اب گذشتہ سال اسکو حبس دوام کی سزا ہو گئی اپیل میں بھی ناکامی ہوئی اور فیصلہ بحال رہا اب تک زید کی بیوی باوجود طرح طرح کی تکلیفوں کے صرف اس امید پر کہ شاید میرا شوہر رہا ہو جائے بیٹھی رہی لیکن اب جبکہ اسکی سزا ہو جائیکے باعث اسکی امید رہائی بالکل منقطع ہو چکی ہے تو زید کی بیوی کا مستقبل نہایت ہی تاریک نظر آتا ہے اور اسکو طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور اسکے میکہ ولہ بھنان و نفقہ کا بار نہیں اٹھا سکتے وہ سخت مصیبت میں ہے بیوی کی عمر ۲۵ سال ہے اس کا شوہر زید جو ریاست نیپال میں حبس دوام کی سزا بھگت رہا ہے نہایت ہی شرم آدمی ہے اور باوجود سخت کوششوں کے بھی وہ طلاق دینے پر کسی طرح رضا مند نہیں ہوتا ، معاملہ چونکہ ایک دیسی ریاست کا ہے وہ بھی نیپال جیسی ریاست جہاں معمولی معمولی باتوں کے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) و امیر بھی انہیں اغراض کے واسطے مقرر کیا جاتا ہے اسواسطے قوت و شوکت امور متعلقہ کی تنفیذ پر شرط ہونا لازم ہے۔ کمالا یحییٰ علی من لہ ادنیٰ نفو۔ اور سخت حیرت ہے کہ بعض لوگ اس شرط اعظم کو اڑاتے ہیں اور اس پر اس سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدا میں شوکت و غلبہ حاصل نہ تھا مالا لکم آپ اول ہی سے امام واجب الطاعت تھے ان حضرات کو اول تو یہ خیال فرمانا چاہئے کہ یہ زمانہ اجتہاد کا نہیں اور تصریحات مذہب کے بعد قیاس کا حق نہیں دوسرے یہ غور کرنا لازم ہے کہ انبیاء کرام مامور من اللہ ہوتے ہیں اور یہ گفتگو ہے منصوب من العباد میں ایک کا دوسرے پر قیاس کرنا کسی طرح درست نہیں علاوہ ازیں ایک امر قابل توجہ یہ بھی ہے کہ اگر نضب امام و والی کیلئے قوت و شوکت شرط نہیں تو کتب فقہ میں ایسے احکام درج کیوں گئے جن میں فقدان امام مفروض ہے بے ملکی نواب کے تقرر کا کیا شکل ہے جس کے نہ ہونے سے طرح طرح کے مشکلات کا سامنا ہو رہا ہے اور علماء و ہندو دیگر ہمالک چین وغیرہ نے اس طرف التفات کیوں نہ کیا ایسا زمانہ تو کوئی آیا نہیں جس میں صرف زبان سے کسی کو امام یا والی و امیر کا خطاب دیدینا غیر ممکن ہو گیا ہو پھر علمائے اسلام بالخصوص مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ وغیرہ سلمہ اکابر کلاس فریضہ مذہبی کو ترک کرنے میں کیونکر معذور ہو سکتے ہیں ایسی کھلی بات میں زیادہ گفتگو کرتے ہوئے شرم آتا ہے اس قدر تحریر کی بھی حاجت نہ تھی مگر ضرورت زمانہ نے مجبور کیا کہ غلط مسائل شائع ہو رہے ہیں اور ان پر بلاسوچے سمجھے دلائل قائم کئے جاتے ہیں اسلئے بقدر ضرورت یہ مضمون حاشیہ پر لکھ دیا ہے۔ فقط والسلام۔

فیصلہ کیلئے ایک طویل زمانہ درکار ہوتا ہے جس کا اندازہ اس مقدمہ سے کیا جاسکتا ہے کہ چودہ سال میں زید کے مقدمہ کا فیصلہ ہوا اسلئے وہاں کے حکام کے ذریعہ سے زید سے جبراً طلاق حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہے اگر ایسی کوشش کی بھی جائے تو نتیجہ پیدا ہونے تک زید کی بیوی کی عمر تباہ ہو جائیگی اسلئے برائے کرم پورے غور و فکر کے بعد فرمائیں کہ آیا صورت مسئولہ مشرحہ میں زید کی بیوی بغیر طلاق کے نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر صورت مذکورہ میں عورت اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے تو اسکی شکل کیا ہوگی؟ جبکہ ہمارے یہاں انگریزی حکومت ہے اور زید ایک دیسی ریاست میں محبوس ہے

(۲) مسلمان کلکٹر ضلع یا مسلمان ڈپٹی کلکٹر قاضی تسلیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟۔

المستفتی۔ شیخ چھیدی عبدالحمید قصبہ لار محلہ دکن

ضلع گورکھپور۔ مرقوم ۳ جولائی ۱۹۲۷ء

الجواب :- یہ شخص مفقود نہیں کیونکہ مفقود وہ ہے جسکی موت و حیات کا علم نہ ہو اور اس شخص کی جگہ بھی معلوم ہے حیات بھی معلوم ہے لہذا یہ مفقود نہیں بلکہ ضارب غیبتہ ہے اور اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک فرقت بین الزوجین نہیں ہو سکتی اور امام مالک کا قول چار سال کی مدت کا مفقود کے بارے میں ہے اور یہ شخص مفقود نہیں پس اس صورت میں امام مالک کے نزدیک بھی وسعت نہیں لہذا زید کی بیوی بدون زید کی طلاق یا موت کے کسی دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔

قال فی الدر :- ولا یفرق بینہما بعجزہ عنہا بانواعها الثلاثہ (ای الماکول والملبوس والمسکن ۱۲-ش) ولا بعدہا ایفا کہ حقیقاً لو غائباً ولو موسراً (قال الشامی المناسب ولو محسراً) وجوزہ الشافعی باعسار الزوج وبتضررہا بغیبتہ ولو قضی بہ حنفی (ای علی الغائب) لو ینفذ لو امر شافعیاً فقضی بہ نفذ (ص ۱۰۹ ج ۲)

وفیہ ایضاً :- فی باب المفقود۔ ہو شرعاً غائب لم یدرأ حی ہو فیتوقع اؤدع اللحد البلقع اھ قال الشامی عن البحر: فالمدار انما هو علی الجہل بحیاتہ وموتہ لا علی الجہل بمکانہ (ص ۵۰۷ ج ۳) اور اس صورت میں عورت کو اور اسکے والدین کو اس مصیبت پر صبر کرنا چاہیئے

جیسا کہ اس صورت میں صبر کرنے جبکہ لڑکی کا کسی جگہ سے پیغام ہی نہ آتا اور نکاح ہی نہ ہوا ہوتا۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۸ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

تفریق زوجہ مفقود کیلئے دارالاسلام میں قضاء قاضی شرط ہے اور یہ کہ چار سال کی مدت انتظار بعد رفع الی الحاکم سے شمار ہوگی، اور دار الحرب میں مالکیہ کا وہی مذہب ہے جو حنفیہ کا ہے۔

عورت بحکم حاکم مسلم زوج کو حکمی موت میں داخل کر کے عدت گزار کر نکاح کر سکتی ہے مگر مدونہ کبریٰ تصنیف امام مالک صلی اللہ علیہ وسلم جلد دوم ص ۹۲ طبع مصری میں ہے کہ وہ چار برس بحکم حاکم گذرنے ضروری ہیں سوائے حکم حاکم کے مرد سنین کا کوئی اعتبار نہیں اگرچہ بیس برس گذر گئے ہوں وہ عبارت یہ ہے "ضرب اجل المفقود، قلت:۔ رأیت امرأة المفقود الطسر لاربعة سنين في قول مالك بغير امر السلطان (قال) قال مالك: لا وان اقامت عشرين سنة ثم رقت امرها الى السلطان نظر فيها وكتب الى موضعه الذي خرج اليه فاذا ببئس منه ضرب لها من تلك الساعة اربع سنين (سحنون) عن ابن وهب عن عبد الجبار بن عمر عن ابن شهاب ان عمر بن الخطاب ضرب للمفقود من يوم جارت امرأته اربع سنين ثم امرها ان تعتد عدة المتوفى عنها زوجها ثم تصنع في نفسها ما شادت اذا انقضت۔ وقال ربيعة بن ابي عبد الرحمن: المفقود الذي لا يبلغه السلطان ولا كتاب سلطان فيه قد اضل اهله وماله في الارض فلا يدري اين هو وقد تلوموا في طلبه والمسئلة عنه فلم يوجد فذاك الذي يضرب الامام فيما بلغنا لامرأته الاجل ثم تعتد بعد هاء عدة الوفاة اه

ذرقانی علی الموطا للامام مالکؒ میں بھی مرد چار سال بامر سلطان کو

ثابت رکھا ہے اور یہی عبارت نقل کی گئی اب عرض یہ ہے کہ ہمارے فقہ حنفی میں مالکی مذہب کی نقل کرنے میں غلطی اور مسامحت کی ہے جیسا کہ صاحب جامع الرموز منتساج مشہور ہے اور غالباً اس مسئلہ میں سب کا پیشوا بھی وہی معلوم ہوتا ہے یا کوئی اور جواب ہو سکتا ہے جس سے کہ ہماری کتب حنفیہ کی نقل درست اور مرد چار برس کا روز فقدان زوج سے مراد ہو بامر سلطان یا نہ۔ بعض فضلاء راہ پیور وغیرہ فرماتے ہیں کہ جامع الرموز کا مطلق چار برس کا کہنا اگرچہ بغیر سلطانی امر کے ہو کتب مالکیہ کے خلاف ہے اور اپنے مذہب پر صاحب مذہب ہی کو پوری اطلاع ہوتی ہے نہ کہ غیر کو جیسا کہ ہدایہ میں نسبت حلیت متعہ بطرف امام مالک صاحب نسبت کرنا مخالف تھا کتب مالکیہ کے لہذا الاحناف نے رد کر دیا۔ بیہوا تو جروا۔

الجواب:- بے شک مذہب مالک کی نقل وہی معتبر ہے جو کتب مالکیہ میں موجود ہے مدونہ کی عبارت جیسا کہ سوال میں مذکور ہے اور میں نے خود بھی اسکو مدونہ میں دیکھا ہے اس امر میں صریح ہے کہ زوجہ المفقود چار سال قضاء حاکم و امر حاکم کے بعد گزاریں اس سے پہلے اس کا چار سال یا بیس سال گزارنا معتبر نہیں۔

وقال الحافظ ابن حجر الفتح ايضاً: ان مذهب الزهري في امرأة المفقود انها تربع سنين وقد اخرج عبد الرزاق وسعيد بن منصور وابن ابي شيبة باسانيد صحيحة عن عمر وثبت ايضاً عن ابن عمر وابن عباس قال لا تنتظر اربع سنين وثبت ايضاً عن عثمان وابن مسعود في رواية وعن جمع من التابعين كالنخعي وعطاء والزهري ومكحول والشعبي واتفق اكثرهم على ان التاجيل من يوم ترفع امرها للحاكم وعلى انها تعتد عدة الوفاة بعد مضي الاربع سنين ولو يفرق اكثرهم بين احوال الفقد الا ما تقدم عن سعيد بن المسيب (قال اذا فقد في الصف عند القتال تربصت امرأته سنة واذا فقد في غير الصف فاربع سنين) وفرق مالك بين من فقد في الحرب فتوجب له الاجل المذكور (اي اربع سنين) وبين من فقد في غير الحرب فلا توجب له بل تنتظر مضي العمر الذي يغلب على الظن انه لا يعيش اكثر منه وقال احمد والحق ان من غاب عن اهله فلم يعلم

خبرہ لا تا جیل فیہ و انما یؤجل من فقد فی الحرب و فی البحر او نحو ذلک
وجاء عن علی اذا فقدت زوجہا لم تزوج حتی یفقدہا و یموت و قال عبد الرزاق
بلغنی عن ابن مسعود انه وافق علیاً فی امرأۃ المفقود انہا تنتظرہ ابدًا و من
طریق النخعی لا تزوج حتی ستین عمرہ و هو قول فقہاء الکوفۃ و الشافعی
و بعض اصحاب الحدیث (۹ - ج ۳ - ۹)

اس سے معلوم ہوا کہ زوجہ مفقود کیلئے ائمہ اربعہ میں سے امام احمد و مالک چار سال
کے انتظار کے قائل ہیں۔ مگر دونوں کے نزدیک تا جیل امام شرط ہے بدو تا جیل امام کے
چار سال گزرنا معتبر نہیں اور ان کے نزدیک بھی تا جیل باربع سنیں ہر مفقود کیلئے نہیں بلکہ
مفقود فی الحرب و نحوہا کیلئے ہے اور مفقود فی غیر الحرب کیلئے وہ بھی امام ابو حنیفہ و شافعی
کی طرح موت اقران کے قائل ہیں یہ تو اصل مسئلہ کی تحقیق تھی اور حضرت حکیم الامت نے
اپنے فتاویٰ میں کسی جگہ قضاء قاضی کا مذہب مالک میں مشروط ہونا ضرور ظاہر فرمایا ہے جیسا کہ
مجھے یاد پڑتا ہے اور مصنفین حنفیہ کا اس شرط کو ظاہر نہ فرمانا یا تو بوجہ اختلاف روایات
مالک کے ہے ممکن ہے کہ ان سے کسی روایت میں یہ شرط مروی نہ ہو جس سے حنفیہ نے اطلاق
سمجھا اور مالکیہ نے دوسری روایت سے اسکو مقید سمجھا یا بوجہ قلت ہمارست بفقہ مالک کے ہے
اور حنفیہ کی طرح مالکیہ و شافعیہ و حنابلہ بھی حنفیہ کے مذہب کے بیان میں ایسی غلطیاں بکثرت
کرتے ہیں کہ خاص کو عام مقید کو مطلق بیان کر دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ - ۲ ربیع الاول ۱۲۸۶ھ

قلت: والذی صرح بہ الشیخ حکیم الامتۃ فی بعض فتاواہ ما نقلہ من
کتاب شرح الشیخ الدرر علی مختصر الشیخ الخلیل فی المذہب المالکی و
نصہ و لزوجة المفقود الرفع للقاضی والوالی ودالی الماء وهو الساعی ای
جانی الزکوة والا فلجماعة المسلمين فیؤجل الحرار بعین سنین ان
دامت نفقتہا من مالہ والا طلق علیہ لعدم النفقة من حین العجز عن
خبرہ بالبحث عنہ فی الاماکن التي یظن ذهابہ لولیہا فی البلد ان بان
یرسل الحاكم رسولا بکتاب الحاكم تلک الاماکن مشتمل علی صفة الرجل
وحرقتہ ونسبہ لیفتش عنہ فیہا ثم بعد الاجل الکائن بعد کشف الحاكم

عن امرہ ولو یعلمو خبرہ اعتدت عدة کالوفاة (ای حکم در دارالاسلام بود چنانچہ
در آن کتاب تصریح است و بعد چند سطر حکم مقابلش یعنی زوجہ مفقود در دار الکفر می آرد ہکذا)
و بقیت زوجة الاسیر و زوجة مفقود ارض الشریک للتعمیر ان دامت نفقتہا
والا فلہما التطلیق کما لو خشیا الزنا و هو (ای) التعمیر سبعون سنة من
یوم ولداہ ۳۹۹ الی ۴۰۰

و فی مقدمات ابن رشد القاضی المالکی قال مفقود هو الذی یغیب
فیبتقطع اثرہ ولا یعلمو خبرہ و هو علی اربعة اوجه مفقود فی بلاد المسلمين
و مفقود فی بلاد العدو و مفقود فی صف المسلمين فی قتال العدو و مفقود
فی حرب المسلمين فی الفتن التي تكون بینہم فاما المفقود فی بلاد المسلمين
فالحکوفیہ اذا رفعت امرأۃ امرہا الی الامام ان یکلفہا اثبات الزوجیۃ
و المغیب فاذا اثبت ذلک عنده کتب الی والی البلد الذی یظن انہ
فیہ او الی البلد الجامع ان لم یظن بہ فی بلد بعینہ متبختاً عنہ و یعرفہ
فی کتابہ الیہ باسمہ و نسبہ و صفتہ و متجرہ و یکتب ہو بذالک الی نواحی
بلدہ فاذا ورد علی الامام جواب کتابہ بانہ لم یعلمو له خبر ولا وجد له اثر
ضرب لامرأۃ اربعة اعوام ان کان حراً او عامین ان کان عبدا
ینفق علیہا فیہا من مالہ و فی مختصر ابن عبد الحکیوم ان الاجل یضرب من
یوم الرفع ص ۱۱۱ قال: واما المفقود فی بلاد الحرب فحکمہ حکم الاسیر ولا
تتزوج امرأۃ ولا یقسم مالہ حتی یعلمو موته او یاتی علیہ من الزمان
مالا یجئ الی مثله فی قول اصحابنا کلہم حاشا شہب فانه حکمہ بحکم
المفقود فی المال و الزوجة جمیعاً و اختلف فیمن ذہب فی البحر الی بلاد
الحرب ثم فقد فقیل انہ کالمفقود فی بلاد المسلمين لا مکان ان تكون
الریح قدرتہ الی بلاد المسلمين الا ان یعلم انہ جاز فی بعض جہات الروم
(مثلاً) ثم فقد بعد ذلک و قیل انہ کالمفقود فی بلاد الحرب اھ ثم
فصل فی حکم المفقود فی صف المسلمين فی قتال العدو و فی القتال بین
المسلمین و ذکر ان فی ذالک روایات مختلفة ففی بعضها حکم المفقود

فی دار الاسلام وفي بعضہا حکم المقتول فنتلوم امر آتہ سنتہ او نحو ذلک
وفي بعضہا حکم الاسیر وقد تقدم والله تعالى اعلم — قلت: وبہ
تبیین ان قول مالک فی المفقود کقولنا فی غالب الاحوال الا فی الذی فقد فی دار
الاسلام فیضرب لامرأته الاجل عنده بعد الرفع الی الحاكم من يوم الرفع
او من یوم مرور وجواب کتابہ الی البلد ان ویس للمراة عنده ان تنتظر
اربعة اعوام بنفسہا کما افقی بذالک بعض العلماء بالہند اخذا بقول
مالک وهو خطأ صریح - والله اعلم

ظفر احمد عفا عنہ ، ربيع الاول ۱۲۸۶ھ

حکم زوجہ بمجنون مفقود (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس
مسئلہ میں کہ بمبئی میں ایک شخص دیوانہ ہو گیا اور احمد آباد کے قریب میران داتا صاحب کا مزار
پہ جہاں ایسے دیوانوں کو بغرض حصول شفا لوگ لیجاتے ہیں چنانچہ شخص مذکور دیوانے کی
زوجہ اس دیوانے کو اپنے ہمراہ لیکر میران داتا صاحب کے مزار پر لیجانی کے واسطے ریل میں
سوار ہو گئی راستہ میں عورت مذکور سو گئی جب بیدار ہوئی تو اپنے زوج دیوانے کو نہ پایا عورت
نے پہلے تو خود بہت جستجو کی بعد ازاں انعامی اشتہار بھی چھپوایا بعد ازاں عورت کے اقارب نے
اجمیر دہلی تک سفر کر کے بھی اس شخص دیوانے کی جستجو کی اس واقعہ کو تقریباً پانچ سال کا عرصہ
ہو چکا ہے مگر اب تک اس شخص دیوانے کا کچھ پتہ نہیں ملا اب عورت مذکورہ چونکہ جوان بصر ۲۵
سالہ ہے اور نان و نفقہ سے بھی تنگ ہے اس واسطے بصورت مذکورہ کسی دوسرے شخص
سے وہ عورت نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

العبد شہم بن آدم کو سیٹی۔ العبد اسماعیل احمد۔ شاہد احمد بن محمد

الجواب :- نہیں کر سکتی البتہ اگر حکام انگریزی کسی مسلمان حاکم کو ایسے مقدمہ
میں شرعی فیصلہ کر نیکا اور اس مفقود کے حکم بالموت کا اختیار باقاعدہ دیدیں تو پھر سوال کیا
جائے اسکی تدبیر بتلائی جائیگی۔ بشرف علی

تمتہ سوال بال

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ مفقود مذکور اور اسکی زوجہ ہر دو ریاست مانگر
دل کے رہنے والے ہیں بوجہ روزگار کے بمبئی میں رہتے تھے زوج کے مفقود ہونیکے بعد وہ بہ

اپنے اصلی وطن مانگر دل میں چلی آئی۔ اب عرض یہ ہے کہ یہاں کارٹیس مسلمان اور حاکم باختیار
ہے اپنے رعایا پر جو قانون چاہے نافذ کر سکتا ہے اور گورنمنٹ نے بھی حاکم مذکور کے اختیار مذکور
کو تسلیم کیا ہوا ہے صرف سہولت کیلئے حاکم نے اپنے قلم رو میں قانون انگریزی کو جاری کر رکھا
ہے اب حاکم مذکور مفقود مذکور کی نسبت (جو کہ علاقہ انگریزی میں مفقود ہوا ہے) حکم بالموت
کر سکتا ہے یا نہیں؟ فتاویٰ امدادیہ ج ۳۔ ص ۸۰۔ سطر ۱۲ پس بناء علیہ دریں ملک
آں حکام کہ برائے ایں غرض از سرکار مامور کردہ می شود اگر مسلمان باشندہ در حکم قضاء
ہستند مثل ڈپٹی وغیرہ نیز ص ۸۰۔ سطر ۱۲ اگر قاضی شرعی است کہ برائے فصل خصومات
مقرر کردہ شد قضاء لثنا مذمی شود نیز ص ۸۰۔ سطر ۱۲ صورت ثانیہ (یعنی جہاں کفار کی طرف سے
حاکم مسلمان ہو) میں فسخ معتبر نہ ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب من جامع امداد الاحکام

صورت مسئلہ میں عورت اس واقعہ کا مرافعہ حاکم مسلم مانگر دل کی عدالت میں کرے
پھر حاکم مذکور کو چاہئے کہ مفقود کی تلاش و تفتیش کرے اگر مایوسی ہو جائے اور اسکے ظن
غالب میں مفقود کی موت راجح ہو تو تاریخ مرافعہ سے چار سال کے بعد حکم بالموت کر سکتا ہے
علی مذهب مالک و علی مذهبنا ایضا فان الزیلعی اختار تفویضہ الی رای
الحاکم (در مسئلہ ج ۳)۔ پھر حکم بالموت کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات کے
پوری کر کے نکاح کر سکتی ہے۔ قلت: و لما کان المفقود فی وطنہ فی ولایۃ هذا
الحاکم المسلم یجعل کانہ مفقود دار الاسلام ولو سلم انہ مفقود دار
الحدب فان الملك الحربی اذن له فی الحکم بین الناس الذین هم فی الاصل
تحت ولايتہ وان سکنا بلاد الحرب للکسب مکا هو الظاهر من اصولهم
والله اعلم۔

و فی المدونۃ: قال مالک، فی الاسیر: یقتد فی ارض العدو انه
لیس بمنزلۃ المفقود لانه فی ارض العدو وقد عرف انه قد اسروا
یستطیع الی ان یتخب عنہ فی ارض العدو فلیس ہو بمنزلۃ من فقد فی
ارض الاسلام (ص ۹۸ ج ۲)۔ قلت: وهل اذا کان فقد فی ارض الحرب
وملکها مسلم للسلطان المسلم فهو کالاسیر امر لا الظاهر الثانی لا مکان

الاستخبار عنه فی ارض المسالرو اللہ اعلم۔

حدود الاحقر ظفر احمد عفا عنه

از تھانہ بھون خانقاہ اشرفیہ امدادیہ - ۱۱ شوال ۱۳۶۶ھ

صورت تفریق زوجہ عین (سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ اندازاً تیرہ چودہ سال کا مقضی ہوا کہ محمد سعادت علی ساکن حال جھانگیر آباد بھوپال نے اپنی دختر کا عقد اپنے رشتہ دار نامی محمد کبیر صاحب ساکن ضلع میرٹھ سے کر دیا تھا۔ اتفاق سے شہر نامہ وغینہ نکلا اس وجہ سے اسکو ندامت ہوئی اور وہ اپنے وطن چلا گیا۔ مدعیہ کے باپ نے بعد تین چار سال کے محکمہ قضا بھوپال میں چارہ جوں با بت مگلو خلاص کی محکمہ موصوف سے با ضابطہ ذریعہ عدالت مافوق مدعا علیہ طلب کیا گیا مگر وہ با وجود طلبی اور تین چار سال گزر جانے کے حاضر نہ ہوا محکمہ قضا نے مقدمہ خارج فرمایا کہ بلا حاضری مدعا علیہ تصفیہ جدائی زوجین غیر ممکن ہے اور محکمہ افتاء بھوپال نے فتویٰ تحریر فرمایا کہ شریعت عزاداد رسی مظلومان و فیصلہ خلافت ہر قسم سے کہیں عاجز نہیں اور علاقہ غیر کی صورت میں علاج شرعی ہو سکتا ہے جو بذریعہ کتاب القاضی الی القاضی کے حسب معروض بالا کاروائیاں تکمیل ہو سکتی ہیں یعنی با ضابطہ مبعاد ایک سال دیگر اطلاع دی جائے اور بحالت عدم حاضری مدعا علیہ ہدایت جلد تک باب العینین جدائی ممکن ہے امیر فرمانروائے بھوپال سے بنام قاضی صاحب بھوپال مکرر تحقیقات کا حکم فرمایا گیا قاضی صاحب سابق نے بعد ایک دو سال کے مکرر خارج فرمایا کہ بلا حاضری مدعا علیہ تصفیہ نہیں ہو سکتا مجبوراً باپ مدعا علیہ نے جا بجائے فتوے علماء دین سے حاصل کر کے خدمت میں قاضی صاحب حال پیش کی کہ جس میں یہ بھی تحریر تھا کہ مدعا علیہ کو با ضابطہ مبعادی ایک سالہ اطلاع دی جانے پر اور بحالت عدم حاضری مدعا علیہ علیحدگی زوجین بروئے شریعت شریف جائز ہے تب محکمہ قضا نے ذریعہ اشتہارات و اخبارات اعلان کیا اور ایک حکم با ضابطہ اطلاع مدعا علیہ کو دیا کہ اگر اس مرتبہ مدعا علیہ حاضر نہ ہوا تو یہ سمجھا جائیگا کہ مدعا علیہ کو علیحدگی منظور ہے اور اسے بروئے شریعت شریف حکم قطعی علیحدگی زوجین دیا جائیگا تاہم مدعا علیہ اندام مبعاد مقررہ حاضر نہ ہوا۔ بعد مبعاد باپ مدعا علیہ کو بلوایا جائے چنانچہ تب وہ حاضر ہوا اور ایک ہندو ڈاکٹر کا سٹریفیکٹ بھی لا کر پیش کیا کہ میں اب اچھا ہوں۔ اس پر باپ مدعیہ نے جب کہا جناب کے سٹریفیکٹ ڈاکٹر کا فرکا شریعت عزاداد میں جائز نہیں بمقابلہ

تحقیقات شرعیہ کے اور جس حال میں آپ خود عالم و حاکم محکمہ قضا ہیں اور حکیم بھی ہیں مدعا علیہ کا معائنہ بھی کرا سکتے ہیں ایسی صورت میں یہ سٹریفیکٹ کا فرکا دیا ہوا اور عدم موجودگی فریقین و عدالت کے حاصل کیا گیا ہے کب جائز سمجھا جاسکتا ہے اسپر قاضی صاحب نے بحیال دور اندیشی اہل برادری ہونیکے مقدمہ خارج فرما دیا اور مثل داخل دفتر فرمادی اور کوئی تصفیہ نہ فرمایا مدعا علیہ مع باپ کے واپس وطن خود چلا گیا اسی طرح زمانہ عقد سے اس وقت تک عرصہ چودہ سال کا ہو گا نہ تصفیہ کیا گیا نہ نان و نفقہ دیا گیا۔ اسی عرصہ میں والدین مدعا علیہ کا انتقال ہو گیا اور ماں مدعیہ کا انتقال ہو گیا صرف باپ مدعیہ جو ضعیف العمر بیکا خانہ نشین بیمار ہے اگر وہ بھی قضا کر گیا تو کوئی سرپرست مدعیہ کا نظر نہیں آتا ایسی صورت میں شریعت کیا حکم دیتی ہے کہ جس حالت میں مدعیہ کو نہ جانا منظور ہے نہ مدعا علیہ کو کوئی ضرورت لاحق ہوئی۔ جائے غور ہے کہ استقدر عرصہ گزر جانے پر اور جوانی مدعا علیہ اتر جانے تک کوئی برائی بھلائی یا خواہش تک نہ معلوم ہو جیسا زمانہ ابتداء میں معصوم صفت نابالغ تھا تا این دم نابالغ موجود ہے اور نہ نان و نفقہ دے اگر دعویٰ نان و نفقہ کیا جائے تو یہ اندیشہ ہے کہ سالفہ دعویٰ پر عرصہ چودہ سال کا گزر گیا دوبارہ پر عمر نوج درکار ہے اس وقت بجز سرپرست و کفیل باپ خود مدعیہ کے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا ایسی حالت میں بجز مگلو خلاصی مدعیہ کیونکر اوقات بسر ممکن ہے اس واسطے براہ خدا و رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بلد سے جلد اسبارہ میں فتویٰ مرحمت فرمایا جائے جو مدعا علیہ کو پہونچ کر مدعیہ و باپ مدعیہ جو چراغ سحر ہے تا وقت دعا گو رہیگی اور اللہ جل شانہ جزائے خیر دیگا و جب جان کر عرض کیا گیا۔

سائل۔ طفیل احمد برادر چچا زاد مدعیہ ساکن جھانگیر آباد بھوپال

الجواب :- قال فی البدائع فی باب العینین : و اذا ثبت (ای بعد التاجیل سنہ) انه لم یطأھا اھا باعترافه و اھا بظہور البکارۃ فان القاضی یخیرھا فان الصحابة رضی اللہ عنہم خیروا امراة العینین و لنا فیہم قدوة فان شاعت اختارات الزوج الا ان قال فان اختارت المقام مع الزوج بطل حقھا و لم یکن لھا خصومة فی هذا النکاح ابدالھا ذکرنا انھا رضیت بالعیق فسطخیارھا و ان اختارت الفرقة فرق القاضی بینہما کذا ذکرہ الکرخی و لم یذکر الخلاف و ظاہر هذا الکلام یرقتضی انه لا تنفع الفرقة

بنفس الاختیار فی ظاہر الروایۃ (رای بعد تخیر القاضی ایہا) ولا یحتاج الخ
القضاء لخیار المعتقہ وخیار المخیرۃ وروی الحسن عن ابی حنیفۃ انه لا تقع
الفرقة ما لم یقل القاضی فرقت بینکما وجعلہ بمنزلۃ خیار البلوغ ہکذا
ذکر و ذکر فی بعض المواضع ان فی قول ابی حنیفۃ ما روی الحسن عنہ
وما ذکر فی ظاہر الروایۃ قولہما وجہ روایۃ الحسن ان ہذا الفرقة بطلاق
لا خلاف بین اصحابنا و انما المخالف فیہ الشافعی فانما فسخ عنہ والمسئلۃ
ان شاء اللہ تعالیٰ تأقی فی موضعہا والقاضی یقوم مقام الزوج ولان ہذہ
الفرقة یختص بسببہا القاضی وهو التاجیل لان التأجیل لا یكون الا
من القاضی فکذا الفرقة المتعلقة بہ كفرقة اللعان وجہ المذکور
فی ظاہر الروایۃ ان تخیر المرأة من القاضی تفویض الطلاق الیہا فان
اختیار ہا الفرقة تفریقاً من القاضی من حیث المعنی لا منہا (ص ۳۲۵ و ۳۲۶ ج ۲) قلت: وفيہ دلالة علی انه لا بد من تخیر القاضی
للمرأة بین القیام مع الزوج والفرقة منہ اتفاقاً بین اصحابنا
خلاف ما یوہمہ کلام الشافعی فی ہذا المقام۔ واللہ در صاحب
البدائع فما افصح بیانہ وما ابلغ کلامہ وان الخلاف فی انہ هل
یتوقف الفرقة بعد تخیر القاضی علی قولہ فرقت بینکما ولا فروایۃ
الحسن عن ابی حنیفۃ وہی التي اختارہا اصحاب المتن انہ لا بد
من تفریق القاضی بل تقع الفرقة باختیار المرأة لنفسہا بعد ما خیرہا
القاضی وهو المذکور فی ظاہر الروایۃ۔ واللہ اعلم

مسئلہ عینین میں قاضی کا مہلت دینا مرد کو اور مہلت دینے کے بعد عورت کو
قیام مع الزوج اور آزادی نفس میں مختار بنانا ضروری ہے اسکے بغیر عورت نکاح سے
نہیں نکل سکتی پھر امام صاحب کے نزدیک قاضی کے اختیار دینے کے بعد جب عورت آزادی
نفس کو اختیار کرے قاضی کا یوں کہنا بھی ضروری ہے کہ میں نے تم دونوں میں تفریق کر دی

عہ صرح بہ فی البحر والفتح والہندیہ ان تاجیل غیر القاضی باطل وکذا تاجیل المرأة۔ ظفر۔

اور صاحبیں کے نزدیک اسکے کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ قاضی کے اختیار دینے کے بعد جب عورت
اپنے نفس کی آزادی کو اختیار کرے تو اسی طلاق پڑ جائیگی۔

چونکہ صورت مسئلہ میں قاضی سے عورت کو آزادی نفس اختیار کر لینے کا اختیار نہیں
دیا نہ یوں کہا کہ میں نے تم دونوں میں تفریق کر دی اسلئے ابھی تک یہ عورت شوہر کے نکاح
میں ہے دوسرے کسی مرد سے نکاح نہیں کر سکتی فلتصبر ولتخسب۔ واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

انرا تھانہ بھون ۳ رذی الحجۃ ۱۲۸۵ھ

رسالہ "غایۃ المقصود فی نہایۃ المفقود" (سوال) کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے
تحقیق مذہب مالکؒ در زوجہ مفقود

صغریٰ میں محمد سرور ولد عبد الرحمن کو نکاح یعنی ایجاب و قبول کر دی ردبر و گواہاں کے بعد خطبہ
اور نکاح کے محمد سرور کہیں چلا گیا ہے عرصہ قریباً چھ سال گزر چکے ہیں اسکے زندہ ہونے اور مرنے
کی خبر کسی نے آج تک نہیں دی اور لڑکی اپنی جگہ کہتی ہے کہ والد نے مجھے قید کر دیا ہے کہ کہیں
شادی بیاہ کر کے مجھ کو نہیں دیا اور نہ دیتا ہے اور جوان چار پانچ سال کی ہوں اور نہ ہمارے خاوند
مذکورہ نے کوئی خبر نیک و بد بھیجی ہے اور اسکے والدین روپیٹ کر صبر کر رہے ہیں اور ہم گرفتار
والدین کے شرم و حیاء میں کب تک رہوں گی یہ مشکل امر ہے بینوا تو جبر وافی الدارین۔

الجواب:- اگر مسماۃ سید غانم کا شوہر مفقود الخبر ہو گیا ہے اور کچھ پتہ اسکے مرنے،
جینے کا نہیں ہے تو اسکو قاضی، اگر قاضی نہ ہو تو جماعت مسلمین، چار سال کی مہلت دیں
اور شوہر کی تلاش میں کوشش کریں اگر اس عرصہ میں بھی شوہر کا پتہ نہ چلے تو چار سال کے بعد
مسماۃ مذکورہ عدت و فوات چار مہینہ دس دن پورے کر کے نکاح ثانی کو کر سکتی ہے بدوین
ما جیل قاضی یا جماعت مسلمین کے عورت کو نکاح ثانی کو ناجائز نہیں ہے اور یہ مذہب امام
مالکؒ کا ہے حنفیہ نے بھی بضرورت اس پر فتویٰ دیا ہے

وفی المدونۃ الکبریٰ، قلت: رأیت امرأة المفقود
انقند بعد الاربع سنین فی قول مالک بغیر امر السلطان قال:
قال مالک رحمہ اللہ: لا وان اقامت عشرين سنة ثم رفعت امرها الی
السلطان نظریہا وکتب الی موضعہ الذی خرج الیہا فان یئس ضرب لہا من

تلك الساعة اربع سنين الخ - والله اعلم

كتبه مسعود احمد عفا الله عنه
دام العلوم ديو بند - ۱۸ محرم ۱۳۳۸
محمد رسول خان عفى عنه

(الكلام على الجواب المذكور)

سيدي ومولاي المحترم زادت معاليكم اقدم الى حضار الاعتاب نحيات منها
سيد الانام عليه وعلى آله افضل الصلوات واكرم التسليمات من المفضل المنعام
ومن بعد فابدي لسياد تكو ان العلماء ههنا كانوا يفتون الزوجة المفقود حسب ما ذكره
العلامة ابن عابدين بمذهب المالكية كما افاده مولانا عبد الحى الكهنوى وحضرت مولانا
الكنگوى قدس الله سرهما العزيز فكانوا يقولون انه ان مضى على فقده اربع سنين
وتحقق الفقد حسب القواعد الشرعية فليحكم الحاكم الاسلامى او من جعل حاكماً
بالتحكيم بموت المفقود ويا امر الزوجة ان تعتد عدة الوفاة ومثل هذا المذكور في الفتاوى
الاعدادية وكان مفتى هذه الديار ويجاوزه هذا ويفتى بان المسلمين اذا لم يجدوا حاكماً او
محكماً كذا لك فليعملوا بفتوى الامام مالك من كبار انفسهم قد جرى هذا العمل والفتوى
الى ما شاء الله ثم احدث بعض العلماء ههنا تشديداً فقال: اذا رفع امر زوجة المفقود الى حاكم
او جماعة المسلمين فليتفقوا واتفقوا جديداً فان لم يبين امره فليوجل من بعد ذلك اربع سنين
وان مضى قبل الرفع عشرون او اربعون سنة فاذا اكملت المرأة مدة اربعين سنة تعتد عدة
الوفاة ثم تنزوج وقال: ان المذكور في كتب المالكية هكذا وقد عابرة المدونة كما هي مذكورة
في الجواب قدمت الى داعيكم هذه الفتوى للتصحيح فانكرتها ورأيت ان المدونة وان كانت
من الكتب القديمة المعتمدة لدى المالكية ولكنها غير مفتى بها لديهم ولا يعتمد عليها من كل الوجوه
وانما يعتمدون على مختصر الخليل وشرحه فينبغي ان ينظر اليه ويفتى به - قلت: ان الظن ان مراد
صاحب المدونة ان امر المفقود لا يتم شرعاً اى لا يتحقق فقده الشرعى الا بعد مسمى السلاطين
ومن تاب من بعدهم فانهم في الازمنة السالفة لدى قلته الوسائل لهم الذين كانوا قادرين على معرفة
المفقود حق المعرفة فالحاصل ان هذه القيود انما هي لتحقيق الفقد فان ثبت

الفقد في زماننا الذي كثر فيه الوسائل ويقدر فيه احاد الناس على
ما كان لا يقدر على مثله في الماضي السلاطين والملوك فلا حاجة

حينئذ الى التأجيل بعد رفع المسئلة وبعد مضى المدة التي تقدر على اربع سنين
من لدن الفقد الشرعى - وكيف ما كان فان المقصد من عبارة المدونة تحقيق الفقد
فاذا ثبت الفقد الطويل قبل ذلك فلا حاجة حينئذ الى التأجيل ثم على التسليم نقول
ان الديار الهندية حيث كانت خالية عن السلطان الاسلامى وناثبه فانما يتشرفها
الرفع بعده الى جماعة المسلمين اذ احادهم ولا شك ان المرأة رفعت امرها اليهم
منذ فقدت زوجها او بعد مدة يسيرة من حيث صاروا يفتقدونه بما تيسر لديهم
فينبغي ان تعتبر المدة منذ الافتقاد ثم بعد ذلك كله وتسليم الامور باجمعها صرحت
المالكية ان المرأة انما تؤمر بالتأجيل ان كان لديها نفقة من زوجها فاما اذا لم يكن
لديها النفقة فليحكم عليها بالطلاق بمجرد الرفع كما هو في عبارة الخليل وشرحه
فيا سيدي ان المصائب التي تنزلت بالديار الهندية انما ترجع عامتها الى عدم النفقة
وصعوباتها فحاجتها الى التأجيل والانتظار الشديد وانما احتجنا الى مذهب مالك
رحم الله والافتاء به للضرورات الشديدة الحادثة في زماننا فالمرجو من مكارم اخلاقكم
ان تنظروا الى ما ذكر الداعي الحقير واطلعونا بما يلزم حتى نجري التصحيحات والفتاوى
بمقتضاها وهذه عبارة الخليل وشرحه :

فصل في زوجة المفقود الرفع للقاضي والى والى الماء وإلا فلجماعة المسلمين فيؤجل الى أربع سنين ان دامت
نفقتها والعبد نصفها من العجز عن خبره ثم اعتدت كالوفاة وسقطت بها النفقة ولا يحتاج
فيها لاذن وليس لها البقاء بعدها وقد رطلق بدخول الثاني فتحل للأول ان يطلقها
اثنين فان جاء أو تبين انه حتى أو مات فكالولي ان بقدر الحاجة -

وقال في شرح الدردير: فصل في ذكر المفقود وأقسامه الأربعة (قوله والمفقود) أى ببطلان دار
الاسلام بدليل ما يذكر في غيره حرة أو أمة صغيرة أو كبيرة الرفع للقاضي والى
أى حاكم السياسة والى الماء وهو الساعى اى جاني الزكاة ان وجد واحد منهم فلجماعة
المسلمين من صالحى بلدها ولها ان لا ترفع وترضى بالمقام معه في عصمته حتى يتضح امره
أو تموت وظاهرة انها مخيرة في الرفع لاحد الثلاثة والنقل انها ان أرادت الرفع و
وجدت الثلاثة وجب للقاضي فان رفعت لغيره حرم عليها وصح وان رفعت لجماعة
المسلمين مع وجود القاضي بطل فان لم يوجد قاض فتخير فيها فان رفعت لجماعة المسلمين

مع وجودها فالظاهر الصحة فيؤجل الحتر أربع سنين إن دامت نفقتها من ماله وإلا طلق عليه لعدم النفقة ويؤجل العبد نصفها سنتين من حين العجز عن خبره بالبحث عنه في الأماكن التي يظن ذهابه إليها من البلدان بأن يرسل الحاكم رسولا بكتاب الحاكم تلك الأماكن مشتمل على صفة الرجل وحرفته ونسبه - ليفتش عنه فيها ثم بعد الأجل الكائن بعد كشف الحاكم عن امره ولم يعلم خبره اعتدت عدة كالوفاة أي كعدة الوفاة للحرّة بأربعة أشهر وعشر والأمة لشهرين وخمس ليال على ما تقدم ولو غير مدخول بها لأنه يقدر موته فلا نفقة لها فيها كما قال وسقطت بها أي فيها أي العدة النفقة ولا تحتاج الزوجة فيها أي العدة بعد فراغ الأجل لإذن من الحاكم لأن أذنه حصل بضرب الأجل أولاً وليس لها البقاء أي اختيار البقاء في عصمته بعدها أي بعد الشروع فيها على المعتمد وبعد الفراغ اتفاقاً وقد رطلق من المفقود حين الشروع في العدة يفتيها عليه يتحقق وقوعه بدخول الزوج الثاني عليها حتى لو جاء الأول قبل دخول الثاني كان أحق وبعد الدخول بانت من الأولى وتأخذ منه جميع المهر وإن لم يكن قد دخل بها التشكيل تقدير هذا الطلاق بأنه لا حاجة له مع تقدير موته وعدة لها عدة الوفاة فتحل للأول وهو المفقود إن كان قد طلقها اثنتين أو بقدر الحاجة وقال في بيان القسم الثاني من المفقود هو مفقود غير بلاد الإسلام ما نصّه وزوجته الأمير وزوجته مفقود أرض الشرك للتعير إن دامت نفقتها والآفلها التطلق كما لو خشيّا الزنا وهو أي التعير أي مذته سبعون من يوم ولد وسميها العرب وقاقاة الأعناق واختار الشيخان ثمانين وحكم بخمس وسبعين بقدر الحاجة -

المستبث بأذيال الكرام

احقر الطلبة حسين احمد غفرله من ديبند

في ٥ من صفر ١٢٤٧ هـ

الجواب عن مسألة المفقود

من جامع إمداد الأحكام

أما بعد فإني أحمد الله اليك الذي لا اله الا هو وأصل وأسلم على سيدنا النبي

محمد سيد الرسل وخيره (اليه من خلقه وعلى آله وأصحابه البررة الكلام إلى يوم القيامة -

وأما مسألة زوجة المفقود فسمعت سيدي حكيم الأئمة دام مجده وعلاؤه أنه رأى فتوى بخط حضرة شيخ وقته مولانا الكنكوهي قدس الله سره وهو يعرف خطه حق المعرفة وهي منقولة بعد جوابي وفيها صرح الشيخ رحمه الله بكون ذلك مقيداً بحكم الحاكم نعم قد اطلق القول في ذلك مولانا عبدالحى رحمه الله في فتاواه وقال: إن امرأة المفقود تترتب أربع سنين ثم تعتد بعد ذلك عدة الوفاة - ولنا فيه نظر لكون المدار في ذلك على الافتاء بمذهب مالك وليس مذهبه كذلك مطلقاً كما صرح به في المدونة وأما قولكم أطال الله بقاءكم إن المدونة وإن كانت من الكتب القديمة المعتبرة لدى المالكية ولكنها غير مفتى بها إلخ - فيخالف قول الحافظ ابن حجر في تعجيل المنفعة (مك) ولفه ليس الأمر عند المالكية كما ذكر (الحسيني أن المؤطاً لمالك هو مذهب الذي يدين الله به اتباعه ويقلّدونه) بل اعتمادهم في الأحكام والفتوى على ما رواه ابن قاسم عن مالك سواء وافق ما في المؤطاً أم لا إلخ ولا يخفى أن رواية ابن القاسم عن مالك هو ما في المدونة لسحنون وأيضاً فإن عبارة المدونة صريحة في أن امرأة المفقود لا تعتد إلا أربع سنين في قول مالك بخير أمر السلطان وإن أقامت عشرين سنة ثم رفعت أمرها إلى السلطان نظريتها - وكتب إلى موضعه الذي خرج إليه فإذا يؤس منه ضرب لها من تلك الساعة أربع سنين إلخ ص ٩٩ - وعبارة مختصر الخليل وشرحه ليست بصريحة في خلاف ذلك أنها لا تعتد إلا أربع سنين من وقت فقده لا من وقت الرفع وأما قولكم وكيفما كان فإن المقصد من عبارة المدونة تحقيق الفقد إلخ فلا سبيل لنا إلى ذلك ما لم ينص عليه الإمام أو أحد من أصحابه لاحتمال أن يكون وجهه ذلك أن المعتبر هو الرفع إلى السلطان دون غيره كما قال علماؤنا أن المعتبر من البيّنة واليمين ما

عنه فليست الفتوى التي رأيتها للشيخ بالاطلاق هل هي مكتوبة بخطه أو خط غيره فإن المعتمد عليها هي التي تكون بخطه - منه

يكون منهما بين يدي القاضى في مجلس حكمه دون ما سواه كيف لا وقد قال مالك رحمه الله وإن أقامت عشرين سنة ثم رفعت أمرها إلى السلطان نظر فيها الخ ولا يخفى أن بمثل تلك المدة الطويلة لا يكون الفقد خافياً على جماعة المسلمين من صالحى بلدها الذين تفقدوه بما يسترلدهم فلو كان الرفع إلى جماعة المسلمين معتبراً عندة لم يقتل ما قال لوجود الرفع إلى الجماعة في تلك المدة بلا شك وأما قولكم قد صرحت المالكية أن المرأة إن ماتت بالرجل إن كان لديها نفقة من زوجها وإلا فيحكم عليها بالطلاق بمجرد الرفع ففيه أنا لا نذكر ذلك ولكن الكلام في أن الحاكم عليها بالطلاق من هو والرفع المعتبر كيف هو والذي تحصل لنا من المدونة أن الرفع لا يعتبر إلا إلى السلطان (وفي حكمه نائبه) وهو الذى يوجب لها الاجل ويقع بالقضاء الطلاق عليها والله أعلم وبعد ذلك كله فقد صرح في المدونة وفي المقدمات لابن رشد أن المفقود في بلاد الحرب حكمه حكم الاسير لا تزوج امرأته ولا يقسم باله حتى يعلم موته أو يأتي عليه من الزمان ما لا يجبي إلى مثله في قول المالكية كلهم حاشا أشهب اهـ (ص ١٥١) فكيف يجوز الافتاء بأن يعتد الأربع سنين من وقت الفقد أو الرفع إلى جماعة المسلمين في الهند مع كونها دار الحرب فليس ذلك من مذهب مالك في شئ والذي ذكره في مختصر الخليل وشرحه أن زوجة مفقود ارض الحرب إن لم يكن لها نفقة من زوجها فلها التطلق فهذا إذا كانت الزوجة في دار الاسلام وفقد الزوج في أرض الحرب كما هو ظاهر مما ذكره في علة التعمير واما إذا كان الزوج والزوجة كلاهما من اهل ارض الحرب فلم نرفيه نقلاً عن المالكية ولا يجوز الافتاء بالقياس في مذهب الغير هذا فاللزم في هذه المسئلة الاستفتاء من علماء المالكية بالحرمين فهم أئمة بذهب مالك منا معشر الحنفية فيستفسر عنهم حكم زوجة المفقود في دار الحرب كالحند وهل يضرب لها الاجل أربع سنين ام لا تتزوج حتى يأتي عليه من الزمان ما لا يجبي إلى مثله وإن الرفع لا بد وان يكون لدى القاضى أو الحاكم أو يكتفى إلى جماعة المسلمين أو المحكم أيضاً فيفتى بمثل فتاؤهم - والله تعالى أعلم

حرره الاحقر خادكم الاصفهاني محمد عفا عنه

٩ صفر ١٣٤٧ هـ

التمة الاولى : ثم راجعت شرح الزرقاني على الموطأ وهو من متأخري المالكية من اصحاب القرن الحادى عشر فوجدته قد قال في شرح حديث مالك عن يحيى بن سعيد عن ابن المسيب ان عمر بن الخطاب قال : أيتها امرأة فقدت زوجها فلم تدري أين هو فانها تنتظر أربع سنين الخ ما نصه تنتظر أربع سنين من العجز عن خبره لأنها غاية أمد الحمل ولائها التى تبلغها المكاتبه في بلاد الاسلام سيرا ورجوعاً وضعت الأول بقول مالك لو أقامت عشرين سنة ثم رفعت يستأنف لها الاجل وبأنها إذا كانت صغيرة أو آيسة أو الزوج صغيراً تضرب الأربع ولا حمل منها والثاني بقول مالك أيضاً تستأنف الأربع من بعد الياس وانهما من يوم الرفع ولو رجع الكاشف بعد سنة انتظرت تمام الأربع ولو كانت العلة كونها أمد الكشف لم تنتظر تمامها وقيل : لأعلة له إلا الاتباع واستحسن اهـ (ص ١٥١) قلت : وبهذا اظهر ضعف العلة التى ذكرتموها أن مراد المدونة ان امر المفقود لا يتم شرعاً أى لا يتحقق فقده الشرعى الا بعد مساعى السلاطين ومن ناب منابهم الخ بل الطاهر أن علة الاتباع لا غير - وفي الزرقاني أيضاً : فى الفرق بين امرأة المفقود وبين التى بلغها طلاق زوجها وهو غائب أن الأولى تقوت على الزوج الأول بدخول الثانى والثانية لا تقوت بدخوله على راي اللخمي وعلل الفرق بأنه لم يكن في هذه (أى التى بلغها طلاق زوجها) أمر ولا قضية من حاكم بخلاف امرأة المفقود اهـ (ص ١٥١) وهذا يدل على أن أمر الحاكم وقضيته في امرأة المفقود أمر متفق عليه عند المالكية فان الفرق لا يعقل إلا بالمتفق عليه كما هو ظاهر. والله تعالى أعلم وهو أيضاً مقتضى القياس - ففي الدر المختار : عن واقعات المفتين معزياً للقنية انه انما يحكم بموته بالقضاء لانه امر محتمل فمالم ينضم إليه القضاء لا يكون حجة اهـ والقضاء الذى هو حجة إنما هو قضاء القاضى أو نائبه دون جماعة المسلمين من صالحى البلد كما لا يخفى فان جماعة المسلمين لا ولاية لهم على أحد بخلاف القاضى أو نائبه .

نقل جواب سـ مـ مفقود از حضرت مولانا گنگوہی جو کہ از قاضی عبدالحق حاصل شد و حضرت حکیم الامت خط مولانا شناخته این فتوی را در امداد الفتاوی ملحق ساخته .

یہ فتویٰ رسالۃ الامداد - ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ ج - ۶ ع ۱ میں طبع ہو چکا اور اس کا اصل مسودہ امداد الفتاویٰ قلمی میں موجود ہے۔
جس وقت سے کہ خبر زوج کی گم ہے کہ بعد تحقیق اس کا کہیں نشان نہیں ملا اس وقت سے کامل چار سال کر کے حاکم مسلمان تفریق کر دے بعد تفریق کے دس روز اور چار ماہ وہ عورت عدت کرے اور پھر نکاح دوسرے سے کر دیا جائے۔ یہ مذہب امام مالکؒ کا ہے اس پر فتویٰ اس وقت میں دیا جاتا ہے واللہ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

مہر

قلت: وفيه تصريح باشتراط قضاء القاضى للتفريق وبأن الاربع سنين تبتدئ من وقت اليأس عن المفقود وبعد التفتيش عنه بقى ان هذا التفتيش يكفى من آحاد المسلمين اولابد من تفتيش الحاكم بعد المرافعة. فكلام الشيخ ساكت عنه و صرح كلام المدونة بالشق الثاني ولم نرى كتب المالكية ما يخالفه صريحاً فهو المعتمد حتى يحدث الله بعد ذلك أمراً. والسلام ظفر احمد عفا عنه

التممة الثانية: فإن قيل: لو أقامت حكومة الهند لمسلميها قضاة مسلمين لفصل المقدمات التي يحتاج فيها إلى قضاء القاضى فهل لا يجوز لهؤلاء القضاة الحكم بمذهب مالك في امرأة المفقود كما هو ظاهر ما ذكرته عن المدونة والمقدمات لابن رشد ان اعتداد الاربع سنين انما هو لزوجة مفقود دار الاسلام دون دار الحرب بل لها التعمير اي ترتب زمان لا يجئ إلى مثله وهو سبعون سنة. قلنا: لو وجد في الهند قضاة مسلمون كما هو المسئول من الحكومة وزوجوا الله تعالى الظفر به فلا حاجة لنا إذن بالقضاء بمذهب مالك بل يقتضى القضاة بمذهب أبي حنيفة المختار للذيلعى وهو أن ضرب الأجل فيه مفوض إلى رأى الامام ولا تقدير فيه في ظاهر الرواية كما فى المينابيع قال فى الفتح: فائى وقت رأى المصلحة حكم بموته (شامى ۵/۱۱۵) وايضا فعلة الفرق بين مفقود دار الاسلام ومفقود دار الحرب عند مالك كونه فى دار العدو ولا يستطيع الولي

أن يستخبر عنه فى ارض العدو فليس هو بمنزلة من فقد فى دار الاسلام كما هو فى المدونة (ص ۹۱) واذا وجدت فى دار الحرب قصاة مسلمون انتفت علة الفرق فالظاهر كون حكمهما سواء وايضاً فما ذكرناه عن المدونة والمقدمات من الفرق بين مفقود دار الاسلام ودار الحرب صورته أن يكون المفقود فى ارض الحرب وذو جته فى دار الاسلام وأما إن كان كلاهما فى ارض الحرب فلم نجد فى ذلك نقلاً عن المالكية وايضاً إذا قام ملك دار الحرب لأهلها المسلمين فضاة منهم فح لا يصح القول بكونها دار الحرب إلا على قول البعض وعند بعضهم تصير بذلك ارض الاسلام هذا - والله الحمد على متواتر إحسانه والانا موعلى سيدنا النبى محمد صلى الله عليه وسلم أفضل الصلاة وأزكى السلام وعلى آله وأصحابه البررة الكرام إلى يوم القيام بل إلى بقاء دار السلام.

حكم زوجه مفقود وتحقيق مذهب مالكية | سوال: سيدي و مولائي المحترم - زادت معاليكم - أقدم إليكم تحيات ستمها سيد الانام علي وعلى آله وصحبه الصلوة والسلام وإظهار غايه الاشتياق للتم الأنامل الأقدم فاطمروض على سمو مقامكم انى كنت أرسلت حسب الامر السامى استفتاء إلى علماء المالكية بالمدينة المنورة سابقاً فجاء الجواب المنسلک المطوى فى هذا الظرف فذلك مرسل إلى سيادتكم حتى تنظروا فيه فتفيدوا بما يلزم علينا لدى الافتاء رارسلوا لنا بعينهم حتى يكون سنداً لدينا - هؤلاء يصرحون بأن الحكم فى هذه الديار كالحكم بالديار الاسلامية للمفايد وازواجهم وحيث أن أكثر المفايد لا يبركون نفقة لآزواجهم وفى غالب الاحيان يخشى عليهم من الفتن ما لا يخفى على مثل جنابكم فهل يعى ان يفتى بالتطبيق ام لا؟ - حين احمد غفر له

الجواب: ازناكاره اشرف على عنى عنى بخدمت بابرکت مكرمى معظى دام فيضهم السلام عليكم زید عنایتہ - مجھ کو علم کافی تو کبھی بھی حاصل نہیں ہوا اور جب سے علم ظاہری کی خدمت سے محروم ہوں وہ ناتمام علم بھی اور زیادہ ناتمام ہو گیا اس لئے مولوی ظفر احمد کو سب سوال و جواب دیدئے ان کی تحریر پیش خدمت ہے اور وہ تحریر میرے بھی جی کو لگتی ہے - واللہ اعلم۔

(بقیر سوال بالا)

حيث أن ساداتنا الفقهاء اختلفوا بذهب المالكية في زوجة المفقود لأجل الشدائد والفتن الواقعة في زماننا وقد رأينا الافتاء بتربص أربع سنين بعد العرض على الحاكم أو جماعة المسلمين ثم تفتيشهم ثم حكمهم بالتربص المذكور ثم عدتها عدة الوفاة مما لا يُسَمُّ ولا يُغْنِي عَنْ جُوع ولا يدفع المضرة فلم لا يفتي بالتطبيق كما هو مصرح في كتب المالكية ونصوصهم مقدمة بين أيديكم .

سیدی منذمذممة مدیة اُستهی الحضور علی الاعتاب ولكن الزمان لا يساعد في حيث إن الأوان أو أن آخر السنة والكتب إلى هذه الساعة لم تصل إلى نهايتها بل بقي لها مقدار عظيم - وبناء عليه يذهب الكثير من الاوقات الخارجة في التدريس حتى بعد العشاء ومع ذلك فان يتر الله تعالى أحضر ليالى الجمعة في المستقبل وعلى الله التكاليف والرجاء ان لا تنسوا خويدكم عن الدعوات الصالحة فانه في غاية من الاحتياج إلى دعواتكم وأنظاركم القيام وتوجههمم العالية - لازلتم مركز الآمال آمين

سائل بالا

الجواب : اس لطف وعنايت کا شکریہ گزار ہوں ، گوشت گزاری سے بھی معذور ہوں اور اس کے صلہ میں بجز دعا کے کیا کر سکتا ہوں اگر معذور نہ ہوتا تو خود حاضر ہو کر شکریہ گزار کرنا ۔ آپ کی زیارت کو سعادت سمجھتا ہوں مگر کوئی حرج یا کاغذ بھی گوارا نہیں اگر بدون اس کے مشرف فرمایا جائے تو زہے قسمت ۔ اگر وقت معلوم ہو جائے تو اسٹیشن پر حاضر ہوں اب تو بہت قریب ہو گیا ہے ۔ باقی دعا کی استدعا کرتا ہوں ۔ والسلام

اشرف علی

فتاویٰ علماء مالکیہ از مدنیہ منورہ زادہا اللہ شرفاً ونوراً

متعلقہ زوجہ المفقود

استفتاء

ما قول ساداتنا المالكية اطلال بقاءهم ونفع المسلمين بعلومهم، آمين في هذه المسائل الآتية :

- (۱) امرأة مسلمة فقدت زوجها منذ سنين ولم يتبين امره مع كثرة التفتيش والتفتير هل يجوز لها بعد مضي أربع سنين أن تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج بزواج آخر أم لا بد من رفع الأمر إلى الوالي أو الحاكم أو جماعة المسلمين ثم تفتيش ذلك المرفوع إليه فإذا يئس يحكم بعد ذلك بانتظارها أربع سنين فإن لم يتبين تعتد عدة الوفاة كما يفهم من المدونة ومختصر الخليل وشرحه للمدرير أم كيف الحكم؟
- (۲) هل يلزم حكم الحاكم أو حكم جماعة المسلمين لانتظار أربع سنين أم يصح ذلك بغير الحكم أيضاً؟

- (۳) بلاد اسلامية استولى عليها الكفار منذ مدة مديدة وفقدت مسلمة من أهلها زوجها فيها وليس هنالك حاكم اسلامي يفصل الاحكام حسب القوانين الشرعية فكيف السبيل لها هنالك؟ وفي أي قسم من الأقسام الأربعة المذكورة للمفقود في مختصر الخليل يكون عداده؟ وهل يصح للمرأة هنالك بعد مضي أربع سنين أن تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج أم سبيلها التعمير فقط؟

- (۴) هل الصورة الثانية للمفقود المذكورة في مختصر الخليل تختص بامرأة كانت من سكان البلاد الاسلامية فذهب زوجها إلى البلاد الشريكية ففقد هنالك أم تشمل القاطنة بالبلاد التي استولى عليها الكفار وبالديار الحربية الأصلية أم كيف الأمر؟
- (۵) المفقود عنها زوجها سواء كانت من البلاد الاسلامية أو الشريكية إذا لم يترك زوجها عندها نفقة وهي في غاية من الاحتياج والفاقة أو كانت بحيث ينحش عليها الفساد بالعزوبة كيف السبيل لها إذا أرادت التزوج أو أراد أهلها ذلك؟

(٦) المفقود عنها زوجها إذا لم يكن عندها النفقة وهي محتاجة أو يخشى عليها من الفساد هل يصح تطليقها أو فسخ نكاحها بغير حكم الحاكم الشرعي أم لا بد من الحكم؟ وعلى الثاني كيف يعمل بالبلاد الإسلامية التي تغلب عليها الكفار؟ أفيدونا ولكم الاجر الجزيل .

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم - الحمد لله والصلاة والسلام على رسوله وآله
أما بعد : فالجواب عن المسألة الأولى هو ما فهمتم لأنتم من أهل الفهم من المدونة ومختصر الشيخ خليل من أن المفقود عنها زوجها لا بد لها من أحد الأمرين إما أن ترضى المقام مع زوجها المفقود أو تريد المفارقة فإن أراد لها فلا بد لها من رفع أمرها إقاماً إلى القاضي أو إلى الوالي أو إلى والي الماء وإن لم يوجدوا فليجاءة المسلمين من صالحى بلدها وجيرانها وإما أنها تعتد أو تزوج برجل آخر من غير رفع أمرها إلى القاضي أو من ذكر فلا قائل بحلّيته وجوازها لما فيه مالا يخفى من الفساد ونقض المدونة قلت : أى قال سحنون لابن القاسم أ رأيت امرأة المفقود أعتدت الأربع سنين فى قول مالك بغير أمر السلطان؟ قال مالك : لا - قال مالك : وإن أقامت عشرين سنة ثم رفعت أمرها إلى السلطان نظر فيها وكتب إلى موضعه الذي خرج إليه فإن يش منه ضرب لها من تلك الساعة أربع سنين ، فقبل لما لك : أعتدت بعد الأربع سنين أربعة أشهر وعشراً عدة الوفاة من غير أن يأمرها السلطان بذلك قال : نعم ما لها وما للسلطان فى الاربعة أشهر وعشراً التى هى عدة - ونقض المختصر ولزوجة المفقود أشرح وهو من غاب فى بلاد الاسلام واقطع خبره وأمكن الكشف عنه : الرفع للقاضي والوالى ! ش ! أى وحاكم البلاد ووالى الماء الساعى لجلب الزكاة ! وإلا فليجاءة المسلمين ! ش ! ولها عدم الرفع والبقاء فى عصمته حتى يتضح أمره فيوجل الحر أربع سنين وإن دامت نفقتها ! ش ! فإن لم تدم نفقتها فلها التطليق بلا تأجيل وكذا إن خشيت على نفسها الفساد من يوم العجز عن خبره ثم اعتدت كالوفاة وسقطت بها النفقة ودليل ذلك ما رواه مالك عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب عن عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه أنه قال : أيتها امرأة فقدت

زوجها ولم تدراين هو فانها تنتظر أربع سنين ثم تعتد أربع أشهر وعشراً ثم تحل وما يابن وهب عن عبد الجبار عن ابن شهاب أن عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه ضرب للمفقود من يوم جاءت أربع سنين ثم أمرها أن تعتد عدة المتوفى عنها زوجها ثم تصنع فى نفسها ما شاءت إذا انقضت عدتها وفى الحديث لا ضرر ولا ضرار .

أما المسألة الثانية فجوابها يعلم مما قبلها وهو قول مالك : لا تعتد الأربع سنين بغير أمر السلطان ونقض القاضي ابن فرحون فى كتاب تبصرة الحكام فى اصول الاقضية ومناهج الاحكام فى فصل ما يفتقر المحكم الحاكم على ان التطليق على النابيين وغيرهم مما لا بد فيه من حكم الحاكم -

أما المسألة الثالثة : فجوابها والله اعلم أن المرأة المسلمة التى فقدت زوجها فى بلاد استولت عليها الكفار مدة مديدة كما فى مصر والشام والهند تعتد أربع سنين ثم تعتد عدة الوفاة أربعة أشهر وعشراً وزوجها يكون فى عداد القسم الأول من أقسام المفقود لأنهم عرفوه بأنه من غاب واقطع خبره وأمكن الكشف عنه وعرفوا القسم الثانى وهو المفقود فى ارض الحرب بأنه من غاب واقطع خبره ولم يكن الكشف عنه لأنه فقد فى ارض الحرب أما البلاد المذكورة وإن كان حاكمها كافراً فلا تكون كأرض حرب من كل وجه لوجود قضاة المسلمين فيها وولاتها وأماكن الكشف عنه فاتضح بهذا أن حكمها حكم من فقدت زوجها ببلاد الاسلام فلا تنتظر مدة التعمير -

وأما المسألة الرابعة : فيفهم جوابها مما قبلها أيضاً وهو أنه لا فرق بين المفقود فى أرض الاسلام وبين المفقود فى البلاد المستعمرة لما قدمنا من وجود قضاة المسلمين فيها وولاتها وأماكن الكشف عنه فعلى هذا لا تختص الصورة الثانية المذكورة فى المختصر بالمسلمة الكائنة فى بلاد الاسلام بل تشمل من كانت فى البلاد المستعمرة لكفار لما قدمنا من ان المراد بالشركية البلاد الحربية التى لا يمكن للمسلم الوصول اليها فلا تمكن القضاة من التفتيش فيها لا مطلق البلاد الكفرية لأنها بما تكون مسلمة أو ذميمة وأما القاطنة بالبلاد الشركية الحربية فحكمها هو وزوجها حكم المسيبين فيفدى الامام من بيت المال ان كان والا فمن ماله بالغاً ما بلغ والا فعلى جميع المسلمين وأما المسألة الخامسة : فجوابها ان المفقود عنها إذا لم يترك لها نفقة واحتاجت

غایۃ الاحتیاج او خافت علی نفسها الفساد ان لها التطلاق بلا تأجیل كما هو مفهوم الشرط فی قول الشیخ خلیل فی مسئلة المفقود وتوجل اربع سنین ان دامت نفقتها وقال شراحه قاطبة فان لم تقدم نفقتها او خشیت الفساد فلها التطلاق بلا تأجیل فترفع أمرها إلى الحاكم وتثبت عدم النفقة والاحتیاج بما یثبت به فإما ان یطلق الحاكم بنفسه او یامرها بالتطلاق وهو قول الشیخ خلیل فهل یطلق الحاكم أو یامرها به ؟ قولان وأما ارادة اهلها تزويجها فلا عبرة به ما لم تطلب الفراق بنفسها الا أن تكون سفیهة فیقوم ولیها مقامها إذا تحقق لديه ضررها .

وأما المسئلة السادسة : فجوابها انه لا یحل لمن لم یکن عندها نفقة او من خشیت الفساد من النساء ان تطلق نفسها قبل ثبوت ضررها عند الحاكم سواء عدم النفقة أو خشیت الفساد لما تقدم فی الجواب عن المسئلة الأولى من جواب مالك وسما تقدم فی الجواب عن المسئلة الثانية ، وهو قول قاضی المدینة ابن فرحون فی تبصرته ان التطلاق علی الغائبین وغيرهم مما یفتقر إلى حکم الحاكم فلا بد من ثبوت ضررها عند الحاكم فإما ان یطلق الحاكم واما ان یامرها بتطلاق نفسها وهو قولان مشهوران لكن القول الثانی أقوى لقول رسول الله صلى الله علیه وسلم لبريرة لما اعتقت أنتی أملك بنفسك إن شئت أقمت مع زوجك وإن شئت فارقته .

و أما قولكم وعلى الثانی کیف یعمل فالجواب عنها ان أحكام صلتهم نافذة ماضیة وان كانت تولیتهم الصادرة من الكفار باطلة وبهذا الفتی الامام ابو عبد الله المارزی لما سئل عن إجماع تانی فی زمنه من صقلیة من عند قاضیها أو شهود عدولها فأجاب جواباً طویلاً إلى أن قال : وأما الوجه الثانی وهو تولیة الكافر للقضاة والامناء لعجز الناس بعضهم عن بعض فقد ادعی بعض أهل المذهب أنه واجب عقلاً وإن كان باطلاً قولیة الكافر لهذا القاضی إما بطلب الرعیة له واقامته لهم لذلك فلا یطرح حکمه وینفذ كما لو لاه سلطان مسلم . وفي کتاب الأیمان فی مسئلة الخائف لأقضیتك حقل إلى أجل أقام شیوخ المكان مقام السلطان عند فقده لما یخاف من فوات القضية وعن مطرف وابن الماجشون فیمین خرج علی الامام وغلب علی بلد فولی قاضياً عدلاً فأحکامه نافذة انتهى وفي کتاب بیان وجوب الهجرة للشیخ عثمان فودی الخلاق المالكی - مانصته : وتولیة

الكافر للقاضی باطلة ومع ذلك لا یقترح فی تنفيذ أحكامه اذ حجروا الناس بعضهم عن بعض واجب وفي ذلك يقول الناظم :

تولیة الكافر للقضاة باطلة والحکم ذواتات لان حجروا الناس بعضهم علی بعض محتم كما قد انجلی .

قلت : اقل أحوالهم أن یكونوا كالمحكمین أو بمنزلة جماعة المسلمین فقد تقدم ان المفقود زوجها ترفع أمرها للقاضی أو للوالی وإن لم یجدوا فلیجماعة المسلمین . والعلم عند الله وصلى الله علی سیدنا محمد وآله وسلم

أمر بكتابتہ محمد الطیب ابن اسحاق الأنصاری

الجواب

فتویٰ مالکیہ مرسلہ کو دیکھ کر اس امر میں تو اطمینان ہو گیا کہ مالکیہ کے نزدیک دارالاسلام میں جماعۃ المسلمین اور جبران صالحین کی طرف مرافعہ بھی مثل مرافعہ الی السلطان کے ہے مگر کتب مالکیہ کی نصوص سے صراحت یہ معلوم ہو رہی ہے کہ مرافعہ الی السلطان او من فی حکمہ اور تطلاق و ضرب اجل زوجہ مفقود دارالاسلام کے لئے خاص ہے اور زوجہ مفقود ارض حرب کے لئے صرف تعمیر ہے . اس کے بارے میں مفتی مالکیہ نے فتویٰ مرسلہ میں محض اپنے قیاس سے بدو کسی نص مذہب کے حوالہ کے ہندوستان ہندوستان کو حکم دارالاسلام قرار دیکر ان بلاد میں بھی نفقہ زوجہ مفقود کو مشمل زوجہ مفقود دارالاسلام کے قرار دیا ہے پس اولاً تو آجکل کے علماء کا قیاس حجت نہیں . دوسرے علت اس کی یہ بیان کی ہے ، لوجود القضاة المسلمین فیہا وولاہم وامکان الکشف عنه - اور علت ہندوستان میں مفقود ہے کیونکہ یہاں قضاة وولاة مسلمین موجود نہیں اور انگریزی عدالتوں میں جو حکام مسلمین موجود ہیں وہ مسلمہ مفقود و امثالہ من مسائل الطلاق والنکاح وغیرہ میں قانون انگریزی کے پابند ہیں قانون اسلامی کے موافق فیصلہ کے مجاز نہیں . فوجود ہم کالعدم - البتہ اگر گورنمنٹ

عہ لا یقال العلة فی الاصل امکان الکشف وہی موجودة فی الهند وان لم یکن لنا فیہا قضاة وولاة مسلمون لا نمانع امکان الکشف بدون القضاة والولاة فان العامة لا تیسر لها من أسباب الکشف ما یتیسر للحکام كما لا یخفی فان عمال الحكومة إذا مروا بالکشف عن أحد ولو کان مختلفاً من کل وجه یکشفونه بالجد السلیغ والعامة لا یجهدون ولوجہد ولا یقدرون كما هو شاهد - منه

ہندوستان میں بھی محکمہ قضا کو قائم کر دے اور قضا کو ان مسائل میں قانون اسلام پر فیصلہ کا اختیار دے تو پھر بے شک ہندوستان کے مفقود کو بحکم مفقود دار الاسلام کہنا صحیح ہوگا پس ہندوستان میں مذہب مالک کے موافق زوجہ مفقود کے لئے تطلیق و ضرب اجل متصور نہیں و هذا ما قلناه قبل ونشكركم على ما منتم به علينا من تجشم الاستفتاء من مالكية الحرم النبوي لانه لم نعلم عنونا للمسلمين وغياثا للمستترشدين - والسلام
حرره خويدهم ظفر احمد عفا الله عنه
ازنهانہ بھون خانقاہ امدادیہ
۲۵ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ
(نوٹ) اس کے بعد مولانا حسین احمد صاحب نے مالکیہ کے دوسرے فتاویٰ بھیجے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں - ظفر

استفتاء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ما قول ساداتنا المالكية ابطال الله بقاءهم ونفع المسلمين بعلومهم في هذه المسائل الآتية :

(۱) امرأۃ مسلمة فقدت زوجها منذ سنين ولم يتبين امره مع كثرة التفتيش والتحقيق هل يجوز لها بعد مضي أربع سنين أن تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج بزوج آخرام لابد من رفع الامر الى الوالى أو الحاكم أو جماعة المسلمين ثم تفتيش ذلك المرفوع اليه فاذا يئس يحكم بعد ذلك بانتظارها أربع سنين فان لم يتبين تعتد عدة الوفاة كما يفهم من المدونة ومختصر الخليل وشرحه للدردير أم كيف الحكم؟

(۲) هل يلزم حكم الحاكم أو حكم جماعة المسلمين لانتظار أربع سنين ام يصح ذلك بغير الحكم ايضاً؟

(۳) بلاد اسلامية استولى عليها الكفار منذ مدة مديدة وفقدت مسلمة من اهلها زوجها فيها وليس هناك حاكم اسلامي يفصل الاحكام حسب القوانين الشرعية فكيف السبيل لها هناك؟ وفي أية قسم من الاقسام الاربعة المذكورة للمفقود في

مختصر الخليل يكون عداده؟ وهل يصح للمرأة هناك بعد مضي أربع سنين ان تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج أم سبيلها التعمير فقط؟
(۴) هل الصورة الثانية للمفقود المذكورة في مختصر الخليل تختص بامرأة كانت من سكان البلاد الاسلامية فذهب زوجها الى البلاد الشرقية ففقد هناك أم تشمل القاطنة بالبلاد التي استولى عليها الكفار وبالديار الحربية الاصلية أم وكيف الأمر؟
(۵) المفقود عنها زوجها سواء كانت من البلاد الاسلامية أو الشرقية اذ لم يترك زوجها عندها نفقة وهي في غاية من الاحتياج والفاقة أو كانت بحيث يخشى عليها الفساد بالعزوبة كيف السبيل لها إذا أرادت التزوج أو أراد أهلها ذلك؟
(۶) المفقود عنها زوجها اذا لم يكن عندها النفقة وهي محتاجة أو يخشى عليها من الفساد هل يصح تطليقها أو فسخ نكاحها بغير حكم الحاكم الشرعي أم لابد من الحكم وعلى الثاني كيف يعمل بالبلاد الاسلامية التي تغلب عليها الكفار؟ أفيدونا ولكم اجر الجزيل

فتوى علامہ سعید بن صدیق مالکی مفتی مالکیہ مدنیہ منورہ

الجواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱) الجواب، والله أعلم بالصواب ومن فضله ترتجى الثواب هوأت نصوص المذهب مطبقة على أن المفقود على ستة أقسام كما ستمر مفصلة الأحكام وعلى أن زوجته لابد لها من الرفع إلى القاضي أو الوالى أو من يقوم مقامهما عند عدمهما من والى الماء أو جماعة المسلمين لأنهم يقومون مقام الحاكم العدل عند عدمه ولكن عند وجود الثلاثة لا ترفع إلا للقاضي فان رفعت لغيره مع التمكن من الرفع له حرم عليها ذلك ولن مضى ما فعله ان كان

هو الوالى لاجماعة المسلمين . هذا ما يظهر من كلام ابن عرفة كما قاله الاجمورى
وأما لو رفعت لجماعة المسلمين مع وجود الوالى فالظاهر مضى فعلهم وفى النهورى
وتبعه اللقائى أن ظاهر كلام خليل ان الثلاثة فى مرتبة واحدة الا أن القاضى
أضبط وجود القاضى أو غيره ممن ذكر مع كونه يجوز أو يأخذ المال الكثير بمزلة
عدمه فترفع لجماعة المسلمين من صالحى جيرانها وعدولهم وغيرهم لا منهم
كالامام عند عدمه وما يفهم من تعبيرهم بجماعة المسلمين ان الواحد لا يكفي
وكذا الاثنان وبه صرح الاجمورى فعلم أنها ان أرادت الرفع فى شأن
زوجها ووجدت الثلاثة وجب الرفع للقاضى فان رفعت لغيره حرم وصح و
ان رفعت لجماعة المسلمين لم يصح وإن لم يكن قاض خيّر فيها فان رفعت
لجماعة المسلمين صح على الظاهر وان لم يوجد واحد من الثلاثة رفعت لجماعة
المسلمين . وأهلها منهم وكذا القضاة والأمناء المولون للأحكام من الكفار
المستولين على بلاد المسلمين لعجز الناس بعضهم عن بعض وقد ادعى
أهل المذهب أنه واجب عقلاً وإن كان باطلاً تولية الكافر لهؤلاء القضاة إما
بطلب الرعية له أو إقامته لهم للضرورة لذلك فلا يطرح حكمهم بل ينفذ كما لو
ولاهم سلطان مسلم فتمضى أحكامهم للضرورة ولئلا يزهّد الناس فى قبول
توليتهم فتضيع الحقيق وفى كتاب الايمان فى مسئلة الخائف ليقضيتك حقت
إلى أجل أقام شيوخ المكان مقام السلطان عند فقده لما يخاف من فوات القضية
وعن مطهر وابن الماجشون فيمن خرج على الامام وغلب على بلد فولّى قاضياً
عدلاً فأحكامه نافذة وقال ابن عرفة : لم يجعلوا قبول الولاية للمتقلب المخالف
للإمام جرحة لحون تعطيل الأحكام .

(٢) وأما المفقود فى بلاد الاسلام فقد عرفه ابن عرفة بقوله هو من
انقطع خبره فمكّن الكشف عنه فالأسير ونحوه ممن لا يمكن الكشف عنه لا يستقى
مفقوداً فى اصطلاح الفقهاء فالمفقود فى بلاد الاسلام فى غير جماعة ولا
وباء إن لم ترض زوجته بالصبر إلى قدومه فلها أن ترفع أمرها إلى الخليفة
أو القاضى أو من يقوم مقامهما فى عدمهما ليفحصوا عن حال زوجها بعد أن

تثبت الزوجية وغيبة الزوج والبقاء فى العصمة الى الآن وإذا ثبت ذلك عندهم
كتبوا كتاباً مستقلاً على اسمه ونسبه وصفته إلى حاكم البلد الذى يظن وجوده
فيه وإن لم يظن وجوده فى بلد بعينه كتب إلى البلد الجامع واستصوب ابن ناجى
ان أجره الرسول الذى يفحص عن المفقود على الزوجة فإذا انتهى الكشف ورجع
إليه الرسول وأخبره بعدم وقوفه على خبره فالواجب أن يضرب له أجل أربع سنين
للمحرر وستان للعبد وهذا التحريم محض تعبد لفعل عمر بن الخطاب وأجمع عليه
الصحابية ومحل التأجيل المذكور إن كان للمفقود مال تنفق منه المرأة على نفسها
فى الأجل ويزاد على ذلك عدم خشيتها الزنا بلاولى لشدة ضرر ترك الوطى الناشئ
عن الزنا ألا ترى أنها لو أسقطت النفقة على زوجها يلزمها الاسقاط وإن
أسقطت عنه حقها فى الوطى لا يلزمها ولها أن ترجع فيه وأيضاً النفقة يمكن
تحصيلها من غير الزوج بتسلف ونحوه بخلاف الوطى وإن دامت النفقة ولم تخش
الفتنة فيؤجل الأجل المذكور من يوم ترفع ذلك للحاكم ويرسل فى النواحي للكشف
عنه ولا يضرب له الأجل بمجرد الرفع بل بعد تمام الكشف وإلى جميع ما سبق أشار
خليل بقوله وللزوجة المفقود الرفع للقاضى والوالى وإلى الماء وإلا لجماعة
المسلمين فيؤجل أربع سنين إن دامت نفقتها والعبد نصفها من العجز عن خبره
ثم اعتدت كالوفاة وهى أربعة أشهر وعشراً للمحرر وشهران وخمس ليال مع
أيامها إن كانت رقيقة ويلزمها ما يلزم المتوفى عنها من الاحداد زمن عدتها
ولا نفقة لها من عدتها وأما فى مدة الأجل فتنفق من مال الزوج وإليه أشار
خليل بقوله وسقطت بها النفقة وليس لها البقاء بعد القضاء العدة فى عصمة
المفقود لأنها أبيضت لغيره ولا حجة لها فى أنه أحق بها ان قدم لأنها على حكم الفراق
حتى تظهر حياته إذ لو ماتت بعد العدة لم يوقف له إرث منها وإما إن لم
يكن له مال فلها التطلاق عليه بالأعسار من غير تأجيل لكن بعد اثبات ما تقدم
تزيد اثبات العدم واستحقاقها للنفقة وتختلف مع البيئنة الشاهدة لها
أنها لم تقبض منه نفقة هذه المدة ولا أسقطتها عنه وبعد ذلك يمكنها الحاكم
من تطلاق نفسها بأن توقعه ويحكم به أو يوقعه الحاكم ومثل المفقود من علم

موضعه وشكت زوجته عدم النفقة يرسل إليه القاضي إما أن تحضر أو ترسل النفقة أو تطلقها وإلا طلقها الحاكم بل ولو كان حاضراً وعدمت النفقة ثم بعد الطلاق تعد عدة الطلاق بثلاثة أقراء للمحررة وقرئين للأمة فيمن تحيض وإلا بثلاثة أشهر للمحررة والزوجة الأمة لاستوائهما في الأشهر.

(۳) وأما زوجة مفقود أرض الشرك ومثلها زوجة الأسير فانها يبقيان لانقضاء مدة التعمير وإلى مالها واختلف في قدرها فقل سبعون سنة وهو قول امام مالك وابن القاسم واشهب قال القاضي عبد الوهاب هو الصحيح و قيل ثمانون سنة وحكم بخمس وسبعين سنة وانما لم يضرب لها أجل كزوجة مفقود أرض الاسلام لتعذر الكشف عن زوجيها ومحل بقائها إن دامت نفقتها كغيرها وإلا فلها التطلق وأما زوجة المفقود في القتال الواقع بين المسلمين والكفار فإنها تعد بعد مضي سنة كائنة بعد الفحص عن حاله وأما زوجة المفقود في معترك المسلمين فتعد بعد الفراغ من القتال والاستقصاء في الكشف عنه ولا يضرب لها أجل لأنه يحمل امره على الموت ولذلك يقسم ماله حين شروعهما في العدة أمّا لو شهدت البيّنة على أنه خرج من الجيش ولم يثامم المعترك فإنه يكون كالمفقود في بلاد المسلمين فيجوز في زوجته ما تقدم. وأما زوجة المفقود في زمن المجاعة أو الوباء أو الكبة أو اسعال فتعد بعد ذهاب ذلك المرض وبقي من شك في حاله هل فقد في بلاد المسلمين أو الكفار لانقص في حاله. قال الاجهوزي: وينبغي العمل بالأحوط فتعامل زوجته معاملة زوجة مفقود أرض الشرك بخلاف من سافر في البحر فاقطع خبره فسيبيله سبيل المفقود إلا أن يكون فقد في شدة ريح والمراكب في المرسى ولم يتبين له خبر فيحكم بموته لغلبة الظن بفرقه. هذا ملخص أحكام المفقود بأقسامه.

حرره، حمادى الأولى سكته

سعيد بن صديق أحسن الله إليه في الفانية والدائمة

ومن عليه وعلى المسلمين بحسن الخاتمة

سعيد بن صديق

فتوى علامه محمد الفاضل شامى مالكي مفتي مالكيه مدينه منوره

استفتاء

بسم الله الرحمن الرحيم

ما قول ساداتنا المالكية أطل الله بقاءهم ونفع المسلمين بعلومهم في هذا المسائل الآتية

(۱) امرأة مسلمة فقدت زوجها منذ سنين ولم يتبين أمره مع كثرة التفيتش والتنقيز هل يجوز لها بعد مضي أربع سنين أن تعد عدة الوفاة ثم تنزوج بزواج آخر أم لا بد من رفع الامر إلى الوالي أو الحاكم أو جماعة المسلمين ثم نفتيش ذلك المرفوع إليه فإذا يتيسر يعام بعد ذلك بانتظار أربع سنين فإن لم يتبين تعدد عدة الوفاة كما يفهم من المدونة ومختصر الخليل وشرحه للدردير أم كيف الحكم؟

(۲) هل يلزم (ان يشترط) حكم الحاكم أو حكم جماعة المسلمين لانتظار أربع سنين أم يصح ذلك غير الحكم أيضاً؟

(۳) بلاد اسلامية استولى عليها الكفار منذ مدة مديدة وفقدت مسلمة من أهلها زوجها فيها وليس هناك حاكم اسلامي يفصل الأحكام حسب القوانين الشرعية فكيف السبيل لها هناك؟ وفي أي قسم من الأقسام الأربعة المذكورة للمفقود في مختصر الخليل يكون عداده؟ وهل يصح للمرأة هناك بعد مضي أربع سنين أن تعد عدة الوفاة ثم تنزوج أم سبيلها التعمير فقط؟

(۴) هل الصورة الثانية للمفقود المذكورة في مختصر الخليل تختص بامرأة كانت من سكان البلاد الاسلامية فذهب زوجها إلى البلاد الشركية ففقد هناك أم تشمل القاطنة بالبلاد التي استولى عليها الكفار وبالديار الحربية الاصلية أم كيف الامر؟

(۵) المفقود عنها زوجها سواء كانت من البلاد الاسلامية أو الشركية إذا لم يترك زوجها عندها نفقة وهي في غاية من الاحتياج والفاقة أو كانت بحيث يخشى عليها الفساد بالعزوبة كيف لها إذا أرادت التزوج أو أراد أهلها ذلك؟

(٦) المفترود عنها زوجها إذا لم يكن عندها النفقة وهي محتاجة أو يخشى عليها من الفساد هل يصح تطليقها أو فسخ نكاحها بغير حكم الحاكم الشرعي أم لا بد من الحكم؟ وعلى الثاني كيف يعمل بالبلاد الإسلامية التي تغلب عليها الكفار؟ أفيدونا ولكم الأجر الجزيل .

الجواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لمستحقه اتم الصلاة والتسليم على خير خلقه وآله وصحبه وتابع
ما وصي به .

أما السؤال الأول : عن مسلمة فقدت زوجها سنين وبولغ في التفتيش عنه ليتبين فلم ينفع ذلك ولم يظهر أسالم هو أم هالك ؟ فجوابه إذا كان الفقد في أرض الإسلام وله مال ينفق منه على زوجته المتروكة في المقام هو ما في الموطأ والمدونة وغيرها عن مالك عن يحيى بن سعيد أن عمر بن الخطاب قال : إنما امرأة فقدت زوجها فلم تدرا أين هو فإنها تنتظر أربع سنين ثم تعتد أربعة أشهر وعشراً ثم تحل وعن ابن وهب أن عمر عمل بذلك ورواه الأئمة مالك والشافعي وأحمد وابن أبي شيبة والبيهقي والدارقطني عن عمرو وعثمان وعلي وابن عباس وابن الزبير رضي الله عنهم . وقال مالك : ينفق على امرأة المفقود من ماله في الأربع سنين لافي العدة . وقال : لا يقسم ميراث هذا المفقود حتى يأتي موته أو يبلغ من الزمان ما لا يجيئ إلى مثله وهو سبعون أو خمس وسبعون أو ثمانون ذكره الشيخ خليل وغيره وفي هذا قال الناظم محمد بن عاصم في تحفة الحكام ومن بأرض المسلمين يفتد ف أربع من السنين الأمد وباعتداد الزوجة الحكم جرى تبعضا والمال فيه عمرا .

وقول السائل: هل تعتد لنفسها بعد الأربعة الأعوام عدة الحمام أم ترتع
أمرها للحكام أو جماعة الاسلام فجوابه ما في المدونة لسمعون قلت: أرايت امرأة
المغفود أعتد الأربع في قول مالك بغير أمر السلطان قال ابن القاسم قال مالك:
لا وإن أقامت عشرين سنة. ثم ذكر أنها ترفع أمرها لا سلطان فيبحث عنه وبعد اليأس

يضرب أربع سنين وفي مختصر الشيخ خليل المالكى وشروحه وحواشيه أن لزوجة المفقود
الرفع للقاضي والوالى والى الماء أى جابى الزكوة وإلا فلجماعة المسلمين قيل :
أقلهم ثلاثة من الصلحاء أو واحد عدل عارف يرجع إليه فى المهمات والرجاء
أما مفقود أرض الشرك والاسير فلا يورث مالها ولا تنكح زوجته إلا بعد التعمير
وفى حاشية العدوى على الرسالة أن زوجة مفقود أرض الشرك وزوجة الاسير
تبقيا مدة التعمير لتعذر الكشف عن زوجيهما ان دامت نفقتهما وإلا فلهم
التطليق كما إذا خشيّا على أنفسهما الزنا ومثله فى شرح المختصر وغيرها اعتاق
ام ولده بعد مها النفقة أيضاً دفعاً للضرر أو تترؤج بمن ينفق عليها. وفى هذا
قال الناظم محمد بن عاصم : وحكم مفقود بأرض الكفر فى غير حرب حكم
من فى الأسر تعميره فى المال والطلاق ممتنع ما بقى الانفاق،

أما المنة: وفي حرب المسلمين مع بعضهم أو في زمن الطاعون فيورث واقتد زوجته عدة الوفاة
بعد الفصال الصفتين ورجوع الخبر إلى البلدين وفي ذلك قال الناظم محمد بن عاصم
وحكمه سفقود بأرض الفتن - في المال والزوجة حكم من فني مع التلوم لأهل
الملحمة - بقدر ما تنصرف المنهزمة -

و اما المفقود في حرب المسلمين للكفار فتعد زوجته عدة الوفاة ويقسم ما عنده من التركات بعد سنة وشئ من الانتظار وفي ذلك قال النائم محمد بن عيسى:

وإن يكن في الحرب فالمشهور
وفيه أقوال لهم معينة
وقد أتى القول بضرب عام
ويقسم المال على مائة
وذا به القضا في الهند لس

في ماله والزوجة التعمير
أصحها القول سبعين سنة
من حين يأس منه لا القيام
وزوجه تعد من وفاته
لمن مضى فمقتضيهم موتس

أما السؤال الثاني : وهو هل يلزم حكم الحاكم أو جماعة المسلمين بانتظار الأربع سنين أو يصح بلا حكم من المذكورين؟ فجوابه ما في شرح الدرر وحاشيته ان رفعت أمرها للقاضي يجيب فان رفعت لوالى السياسة أو والى الماء الجافى الزكوة مع وجود القاضى حرم عليها ذلك وصح الحكم وإن

رفعت لجماعة المسلمين مع وجود القاضي بطل الحكم وان لم يوجد قاض خبرت في
الرفع للوالي أو الساعي فان رفعت لجماعة المسلمين مع وجودها فالظاهر الصحة اما
ان كانوا جاثرين بأخذ مال منها ظلماً ليكتشفوا لها عن حال زوجها فلها الرفع لجماعة
المسلمين أما أجرة المبعوث لطلب الزوج فقيل على الزوجة وقيل على بيت المال، و
قيل: إن كان لها مال فعليها وإلا فعلى بيت المال. وعند الحنابلة لا يفتقر في ضرب
المدة إلى حاكم البلدة (فائدة عن المسئلة عند زائدة) عند الحنفية لا تطلق
زوجة المفقود ولا يورث ماله إلا بعد سن التعمير مائة وعشرين أو تسعين أو
ثمانين أو سبعين أو ستين أو برأى حاكم المسلمين وعند الحنابلة ان كان ظاهر
غيبه السلامة لا تطلق امرأته ولا يورث في تركته إلا بعد تسعين سنة وإن كان
ظاهر الهلاك فبعد أربع سنين وعند الشافعية في قول الشافعي القديم تطلق
بعد أربع سنين ويورث بعد مدة لا يبيح إلى مثلها - وفي الجديد: لا تطبق
ولا تورث إلا بعد ثبوت موته أو طلاقه لما رواه الشافعي عن علي رضي الله عنه
امارة المفقود ابتليت فلتصبر حتى يأتي يقين موته ولحديث امرأة المفقود امرأته حتى
يأتيها البيان - رواه الدارقطني والبيهقي عن المعيرة بن شعبة لكن الشافعية
والحنابلة كالمالك في جواز تطليقها لعدم النفقة

وأما السؤال الثالث: عن مسلمة فقدت زوجها في بلاد اسلامية استولى
الكافر عليها وحازها وليس هناك حاكم اسلامي كيف تعمل إذا ارادت زواجها؟ فجوابه
ما في الشرح أقرب المسالك للدريز: أن زوجة المفقود في ارض الاسلام تعتد عدة
وفاة ان رفعت أمرها للحاكم ان كان ثمة أو لجماعة المسلمين عند عدمه ولو حكماً
قال: كما في زماننا بمصر اذ لا حاكم فيها شرعي فيكفي الواحد من جماعة المسلمين
ان كان عدلاً عارفاً شأنه أن يرجع إليه في مهمات الامور بين الناس لا مطلق واحد
وعند الحنابلة لا تفتقر امرأة المفقود إلى حكم حاكم البلدة كما في كثران القناع و
شرح المستهلى للشيخ منصور الحنبلي، وقول السائل: وفي أي قسم للمفقود يكون
هكذا؟ جوابه هو أنه من الفقد في بلد الاسلام إذا كانت شعائره فيها تقام -
وفي حاشية الصافي والدسوقي أن بلاد الاسلام لا تصير دار حرب بأخذ الكفار لها

بالتعمير ما دامت شعائر الاسلام قائمة بها وعليه يكون اعتدادها عدة الوفاة بعد أربع
سنين وانتهاء الكشوفات ويختص حكم المفقود بزوجه الساكنة في بلاد الاسلام
أو في التي استولى عليها الكفار مع إقامة شعائر الاسلام فيها بين الانام أما
السكنة في البلاد الحربية الاصلية فلا مولاة لنا في أمورها بالكلية.

أما السؤال الرابع عن فسخ نكاح المفقود بعدم النفقة في زمن الترتيب
والقعود فجوابه ما في شرح الدردير وعبد الباقي والخرشي وغيرها أن المفقود إنما يجل
لامرأته ما دامت نفقتها وإلا طلقت عليه بعدم النفقة وقضى صلى الله عليه وسلم
في الرجل لا يجد ما ينفق على امرأته بأن ينفق بينهما - رواه الدارقطني والبيهقي
وذكره مالك والشافعي وعلماء الحنابلة عن سعيد بن المسيب واخبرنا ذلك من السنة
وعلى ذلك المالكية والشافعية والحنابلة واستحسن متأخروا الحنفية نصب غير حفي
يحكم بذلك للضرورة في حضور الزوج ذكره صدر الشريعة والكواكبي وابن عابدين
وغنهم.

أما السؤال الخامس عن فسخ نكاح امرأة المفقود بخشية الفساد والزنا
فجوابه ما في حاشية العدوي على الرسالة والصاوي على أقرب المسالك وشرحه
للدريز أن ضرب الاجل لامرأة المفقود إما هو إذا دامت نفقتها من ماله ولم تخش
الفتنة والزنا وإلا فلها التطليق بعدم النفقة أو بخوف الزنا.

أما السؤال السادس وهو هل يصح تطليقها أو الفسخ بغير حاكم شرعي و
كيف العمل في ذلك في البلاد الاسلامية التي تغلب عليها الكفار بالقوة الظلامية
فجوابه ما في الحاشية الصاوي المالكي على أقرب المسالك وكتب الشافعية أن الفسخ
بعدم النفقة ونحوها إنما يكون بحكم الحاكم أو المحكم وان لم يكن حاكم فجماعة المسلمين
العدول يقومون مقامه في ذلك وفي كل أمر يتعد فيه الوصول إلى الحاكم العادل
والواحد منهم كإن كان عدلاً عارفاً يرجع إليه في المهمات عمرنا الله بخبره في الحياة
وبعد المهمات - وصلى الله وسلم على صاحب المعجزات والكرامات.

العبد الفقير محمد الشهير بألفاهاشم بن احمد لا زال

مع الاخوان في عناية الصمد.

آخر الجواب

بعد النظر فی جمیع الفتاویٰ الواصلة من المدينة المنورة فی الباب ، اقول وبالله التوفیق۔ فتویٰ علامہ سعید بن صدیق مالکی وفتویٰ علامہ محمد الفاضل مفتی مالکیہ مدینہ منورہ سے امور ذیل مستفاد ہوتے ہیں اور زوجہ مفقود کے لئے اس کے موافق فتویٰ دینے کا مضائقہ نہیں۔

(۱) زوجہ مفقود ارض حرب کے لئے جو حکم تعمیری ہو وہ مطلقاً نہیں بلکہ وجود نفقہ و صبر علی البقاء فی العصمة کے ساتھ مفید ہے اور اگر نفقہ نہ ہو یا ہو مگر زوجہ مفقود بقاء فی العصمة پر صابر نہ ہو بلکہ اپنے نفس پر ابتلاء بالزنا کا اندیشہ رکھتی ہو تو اس کے لئے اس صورت میں حکم تعمیری نہیں بلکہ اس کے لئے حکم تطلیق ہے۔ ملاحظہ ہو فتویٰ علامہ سعید بن صدیق من قوله و حمل التأجل المذكور ان كان للمفقود ما الى قوله و ان دامت النفقة ولم تخش العنت فيؤجل الاجل المذكور و من قوله و اما زوجة مفقود ارض الشرك و مثلها زوجة الاسير فانهما يبقيان لا تقضاء مدة التعمير الى قوله و حمل بقاءهما ان دامت نفقتهم باخبرها و الا فلها التطلاق۔ نیز ملاحظہ ہو فتویٰ علامہ محمد الفاضل من قوله اما مفقود ارض الشرك و الاسير الى قوله و الا فلها التطلاق و الى قوله تعيره في المال و الطلاق ممتنع ما بقى الا نفاق و من قوله اما السؤال الرابع عن فسخ نكاح المفقود بعدم النفقة الى قوله و الا طلقت عليه بعدم النفقة و الى قوله فجوابه ما في حاشية الحد و على الرسالة و الصاوي على اقرب المسالك و شرحه للدردير ان ضرب الاجل لامرأة المفقود الخ

(۲) دار الاسلام میں بھی چار سال کی مدت مقرر کرنا اور اس کے بعد عدت و فوات کا پورا کرنا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ زوجہ مفقود کے لئے نفقہ موجود ہو اور وہ اندیشہ ابتلاء بالزنا سے محفوظ ہو۔ ملاحظہ ہو عبارات متقدمہ جن کا حوالہ ع میں دیا گیا ہے اگر نفقہ موجود نہ ہو یا ہو مگر عورت بقاء فی العصمة پر صابر نہ ہو تو دار الاسلام میں بھی حکم تطلیق مثل زوجہ مفقود دار الحرب ہے البتہ بقاء نفقہ و صبر علی البقاء فی العصمة کی صورت سے مراد مجموعہ عبارات ذیل ہے جس میں حکم تعمیری بھی ایک جزو ہے۔

میں دار الحرب و دار الاسلام کا حکم مختلف ہے اور دار الحرب میں اس صورت میں حکم تعمیری ہے اور دار الاسلام میں حکم یہ ہے کہ عورت جس وقت حاکم مسلم و من بجملہ کی طرف مراجعت کرے تو حاکم مسلم اول مفقود کی تلاش کرے اور مفتش کی اجرت بہت الماں کے ذمہ ہے اگر بیت المال ہو ورنہ عورت کے ذمہ ہے پھر بعد یاس کے زوجہ مفقود کے لئے چار سال کی مدت مقرر کرے بعد تمام ہونے چار سال کے عورت عدت و فوات چار ماہ دس دن مع احوال کے پوری کرے اور عدت و فوات کے لئے حکم حاکم و من بجملہ شرط نہیں۔

(۳) حکم تطلیق زوجہ مفقود ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اگر شوہر کا مقام معلوم ہو مگر نفقہ نہ پہنچا تا ہو جب بھی حکم ہے۔ ملاحظہ ہو فتویٰ علامہ سعید بن صدیق من قوله و مثل المفقود من علم موضعه و شك زوجته عدم النفقة الى قوله بل ولو كان حاضراً و عدمت النفقة الخ و فتویٰ علامہ محمد باقر الفاضل من قوله طريق تطليق زوجة المفقود الى آخر الكلام۔ (۴) تطلیق یا فسخ بعدم النفقة یا بخوف ابتلاء بحکم حاکم مسلم ہو گا اگر حاکم مسلم نہ ہو یا بحکم محکم مسلم یا بحکم جماعت مسلمین عدول ہو گا۔ اور ایک عادل مسلمان بھی حکم کر سکتا ہے جبکہ وہ ایسا شخص ہو جس کی طرف بہت میں رجوع کیا جاتا ہو پھر یا تو حاکم مسلم (و من بجملہ) عورت پر خود طلاق واقع کر دے یا اس کو اختیار دیدے کہ اپنے نفس پر طلاق واقع کرے اور حاکم مسلم (و من بجملہ) اس طلاق کو جائز کر دے۔

ملاحظہ ہو فتویٰ علامہ محمد الفاضل کی الحاقی عبارت۔ لیکن علامہ سعید بن صدیق نے عدم نفقہ کی صورت میں تطلیق بلا تاخیر کو بھی جائز کہا ہے اور علامہ الفاضل نے ایک ماہ کا انتظار یا جو معتدرا اجتہاد حاکم میں مناسب ہو ضروری قرار دی ہے اور خوف عنت کی صورت سے علامہ سعید نے متعرض نہیں کیا کہ اس میں تاخیر ہے یا نہیں۔ اور علامہ حاتم نے کم از کم ایک سال تک صبر کرنا ضروری فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو فتویٰ علامہ حاتم صلی عبارت الحاق و فتویٰ علامہ سعید بن صدیق من قوله و اما ان لم يكن له مال فلها التطلاق عليه بالاعسار و من غير تاخيل اور علامہ محمد طیب نے عدم نفقہ و خوف زنا دونوں حالتوں میں تطلیق بلا تاخیر بیان کی ہے و هذا الفظه و قال شراحه يعني شرح مختصر الخليل قاطعة فان لم تدم نفقتها أو خشيت الفساد فلها التطلاق بلا تاخيل الخ

والله تعالى اعلم۔

(۵) طریقہ تطلیق یہ ہے کہ عورت حاکم مسلم یا جماعت مسلمین یا واحد عدل مرجوع الیہ فی المہمات کے سامنے دو شاہدوں کی شہادت سے اس بات کا ثبوت دے کہ فلاں شخص سے اس کا نکاح ہوا ہے وہ اس کا شوہر ہے اور وہ اتنی مدت سے غائب ہے اور اس کے لئے کچھ نفقہ نہیں چھوڑا، نہ کسی کو وکیل بالنفقة بنایا اور نہ عورت نے نفقہ کو معاف و ساقط کیا اور عدم عفو و اسقاط پر حلف کرے اس کے بعد حاکم مسلم یا جو بحکم حاکم ہو یوں کہے کہ میں نے نکاح کو فسخ کر دیا یا یوں کہے کہ میں نے تجھ پر مفقود کی طرف سے طلاق واقع کر دی یا عورت کو امر کرے کہ تو اپنے اوپر طلاق واقع کر لے یا اپنے نکاح کو فسخ کر دے پھر حاکم مسلم عورت کے فعل پر فیصلہ و حکم کر دے۔ یہ صورت تو تطلیق و فسخ بعدم النفقة کی ہے اور بصورت خوف زنا یہ حکم ہے کہ عورت اول شہادت شاہدین سے اپنی زوجیت مع الغائب کا ثبوت دے اور اس کی غیبت کو ثابت کرے اس کے بعد حلف کرے کہ میں اپنی عصمت کی حفاظت سے عاجز ہوں اور ابتلاء بالزنا کا اندیشہ قوی رکھتی ہوں۔ پس اگر عورت نے ایک سال تک صبر کر کے مرافعہ کیا ہو تب تو اس وقت حاکم مسلم و من بحکمہ اس پر طلاق واقع کر دے یا اس کو ایقاع طلاق کا امر کرے اور اگر سال پورا نہ ہوا ہو تو اس کو ایک سال پورا کرنے کا امر کرے بعد سال تمام ہونے کے پھر اس پر طلاق واقع کر دے یا اس کو ایقاع کا امر کرے اور حاکم مسلم و من بحکمہ اس کے ایقاع کے بعد حکم طلاق کر دے اور اس کے بعد عورت مدت طلاق تمام کر کے دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ ہذا ما ذکرہ العلامة محمد الفاضل فی فتاویٰ عبارات الحاق و مثله فی فتویٰ سعید بن صدیق مد عبارت مخطوطہ۔ و مثله فی فتویٰ العلامة محمد الطیب بن اسحاق مسیہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

تتمت : یہ حکم نکاح و طلاق زوجہ مفقود کا ہے رہا تقسیم ترکہ و میراث کا حکم تو اس میں مالکیہ و شافعیہ و حنابلہ سب کے سب حنفیہ کے موافق ہیں الا فی بعض صور المفقود و هو ما اذا کان الفقد فی حال یغلب علی الظن ہلاکہ۔ فافہم۔ حررہ الاحقر ظفر احمد عفی عنہ

۴۲ رجسٹر نمبر

الجواب الاخیر صحیح

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ

الجواب صحیح

محمد رسول خان عفا عنہ

الجواب الاخیر صحیح

بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ

الجواب الاخیر صحیح

سین احمد غفرلہ

صدر مدرس دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع غفرلہ

الجواب الاخیر هو الصحیح

محمد اعزاز علی غفرلہ

الحاق : طریق تطلیق زوجة المفقود أو الغائب الذي تعذر الإرسال

إليه أو أرسل إليه فتعاندان كان بعدم النفقة فإن الزوجة تثبت بشاهدين أن فلانا زوجها وغاب عنها ولم يترك لها نفقة ولا وكيلاً بها ولا اسقطتها عنه وتحلف على ذلك فيقول الحاكم فسمعت نكاحه أو طلقته منه أو يأمرها بذلك ثم يحكم به وهذا بعد التلوم بنحو شهر أو باجتهاده عند المالكية وفوراً أو متراحياً عند الحنابلة وبعد ثلاثة أيام عند الشافعية وإن كان خوفها الزنا وتفررها بعد الوطئ والغنا مع وجود النفقة والغنا بعد صبرها سنة فاکثر عند جل المالكية وبعد ستة أشهر عند الحنابلة۔ وفقنا الله إلى الأعمال الزكية۔

العبد الفقير محمد الفاضل بن احمد

تلخيص المعلومات | سوال :- نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ۔ مَا فِي تَلْخِيصِ الْمَطْلُوْمَاتِ | قولكم علماء دين (۱) زید کہتا ہے کہ اکثر دیکھا گیا ہے

کہ فلان شخص اپنی بیوی کو چھوڑ کر بے یار و مددگار مفقود الخیر ہو گیا یا فلاں شخص اپنی بیوی سے بے پرواہ ہو گیا اور غیر عورت سے ناجائز تعلق پیدا کر لیا اور عورت گھر میں مجبوس اپنی مصیبت کے دن بسر کر رہی ہے بالخصوص مفقود الخیر کی عورت کا تو کوئی دوسرا نکاح مذہب فقہ حنفیہ کی رو سے ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ نہ تو شوہر نے طلاق دی اور نہ اس کے مرنے کی خبر مصدقہ طور پر معلوم ہوئی لہذا ضرورت ہے کہ عورتوں کو اس ضروری مسئلہ سے آگاہ کیا جائے وہ یہ ہے کہ شریعت صاف حکم کرتی ہے کہ اگر عورت نکاح کے وقت شوہر سے یہ شرط کرے کہ میں نکاح اس شرط پر کرتی ہوں کہ جب میں چاہوں گی خود طلاق لے لوں گی

اور مرد قبول کرے تو نکاح بھی صحیح ہو جائیگا اور نیز ایسی عورتوں کو حق حاصل ہوگا کہ جب اس قسم کی کوئی ایذا رسانی کا سامان بہم پہنچایا جائے اور بجز علیحدگی کوئی صورت مضر باقی نہ رہے تو عورت جب چاہے طلاق لے سکتی ہے۔ یہ مسئلہ تمام کتب فقہ میں موجود ہے۔ چنانچہ درمختار (باب الامر بالید میں ہے: "نکحها علی أن امرها بیدها صح" (مشامی باب الامر بالید) مفید بہا اذا ابتدأت المرأة فقلت زوجت نفسي منك علی أن امری بیدی أطلق نفسي كلما أريد أوفی طالق فقال الزوج: فقلت۔

(البحر الرائق) فصل فی الامر بالید۔ ولو بدأت المرأة فقلت زوجت نفسي منك علی أن طالق أوفی امری بیدی أطلق نفسي كلما أريد فقال الزوج: فقلت وقع الطلاق وصار الامر بیدها۔

(قاضی خان جلد ۷) فصل فی النکاح علی الشرط: وان ابتدأت المرأة فقلت زوجت نفسي منك علی أن طالق أوفی أن يكون الامر بیدی أطلق نفسي كلما شئت فقال الزوج: فقلت حاز النکاح۔

(عالمگیری) الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح ومالا ینعقد: ان ابتدأت المرأة فقلت زوجت نفسي منك علی أن طالق أوفی أن يكون الامر بیدی أطلق نفسي كلما شئت فقال الزوج: فقلت حاز النکاح ويقع الطلاق ويكون الامر بیدها۔

اور احتیاط یہ ہے کہ نکاح کے وقت یہ شرط کی جائے کہ فلاں فلاں اشخاص جو مدرتین اور معتبر ہوں ان کے ہاتھ میں عورت کا معاملہ ہوگا جب وہ چاہیں طلاق دیدیں اگر شوہر عورت کے حقوق زوجیت ادا نہ کرے یا تکلیف پہنچائے یا آئندہ جیسا موقع محل ہو تو عورت کو اختیار دیا جائے۔ زید کا یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟ مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے میں نے مختصر کر کے لکھا ہے اصل کتاب جو زید نے چھپوا کر شائع کی ہے وہ بھی برائے مطالعہ ہدیہ ارسال ہے واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔ فقط

محمد احمد ناظم کتب خانہ احیاء الدین

محکمہ شاہ گنم الہ آباد ۱۲۵

الجواب

اس رسالہ مرسلہ کو دیکھا گیا مسئلہ بالکل صحیح ہے۔ واقعی عورتوں کی بہت سی تکالیف کا اس صورت میں انتظام و امداد ہو جائے گا مگر اس مسئلہ "الامر بالید کے جزئیات بہت دقیق ہیں اس لئے ہر عورت کو وہ الفاظ بتلائے جائیں جن میں کوئی خلیجان پیش نہ آئے ہمارے نزدیک بہتر لفظ یہ ہے کہ نکاح کے وقت عورت یا اس کا ولی یا عورت کا وکیل (قاضی نکاح خوان) یوں کہے کہ میں نے مسماۃ فلاں دختر فلاں کا نکاح تم سے کر دیا اس شرط پر کہ مسماۃ کو اختیار ہو کہ وہ جس وقت چاہے اپنے خاندان یا بستی کے دوسرے برادرہ نیک آدمیوں سے مشورہ کو موافقت رائے کر کے اپنے اوپر ایک طلاق بائن ایک دفعہ واقع کرے بدو دوسرے برادرہ نیک آدمیوں کے مشورہ اور موافقت رائے کے عورت کو اختیار نہ ہوگا اھ اگر الفاظ اختیار مثلاً اس طرح ہوئے کہ اگر شوہر نے سال بھر نفقہ وغیرہ نہ دیا یا سال بھر غائب رہا یا اس نے دوسری عورت سے تعلق کر لیا تو مسماۃ کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار ہوگا تو ان لفظوں سے جو اختیار حاصل ہوتا ہے وہ اس ساعت کے ساتھ مقید ہوتا ہے جس ساعت میں سال تمام ہو کر دوسرا سال شروع ہو یا اس مجلس سے مقید ہوتا ہے جس میں دوسری عورت سے تعلق کا علم ہوا ہے اگر اس ساعت یا اس مجلس میں عورت نے اپنے اوپر طلاق واقع نہ کی تو اب اختیار اس کے ہاتھ میں نہ رہیگا۔ اسی طرح بعض لوگ ایجاب و قبول کے وقت شرط اختیار کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ نکاح سے پہلے کا بن نامہ لکھواتے ہیں اور بعد نکاح کے شوہر سے دستخط کرا لیتے ہیں۔ یہ صورت بھی بعض دفعہ بیکار ثابت ہوتی ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ شرط اختیار ایجاب و قبول کے ساتھ ساتھ ہو اور الفاظ اختیار میں صیغہ شرط عام ہو کہ جس وقت عورت چاہے، اور ایک طلاق بائن سے زیادہ کا اختیار دینا فضول ہے اور ایک دفعہ سے زیادہ اختیار دینا بھی زائد از ضرورت ہے اور عورت کے سوا کسی دوسرے کو بھی اختیار دینا مضر ہے بلکہ عورت ہی کو اختیار دیا جائے مگر اس کے اختیار کو دوسرے برادرہ نیک آدمیوں کے مشورہ و موافقت رائے سے مشروط کر دیا جائے۔

الدلائل: قال فی العالمگیریۃ ص ۸۱: إذا قال لها طلقی سواء قال لها ان

شئت أو لا فلما ان تطلق نفسها في ذلك المجلس خاصة وليس له ان يعزلها اه
وفيه صريح : الفاظ الشرط - ان واذا - واذا ما - وكل وكلمة - ومتى - ومتى ما
ففي هذه الالفاظ اذا وجد الشرط انحلت اليمين وانتهت لانها لا تقتضي العموم
والتكرار فوجود الفعل مرة تم الشرط وانحلت اليمين فلا يتحقق الحنث بعده إلا في
كلماتها توجب عموم الافعال اه

وفيه أيضاً : ولو قال لها : أنت طالق متى شئت او متى ما شئت واذا شئت واذا ما
شئت فلما ان تشأ في المجلس وبعد القيام عن المجلس ولوردت لم يكن ردّاً ولا
تطلق نفسها إلا واحدة ولو قال : أنت طالق زمان شئت أو حين شئت فهو
بمعزلة قوله إذا شئت فلا يقتصر على المجلس اه ص ۸۹ ولو قال : إن شئت
وشاء فلان تعلق بهشيتهما - كذا في الكافي .

وفيه أيضاً : ولو قال : اذا مضى هذا الشهر فأمرها بيبه فلان فمضى الشهر
فأمرها بيبه في مجلس علمه وإن علم بعد شهرين لأن التفويض معلق بمضى
الشهر والمعلق بالشرط يصير مرسلًا عند وجود الشرط ولو ارسل التفويض بعد
مضى الشهر يقتصر على مجلس علمه فكذا هذا اه ص ۸۲

ولو قال : أمرك بيبك إلى عشرة أيام فالأمر بيبها من هذا الوقت إلى
مضى عشرة أيام ويحفظ قضاء العشرة بالساعات - والله تعالى أعلم .

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه

ازمخانه بھون - ۲۵ رمضان ۱۳۸۵ھ

تمتہ سوال مذکور | سوال :- ما قولکم علماء دین رحمکم اللہ - زید کہتا ہے
کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بیلاری عورتیں شوہر کے ظلم سے پریشان رہتی ہیں اس طرح
کہ کوئی شخص عورت کو چھوڑ کر مفقود الخیر ہو گیا اور عورت نہایت تکلیف و مصیبت سے گھر
کی چار دیواری میں اپنے انتظار کے دن بسر کر رہی ہے اور مذہب حقہ حنفیہ کی رو سے
اس کا کوئی دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ تو شوہر نے طلاق دی، نہ اس کے مرنے
کی خبر مصدقہ طور سے معلوم ہوئی - نیز ایسا واقعہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ فسادان شخص اپنی
منکوحہ سے بے پرواہ ہو گیا غیر عورت سے ناجائز تعلق کر لیا نہ تو نان نفقہ کی کفالت

کرتا ہے نہ طلاق دیتا ہے - علیٰ ہذا القیاس بہت سے واقعات ہیں کہ جس سے دل دکھتا ہے
اس لئے ضرورت سمجھی گئی کہ اس مسئلہ سے آگاہ کیا جائے وہ یہ ہے کہ اگر نکاح کے وقت عورت
شوہر سے یہ شرط کرے (خواہ بذریعہ وکیل یا خود) کہ میں نکاح اس شرط پر کرتی ہوں کہ
جب میں طلاق چاہوں گی طلاق لے لوں گی اور مرد قبول کر لے تو نکاح بھی صحیح ہو جائیگا اور عورت
کو بھی یہ حق حاصل رہے گا کہ جب اس قسم کی کوئی ایذا رسانی کا سامان بہم پہنچایا جائے اور بھر علیحدگی
کوئی صورت مفر باقی نہ رہے تو جب چاہے طلاق لے سکتی ہے اور یہ مسئلہ تمام کتب فقہ میں
موجود ہے - بحر الرائق میں ہے : ولو بدأت المرأة فقالت : زوجت نفسي منك على
أنی طالق أو على أن أُمري ببيدي أطلق نفسي كلما أريد فقال الزوج : قبلت وقع
الطلاق وصار الأمر ببيدها (فصل في الأمر باليد - قاضی خان جلد اول) وإن ابتدأت
فقالت زوجت نفسي منك على أني طالق أو على أن يكون الأمر ببيدي أطلق نفسي
كلما شئت فقال الزوج : قبلت جازا لنكاح ويقع الطلاق ويكون الأمر ببيدها .

(فصل في النكاح على الشرط) عالمگیری الباب الثاني فيما ينعتق به النكاح وما لا
ينعتق وإن ابتدأت المرأة فقالت زوجت نفسي منك على أني طالق أو على أن
يكون الأمر ببيدي أطلق نفسي كلما شئت فقال الزوج : قبلت جازا لنكاح ويقع
الطلاق ويكون الأمر ببيدها - انتہی کلام زید

اور بکر کہتا ہے کہ افسوس ہے کہ زید نے تحقیق نہیں کی یہ قول جو اس نے نقل کیا
ہے نہ تو امام اعظم کا قول ہے نہ امام محمد کا بلکہ یہ فقہ ابو اللیث کی رائے ہے -

قاضی خان میں ہے : تزوج امرأة على أنها طالق أو على أن أمرها ببيدها ذكر
محمد في الجامع أنه يجوز النكاح والطلاق باطل ولا يكون الأمر ببيدها - وذكر في الفتاوى
عن حسن بن زياد إذا تزوج امرأة على أنها طالق إلى عشرة أيام أو على أن يكون الأمر
ببيدها بعد عشرة أيام ان النكاح جائز والطلاق باطل ولا تملك أمرها .

عالمگیری میں ہے : رجل تزوج امرأة على أنها طالق أو على أن أمرها في الطلاق
ببيدها ذكر محمد في الجامع أنه يجوز النكاح والطلاق باطل -

بحر الرائق میں ہے : تزوج امرأة على أنها طالق أو على أن أمرها ببيدها تطلق
نفسها كلها تريد لا يقع الطلاق ولا يصير الأمر ببيدها -

تمام کتب فقہ میں ہے کہ عقد میں وہ شرط لگانا جو منافی عقد نکاح ہو وہ شرط قابل قبول نہیں لہذا زید نے جو نقل کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ بکر کے قول کی مصلحت یہ ہے کہ اگر زید کے قول کو صحیح مانا جائے تو اس میں ایک فساد برپا ہو جائے گا وہ یہ کہ عموماً عورتوں میں آزادی کا مادہ آجکل موجود ہے بس وہ ذرا ذرا سی بات پر طلاق لے لیا کریں گی اور شوہر بیوی میں جو تعلقات رہنا چاہتے وہ نہ رہ سکیں گے۔ نیز نیا چہرہ جو عورتوں کی آزادی کا خواہاں ہیں ان کو اور تقویت ہو جائیگی۔ نیز وہ عورتیں جن کا نکاح بالشرط نہیں ہو رہا ہے وہ بھی طلاق لے لیا کریں گی اگرچہ ان کا طلاق لینا زید کے قول پر صحیح نہ ہوگا مگر غلط فہمی سے شوہر بیوی میں جھگڑا پڑ جائیگا۔ علیٰ ہذا القیاس اور بہت سے فساد پیدا ہوں گے۔ غرض یہ کہ عورتیں آزاد ہو جائیں گی اور وہ مرد جو عورتوں پر ظلم کرتے ہیں ان کے لئے قاضی مقرر ہو جو ان کا فیصلہ کر دیا کرے تو کوئی فساد نہ رہے۔ انتہی کلام بکر۔

سائل عرض کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں یہاں دونوں طرف سے مضمون شائع ہو گئے ہیں کوئی امر محقق طے نہیں ہوتا ہے عوام سخت خلیجان میں ہیں ایک کا معتقد دوسرے کی بدگونی کرتا ہے اس لئے احقر نے جناب والا کو یہ تمام تحریر نقل کر کے تحقیق اصل مسئلہ کی چاہی ہے۔ حضرت کے نزدیک جو امر محقق اور مفتی بہ ہو مع حوالہ کتب تحریر فرمائیے تاکہ یہاں الہ آباد میں جو جناب کے خدام ہیں ان کو خصوصاً اور دوسرے لوگوں کو عموماً اطمینان حاصل ہو اللہ تعالیٰ جناب کو اجر عظیم عطا فرمادے۔

السائل : عبد اللہ دود
رانی منڈی الہ آباد فاسٹ کمپنی - درزی کی دکان

الجواب

بکر نے مسئلہ میں غور نہیں کیا اور قاضی خان وغیرہ کی ادھوری عبارتیں نقل کر کے خواہ مخواہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالا۔ دراصل جس صورت میں طلاق اور تفویض کو باطل کہا گیا ہے یہ وہ صورت ہے جبکہ مرد ابتداءً یوں کہے کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں اس شرط پر کہ تجھے اپنی ذات کے معاملہ میں اختیار ہوگا اور عورت بعد میں یوں کہے کہ میں نے قبول کیا تو اس صورت میں نکاح صحیح اور تفویض باطل ہے اور اگر عورت کی طرف سے ابتداءً ہو کہ عورت ابتداءً یوں کہے کہ میں تجھ سے نکاح کرتی ہوں اس شرط پر کہ مجھے

اپنے معاملہ کا اختیار ہوگا کہ جب چاہوں طلاق لے لوں تو اس صورت میں جب مرد اس کو بعد نکاح قبول کرے گا تو نکاح اور شرط دونوں صحیح ہیں بکر کا یہ کہنا کہ یہ قول صرف فقہ ابو اللیث کی اپنی رائے ہے بالکل غلط ہے یہ محض اگر ابو اللیث کی رائے ہے اور مذہب ابو حنیفہ و محمد و ابو یوسف اس کے خلاف ہے تو وہ اس صورت خاص میں جبکہ شرط کی ابتداء عورت کی طرف سے ہو اور مرد بعد میں قبول کرے کوئی جزئیہ دکھلا دے جس میں تصریح ہو کہ نکاح اور شرط دونوں باطل یا صرف شرط باطل ہے اور نکاح صحیح ہے مگر وہ ہرگز اس کی جرات نہیں کر سکتا اور جتنے جزئیات بکر نے پیش کئے ہیں وہ اس صورت میں ہیں جبکہ بدمارت بالشرط مرد کی طرف سے ہو اور زید نے جس صورت کا اعلان کیا ہے وہ وہ ہے جس میں بدمارت بالشرط عورت کی طرف سے ہے۔ چنانچہ زید نے اپنے رسالہ میں جو عبارات فقہیہ بدمارت عربیہ نقل کی ہیں ان میں بدمارت بالشرط من الرجل و بدمارت بالشرط من المرأة کے احکام مختلف ہونے پر اشارہ موجود ہے البتہ اتنی کمی رہ گئی کہ زید نے اردو میں اس فرق پر تنبیہ نہیں کی تاکہ ناقص الاستعداد بھی فرق کو سمجھ جائے۔

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے : لو بدأت المرأة فقالت : زوجت نفسي منك على أني طالق أو على أن الأمر بيدي أطلق نفسي كلما أريد فقال الزوج : قبلت وفتح الطلاق وصار الأمر بيدها ومطلقة الثلاث ينبغي أن تقول هكذا حتى ينقطع طبع المحلل اه ص ۱۹۱

قاضی خان میں ہے : وعن هذا قالوا : مطلقة الثلاث إذا أرادت أن تزوج المحلل وخافت أن لا يطلقها فالخيلة لها في ذلك أن تقول زوجت نفسي منك على أن أمری بيدي أطلق نفسي كلما أريد ثم يقبل الزوج فيكون الأمر بيدها بعد النكاح تطلق نفسها متى شاءت اه (ص ۱۵۵-۱۵۶) خلاصہ میں ابتداء تعلیق من المرأة کی صورت کو بدون ذکر اختلاف بیان کیا ہے اسی طرح خلاصہ میں اور قاضی خان میں مطلقة الثلاث کے مسئلہ کو جزئاً بدون ذکر خلاف بلکہ سب فقہاء و مشائخ کی طرف منسوب کر کے ذکر کیا ہے پس اس کو صرف فقہ ابو اللیث کی رائے بتلانا غلط ہے اور بکر نے جو یہ قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے کہ عقد میں وہ شرط لگانا جو منافی عقد ہو قابل قبول نہیں "كلمة حتى أريد بها الباطل" کا مصداق ہے۔ نکاح میں اصل یہ ہے کہ نکاح کو معلق

بالشرط کرنا تو باطل ہے اور مقرون بالشرط کرنا جائز ہے۔ معلق بالشرط تو بالکل باطل ہے کہ اس صورت میں نکاح ہی نہ ہوگا جیسے یوں کہے کہ میں نکاح کرتا ہوں اگر میرا باپ راضی ہو یا عورت یوں کہے کہ میں قبول کرتی ہوں اگر میرا باپ راضی ہو مثلاً۔ اور مقرون بالشرط میں حکم یہ ہے کہ شرط صحیح کے ساتھ نکاح مقرون ہو نکاح بھی صحیح اور شرط بھی، اور شرط فاسد کے ساتھ مقرون ہو تو نکاح صحیح اور شرط لغو ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ میں اس شرط سے نکاح کرتا ہوں کہ عورت کے لئے تہرنہ ہوگا تو نکاح صحیح اور شرط باطل ہے اور شوہر کے ذمہ مہر مثل ہوگا گو عورت نے عدم مہر کی شرط کو قبول بھی کر لیا ہو کیونکہ نکاح بلا مہر امت کے لئے مشروع نہیں اب اگر بکر کے نزدیک نکاح بشرط تفویض طلاق میں اس لئے شرط باطل ہے کہ وہ اس شرط کو فاسد سمجھتا ہے تو اس کے فساد کی دلیل بیان کرے کیا اس کے نزدیک نکاح کے اندر طلاق مشروع نہیں یا تفویض الی المرأة جائز نہیں یقیناً ہر شخص جانتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں جس طرح نکاح مشروع ہے طلاق بھی مشروع ہے اور جس طرح بعض اوقات نکاح واجب ہو جاتا ہے اسی طرح بعض دفعہ طلاق بھی واجب ہو جاتی ہے جبکہ مرد حقوق ادا کرنے سے عاجز ہو جائے اور عورت صبر نہ کرنا چاہے۔ جب یہ ہے تو وہ اس شرط کو کس دلیل سے فاسد کہتا ہے اور کیا اس کے نزدیک بیع بشرط الخيار صحیح نہیں اور کیا شرط اختیار سے من لہ الخيار کو بیع کے ابقاء و فسخ کا اختیار حاصل نہیں ہوتا اگر بیع میں شرط اختیار جائز اور من لہ الخيار کو اس سے ابقاء و فسخ کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے تو نکاح میں اگر عورت یہ شرط کرے کہ مجھے اختیار ہوگا جب چاہوں اپنے اوپر طلاق واقع کر لوں تو اس کے باطل کرنے کی کیا وجہ ہے۔ نیز وہ بتلائے کہ نکاح سے پہلے اجنبیہ کی طلاق کو معلق علی النکاح کرنا صحیح ہے یا نہیں مثلاً (۱) تزوجتک فانک طالق۔ پھر اس میں اور صورت متنازعہ میں کیا فرق ہے اگر شرط طلاق نکاح سے جمع نہیں ہو سکتی تو یہ تعلیق باطل ہونا چاہئے اخیر میں ہم بکر کو بتلانا چاہتے ہیں کہ نکاح بشرط تفویض الی المرأة جبکہ ابتداء بالشرط عورت کی طرف سے ہو صرف فقہیہ ابو اللیث کا

لے اس تمثیل سے یہ مقصود نہیں کہ جو احکام بیع بشرط اختیار کے ہیں بعینہ وہی احکام نکاح میں جائز ہیں بلکہ مقصود ہے کہ بکر کا نکاح بشرط تفویض مشروط بشرط منافی کہنا غلط ہے کیونکہ یہ نظیر بیع بشرط اختیار کی ہے اور اس کو کسی نے شرط فاسد یا شرط منافی نہیں کہا۔ من

قول نہیں بلکہ فقہیہ نے صرف بدارت من المرأة و بدارت من الزوج کے فرق کو ظاہر کیا ہے ورنہ نفس مسئلہ کہ اگر بدارت من المرأة ہو تو نکاح و شرط دونوں صحیح اور بدارت من الزوج ہو تو نکاح صحیح اور شرط لغو ہے، مسلم بن الفقیہار ہے فقہیہ نے ان دونوں صورتوں میں فرق کو واضح کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو عالمگیری۔

وفی الہندیۃ: کتاب الحیل مینہ: وحیلۃ اُخری فی اصل المسئلۃ اُن نقول المرأة لمحلل زوجتک نفسی منك علی اُن امری بیدی اُطلق نفسی کلماً اُریدتم یقبل الزوج فیصیر الامر بیدھا تطلق نفسها کلماً اُرادت ولو بدأ المحلل فقال تزوجتک علی اُن امرک بیدک تطلق نفسك کلماً تریدین فقبلت صحیح النکاح ولا یصیر الامر بیدھا وحیلۃ اُخری اُن یقول المحلل للمرأة تزوجتک علی اُن امرک بیدک بعد ما تزوجتک وطلق نفسك کلماً تریدین فقالت المرأة قبلت یصیر الامر بیدھا ایضاً اھ

کتاب الحیل میں زوجۃ المحلل کے لئے یہ حیلہ بلا ذکر خلاف مذکور ہے جس کو فقہیہ ابو اللیث کے ساتھ خاص کرنا کسی طرح درست نہیں۔ اب فقہیہ نے بدارت من المرأة و بدارت من الزوج کے حکم میں اختلاف کی یہ وجہ بیان کی ہے:

لأن البداءة إذا كانت من الرجل كان الطلاق والتفويض قبل النکاح فلا یصح أما إذا كانت من المرأة یصیر التفویض بعد النکاح لأن الزوج لما قال بعد کلام المرأة قبلت والجواب یتضمن إعادة ما فی السوال صار كأنه قال قبلت علی اُنک طالق أو علی اُن یكون الامر بیدک فیصیر مفوضاً بعد النکاح اھ قاضی خان (ص ۱۹۲) وشامی (ص ۱۹۹) قلت: ولذا ان قال الزوج ابتداءً تزوجتک علی اُن امرک بیدک بعد ما تزوجتک وقبلت یصیر الامر بیدھا ایضاً لکونه علق التفویض علی النکاح فیکون مفوضاً بعدة لا قبله فافهم۔

رہا بکر کا یہ کہنا کہ اس مسئلہ کو صحیح مان لیا جائے تو فساد برپا ہو جائیگا کیونکہ عورتوں میں آزادی کا مادہ آجکل موجود ہے اور نئے چہرے کی اس سے تائید ہوگی جو آزادی نسوان کے خواہاں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فساد اس مسئلہ کی صورت پر متفرع نہیں کیونکہ یہ مسئلہ تو کتب میں بہت عرصہ سے موجود ہے اور اب تک اس سے کوئی فساد نہیں ہوا فساد کا اصلی

سبب عورتوں کی اصلاح و تعلیم کا استہام نہ کرنا ہے۔ نیز مردوں کا دین سے آزاد ہونا اور بہت سے بہت اگر اس مسئلہ کی وجہ سے کچھ فساد ہوگا بھی تو کیا ہوگا اس سے زیادہ تو نہ ہوگا کہ عورت جب چاہے گی طلاق لے لیگی تو طلاق لے لینا کچھ فساد نہیں اور اس سے زیادہ فساد یہ ہو سکتا ہے کہ طلاق کی کثرت ہو جائے گی تو نکاح و طلاق کی کثرت بھی فساد نہیں بلکہ کثرت زنا فساد ہے اور اس مسئلہ کی اشاعت سے زنا کا انسداد ہو جائے گا کیونکہ جو عورت مرد سے راضی نہ ہوگی یا مرد اس کو تنگ کرے یا نفقہ نہ دے گا وہ ان صورتوں میں بسہولت اس کے نکاح سے آزاد ہو کر دوسرا نکاح کر سکے گی یہ تو نہ ہوگا کہ عورت مفقودہ و زوجۃ العین و زوجۃ الظالم خواہ نفس سے مجبور ہو کر دوسرے شخص سے ناجائز تعلق کر لیتی ہے اس کی کیا وجہ کہ بکر کو مردوں کی اس بے رحمی پر غصہ نہیں آتا اور عورتوں کی مظلومیت دہر ہونے سے وہ نا حوش ہے اور جو صورت بکر نے عورتوں کے لئے بیان کی ہے کہ ہندوستان میں قاضی مقرر کیا جائے سو اول تو یہ علماء کے ہاتھ میں نہیں برسوں سے علماء حکومت کو اس طرف متوجہ کر رہے ہیں مگر حکومت توجہ نہیں کرتی اور قاضی مقرر ہو جانے کے بعد بھی عورتوں کی تکالیف کا بالکل یہ انداد نہیں ہو سکتا گو ایک حد تک کم ہو جائیں گے کیونکہ قضاۃ و حکام کا مرتشی نہ ہونا یہ بکر کے ہاتھ میں نہیں اور کسی کے بھی قبضہ میں نہیں۔ اب اگر قاضی مرتشی ہو اور اس نے مرد سے رشوت لے کر عورت کی فریاد پر توجہ نہ کی تو کیا سبیل ہوگی اس لئے بہتر صورت یہی ہے جو زید نے بیان کی ہے اور اگر ہم تسلیم کر لیں کہ زید نے جس مسئلہ کو ظاہر کیا ہے اس سے فساد بھی برپا ہوں گے تو یہ فساد نفس مسئلہ کی صحت کا نتیجہ نہیں بلکہ اس مسئلہ کی اشاعت کا نتیجہ ہوگا۔ پس بکر کو لازم تھا کہ نفس مسئلہ کا ابطال نہ کرتا بلکہ زید سے یوں کہتا کہ مسئلہ تو صحیح ہے مگر یہ زمانہ اس کی اشاعت کا نہیں کیونکہ اس پر یہ فساد متفرع ہوں گے مگر اس کے بعد بکر کو ان فسادات کا بھی کوئی سہل انتظام بتلانا چاہیے جو مردوں کے ظلم اور بے پروائی سے عورتوں میں رونما ہو رہے ہیں کہ تمام مدارس کے مفتی عورتوں کی فریاد سنتے سنتے تھک گئے۔ واللہ المستعان فقط

الجواب صحیح

اشرف علی

۲۲ ذی قعدہ ۱۳۴۰ھ

ظفر احمد غفائے - از تھانہ بھون

۲ ذی قعدہ ۱۳۴۰ھ

واپسی مفقودہ کی ایک صورت کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ کلثوم حنفی المذہب کا شوہر سولہ برس سے مفقود الخبر رہا اور مفقودہ الخبری سے سات برس بعد اس نے فتویٰ لے کر اپنے شوہر کے حقیقی چھوٹے بھائی سے نکاح کر لیا اور اس شوہر کے نطفہ سے دو بچے موجود ہیں۔ پہلا شوہر اب آیا اور عورت کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے اور عورت اس کے ساتھ رہنے پر رضامند ہے تو اب عورت کو اس کے ساتھ رہنا چاہیے یا نہیں اگر رہنا چاہیے تو کیا اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت ہے یا وہی اول نکاح کافی ہے ؟

واضح رہے کہ عورت اپنے پہلے شوہر کے ساتھ دو چار مرتبہ رہی۔ جواب باصواب غایت فرمائیں۔ سائل : اللہ دین سبزی فروش محلہ حیدر گنج صدر ضلع سلطان پور اودھ

الجواب

یہ عورت اپنے پہلے شوہر کے ساتھ ہی رہے دوسرے شوہر سے الگ ہو جائے پہلے شوہر کے پاس رہنے کے واسطے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں بلکہ پہلا نکاح باقی ہے لیکن اس عورت کو دوسرے شوہر سے الگ ہو کر عدت گزارنا ضروری ہے بدون عدت گزارے ہوئے پہلے شوہر کے پاس نہ جائے اور عدت اس کی تین حیض ہے اگر حمل نہ ہو اور حمل ہو تو عدت وضع حمل ہے اور دوسرے نکاح کے بعد جو اولاد ہوئی ہیں وہ دوسرے شوہر کی اولاد ہیں اور جلالی ہیں جو دوسرے شوہر کی وارث شرعی ہیں۔ فقط ظفر احمد غفائے از تھانہ بھون

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ

حکم زوجہ مجنون

سوال : ایک دوست کی سالی ہے اور اس کے شوہر کو عرصہ گیارہ بارہ سال کا ہوا پاگل ہو گیا ہے کبھی تو گفتگو ہوشیاروں کی سی کرتا ہے کبھی بالکل پاگلوں کی سی مسماۃ علیحدہ ہیں اور کئی بچے بھی ہیں، مسماۃ کی عمر ۲۵ سال ہے کیا اس کی علیحدگی کی کوئی شرعی صورت ہو سکتی ہے ؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ عدالت سے تو علیحدگی ہوگی وہ ہندو کی عدالت ہے یا انگریز کی مسلمان کی نہیں

کیا کوئی صورت ایسی ہو سکتی ہے کہ شرعی علیحدگی تو یہاں ہو جائے اور عدالتی عدالت میں بسمتہ واقعی بہت پریشان ہیں اکثر ملاقات کے وقت وہ دوست تذکرہ کرتے ہیں اور پریشانی بیان کرتے ہیں۔ آپ غور کریں اگر کوئی صورت سمجھ میں آجائے تو اس سے مطلع فرمادیں۔

المرسل : محمد عثمان دربیہ کلاں دہلی

الجواب

اگر مجنون ایک مرتبہ بھی ہم بستری کر چکا ہو خواہ جنون سے قبل یا جنون کے بعد تو پھر اس عورت کو تفریق کا حق نہیں رہتا۔ بس صورت مسئلہ میں جب وہ صاحب اولاد ہے تو تفریق کا حق حاصل نہیں، نہ غیلم حاکم کر سکتا ہے نہ مسلم حاکم۔ اور غیر مسلم حاکم کی کسی صورت میں بھی تفریق معتبر نہیں۔ اور یہ صورت بھی کافی نہیں کہ شرعی فیصلہ عالم کر دے اور تفریق غیلم حاکم کر دے الا آنکہ وہ حاکم کسی عالم و اختیار فیصلہ کا باقاعدہ دیدے۔

فقط والسلام - احقر عبد الکریم عفی عنہ

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

۱۲ رجب ۱۳۵۸ھ

ایضاً ایضاً سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس

مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے نکاح کرنے کے پندرہ سولہ روز کے بعد سفر کو چلا گیا ایک سال کے بعد وہ سفر سے مجنون ہو کر گھر واپس آیا اور اسی حالت پر اس کو متواتر پانچ سال گزر گئے ہیں کہ اس کو اپنی زوجہ سے کسی قسم کا تعلق زوجیت نہیں ہے لہذا ہندہ اپنے مجنون زوج کے زیر نکل رہنے میں اس کے مجنون ہونے کے بعد ہی سے لے کر اس وقت تک برابر ناراضگی ظاہر کرتی ہے۔ حتیٰ کہ اولیاء جب زوج کے مکان پر جانے کے لئے مجبور کرتے ہیں اس وقت جواب دیتی ہے کہ میں خود کشی کر لوں گی مگر اس زوج کے مکان پر ہرگز نہیں جاؤں گی اور ہمیشہ یہ چاہتی ہے کہ کسی طرح اس زوج سے نکاح فسخ ہو جائے۔ اب استفتاء اس امر کا ہے کہ مطابق مذہب حنفی کے اس زوجہ سے نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو اس کو مفقلاً دلائل و براہین کے ساتھ تحریر فرمایا جائے۔ بیٹھا

ترجروا - المستفتی : محمد عنبر علی عفی عنہ

الجواب وهو الموفق للصواب

امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ کے نزدیک تو مجنون کی زوجہ کا نکاح جنون کی وجہ سے فسخ نہیں ہو سکتا اور عموماً کتب فقہ میں انہیں کے مذہب کو لیا ہے۔

فتح القدیر نے اس کی ادلہ اور اس کے خلاف کی ادلہ کا جواب نہایت بسط سے دیا ہے۔ شامی نے بھی اس کو پسند کیا ہے۔ غرض حنفیہ کا قوی و راجح مذہب یہی ہے کہ جنون موجب فسخ و تفریق نہیں ہے۔ البتہ امام محمد کے نزدیک جنون کی وجہ سے تفریق ہو سکتی ہے اور بعض فقہاء نے اس پر فتویٰ بھی دیا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے :

قال محمد : إن كان المجنون حادثاً يؤجله سنة كالعنة ثم تخير المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ أو ان كان مطبقاً فهو كالجب، وبه نأخذ كذا في الحاوی للقدس (ص ۱۵۷)

اس لئے اس قول کو لینے کی بھی گنجائش ہے اور تفریق کا طریقہ یہ ہے کہ عورت قاضی کے پاس درخواست دے، قاضی مجنون کو ایک سال مہلت علاج کے واسطے دے دے۔ بعد ایک سال گزر جانے کے دیکھا جائے اگر تندرست ہو جائے تو قبلاً ورنہ عورت اگر چاہے تو تفریق کر دی جائے اور تفریق کے بعد عدت گزار کر کسی شخص سے نکاح ہو سکتا ہے اور گو اس ملک میں بقاعدہ شرعیہ قاضی نہیں ہیں لیکن جو مسلمان حاکم ایسے امور کا فیصلہ کرنے کے واسطے سرکار کی طرف سے اختیار رکھتے ہیں وہ بھی مثل قاضی کے ہیں اس واسطے ایسے جج غیر د کے ان درخواست دی جائے۔ اور اگر اس جگہ کوئی مسلمان حاکم ایسا نہ ہو جو شریعت کے موافق فیصلہ کر سکے تو پھر اس صورت میں فقہ حنفی کی رو سے تو کوئی صورت تفریق کی معلوم نہیں ہوتی البتہ مالکیہ کے نزدیک ایسی صورت میں دیندار مسلمانوں کی پچائی جس میں کوئی معاملہ فہم عالم بھی ہوں ایسے امور کا فیصلہ کر سکتی ہے۔

كما قال الخليل في مختصره : ولزوجة المفقود الرفع للقاضي والوالی و

والی الماء والابحاجۃ المسلمین اھ (از فتویٰ سعید صدیق مدنی)

اور ضرورت کے موقعہ پر دوسرے ائمہ کے مذہب پر فتویٰ ہو سکتا ہے جبکہ اپنے

مذہب میں کوئی گنجائش نہ مل سکے اس واسطے اگر اس علامہ میں مسلمانوں میں اختیار رکھنے والا نہ ہو تو

محلہ یا شہر کی پنچایت میں معاملہ پیش کر دیا جائے وہ باقاعدہ تحقیقات کر کے ایک سال کی میعاد مقرر کر دیں اور سال گزرنے پر پھر جمع ہو کر زوج کے حال کی تفتیش کی جائے اگر اس کا جنون زائل نہ ہوا ہو تو عورت کو اس کے نکاح سے الگ کر دیا جائے اور اس تمام کارروائی میں کم از کم ایک معاملہ مہم عالم پنچایت کے ہمراہ ضرور ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

تنبیہ ضروری: امام محمدؒ کے قول میں کہ جس کو لیکر یہ فتویٰ دیا گیا ہے جنونِ حادث و مطبق کا حکم جداگانہ لکھا ہوا ہے مگر ہم نے مطلقاً ایک سال کی مہلت لکھی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جنونِ مطبق کی تفسیر نماز روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کے بارے میں تو موجود ہے مگر زوجہ المجنون کے بارے میں جنونِ مطبق کی تفسیر کہیں نہیں ملی اور قیاس کی جرأت نہیں ہے خاص کر جب مطبق کو حادث کا مقابل گردان کر کہیں تفسیر نہ ہو اور محض مطبق کی تفسیر سے یہ لازم نہیں آتا کہ حادث کے مقابلہ میں جب مطبق ہو تب بھی اس کی تفسیر یہی ہے پس احتیاط اس میں ہے کہ مطلقاً تا جیل پر عمل کیا جائے خصوصاً جبکہ پنچایت فیصلہ کرنے والی ہو کیونکہ پنچایت کا فیصلہ معتبر ہونا فقہ حنفی میں تو ہے نہیں فقہ مالکی سے اس کا فتویٰ دیا گیا ہے اور مالکیہ کے مذہب میں جنونِ مطبق وغیر مطبق میں کوئی تفصیل نہیں بلکہ صاحب تحفہ نے لکھا ہے: وهو معنی قول خلیل و مجنونہما وان مرّة فی الشهر قبل الدخول وبعده الخ

(از فتویٰ صالح تونسلی مدرس مسجد نبوی) فقط واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبد الکریم از خانقاہ امدادیہ

تھانہ بھون - مورخہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ

فصل فی احکام الحرمة المصاهرة

سوتیلی ماں کے مس کرنے کا حکم | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی پہلی بیوی

مسماۃ زینب ایک لڑکا مستی خالد کو چھوڑ کر مر گئی تو زید نے اپنا نکاح ثانی ہندہ سے کیا اور کچھ دنوں کے بعد زید اپنا بیٹا خالد جس کی عمر ۲۵ سال ہے اور بیوی ثانی ہندہ کو چھوڑ کر پرس چلا گیا تو بار بار دیکھا گیا کہ خالد اپنی سوتیلی ماں ہندہ کی چار پائی پر راتوں کو سو رہا ہے اور اکثر مکان خلوت میں دونوں رہا کئے یہاں تک کہ غلبہ نین سے صبح ہو گئی اور دونوں ایک ہی

چار پائی پر دونوں پائے گئے اس حرکت سے خالد پر زنا کا جرم عائد ہوتا ہے یا کس گناہ کا مرتکب ہوگا اور ہندہ اپنے شوہر زید کی قابل ہے یا حرام ہو گئی؟

سائل: مخلص حسین مدرس مدرسہ اسلامیہ

قصبہ جلال پور ضلع فیض آباد

الجواب

صورتِ مسئلہ میں خالد پر زنا کی تہمت بلا ثبوت شرعی کے نہیں لگائی جاسکتی۔ اور ہندہ اپنے شوہر پر جب حرام ہوگی جبکہ چند باتوں میں سے ایک بات ثابت ہو جائے ۱۔ یہ کہ خالد نے ہندہ کو یا ہندہ نے خالد کو شہوت کے ساتھ چھوا تھا اور جس حصہ جسم کو چھوا تھا وہ موٹے کپڑے سے مستور نہ تھا ۲۔ یا یہ کہ خالد نے ہندہ سے معانقہ کیا تھا اور معانقہ کے وقت اس کے عضو میں انتشار تھا۔

۳۔ یا ایک نے دوسرے کا بوسہ لیا تھا۔

۴۔ یا خالد نے ہندہ کے پستان چھوئے تھے۔

قال فی العالمگیریۃ: (ص ۵۶ و ۵۷ - ج ۲) ولا تثبت بالنظر المسائر الأعضاء إلا بشهوة ولا بمس سائر الأعضاء إلا عن شهوة بخلاف كذا فی البدائع وفيه أيضاً: ثم لا فرق في ثبوت الحرمة بالمس بين كونه عامداً أو ناسياً أو مكرهاً أو مخطئاً. كذا في فتح القدير - أو نائماً. كذا في معراج الدراية - وإذا قبلها ثم قال لم يكن عن شهوة أو لمسها أو نظر إلى فرجها ثم قال لم يكن بشهوة فقد ذكر الصدّ الشهيد في التقبيل يفتي بثبوت الحرمة ما لم تثبتين أنه قبل بغیر شهوة وفي المس والنظر لا يفتي بالحرمة إلا إذا تثبتين أنه فعل بشهوة لأن الأصل في التقبيل الشهوة بخلاف المس والنظر - كذا في المحيط - ولو أخذ ثديها وقال: ما كان عن شهوة لا يصدق لأن الغالب خلافه - وفي البقالی ویصدق إذا أنكر الشهوة في المس إلا أن يقوم وألتمه منتشرة فيعانفتها - كذا في المحيط اهـ

پس اگر ان تین باتوں میں سے ایک کا بھی ثبوت ہو گیا تو ہندہ زید پر حرام ہو گئی

اور اگر یہ باتیں ثابت نہ ہوئیں اور نہ ہندہ و خالد نے اقرار کیا تو زید کو اپنے وجدان سے اگر ظن غالب یہ ہو کہ ہندہ و خالد یہ نیت فاسد ایک پلنگ پر لیٹے تھے تو اس کو ہندہ کو طلاق دیدینا چاہئے۔ اور اگر ایسا گمان نہ ہو تو نکاح باقی ہے۔ واللہ اعلم

ظفر احمد

خسر کے اپنی بہو سے زنا کر لینے سے فسخ نکاح کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ چھکن کا نکاح بزمانہ نابالغہ ہمراہ مسمیٰ عمر پسر عبد الغنی سے ہوا تھا اس وقت مسماۃ چھکن بعمر سولہ سالہ ہے اور وہ بالغہ ہو گئی اور مسمیٰ عمر بعمر ۱۲ سال نابالغ ہے۔ مسماۃ چھکن سے اس کا خسر زنا کرتا ہے اور جس کے زنا کرنے کی تصدیق زوجہ خسر و داماد خسر و دیگر معتبر دماں سے ہوئی تو کیا از روئے شریعت مسماۃ چھکن کا نکاح ہمراہ عمر اس کے شوہر کے رہا یا نہیں؟ از طرف مسماۃ سوئی۔ پانی پت مخدوم زادگانہ

الجواب

قال فی الدر : و بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة اه

وفی الشامیہ : (قوله إلا بعد المتاركة) ای وإن معنی علیہا سنون کما فی البرازیة و عبارة الحاوی إلا بعد تقریب القاضی أو بعد المتاركة اه (ص ۶۳ ج ۲)

وفی الشامیة ایضاً : قال شمس الأئمة السرخسی زعم بعض مشائخنا أن هذا الحكم (ای الطلاق) غیر مشروع أصلاً فی حق الصبی حتی ان امرأته لا تكون محلاً للطلاق وهذا وهم عندی فإن الطلاق یملک بملک النکاح إذا ضرر فی إثبات أصل الملك بل الضرر فی الإيقاع حتی إذا تحققت الحاجة أي صحة إيقاع الطلاق من جهة دفع الضرر كان صحيحاً فإذا أسلمت زوجته و ابی فرق بينهما وكان طلاقاً عند ابی حنیفة و محمد و إذا ارتدت والعیاذ بالله وقعت البینونة وكان طلاقاً فی قول محمد و إذا وجدته مجبوراً فخاصته فرق بينهما و كان طلاقاً عند بعض المشائخ اه - قلت : حاصله أنه کالبالغ فی وقوع الطلاق منه

له قلت : ولا شك في تحقيق الحاجة إليه في الصورة المسؤلة لدفع الضرر منه ۱۲ منه

بهذه الأسباب إلا أنه لا يصح إيقاعه منه ابتداء للضرر عليه ومثله المجنون اه (ص ۶۳۹ ج ۲)

وفی الدر : وجوزہ (ای طلاق الصبی) الامام احمد قال الشامی ای إذا كان معيترًا يعقله بأن يعلم أن زوجته تبين منه كما هو مقرر في متون مذهبه فافهم الخ (ص ۴۰۰ ج ۲)

صورت مسئلہ میں مسماہ چھکن اپنے شوہر عمر پر حرام ہو گئی اب زندگی بھر وہ اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی لیکن اس حرمت سے نکل نہیں ٹوٹا عمر کا نکاح چھکن سے ابھی باقی ہے اس لئے جب تک عمر بالغ ہو کر طلاق نہ دے یا کوئی قاضی شرع ان دونوں میں تفریق نہ کر دے چھکن کا نکاح کسی دوسرے سے نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی مسلمان حاکم جس کو اس مقدمہ کے فیصلہ کا اختیار دیا گیا ہو (گو وہ انگریزی حکومت ہی کی طرف سے ہو) زوجین کے درمیان تفریق کرے اور یہ فیصلہ کر دے کہ میں نے اس نکاح کو توڑ دیا تو شوہر کی نابالغی میں بھی مسماۃ چھکن پر طلاق پڑ جائے گی پھر وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

نتمۃ الجواب

قال الشامی : وقد علمت أن النكاح لا يرتفع بل يفسد وقد صرحوا في النكاح الفاسد بأن المتاركة لا تتحقق إلا بالقول إن كانت مدخولاً بها كتركك أو خليت سبيلك وأما غير المدخول بها ففيل تكون بالقول وبالترك على قصد عدم العود إليها وقبل لا تكون إلا بالقول فيها الخ (ص ۶۳ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر مسماۃ چھکن کا شوہر اس سے ہم بستر نہ ہوا ہو اور بلوغ کے بعد بھی ہم بستر نہ ہوا ہو اور اس کو چھوڑ رکھے اور زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں اس سے تعلق رکھتا ہوں اس کے پاس جانا نہیں چاہتا تب بھی یہ نکاح بلوغ کے بعد ٹوٹ جائیگا گو بالغ ہو کر شوہر طلاق نہ بھی دے پس اگر نابالغی کے زمانہ میں کسی حاکم مسلم نے اس نکاح کو فسخ بھی نہ کیا اور عمر کو بالغ ہونے کے بعد سمجھا دیا جائے کہ یہ لڑکی تجھ پر حلال نہیں رہی اور باتوں باتوں میں وہ اتنا کہہ دے کہ میں اس سے ہم بستر ہونے اور تعلق رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو اتنا کہہ دینے سے بھی مسماۃ چھکن اس کے نکاح سے نکل جائے گی واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۹ صفر ۱۴۱۵ھ

حرمت مصاہرت میں منفی شہوت کی تحقیق اور لمس بالشہوت کا حکم سوال : زید نے اپنی خوشدامن سے کچے چاول نمونہ (دیکھنے) کے لئے مانگے اس نے چاول

لیکر زید کے ہاتھ پر رکھ دیئے زید کے دل میں یہ خیال تھا کہ اگر اس کے یعنی خوشدامن کے ساتھ ذرا بھی مس بالشہوت ہو جائے تو زوجہ حرام ہو جاتی ہے اس لئے وہ بہت احتیاط کرتا تھا لیکن اس وقت جب خوشدامن نے اس کے ہاتھ پر چاول رکھے تو اسے معاً یہ خیال آیا کہ یہی مس بالشہوت باعث حرمت ہو جاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو جائے اس خیال کے آتے ہی اس کے آلہ تناسل میں خفیف سا احساس پیدا ہوا مگر یہ احساس قیام آلہ کی حد تک نہیں پہنچا صرف خفیف سا احساس تھا اور میلان قلب الی المباشرة بھی ہرگز نہ تھا صرف تصور سے یہ احساس پیدا ہوا۔ زید نے ٹٹولا تو آلہ سست اور افتادہ تھا مگر کچھ قابل سی جس تھی جس کے قوی ہونے سے قیام اور انتشار ہو جاتا ہے ممکن ہے کہ اس حس سے پہلے کی نسبت کچھ تغیر پیدا ہوا ہو مگر قیام کی صورت نہ تھی صرف ضعیف سا احساس تھا۔ کتب فقہ میں حد شہوت یہ لکھی ہے "وحد الشهوة انتشار الآلة أو ازدياده أن كانت منتشرة" علمگیری ملخصاً وحد الشهوة تحرك الآلة أو ازدياده (در مختار) زید یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ انتشار آلہ کے کیا معنی ہیں اور کیا حد ہے۔ آیا ذرا سا احساس اور تغیر بھی اس میں آجاتا ہے یا نہیں؟ قاموس میں لکھا ہے: "انتشر في الرجل الغظ" اور لغوظ کے معنوں میں لکھا ہے: "لغظ ذكره قام، والغظ الرجل والمرأة علاها الشبق - شبق: اشتدت غلمته - اور غلمہ میں لکھا ہے: غلم واغتم: غلب شهوة - غلم البعير: هاج" اس عبارت سے تو معلوم ہوا کہ انتشار کے معنی سخت شہوت کے ہیں معمولی خیال یا احساس اس میں داخل نہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ فقہاء رحمہم اللہ نے یہ معنی مراد لئے ہیں یا نہیں؟ اور صورت مذکورہ میں حرمت مصاہرہ ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ نیز زید کو قلیل احساس اس سے پیدا نہیں ہوا کہ وہ خوشدامن کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ حاشا وکلاً، یہ خیال اسے غریب کبھی نہیں گزر بلکہ اس تصور سے کہ ساس سے ایسا فعل باعث حرمت ہے۔ اسی تصور سے یہ احساس پیدا ہو گیا۔ ازراہ عنایت دونوں باتوں کا جواب دیں کہ انتشار اور تحرك آلہ کے معنی قیام آلہ اور غالب شہوت کے ہیں جیسا کہ قاموس سے سمجھا جاتا ہے یا کچھ اور ہیں وہ کیا ہیں اور صورت مذکورہ میں زید کی زوجہ کے متعلق کیا حکم ہے؟ والسلام

الجواب

اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہے اور خفیف سا احساس حد شہوت میں داخل نہیں ہے جبکہ میلان قلب بھی نہ تھا اور بظاہر چاول ہاتھ میں رکھنے کے وقت بھی نہ تھا بلکہ بعد میں خیال مذکور آکر خفیف احساس سا ہوا جو کہ حد شہوت میں داخل نہیں ہے قال فی الدر المختار: والعبرة للشهوة عند المس والنظر لا بعدها۔ قال فی الشامی: فيفيد اشتراط الشهوة حال المس فلو لمس بغیر شهوة ثم اشتهى عن ذلك لا تحرم عليه رد المحتار ص ۲۸۰ - ج ۲ - فقط واللہ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۴ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

تنقیح

۱۔ یہ شخص جوان ہے یا بوڑھا؟

۲۔ سوال میں یہ مذکور نہیں کہ خوشدامن سے چاول لیتے ہوئے اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے مس ہوا یا نہیں؟ اس کی تشریح کی جائے۔

۳۔ سوال میں یہ بھی مذکور نہیں کہ آلہ تناسل میں خفیف سا اثر چاول لیتے وقت ہوا یا اس کے بعد میں؟ اس کو بھی واضح کیا جائے

۴۔ سوال میں یہ تو مذکور ہے کہ میلان الی المباشرة ہرگز نہ تھا مگر کیا چاول لیتے ہوئے اس کو التذاذ اور شہوت بھی بالکل نہیں ہوئی کیونکہ التذاذ بدون میلان الی المباشرة کے بھی ہو سکتا ہے۔ ان تنقیحات کے جواب کے بعد حکم بتلایا جائیگا۔ یہ پرچہ بھی واپس کیا جائے۔ فقط ظفر احمد از تھانہ بھون

جناب مولانا صاحب!

صاحب واقعہ کے مستفسرہ حالات یہ ہیں:

۱۔ یہ شخص جوان، قادر علی المباشرة ہے اور بوقت شہوت اچھی طرح سے انتشار

ہوتا ہے۔

ع ۲ چاول لیتے وقت تھوڑا سا مس بلا حائل خوش دامن کے ہاتھ سے ہوا۔

ع ۳ اس کے متعلق یقین نہیں کہ یہ خفیف سا اثر کب پیدا ہوا۔ خیال راجح یہ ہے کہ پہلے تصور کی وجہ سے طبیعت میں کچھ ذرا سا اثر تھا اور مس دے کے وقت یقین نہیں کہ اس اثر میں اضافہ ہوا یا نہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اس شخص نے اپنی بیوی سے جو پاس ہی چارپائی پر پڑی تھی اور یہ شخص اس کے پاس دوسرے چارپائی پر بیٹھا تھا چاول دیکھنے کے لئے مانگے، بیوی نے اپنی والدہ کو کہہ دیا کہ چاول لادے اس شخص کو فوراً یہ تصور آیا کہ ساس سے مس بالشہوت ہونے سے (یا مباشرت کا وقوع ہونے سے) عورت حرام ہو جاتی ہے۔ اس نے بہتر اُدھر اُدھر دیکھا کہ چاول کپڑے رکھا لوں مگر اور کوئی چیز نہ تھی ناچار اس نے ہاتھ پھیلایا اور ساس نے چاول رکھ دی اس وقت طبیعت میں خفیف سا اثر تھا اور غالباً پہلے سے پیدا ہوا تھا اور یہ معلوم نہیں کہ مس کے وقت اضافہ ہوا یا نہیں؟

ع ۴ التذاذ کے متعلق بھی کچھ یقینی یاد نہیں کہ واقع ہوا یا نہیں؟ صرف تصور سے کچھ التذاذ قلب بھی ہوا ہو تو بعید نہیں یقینی امر اتنا ہے کہ خفیف سا احساس تھا فقط جو کچھ یاد تھا اور یاد آیا وہ سب لکھ دیا ہے۔ شاید بے اختیاری سے کچھ ذرا سا التذاذ ہوا ہو مگر یقین اس کے متعلق نہیں۔ والسلام

الْجَوَابُ مِنْ جَمَاعَةِ اِمْدَادِ الْاِحْكَامِ

صورتِ مسئلہ میں حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔ کیونکہ مس کے وقت اضافہ شہوت کا یقین نہیں۔

قال في الدر المختار: وفي المس لا تحرم مالم تعلم الشهوة لأن الأصل في

التقبيل الشهوة بخلاف المس (ص ۲۶۲-۲۶۳)

اور شہوت کے معنی بابِ مصاہرت میں تحرکِ آلہ ہے یا از دیادِ تحرک۔ اگر پہلے سے تحرک موجود ہو اور یہی مراد انتشار سے ہے۔ باقی لغو قوی یا قیام کامل مراد نہیں جیسا کہ

ع ۵ اس مسئلہ کی مزید تفصیل جلد ۳ کے فتاویٰ ماہ ذیقعدہ ۱۴۲۷ء میں موجود ہے۔ وہاں ملاحظہ کیا جائے۔ ظفر احمد

سائل نے سمجھا ہے کہ سخت شہوت مراد ہے۔

قال الشامي: عن الفتح وفتح عليه لو انتشر وطلب امرأته فأولج بين فخذي بنتها خطأ لا تحرم أمها مالم يزدد الانتشار اه (ص ۲۵۹)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر عمداً فخذِ بنت میں ایلاج ہو تو زیادتِ انتشار کی ضرورت نہ تھی یا پہلے سے منتشر نہ ہوتا اور خطاً فخذِ بنت میں ایلاج ہو کر انتشار ہو تب بھی زیادتِ انتشار کی ضرورت نہ ہوتی والمراد بالایلاج ما كان بدون المس باليد بلا حائل والا فهو كافٍ للحرمة۔ واللہ اعلم۔

ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون خانقاہ اشرفیہ

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

بیٹی سے زنا کیا تو بیوی

سوال : مکرم جناب مولوی صاحب۔

حرام ہو جائے گی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک شخص پوچھتا ہے

کہ عرصہ دس سال کا ہوا کہ مجھ سے بیٹی کے ساتھ زنا کا گناہ ہو گیا اور اب تک اس کی ماں میرے پاس ہے اور اولاد بھی ہو رہی ہے۔ میں اس گناہ کا اقرار کرتا ہوں اور جو سزا میری ہو اس کے لئے تیار ہوں۔ اس کی ماں کو الگ کروں تو گھر بار نہ اجر طے کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ میں اس سے بالکل علیحدہ رہوں لیکن وہ گھر میں رہے اور وہ بال بچوں کی پرورش کرے اور اس کو خرچ دیتا رہوں میں اس سے پردہ کروں یا اس کو طلاق دیکر بالکل کوئی تعلق نہ رکھوں؟

الجواب : خانقاہ امدادیہ ۲۰ جمادی الاول ۱۴۲۵ھ

بیٹی کے ساتھ زنا کرنے سے اس کی ماں مرد پر حرام ہو گئی۔ اب اس سے وطی اور جماع جائز نہیں۔ باقی نکاح بدون فسخ قاضی یا متارکت احد الزوجین کے نہیں ٹوٹتا اور متارکت کے معنی یہ ہیں کہ طلاق دیدے یا مرد و عورت میں سے کوئی یہ کہے کہ میں تجھ سے علاقہ نہیں رکھنا چاہتا۔ سو جب تک تفریق قاضی یا متارکت کا تحقق نہ ہو نکاح نہیں ٹوٹتا پس یہ شخص اپنی بیوی کو اس طرح گھر میں رکھ سکتا ہے کہ اس کے پاس نہ جائے اور نان و نفقہ دیتا رہے بشرطیکہ اس صورت میں یہ اندیشہ نہ ہو کہ کسی وقت بدستلئے جماع ہو جائیگا اور بیوی سے ترکِ جماع کر کے بدون نکاح رہنے میں اس کی عفت پر بھی اندیشہ نہ ہو اور بیوی

کی عفت پر بھی اندیشہ نہ ہو۔ والسلام

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

حرمیت مصاہرہ کی ایک صورت کے متعلق مدرسہ ہمارے پورے مخالفتِ امدادیہ کے دو مختلف فتویٰ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شریر لڑکا جو سن بلوغت کو نہ پہنچا تھا، عادت شرارت سے اکثر جو لڑکیوں میں کھیلا کرتا تھا بطور کھیل کے لڑکیوں سے زنا کی نقل کیا کرتا تھا۔ ایک روز اپنی سوتیلی چچی کے پاس جو جوان تھی لیٹ گیا، رات کا وقت تھا اور چچی اس کی بالکل برہنہ ہوتی تھی اس سے حسب عادت شرارت ہاتھ کی انگلی سے زنا کیا۔ اگر یہ بالغ ہوتا یا اس کو تنزیہ ہوتی تو اصلی زنا کرنے میں اس کے کوئی شک نہ تھا۔ اور عمر کا حال اس عرصہ کا پورے طور سے معلوم نہیں کہ عمر دس برس کی تھی یا کچھ کم و بیش۔ چونکہ اس بات کو اس وقت عرصہ ۲۲ سال بلکہ زیادہ گزر چکا ہے۔ بالغ نہ ہونے کا تو پتہ خوب یاد ہے نہ تو اس عرصہ میں کبھی احتلام ہوتا تھا نہ انزال ہوتا تھا بلکہ تندی بھی شاید نہ ہوتی ہو اگر تندی ہو کر تندی تو ضرور اس وقت بھی ہوتی جس وقت یہ امر انگلی سے ہوا حالانکہ اس وقت اس لڑکے کی چچی کی جب آنکھ کھلی اس نے یہ معاملہ دیکھ کر اس لڑکے کو اپنے پیٹ پر لٹا لیا تب بھی اس کو تندی نہیں ہوئی۔ اس معاملہ کے دس بارہ برس بعد اس کی چچی کی لڑکی پیدا ہوئی۔ جوان ہونے پر اس کی شادی کر دی اب وہ لڑکی بیوہ ہے اس لڑکی سے اس شخص کا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے حسب قانون شریعت نکاح درست ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً

اقل مدت بلوغ لڑکے کی بارہ سال ہے اس سے پیشتر لڑکا بالغ نہیں ہوتا۔ بارہ برس کے بعد جو زمانہ ہوگا وہ زمانہ مراہقیت کا ہوگا جو وطی وغیرہ کے بارہ میں بالغ کا حکم رکھتا ہے۔ چونکہ لڑکے کی عمر اس وقت بارہ برس سے کم تھی اس لئے اس کے اس فعل سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی، اس کا نکاح اس عورت کی لڑکی سے شرعاً جائز ہے۔

فی الشامی تحت قولہ : فلو جامع غیر مراہق زوجۃ اُبیہ لم تحرم (فتح)

تتحصل من هذا أنه لا بد في كل منهما من المراهقة و اقله للأثني تسع وللذكر اثنا عشر لأن ذلك أقل مدة يمكن فيه البلوغ اهـ والله أعلم

رقمۃ ضیاء احمد عفی عنہ

مورخہ ۱۹ جمادی الاول ۱۴۲۸ھ

صحیح

عبد اللطیف عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

خلیل احمد عفی عنہ

مدیر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

سوال مکرر از سائل بالا

جناب مولانا صاحب، دام ظلکم۔ بعد سلام مسنون کے عرض پرداز ہوں۔ چونکہ اس واردات کو عرصہ ۲۲ سال سے زیادہ گزر چکا ہے اس لئے عمر کا حال پورے طور سے معلوم نہیں۔ آیا عمر لڑکے کی بارہ سال سے کم تھی یا کچھ زیادہ تھی عمر کی نسبت احتمال ہے۔ البتہ نابالغ ہونے کا اطمینان پورے طور سے ہے۔ چونکہ بالغ ہونے کا ثبوت انزال ہونے پر منحصر ہے اس عرصہ میں انزال مطلق نہ ہوتا تھا یہ خوب یاد ہے اور عمر کی نسبت اس لئے احتمال ہے کہ اکثر ہم لوگوں میں لڑکے پندرہ سال سے بھی زیادہ عمر میں بالغ ہوتے ہیں۔ بارہ تیرہ برس کی عمر میں اکثر شہوت اور انتشار بھی نہیں ہوتا اس لئے قیاساً یہ احتمال ہے کہ شاید عمر ۱۲ سال کی ہو گئی ہو یا اس سے زیادہ یا کم ہو۔ اس صورت میں علماء دین اور مفتیان شرع متین کی نکاح کر لینے کی نسبت کیا رائے ہے ؟ اگر قانون شریعت کے موافق کوئی صورت نکاح درست ہونے کی ہو تو کر لیا جائے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً

جیسا کہ بلوغ کی اقل مدت بارہ سال ہے ایسا ہی مراہقیت کی بھی اقل مدت بارہ سال ہے۔ مراہق اس کو کہتے ہیں جو قریب البلوغ ہو۔ اور ثبوت حرمت کی اصلی علت وجود شہوت ہے۔ چونکہ در صورت مسئلہ شخص مذکور کی متعین نہیں اور عدم شہوت متیقن ہے اس لئے اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی پس زید کا نکاح اس عورت کی لڑکی سے شرعاً جائز ہوگا۔ رقمۃ ضیاء احمد عفی عنہ۔ مورخہ ۱۹ جمادی الاول ۱۴۲۸ھ

صحیح

عبد اللطیف

مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

صحیح

خلیل احمد مہنی عنہ

الجواب عن الخاتمة الامدادية

صورت مسئلہ میں جب عمر کا حال مشکوک ہے کہ بارہ برس سے زیادہ تھی یا بارہ برس تھی یا اس سے کم تھی تو اس شخص کا عمر کے اعتبار سے تو مراہق ہونا مشکوک ہے مگر اس کے افعال سے مراہق ہونا غالب ہے کیونکہ چچی کے ساتھ یہ حرکت بدون شہوت کے عادت نہیں ہو سکتی ایسی شرارت اپنے ہم عمروں کے ساتھ ہوا کرتی ہے وہ بھی جاگتے ہوئے اور بڑے کے ساتھ سوتے ہوئے اس کا منشا محض شرارت نہیں بلکہ شہوت کو بھی دخل ہے اور مراہقیت مشکوک بھی اور موجب بھی باب فروج میں احتیاط لازم ہے۔

قال في الشامية: مست المراهق كالبالغ.

وفي البزازية: المراهق كالبالغ لو جامع اولس بشهوة تثبت حرمة المصاهرة

له (ص ۴۶۱)

وفي الاشباه: اذا كان مراهقاً تحرك آلتہ ويشتهي النساء (۳۲۹)

قال الحموی: الظاهر ان تحرك الآلة يستلزم الاشتہاء فلا اشتہاء علة التحرك في نفس الامر والتحرك علة العلم بالاشتہاء

اس سے معلوم ہوا کہ مراہق ہونے کے لئے عورتوں کی طرف خواہش ہونا اصل ہے اور تحریک آلہ مطلق ہے اس میں تندی ہونا ضروری نہیں۔

وفي الشامية: هو مست اطلق واحدة أمرا كثر بني على الاقل اه وعن

الامام الثاني اذا كان لا يدري أشد أم أقل يتحرى وان استويا عمل بأشد ذلك عليه اشباه قال ط: وعلى قول الثاني اقتصر قاضي خان ولعله لأنه يعمل بالاحتياط

خصوصاً في باب الفروج اه - قلت: ويمكن حمل الاول على القضاء والثاني على الديانة ويؤيده مسئلة المتون في باب التعليق لو قال: إن ولدت ذكراً فأنت طالق واحدة وان ولدت أنثى فأنت طالق ثنتين فولدتها ولم يدر الأول تطلق

واحدة قضاء وثنتين تنزهاً أي ديانة اه (ص ۴۵۵ - ج ۲)

پس صورت مسئلہ میں یہ شخص خوب سوچے کہ اس وقت اس کی عمر بارہ سال تھی یا نہیں؟ اور چچی کے ساتھ یہ حرکت کرتے ہوئے شہوت تھی یا نہیں؟ اگر غالب گمان یہ ہو کہ عمر بارہ سال سے کم تھی اور اس فعل کے وقت شہوت نہ تھی تب تو اس کی لڑکی سے قضاء و دیانۃ نکاح درست ہے اور اگر کسی ایک طرف گمان غالب نہ ہو بلکہ بارہ سال یا زیادہ یا کم سب کی طرف برابر خیال ہو۔ اسی طرح شہوت و عدم شہوت کا خیال بھی برابر ہو تو اس صورت میں دیانۃ اس لڑکی سے نکاح درست نہیں اور اگر غلبہ خیال کا بارہ سال اور شہوت کے وجود کی طرف ہو تب تو کسی طرح بھی نکاح درست نہیں ہکذا ينبغي التفصيل في المقام والمحمد لله الملك المنعم۔

حذره فطر احمد عفا عنه - از تہانہ بھون

۲۹ جمادی الثانی ۱۲۸۵ھ

شوہر اس اقرار کے بعد کہ اس کے باپ نے اس کی بیوی سے زنا کیا ہے انکار کرے اور عورت بھی مدعیہ زنا ہو جبکہ خسر انکار کرتا ہے تو اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟

ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب

في العالمگیریة: (ص ۶ ج ۲) ولو أقر بحرمة المصاهرة يؤخذ به ويفرق بينهما (إلى أن قال) والاصواب على هذا الاقرار ليس بشرط حتى لو رجع عن ذلك وقال كذبت فالقاضي لا يصدق له

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں مسماۃ غلام بی بی شیخ غلام پر حرام ہو گئی لہذا اس سے الگ کرادی جائی یعنی قاضی تفریق کر دے یا زوج خود طلاق دیدے یا بدوین طلاق ہی یہ ظاہر کر دے کہ میں نے اس کو ترک کر دیا ہے۔

كما في الدر مع الشامي: (ص ۴۶۳ - ج ۲) وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة - قال الشامي تحت قوله (إلا بعد المتاركة)

اُی و ان مضی علیہا سنون کما فی البزاریة و عبارة الحاوی الابعد تفریق القاضی أو بعد المتاركة اه وقد علمت أن النکاح لا یرتفع بل یفسد و قال صاحب الدر (ص ۱۰۶) (او) المتاركة ای اظهار العزم من الزوج (على ترك وطئها) بان یقول بلسانه تركتك بلا طئ ونحوه ومنه الطلاق وانکار النکاح لو بحضورها والا لا یجوز العزم لو مدخولة اور چونکہ حکم بمنزلہ قاضی ہوتا ہے اس لئے اگر زوج خود جدا نہ کرے تو حکم کے ذمہ بعد ثبوت شرعی تفریق واجب ہے۔

کما فی الدر المختار : بل یجب علی القاضی التفریق بینہما۔

وقال الشامی تحت قوله (على القاضی) ای ان لم یتم فراقاً (ص ۵۶۶) واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبد الکرم عفی عنہ

۲۶ محرم ۱۳۸۵ھ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ باپ نے اپنے بیٹے کی عورت کا ہاتھ شہوت سے پکڑا عورت کا ہاتھ چھڑا کر بغرض بچانے عزت کے پڑوس کے مکان میں چلی گئی حالت مذکورہ میں عورت اپنے شوہر پر حلال ہے یا نہیں؟ اور نکاح قائم ہے یا نہیں؟

تنقیح : ہاتھ پکڑا تو نہ تھا؟

جواب تنقیح : ہاتھ پکڑا نہ تھا۔

الجواب

اگر خسر شہوت کے ساتھ بدون کپڑے کے ہاتھ پکڑ لے تو عورت خاوند پر حرام ہو جاتی ہے لیکن جب تک عالم اسلام علیحدہ نہ کرے یا زوج طلاق وغیرہ سے جدا نہ کرے اور اس کے بعد عدت نہ گزرے اس وقت تک اور کسی سے نکاح جائز نہیں۔

فی العالمگیریہ (ص ۵-ج ۲) و کذا تحرم المذنی بہا علی آباء الزانی واجدادہ وإن علوا و أتباعہ وإن سفلوا۔ کذا فی فتح القدر۔

وفیہ بعد أسطر : و کما ثبتت هذه الحرمة بالوطنی تثبت بالمست والتقبیل

مہ لیس فی سائر النسخ ولعلہ غلط ما قالہ شیخنا

والنظر إلى الفرج بشهوة كذا فی الذخيرة سواء كان بنکاح أو ملك أو فجور عندنا كذا فی المنقذ۔

وفی الدر المختار : و بجملة المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لهما التزوج بآخر الابعد المتاركة و الفقضاء العدة۔ واللہ اعلم

احقر عبد الکرم عفی عنہ

۱ جمادی الاول ۱۳۸۵ھ

جواب میں تفصیل کی ضرورت ہے وہ یہ کہ بیٹے کی عورت شہوت سے پکڑنے کا دعویٰ کرتی ہے اب خسر سے پوچھا جائے اگر شہوت سے انکار کر دے تو قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہے۔

قال الشامی نقلاً عن الجوهر للحدادی : لو متس أو قبل و قال لم اشتہر صدق إلا اذا كان المست على الفرج والتقبیل فی الغم اه (ص ۲۶۲ ج ۲)

اور اگر شوہر کا باپ خود سرے سے واقعہ ہی کا انکار کرے تو اب یا تو عورت کے پاس بیٹہ ہے (یعنی دو گواہ) یا نہیں؟ اگر بیٹہ ہے تو اس کے متعلق سوال دوبارہ کیا جائے۔ اور بیٹہ نہیں ہے تو اس عورت کا خاوند اگر عورت کو سچا سمجھے اور اس کا دل گواہی دے کہ اس کا قول سچا ہے تب تو یہ اس پر حرام ہو جائے گی اور اگر اس کا دل واقعہ کی تصدیق نہ کرے یا باپ کے متعلق عورت کے ادعاہ شہوت کو دل قبول نہ کرے تو حرمت نہ ہوگی۔ کذا یظهر من الشامیة (ص ۲۵۴ ج ۲) واللہ اعلم۔

نظراً عفا اللہ عنہ

۱۳ جمادی الاول ۱۳۸۵ھ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے اپنے والد عمر کی منکوحہ

ہندہ سے حسب ذیل واقعات کیا جن کی تفصیل یہ ہے کہ زید عمر کا لڑکا ہے جو کہ پہلی منکوحہ سے ہے جب زید کی عمر تقریباً سات سال یا اس سے کچھ کم و بیش ہوئی اس وقت عمر نے دوسرا نکاح ہندہ سے کیا جب ہندہ اپنے خاوند کے گھر آئی تو زید چونکہ چھوٹی عمر کا لڑکا تھا اس لئے ہندہ اس کو اپنے لڑکے کی طرح محبت کرنے لگی اور زید کو بھی ان سے غایت

انسیت ہوگئی اور چونکہ ہندہ نہایت حسینہ جمیلہ نوجوان تھی اس وجہ سے بھی زید کو ان کی طرف طبعی میلان تھا اور بہت ممکن ہے کہ اس میں کچھ کچھ بدننگاہی کا بھی آمیزش ہو۔ غرض جبکہ زید ہمیشہ ہندہ کے پاس رہنے رہنے لگا اور عمر کی زیادتی کی وجہ سے کچھ کچھ شہوت میں بھی زیادتی ہونے لگی اور پھر زید بد چلن لڑکوں کے ساتھ رہ کر (جو کہ اس سے عمر میں بڑے تھے اور بعض اس میں بالغ یا قریب البلوغ بھی تھے) بڑی بڑی باتیں سلکھنے لگا اور دن بدن زید میں بھی ان لڑکوں کی صحبت کی وجہ سے خباخت کی باتیں پیدا ہونے لگیں جب اس نے اپنے باپ کی منکوحہ ہندہ کو بھی بدننگاہی سے دیکھنے لگا اور جتنا اشتہا بڑھتا گیا اتنا ہی اس مرض میں زیادتی ہونے لگی چنانچہ انہی اثناء میں جبکہ اس کی عمر نو یا دس سال کی ہوتی ہندہ نے ایک دفعہ زید کو بوجہ تنہا ہونے کے رات کو اپنے پاس لیا تھا کیونکہ اس وقت زید سے عورتیں نہیں شرماتی تھیں اور ہندہ کو بھی زید کو اپنی طرف میلان بدکارانہ اندیشہ نہ تھا پس زید نے اس کے پاس لیٹ کر غالباً ایک دفعہ سو جانے کے بعد جب آنکھ کھلی تو ہندہ کو سوتی ہوئی پایا تو یہ شرارت کی کہ اپنے رخسار کو ہندہ کے رخسار کے ساتھ اور غالباً اپنے ہونٹ اس کے ہونٹ یا رخسار کے ساتھ اشتہا کے ساتھ ملایا اور ہاتھ سے بھی دیگر اعضاء کے ساتھ مس کیا علاوہ فرج کے اور غالباً پستان کو بھی بوجہ خوف بیدار ہونے کے مس نہیں کیا مگر اس واقعہ کے وقت زید کو انزال تو بالکل نہیں ہوتا کیونکہ منی اس وقت پیدا نہ ہوا تھا البتہ اتنی بات تھی کہ پہلے سے لڑکوں کو دیکھا دیکھی حلق کرنے لگا تھا اول اول تو زید کا کچھ بھی خارج نہ ہوتا تھا مگر شاید اس واقعہ کے وقت ایک دو قطرہ مذی کی طرح رقیق یا اس سے کچھ کم و بیش نکلنے لگا تھا۔ کچھ اچھی طرح زید کو یاد نہیں۔ ہاں اس وقت عورت سے وطی کرنے کو جی چاہتا تھا اور غالباً اس واقعہ کے بعد (گو اس کو بعدیت میں ایک گونہ تردد ہے مگر اغلب بھی یاد آتا ہے کہ یہ واقعات پہلے مذکورہ واقعہ کے بعد میں ہوئے اور ممکن ہے کہ بعض دفعہ قبل ہو اور بعض دفعہ بعد میں ایسا ہوا ہو بلکہ غالباً یہی صورت معلوم ہوتی ہے) بعض بعض دفعہ گھر کے کاموں میں کہ جس میں دو آدمی کی ضرورت ہوتی ہے زید ہندہ کے ساتھ مل کر کام کرتا تھا اور اس میں زید کو حظ آتا تھا اور اگر موقع پاتا تو اپنے بدن کو ہندہ کے بدن کے ساتھ لگا دیتا گو اغلب یہ ہے کہ ملانا کپڑے کے اوپر سے ہوتا تھا اور یاد آتا ہے کہ غالباً ہندہ کے ہاتھ کی چوڑیاں دیکھنے کے بہانے سے اپنے ہاتھ سے بلا حائل کپڑا وغیرہ کے اس کے ہاتھ سے مس کیا تھا لیکن مس کرتے ہی

جب اپنے اندر کچھ اشتہا کی زیادتی دیکھا تو فوراً ہاتھ کو علیحدہ کر لیا تھا اور غلبہ ظن یہی ہے کہ ان تمام واقعات کے وقت زید کی عمر دس یا گیارہ سال سے متجاوز نہ تھی اور برس چھ مہینہ کی زیادتی کمی کا بھی احتمال ہے گو احتمال کمی کا زیادہ ہے شاید تحقیق کرنے کی کوشش کرنے سے کچھ صحیح اندازہ لگ جائے ان واقعات کے بعد جب زید میں آثار بلوغ ظاہر ہونے لگے اور غالباً ہندہ کو بھی اس امر کا احساس ہو گیا کہ زید کو میری طرف بڑی میلان اور بدننگاہی ہے تب وہ زید سے بہت احتیاط کرنے لگی اور زید بد صحبت لڑکوں کے ساتھ رہ کر رات دن شہوت رانی کے قصوں میں مبتلا ہو گیا چونکہ زید کو جمع اس کے ہم مشربوں کے ہندہ پر پہلے سے نگاہ بد چم چکی تھی لیکن اپنی خواہش پوری کرنے کی اور تو کوئی صورت قابو میں نہ تھی آخر میں یہ بات طے کی کہ کسی طرح ہندہ کی فرج کو دیکھ کر اس پر تصور کر کے حلق وغیرہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ جبکہ ہندہ کے خاوند مکان پر نہ تھا اور رمضان شریف کا زمانہ تھا زید مع اپنے ایک ہم مشرب کے ہندہ کے پاس ارادہ مذکورہ سے جانے کا قصد کر کے چلا۔ لیکن دوسرا بوجہ خوف وغیرہ کے پیچھے رہ گیا اور زید ہندہ کے پاس پہنچا تو دیکھتا ہے کہ ہندہ جلتی چراغ چھوڑ کر سو رہی ہے اور چونکہ ہندہ کے وضع حمل کا زمانہ نہایت قریب تھا غالباً اس واقعہ کے پندرہ بیس روز بعد ہی ولادت ہوئی شاید اس لئے بھی بہت غافل ہو کر پڑی رہی اور زید نے اس کے پاس آہستہ سے بیٹھ کر مقام مخصوص سے کپڑا اٹھا کر خود گھور گھور کے فرج خارج کو دیکھا اور دوسرے اعضاء کو بھی شہوت کے ساتھ مس کرتا رہا یہاں تک کہ جب ان امور سے ہیجان بہت زیادہ ہو گیا اور خود انزال ہونے کا خوف ہو گیا تو زید وہاں سے بالکل چلے آنے کے ارادہ سے اٹھا لیکن ابھی تک ہندہ کے بستر سے علیحدہ ہونے نہ پایا تھا از خود انزال ہو گیا اور انزال کے وقت ہندہ زید کی ملموس بھا اور منظور لیٹا نہ تھی۔ اس کے بعد جب ہیجان کم ہو گیا تو پھر دیکھنے کے ارادہ سے عود کیا کیونکہ مقصود تو صرف فرج کو دیکھنا تھا لیکن دوبارہ جا کر نہ تو ابھی تک کسی عضو کو ہاتھ وغیرہ سے مس کیا اور نہ فرج کو دیکھا اتنے میں ہندہ کو خبر ہو گئی اور ممکن ہے کہ جب وہاں سے جانے لگا تھا اس وقت خبر ہو گئی ہو۔ غرض جاتے ہی جب اس نے زید کو دیکھا دھمکایا تو زید وہاں سے بھاگ گیا اس واقعہ کے بعد کوئی ایسی بات نہیں کی کہ جس سے حرمت مصاہرہ کا شبہ ہو پس ان واقعات مذکورہ سے زید کا ہندہ سے موافق مذہب حنفیہ حرمت مصاہرہ ثابت ہو گئی یا نہ؟ بر تقدیر اول عمر جو کہ زید کا والد ہے اس سے ہندہ کی تفریق واجب ہوگی یا نہیں؟ اور

زید ان گناہوں سے توبۃ النصوح کیونکر حاصل کر سکتا ہے۔ بیتواتوجروا

الجواب

زید کے جو واقعات دس یا گیارہ سال کی عمر کے لکھے ہیں ان سے تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں کیونکہ بارہ سال سے پہلے شرعاً لڑکا مہرق نہیں مانا گیا۔ لہٰذا نہ لایتنصور منہ الاجبال وھوالاصل فی حرمة المصاهرة اور جو ایک اقعہ بلوغ کے زمانہ میں نظر الی الفرج اور اس کا لکھا ہے اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی بوجہ مساس کے نہ بوجہ نظر الی الفرج کے کیونکہ نظر الی الفرج الخارج موجب حرمت نہیں فی الاصح اگر زید کو بعد مساس کے انزال نہ ہو جاتا مگر چونکہ اس کو مساس کے بعد انزال ہو گیا اس لئے اس سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

قال فی الشامیۃ : لا بد فی کل منہما من سن المراهقة وأقلہ للأنثی تسع وللذكر اثنا عشر لأن ذلك أقل مدة یمكن فیہا البلوغ كما صرحوا بہ فی باب بلوغ الغلام وھذا یوافق ما مر من أن العلة ھی الوطی الذی یكون سبباً للولد أو المس الذی یكون سبباً بھذا الوطی ولا یخفی أن غیر المراهق منہما لا یتأتی منہ الولد ھ (ص ۲۶۱) وفی الدر : ھذا إذا المرینزل فلو أنزل مع مس أو نظر فلا حرمة ، بہ یفتی ابن کمال وغیرہ ھ

قال الشامی : لا تہ بالانزال تبین أنه غیر مفضی الی الوطی (ھدایہ)

قال فی العنایۃ : ومعنی قولہم ھذا أن الحرمة عند ابتداء المس بشهوة کان حکمها موقوفاً الی أن یقین بالانزال فان أنزل لم تثبت والاثبت ھ (ص ۴۵۹ - ج ۲) وفی التحریر المختار : قول الشارح : ھذا إذا لم ینزل ھ أطلق فی الانزال فشمعل ما إذا لو أنزل بمجرّد المس أو بعدہ ولو بجماع فی زوجته الأخری ھ (سندی عن غایۃ البیان ص ۱۸۲) قلت : فیہ تصریح بأن مقارنة الانزال (أی قبل سکون شهوة حادثة بالمس) بالمس غیر شرط ویؤیدہ ما فی فتح العدیۃ - قول الھدایۃ : ولو مس فأنزل فقد قیل أنه یوجب الحرمة والصحیح أنه لا یوجبها إلّا ما نصتہ ثم شرط الحرمة بالنظر أو المس أن لا ینزل فان أنزل فالخذ لا تثبت کقول المصنف وشمس الائمة والبزدوی بناءً علی أن الأمر موقوف حال المس الی ظہور عاقبتہ ین

ظہر انه لم ینزل حرمت وإلا لا ھ (ص ۱۳۳) - قلت : وعاقبة الشئ ما یعقبہ لا ما یقارنہ فظہر أن مقارنة الانزال بالمس ونحوہ لیس بشرط بل الشرط معاقبة وتفسیرہ ما ذکرہ السندی عن غایۃ البیان - وأیضاً فقد صرحوا بأن الافضاء والاتیان فی الدبر لا یوجبان حرمة المصاهرة ولم یقتدوا بها بأن لا یكون قبلہما مس ولا نظر وإن کان شئ منہما فلا ینفصل جسمہ عن جسمہا حتی ینزل وإن انفصل جسمہ عن جسمہا بعد المس ولو لحل اللباس ثم جامعها وأفضاها أو اتاھا فی دبرھا حرمت حیث سکتوا عن کل ذلك تبین ان المقارنة بین المس والانزال و بین المس والافضاء و بین المس والاتیان فی الدبر لیس بشرط بل تکفی تعقب شئ منہما عن المس والنظر لتنفی الحرمة للعلة المتی ذکرھا فی العنایۃ -

تتمہ : یہ تو معلوم ہو گیا کہ انزال مس کے بعد بھی مسقطِ حرمت ہے اور مقارنت شرط نہیں لیکن کیا اس بعدیت کی کوئی حد بھی ہے یا نہیں تو قواعد سے مفہوم ہوتا ہے کہ جب تک اس شہوت کو سکون نہ ہو جو مس و نظر سے پیدا ہوتی ہے اس مدت میں اگر انزال ہو گیا تو مسقطِ حرمت ہے ورنہ مسقطِ حرمت نہیں کیونکہ انزال کو عاقبتہ المس جب ہی کہہ سکتے ہیں جبکہ مس کو انزال میں دخل ہو اور سکونِ شہوت کے بعد جو انزال ہو گا وہ اس مس کی عاقبت نہیں بلکہ کسی دوسرے فعل کی عاقبت ہے اور غالباً درمختار کی عبارت میں "مع مس و نظر" بلفظ معیت اسی کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے اطلاق کیا گیا ہو ولم ارہ صریحاً۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۱۲ سوال نمبر ۴۶

مصاہرت کی ایک خاص صورت کا حکم | سوال : ایک شخص اپنے بیٹے کے کی عورت

سے فعل بد کرنے کی نیت سے اپنے دل کا رائے بیان کیا اور کسی مدت موقع پا کر اس عورت سے جو اس کے بیٹے کی زوجہ ہے اس کا ہاتھ پکڑا لیکن دل کی مراد پوری نہ کر سکا اور کتنی راتوں کو اس عورت کے بستر کو خالی پا کر اس کے بستر پر جا کر سویا اور اس کے بدن پر ہاتھ رکھا لیکن جب عورت مذکور نیت سے بیدار ہوئی فوراً اٹھ کر بھاگی اور اپنی حرمت و عزت کو بچائی کسی وقت وہ مرد اس کو اپنے قابو میں نہ لاسکا اور ایک بار اس عورت کو ان کے والد کے مکان سے لاتے وقت اسی مرد مذکور نے یعنی اس عورت کے خاوند کے والد نے راستہ

میں اکیلا پا کر اس دن بھی اپنے دل کی باتیں بیان کیں اور بعض بعض دفعہ ہاتھ پکڑ لیکن عورت نے اپنی عزت کو بچائی اور مرد مذکور اس معاملہ کا انکار کرتے ہوئے قرآن شریف کی قسم کھانے کا وعدہ کرتا ہے۔ اب اس عورت کے بارے میں شریعت محمدیہ کا کیا حکم ہے؟ یعنی اس عورت کو رکھنا اس مرد کے لڑکے کے لئے جائز ہے یا نہیں اگر رکھے تو اس کے واسطے نکاح دوبارہ کرنا ہوگا یا نہیں۔ نیز اس عورت پر طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی ان ساری باتوں کا جواب عنایت فرمائیں۔

عرض گزار: خادم، غلام، محمد منصور علی

ساکن مرزا پور ڈاک خانہ تیتوش ضلع شیرہ

تنقیح

۱۔ مندرجہ بالا تینوں واقعات میں عورت کے ہاتھ اور بدن پر کپڑا تھا یا نہیں؟ اور کپڑا باریک تھا یا موٹا؟

۲۔ یہ عورت بالغہ ہے اور یہ جو بیان لکھا ہے تمام عورت کی زبان سے سنا ہے ان سب باتوں کا کوئی گواہ نہیں؟

۳۔ اس عورت نے اپنے شوہر سے بھی یہ قصہ بیان کیا یا نہیں اور اس شوہر نے کیا جواب دیا اس کو سچا سمجھا یا جھوٹا؟

جواب تنقیح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عورت مذکورہ نے یہ تمام قصہ اپنے شوہر سے بیان کیا تھا اور عورت کی باتوں سے شبہ ہونے کے سبب سے اس عورت مذکورہ کے شوہر نے اپنے والد سے یہ تمام قصہ دریافت کیا تھا اسی سبب سے اس لڑکے کے والد نے ان تمام باتوں سے انکار کر کے قرآن شریف کی قسم کھانے کا وعدہ کیا اور یہ واقعہ جب ہوا تھا ان ایام میں عورت مذکورہ کے پہناوے میں (لباس میں) ہمارے اس ملک کے جولاہے کا بنا ہوا موٹا کپڑا تھا اور عورت مذکورہ کے بدن میں کپڑا لپٹا تھا اور یہ جو واقعہ عورت نے بیان کیا جنو کے عا وے کے اس قصہ کو قریب ایک برس سا گزر گئے اور عا وے کے قصے کو بھی ایک برس دو ماہ گزر گئے اور یہ عورت اتنی مدت تک اپنے شوہر کی خدمت میں تھی اور شوہر نے اپنی موت کی تمام باتوں کو جھوٹا جانا اس وجہ سے شوہر نے اس عورت کو اپنی خدمت میں رکھا تھا۔

عورت کے ہاتھ میں کپڑا تھا یا نہیں اس کو عورت بھی نہیں کہہ سکتی اسے یاد نہیں ہے۔ یہ عورت مذکورہ اور مرد مذکور ایک دوسرے پر جھوٹ بات بیان کرتے ہیں۔ اب حضور مہربانی فرما کر شریعت کے موافق جواب تحریر فرما کر دل خوش کیجئے

الجواب

تنقیح: عورت صرف چھونے اور ہاتھ پکڑنے کی مدعی ہے یا تقبیل واخذ ثدی و مس فرج، ومعافقہ بانشار کہ بلا حائل کی بھی مدعی ہے

اگر صرف چھونے اور ہاتھ پکڑنے کی مدعی ہے اور خسر شہوت کا منکر ہے تو خسر کا قول مع الیمین معتبر ہے عورت کا قول معتبر نہیں بلکہ اس پر تینہ ہے۔ اور اگر تقبیل واخذ ثدی و مس فرج ومعافقہ بلا حائل کی بھی مدعی ہے یا ان میں سے کسی ایک کی مدعی ہے تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ خسر ان افعال کا اقرار کر کے شہوت کا منکر ہے یا ان افعال ہی کا منکر ہے اگر ان افعال کا اقرار کر کے شہوت کا منکر ہے تو عورت کا قول معتبر ہے اور اگر ان افعال ہی کا منکر ہے تو خسر کا قول مع الیمین معتبر ہے اور عورت کے ذمہ بیہ ہے پس صورت واقعہ مفصل لکھ کر سوال کیا جائے۔

قال فی الدر: وان ادعت الشهوة فی تقبيله أو تقبيلها ابنه وأنكرها
الرجل فهو مصدق لاهي (لانه ينكر ثبوت الحرمة والقول للمكر، شام) إلا أن
يقوم اليها منتشراً آلتها فعاثها أو يأخذ ثديها أو مس فرجها أو يقبيلها على الفم
والحق الكمال الجدي بالضم اهـ (ص ۲۲۱) والله أعلم
ظفر احمد

تَمَّتِ الْجَوَابُ

قال في البحر وفتح القدير: وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها
ويقع في أكبر رأي صدقها وعلى هذا ينبغي أن يقال: ان في مسه إتيانها لا تحرم على
أبيه و ابنه إلا أن يصدقها أو يغلب على ظنهما صدقها ثم رأيت عن أبي يوسف ما
يفيد ذلك اهـ (ص ۲۲۱)
قلت: ولما كان ثبوت الحرمة مشروطاً بالتصديق وإذافات الشرط

فات المشروط فلا تثبت الحرمة بدون التصديق واذا لم تثبت يحل للمرأة القيام مع زوجها ولكن يحتمل أن يكون المراد الشبوت قضاءً ويؤيده ما في الفتح بعد كلامه المذكور ثم رأيت أبا يوسف أنه ذكر في الامالي قال امرأة قبلت ابن زوجها وقالت كان عن شهوة ان كذبها الزوج لا يفرق بينهما ولو صدقها وقعت الفرقة اهـ (ص ۱۳۳) وأما ديانة فينبغي أن تفتى المرأة بحرمة تمكينها إتياء على نفسها فلا تمكنه بالرضا وتسعى في الامتناع منه بالهرب أو بالخلع كما اذا طلقها ثلاثاً وأنكر تطليقة إياها ولا يئنه لها فانه لا يفرق بينهما قضاءً ويفتى في حق المرأة بالتحريم وجوب الامتناع منه . والله اعلم

حزبه الاحقر ظفر احمد عفا عنه - اذ تها نه بهون

۱۴ ذی الحجہ ۱۲۶۸ھ

خلاصہ یہ کہ صورت مسئلہ میں اگر عورت کو خسر کے متعلق شہوت و بدینتی کا دعویٰ ہے کہ اس نے شہوت سے اس کو مس کیا ہے اور عورت کے پاس بیٹہ نہیں ہے اور خسر اور شوہر دونوں عورت کی تکذیب کرتے ہیں تو قضاء اس صورت میں حرمت ثابت نہیں ہوتی اور ظاہر میں نکاح صحیح ہے لیکن چونکہ عورت کو اپنا سچا ہونا معلوم ہے اس لئے اس کو اپنے حق میں اس نکاح کو فاسد سمجھنا چاہئے اور اگر ممکن ہو تو شوہر سے علیحدہ ہو جائے اور اپنی رضا سے شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ دے بشرطیکہ ایسا کرنے پر وہ قادر ہو اور ضرر عظیم کا اندیشہ نہ ہو اگر ضرر عظیم اور تکلیف کا اندیشہ ہو تو وہ معذور ہے اسلئے تحمل ضرر عظیم کی وہ مکلف نہیں واللہ اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه

۱۴ ذی الحجہ ۱۲۶۸ھ

حدیث سے حرمت مصاہرت بالزنا کا ثبوت | سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے بیٹے کی بیوی سے جبراً زنا کیا تو کیا وہ بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے یا نہ؟ اب بیٹے کو اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کسی صورت سے اس عورت کو خاوند کے گھر میں رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو اس کا نکاح فسخ سمجھا جائیگا یا ضرورت طلاق کی ہوگی؟ بیٹنوا توجروا۔

عہ اُفتینا بدلت اُخذاً بقول الشافعی دفنًا للعرج - ظفر

الجواب

۲۳

حنفیہ کے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اس لئے صورت مسئلہ میں بیٹے کی بیوی بیٹے پر حرام ہو گئی اور اس کو اس سے جماع و مقدمات جماع سب حرام ہو گئے لیکن نکاح فسخ نہیں ہوا بلکہ فاسد ہوا جس کا طلاق یا متارکت سے قطع کر دینا بیٹے پر واجب ہے اگر اس کی زوجہ دوسرے شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہو اور اگر وہ نجوشی اس کے گھر رہنا چاہے اور دونوں احتیاط من المقاربت ومن مقدماتہا پر قادر ہوں اور بے احتیاطی متعلق ستر عورت و خلوت وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو اور گھر میں اس کو رکھنے کی سخت ضرورت ہو مثلاً وہ صاحب اولاد ہے جن کی پرورش کے لئے اس کا رہنا ضروری ہے کیونکہ شوہر پرورش اولاد کا کوئی دوسرا سامان نہیں کر سکتا۔ یا کر سکتا ہے مگر خود عورت کو دوسرے سامان پر اطمینان نہیں تو ان قیود کے ساتھ یہ بھی جائز ہے کہ بیٹا اپنی بیوی کو طلاق و متارکت سے الگ نہ کرے بلکہ اپنے ہی گھر میں رکھے اور دونوں باہم پوری احتیاط رکھیں۔ عورت وجہ و کفین کے سوا باقی جسم کو شوہر سے ہمیشہ مستور رکھے اور کبھی خلوت کا بھی موقع نہ دے بلکہ ہمیشہ کسی معتبر عورت کے ساتھ گھر میں رہے اور جن لوگوں کو واقعہ زنا کی اطلاع ہو چکی ہو ان کو اس سے بھی اطلاع کر دیا جائے کہ اب اس عورت کو اس صورت سے گھر میں رکھا گیا ہے۔ بیوی بنا کر نہیں رکھا گیا۔

وهذا مما يعرف ولا يعرف وإنما ذكرناه توسعة على المصنف وليس في قيام المرأة في بيت الزوج بعد حرمتها عليه إلا مثل ما في قيام المستأجرة لخدمة البيت في بيت المستاجر اللهم إلا أن يقال فرق بينهما وهو أن الرجل يحتشم من غير منكوحته وكذا تحتشم هي منه بخلاف ما اذا كانا زوجين قد اختلطا زماناً قلنا فلاجل ذلك قيدناه بالقدره على التوفى والاحتياط والاضطرار الى ذلك والا فلا يجوز ويمكن الاستيناس بقوله تعالى : فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَارْضَعْنَ أَمْجُورَهُنَّ - الآية - حيث أباح الاسترضاع من المطلقات بعد انقضاء عدتهن فافهم - والاصل في ثبوت حرمة المصاهرة بالزنا قوله صلى الله عليه وسلم لسودة في ولد جارية زمعة : واحتجبي منه يا سودة ! الحديث، وهو مقبول

لأنه صلى الله عليه وسلم لما رأى الشبهة بعثته علم أنه من مائته فاجراه في الاحتياط مجرى النسب. قال ابن حزم وهو قول الثوري. وفي العالم للخطابي وهو مذهب أصحاب الرأي والاوزاعي وأحمد. قال وفي قوله صلى الله عليه وسلم: احتجبي منه يا سودة! حجة لهم. كذا في الجوهر النقي (ص ۸۵ - ج ۲)

وفيه أيضاً قبله (ص ۸۴ - ج ۲) قال ابن حزم: وروينا عن ابن عباس أنه فرق بين رجل وامرأته بعد أن ولدت له سبعة رجال كلهم صار رجلاً يحمل السلاح لأنه كان أصاب من أمها مالا يحل. وروى عبد الرزاق في مصنفه عن عثمان بن سعيد عن قتادة عن عمران بن حصين في الذي يزني بأمر امرأته قال حرمتا عليه جميعاً اهـ اسناده حسن وهذا أن صحابيین قد صرحا بآد عليه الحديث المرفوع وأقوال الصحابة عندنا حجة وقد رواه ابن حزم عن سعيد بن المسيب وأبي سلمة بن عبد الرحمن وعروة بن الزبير (وهؤلاء كبار التابعين) ورواه ابن أبي شيبة بسند صحيح عن ابن المسيب والحسن وعبد الرزاق وعن عطاء وطاؤس وابن أبي شيبة عن قتادة وأبي هاشم في الرجل يقتل أمراًته أو ابنتها قالوا حرمت عليه ابنته. وعن ابن مغفل (وهو عبد الله صحابي) وعن عكرمة مثله كذا عن الجوهر النقي لمخصاً صحته أو الحسن كما ذكرنا في مقدمة إعلاء السنن، نقلت عن الحافظ ابن حجر في الفتح والتلخيص. والله تعالى أعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفاعته

ازمخانه بھون خانقاہ امدادیہ

۲۹ محرم ۱۳۵۴ھ

سوال: جب تک مس بالشہوت نہ ہو مطلق مس موجب حرمت نہیں میں نیت میں تھا میرے اوپر آکر چار پائی کے نزدیک کھڑے ہو کر ایک ہاتھ میرے سینے کے اوپر رکھا اور منہ اپنا میرے منہ سے ملا یا اس وقت میں بیدار ہو گیا اور مجھ کو کہا کہ میں تیرے ساتھ سوتی ہوں میں نے ان کو کہا کہ یہ کام مجھ سے نہ ہوگا۔ پھر وہ چلی گئی۔ مجھ کو اس وقت شہوت کا انتشار وغیرہ کچھ نہ تھا اس کے بعد ایسے ہی زبانی میرے ساتھ محبت بہت کرتی

سوال: ایک شخص مٹی سومر بیان کرتا ہے کہ میری ساس یعنی میری منکوحہ کی ماں ایک شب کو جس میں

ہے اور دیگر لوگوں میں ان دونوں کی آپس میں ظاہری محبت دیکھ کر بڑی محبت کی شہرت ہو گئی ہے عورت سے پوچھا گیا کہ تو اپنے داماد کے ساتھ منہ ملایا اور ہاتھ سینے کے اوپر رکھا کہ وہ ایسا کہتا ہے۔ عورت نے کہا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا وہ میرا داماد ہے مجھ کو اسی کی وجہ سے اس سے محبت ہے، میں نے ہاتھ یا منہ اس پر نہیں لگایا، وہ جھوٹ کہتا ہے اب چونکہ سومر خود اس بات کا مدعی ہے کہ میرا منہ لگایا اور سونے کے واسطے خواہش کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو شہوت تھی۔ کیا سومر پر منکوحہ کی حرمت ثابت ہوتی یا نہیں؟ بندہ فخر الدین۔ گھوٹکی ضلع سکھر (سندھ)

الجواب

صورت مسئلہ میں مرد تقبیل کا مدعی نہیں بلکہ صرف اس کا مدعی ہے کہ عورت نے میرے منہ سے منہ لگایا اور تقبیل نہیں بلکہ صرف مس ہے اور مس میں اس وقت تک حرمت نہیں ہوتی جب تک مس بالشہوت نہ ہو اور جب عورت شہوت کی منکر ہے تو اس سے قسم لے لی جائے اگر وہ قسم کھائے تو حرمت نہ ہوگی

سوال: اگر عورت یا مرد ہاتھ لگائے یا بوسہ دیے کا اقرار کرے اور شہوت کا انکار کرے تو فقط ماس کا قول کافی ہے یا قسم پر اس کی شہوت کا انکار قبول ہوگا؟

① اگر دو شاہد گواہی دیں مس اور بوسہ کی مرد اور عورت پر اور وہ عورت یا مرد شہوت کا انکار کریں تو حرمت ثابت ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ مرد کا انتشار بھی شاہدوں کو دیکھنا مشکل ہے اور عورت کی شہوت تو ان کو دیکھنا ناممکن ہے شاید بظاہر مس یا بوسہ کی گواہی دیں گے پھر شہوت کا اقرار یا انکار تو عورت یا مرد پر منحصر رہا اس صورت میں گواہی پر حرمت ثابت ہوگی یا ان کے انکار پر حلت بدستور قائم رہیگی؟

بندہ فخر الدین۔ گھوٹکی ضلع سکھر (سندھ)

الجواب

① بوسہ اگر منہ یا رخسار پر لیا ہے تو صحیح یہ ہے کہ انکار شہوت معتبر نہیں اور بوسہ کے معنی منہ چومنا یا رخسار چومنا ہے صرف منہ سے منہ ملانا یا رخسار پر منہ لگانا بوسہ نہیں اور ہاتھ لگانے میں انکار شہوت معتبر ہے مع الیمین۔ بدون الیمین کے منکر کا قول معتبر نہیں۔

② شاہدین کو شہادت علی المس میں مرد کے انتشار اور عورت کی حرکات کا مشاہدہ ضروری ہے اگر وہ سس کی شہادت بدون انتشار کے بیان کریں تو مرد کا انکار معتبر ہوگا مع الیمین مساحت موجب حرمت مصاہرت ہے یا نہیں؟ سوال: زید کی بیوی نے اس کی لڑکی بالغہ یا نابالغہ سے چپٹی کی یعنی جس طرح صحبت کرتے ہیں اسی طرح اس نے بھی کسی طریق سے اس کے ساتھ ایسا فعل کیا اور اس کے جسم کو دیکھنے سے اس فعل کا یقین ہے تو کیا لڑکی کا حکم بھی مثل لڑکے کے ہے؟ کہ جس طرح ابن الزوج کے ساتھ ایسا فعل کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اس صورت میں بھی ہوگی یا نہیں بحوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔

الجواب

اس صورت میں یعنی مساحت میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہو سکتی۔ قال فی الدر: أما غیرها ای غیر المشتہاة المزنیة فلا تثبت الحرمة بها أصلاً کو طی دبر مطلقاً ای سواء کان بصبی او امرأة اتی رجل رجلاً له ان یتزوج بابتہ لأن هذا الفعل لو کان فی الاناث لا یوجب حرمة المصاهرة فی الذکر اولى۔ قال الثامی: ان العلة هی الوطأ السبب للولد ولم یتحقق فی الصورتین اه (ص ۶۱۶) قلت: وكذا لم یتحقق الوطأ السبب للولد فی المساحة أصلاً فلا حرمة بها۔ والله أعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنه ازخانہ مجون

۱۳ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ

هل يجوز للحنفي الافتاء بقول الشافعي في مسألة المصاهرة ام لا؟ سوال: غب إهداء السلام والتحية اللائقة بالمقام۔ فیاستیدی! قد

جاءنا سوال بواقعة تخبرنا فيها ان افتينا فيها بحرمة المصاهرة تخشى الفتن وإن لم نفت بها لم نجد لها مساعاً في المذهب حسب فهمنا فرفعنا الامر الى علو مقامكم كي تطمئن الخواطر فهل يجوز لنا ان نفتي فيها بقول الامام الشافعي رحمه الله تعالى؟ فالمرجوع من مكارم اخلاقكم البهية أن تفيدونا بما أراكم الله تعالى لا زلت محلالي المعاهد داعيكم حسين احمد غفرله من ديوبند

الجواب: الحمد لله وسلاماً على عباده الذين اصطفى۔ ثم السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

وبعد فان لا نجيز العمل بقول سيدنا الشافعي رحمه الله في مسألة حرمة المصاهرة بوجوه:

الاول: عدم الحاجة اليه فانه لا ضرر ولا حرج في طلاق امرأة بعينها والمفارقة عنها والتزوج بغيرها۔

والثاني: كثرة المفاسد وتفاقم الفتن في ترك قول الامام في المسئلة فان العوام اذا علموا بجواز العمل بقول غيره فيها تمهروا على المساس والنظر بشبهة الى اثمات ازواجهم ونحوهن وعلى ارتكاب الزنا ومقدما ته بحلالهم وازواج آبائهم ونحوها والآن يرتدعون من ذلك مخافة على النكاح۔

والثالث: قوة قول الامام في المسئلة فقد أجمع الصحابة على حرمة الوطئ بامة قد وطئت امها أو بنتها قبلها وما ذلك الا لحرمة المصاهرة وبسط الدلائل في الجوهر النقي فليراجع۔ والله تعالى أعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنه

۱۸ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ

عورت دعوی کرے کہ خسر نے اس کے ساتھ بارہا زنا کیا ہے اور شوہر اس کی تصدیق نہ کرے تو کیا دو گواہوں کی شہادت سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ سوال: یہ ہے کہ ایک عورت نے دعویٰ و نالش کی کہ عورت کے زوج کے باپ نے اس سے بارہا جبراً زنا کیا جس کے دو گواہ بھی موقع کے ہیں۔ اس سے زنا تو ثابت

نہیں ہو مگر حرمت مصاہرت یعنی وہ عورت اس شخص کے بیٹے پر حرام ہوگی یا نہیں؟ جبکہ اس عورت کا شوہر عورت کے بیان کو بالکل تصدیق نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میرے کسی دشمن نے یہ جھوٹی تہمت میرے باپ پر کرنے کو میری زوجہ کو تعلیم دی ہے تاکہ وہ مجھ پر حرام ہو جائے اور وہ دشمن خود اس سے نکاح کر سکے اس حالت میں جبکہ شوہر عورت کے بیان کی تصدیق نہیں کرتا حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور اس عورت کو زوج سے تفریق کی جائیگی

مع فان من العوام من لا يخاف الله تعالى ولا يتيقنه حق ثقافته ولكن اكثرهم يهابون من فساد

انكحتهم او انكحة اقربائهم من الالباء والابناء

یا نہیں؟ جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

سائل: ظہور الحق

میرج رجسٹرار وقاضی پوسٹ قاضی پور

الجواب

صورت مسئلہ میں قضاء حرمت مصاہرت کا ثبوت نہیں کیونکہ یہ دو گواہ زنا کے شاہد ہیں اور زنا کے گواہوں کے لئے چار گواہوں سے کم کافی نہیں اس لئے یہ گواہ شرعاً حد کے قابل ہیں۔ اگر قاضی اسلام ہوتا تو ان پر حد جاری کرتا پس ان کی گواہی سے نہ زنا کا ثبوت ہوتا نہ حرمت مصاہرت کا۔ البتہ چونکہ صورت مسئلہ میں عورت خود مدعی ہے اس لئے دیانۃ عورت کو یہ فتویٰ دیا جائیگا کہ اگر وہ اپنے بیان میں سچی ہے تو اس کو اپنے شوہر سے الگ ہو جانا واجب ہے مگر دوسرے شخص سے نکاح کرنا اس کو جائز نہیں۔ جب تک زوج اس کو طلاق نہ دے یا متارکت کے الفاظ استعمال نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

از تھانہ بھون - ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ

بیوی کی سوتیلی ماں سے زنا کیا تو بیوی حرام نہیں ہوگی سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین متین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی بکر کی لڑکی

زبیدہ کے ساتھ ہوئی ہے کچھ دنوں کے بعد زبیدہ کی ماں کا انتقال ہو جاتا ہے اور بکر دوسری شادی کرتا ہے پھر زید اپنی اہلیہ کی سوتیلی ماں سے مرتکب زنا کا ہوتا ہے یا اس کو شہوت کے زور سے ہاتھ لگاتا ہے تو ان دونوں صورتوں میں زبیدہ اپنے خاوند زید پر حرام ہوتی ہے یا نہیں اگر حرام ہوگئی ہے تو حرام ہو جانے کے بعد اگر زید اپنی بیوی زبیدہ سے صحبت کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ عرض کہ ان صورتوں کے متعلق فقہ حنفیہ کی رو سے مفصل جوابات مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

سائل: عبد الرحمن عفا عنہ

الجواب

بیوی کی سوتیلی ماں سے زنا اور مس بالشہوت کرنے سے بیوی شوہر پر حرام نہیں ہوتی مگر زید کو سخت گناہ ہوا جلد اس گناہ سے توبہ کرے ورنہ وبال دنیا و آخرت کے لئے تیار رہے۔ فقط واللہ اعلم
ظفر احمد عفا عنہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ

وطی ربیبہ سے بیوی کا حرام ہونا سوال: اگر کوئی شخص پہلے ایک عورت سے نکاح کرے اور وطی کرتا رہے پھر اس عورت کی پہلے خاوند کی لڑکی سے یعنی ربیبہ سے نکاح جہالتہ کرے اور وطی کرے تو دونوں حرام ہوں گی یا نہیں؟ احمد علی۔ از ہوشیار پور قلم سنہری مدرسہ سبیل الرحمتہ

الجواب

جس شخص نے اپنی ربیبہ عورت سے ہم بستری وغیرہ کی ہے اس پر اس کی بیوی بھی حرام ہوگئی جیسا کہ پہلے سے ربیبہ حرام ہے

کما فی العالمگیریہ: وثبتت (ای حرمة المصاهرة) بالوطی حلاً لا کان أو عن شبهة أو زنا کذا فی فتاویٰ قاضی خان: فمن زنا بامرأة حرمت علیہ أمها وإن علت وابتها وان سفلت (صفحہ ۳)

البتہ اگر وطی اور اس کے دواعی میں سے کوئی امر واقع نہ ہوتا تو محض نکاح بنت الزوج سے زوجہ حرام نہ ہوتی۔

کما فی العالمگیریہ ایضاً: وثبتت حرمة المصاهرة بالنکاح الصحيح دون الفاسد کذا فی محیط السرخسی۔ فلو تزوجها نکاحاً فاسداً لا تحرم علیہ أمها بمجرد العقد بل بالوطی هکذا فی البحر الرائق

وفیه بعد أطر: وکما ثبتت هذه الحرمة بالوطی ثبتت بالمس والتقبيل والنظر إلى الفرج بشهوة۔ کذا فی الذخيرة سواء کان بنکاح أو ملک أو فجور عندنا کذا فی الملتقط قال أصحابنا: الربیبة و غیرها فی ذلک سواء هکذا فی الذخيرة۔ واللہ اعلم

احقر عبد الکریم عفا عنہ
خافاه امدادیہ اشرفیہ منلع مظفر نگر تھانہ بھون

۱۵ صفر ۱۴۳۸ھ

حرمت مصاہرت کے متعلق چند سوال: ایک غلطی یہ سرزد ہوئی کہ ایک مرتبہ سوالوں پر مشتمل ایک استفتاء زید کے سینہ میں درد ہونے لگا زید کی بھوپھی جو (زید کی بیوہ بھاوج کی ماں ہیں) ازراہ شفقت فرمایا کہ لاؤ میں تمہارے سینہ میں دوا یا تیل کی مالش کروں تاکہ درد موقوف ہو جائے چنانچہ زید چت لیٹ گیا اور زید کی بھوپھی

نے زید کے کمر کی دونوں طرف اپنے دونوں پروں کو ڈال کر جھکے ہوئے زید کے سینہ پر دو مالش کرنا شروع کر دی اس ہیئت کذائی سے مالش ہونے کی وجہ سے زید کے عضو مخصوص میں خود بخود ایک خفیف سا انتشار پیدا ہو گیا یعنی عضو میں خفیف ایسا ادگی پیدا ہو گئی اور مالش برابر ہوتی رہی اس وقت زید اپنی طبیعت اور اپنے خیال کو دفع کرنے اور دوسری طرف متوجہ کرنے کی برابر کوشش کرتا رہا اس مالش ہونے کے وقت نہ زید کی کوئی نیت غراب تھی اور نہ زید کی پھوپھی کی اور نہ اس قسم کا خیال طرفین میں کبھی پیدا ہوا۔ اور نہ ایسا ہو سکتا تھا اس لئے کہ زید ہمیشہ سے اپنی پھوپھی کو بزرگوں کی طرح سمجھتا ہے مگر اس مالش کے دوران میں محض پیروں کے حائل کر دینے اور اس خاص صورت سے ایک عورت ذات کے ہاتھ سے مالش ہونے کی وجہ سے خود بخود زید کے دل میں کسی خفیف خیال کے گزرنے سے یہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

دوسری غلطی یہ ہوئی کہ زید کی پھوپھی غسل کر رہی تھیں یا خانہ میں تھیں زید نے بے احتیاطی سے بغیر آواز دے ہوئے اندر مکان کے چلا آیا۔ یا بغیر کھانسنے ہوئے پاخانہ کے اندر چلا گیا ایسی حالت میں زید نے اپنی پھوپھی کو برہنہ دیکھ لیا مگر زید نے اپنی نگاہ کو جمنے نہیں دیا۔ بلکہ فوراً نظر ہٹا لیا اور اٹنے پیروں فوراً واپس ہوا جبکہ زید کو یہ معلوم ہو گیا کہ پاخانہ کے اندر کوئی شخص موجود ہے زید کی نظر خاص حصہ جسم یعنی شرمگاہ پر نہیں پڑی بلکہ دیگر حصہ جسم پر نہیں پڑی۔

تیسری غلطی یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ زید کی پھوپھی کو اپنے پیروں یا ہاتھوں کے کڑے اُترانا مقصود تھا چونکہ کڑے کسی قدر سخت تھے لہذا زید سے یہ کہا کہ بھیا! میرے یہ کڑے اپنے ہاتھ سے ذرا پھیلادو تاکہ آسانی سے اُتر جائیں زید نے اس کی تعمیل کی مگر کڑے اتارتے وقت زید نے اپنی پھوپھی کی پنڈلی کھلی ہوئی دیکھی۔ مگر کوئی شہوانی خیال طرفین میں قطعی نہیں تھا اور نہ اس کا گمان ہو سکتا ہے لہذا زید ان مذکورہ بالا وجوہات کے واقع ہو جانے سے یہ خیال کرتا ہے کہ شاید سسرالی رشتہ قائم ہو گیا ہو اور اب اپنی پھوپھی کی اولاد یعنی بیوہ بھوج سے نکاح کرنا ناجائز ہو۔ لہذا حضور والا ازراہ کرم اس مسئلہ پر توجہ فرمائیں اور مفصل جواب جلد ارسال فرمائیں تاکہ زید اس پر کار بند ہوے اور اگر خدا نخواستہ اب اس کے لئے یہ نکاح از روئے مذہب حنفیہ ناجائز ہے تو مذہب شافعیہ سے اجازت مل سکتی ہے یا نہیں؟

اور کوئی حنفی امام، امام شافعی کے کسی مسئلہ پر عامل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

① اس واقعہ میں چونکہ اس شخص کا خیال اس عورت کی جانب نہ تھا بلکہ محض خیال کی وجہ سے شہوت ہوئی اس لئے اس واقعہ سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔
لما فی الشامیۃ: (ص ۲۵۹-۲۶۰) قلت: ویشتراط وقوع الشهوة علیہا لا علی غیرہا لما فی الفیض لو نظر الی فرج ابنتہ بلا شهوة فتمتی جاریۃ مثلہا فوقعت لہ الشهوة علی البنت تثبت الحرمة وان وقعت علی من تمناھا فلا۔
المبتہ اگر وہ عورت کہتی ہو کہ اس کو اس وقت شہوت تھی تو مفصل بات لکھ کر دوبارہ سوال کریں اور یہ بھی لکھیں کہ زید کو اس عورت کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے یا نہیں؟
② اس واقعہ میں نہ شہوت ہوئی نہ نظر جسم خاص کی طرف اور یہ دونوں شرطیں پس کوئی وجہ حرمت مصاہرت کی نہیں۔

③ اس میں بھی مس بلا شہوت ہونے کی وجہ سے حرمت مصاہرہ کا احتمال نہیں ہے غرض ان ہر سہ واقعات میں کوئی واقعہ ایسا نہیں جس سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوتی ہو۔ پس زید اس عورت کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔

احقر عبد الکریم عنی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھا بھون

۱۶ سوال مسئلہ

الجواب صحیح

و ان ادعت المرأة الشهوة لما فی الدر المختار: و ان ادعت الشهوة فی تقبیلہ او تقبیلہا ابنہ (وانکر الرجل فهو مصدق) لاھی الخ

وفی الشامی (ص ۲۶۴-۲۶۵) (قوله فهو مصدق) لانه ينكر الحرمة، والقول للمنكر وهذا ذكره فی الذخيرة۔ فی المس لا فی التقبیل كما فعل الشارح فانه مخالف لما مشی علیہ المصنف اولاً من أنه فی التقبیل یعنی بالحرمة ما لم یظهر عدم الشهوة وقد مناعن الذخيرة نفل الخلاف فی ذلك فما هنا مبني علی ما فی بیوع العیون ظفر احمد عفا عنه

مسئلہ مصاہرت | سوال: واقعہ یہ ہے کہ ایک مسکوحہ نے بوجہ متعدد تکالیف

خانہ داری اپنے شوہر کے مکان سے جا کر اپنے سسر پر تہمت لگا دی کہ اس کے سسر نے اس کے ساتھ زنا کیا منکوحہ مذکورہ کا خاوند بغرض تحصیل علم دین غیر ملک گیا تھا جب وہ پردیس سے مکان میں آیا منکوحہ کے عم حقیقی نے داماد سے کہا کہ لڑکی قرآن مجید پکڑ کر حلف کرتی ہے کہ اس کے سسر نے اس سے زنا کیا لڑکی کی زبان بندی میرے نزدیک اور ہوئی اگر تم کو باور نہ ہو لڑکی سے دریافت کرو۔ تب داماد نے جواب دیا کہ میں بسو اس کرتا ہوں کہ اپنے میری زوجہ کی زبان بندی لی ہے لیکن میں اس وقت کچھ نہیں پوچھوں گا۔ چچا نے کہا یہ لڑکی تمہارے لئے عند القاضی حرام نہ ہوئی کیونکہ کوئی شہد نہیں تم جاسوس کی طرح گواہ تلاش کرو۔ القصہ! لڑکی کے چچا نے داماد کو حکم دیا کہ تمہاری بیوی ہے کہ تم لے جاؤ۔ لیکن لڑکی کے سوتیلے باپ نے نہیں دیا۔ پھر چچا نے ایک کاغذ بطور زبان بندی کے اپنے ہاتھ سے لکھ کر اس پر داماد کا نام جلی دستخط کر کے ایک مولوی صاحب کے پاس بھیجا اور اس کاغذ میں لکھا ہوا تھا کہ داماد نے واقعہ زنا کی تصدیق کی پس مولوی صاحب مذکور نے لڑکی اور اس کے سسر یعنی مدعیہ و مدعا علیہ سے کچھ بھی دریافت نہ کیا اور ان کی زبان بندی بھی نہیں لی فقط داماد کو بلا کر کہا کہ مطابق نوشتہ ہذا کے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے واقعہ زنا کی تصدیق کی داماد نے جواب دیا نہیں صاحب! میں نے ہرگز واقعہ زنا کی تصدیق نہیں کی بلکہ اپنے چچا سسر کو فقط اتنا بولا ہوں کہ ”میں بسو اس کرتا ہوں آپ نے میری زوجہ کی زبان بندی لی ہے“ پس مولوی صاحب مذکور نے اس کاغذ پر اعتماد کر کے زنا کے دعویٰ پر ثبوت حرمت مصاہرت کا ایک فتویٰ لکھ دیا۔ اس مولوی صاحب کے فتویٰ نویسی سے پیشتر دیگر دو مولوی صاحبان یہ حکم دے چکے کہ صورت مسئلہ میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔

پس استفتاء یہ ہے کہ صورت مرقومہ الصدر میں بلا ثبوت زنا فقط لڑکی کے چچا کے نوشتہ پر معتد ہو کر حرمت مصاہرت کا فتویٰ دینا صحیح ہے یا نہیں؟ اور نفس الامر میں بھی صورت مرقومہ میں حرمت ثابت ہوگی یا نہیں؟ جبکہ دو مولوی صاحبان نے عدم ثبوت حرمت کا حکم دیدیا پھر دوسرے مولوی صاحب کو اس کی تردید کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ سوالات زائد ہیں اصل واقعہ کا حکم یہ ہے کہ اس قاضی یا مسلمان حاکم کے پاس

مقدمہ پیش کیا جائے جس کو اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کرنیکا حکومت کی طرف سے اختیار دیا گیا ہو اگر حاکم مسلم اور قاضی نہ ہو تو کسی کہ تراضی طرفین سے حکم بنا لیا جائے جس کے پاس مقدمہ پیش ہو وہ عورت کا دعویٰ سنے اور گواہ طلب کرے اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ یعنی خاوند اور خسر سے حلف لیا جائے اگر گواہوں سے حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے یا خسر اور خاوند میں سے انکار کر دیں تو قاضی حاکم یا حکم تفریق کر دے اور تفریق کے بعد عدت گزار کر عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے بدون تفریق دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہے الا آنکہ خاوند کی طرف سے متارکت ہو جائے۔

کما قال صاحب الدر: لا یحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة۔

وفی الشامی بن الحاوی: إلا بعد المتاركة أو تفریق القاضی ۱۵ (ص ۴۶۳)

اور اگر مدعا علیہا حلف کر لیں تو نکاح قائم رہنے کا حکم دیدیا جائے لیکن نکاح قائم رہنے کا حکم دیدینے سے صرف قضاء حلت کا فتویٰ دیا جائے گا مگر دیانۃ حلال ہونے میں تفصیل ہے یعنی جس کو حرمت مصاہرت کا علم ہو اس کے لئے تعلق ازدواج رکھنا حلال نہ ہوگا۔ اور جس کو علم نہیں وہ دیانۃ بھی معذور ہے پس واقعہ مسئلہ میں اگر خاوند درحقیقت عورت کی تصدیق کر چکا ہو تو قضاء قاضی کے بعد بھی اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر کوئی امر موجب حرمت مصاہرت کا خسر سے سرزد ہو گیا ہے تو اس کو اخفاء جائز نہیں اور چونکہ عورت ایسے واقعہ کی مدعیہ ہے جس سے یقیناً حرمت مصاہرت ہو جاتی ہے اس لئے اس کے واسطے کسی حال میں تمکین جائز نہیں لیکن اگر کوئی صورت ایسی ہوتی جس میں احتمال ہوتا تو قضاء قاضی کے بعد اس کو تمکین جائز ہو جاتی۔ مثلاً خسر کی جانب سے تقبیل واقع ہوتی اور عورت شہوت ہونے کا دعویٰ کرتی اور خسر حلف سے کہہ دیتا کہ شہوت سے ہرگز نہ تھا تو تمکین حلال رہتی۔

والمسئلة مصرحة فی البدائع: حیث قال بعد فتل الاختلاف بین الامام و صاحبیه فی نفاذ القضاء باضناً بشهادة الزور فیما هو له ولایة انشائیة فی الجملة وأجمعوا علی انه لو ادعی نکاح امرأة وهی تنکر و تقول انا اخوة من الرضاع أو انا فی عہ خسر سے تو اس بات پر حلف لیا جائے کہ اس نے کوئی فعل موجب حرمت مصاہرہ کا نہیں کیا اور خاوند سے اس پر لیا جائے کہ مجھ کو عورت کی بات پر یقین نہیں آیا۔ منہ

عدة من زوج آخر فشهد بالنكاح شاهدان وقضى القاضي بشهادتهما للمرأة تعلم انهما
كما اخبرت لا يحل لهما التمكن (ص ۱۵ ج ۱)

کتاب الاحقر عبد الحکیم عفی عنہ

از خانقاہ اندادیہ تھانہ بھون

مورخہ یکم ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ

حسن المحاضرة في تحقيق بعض
شروط حرمة المصاهرة

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع
متین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک رشتہ کی پھوپھی جو کہ
عمر میں ادھیڑ اور زید سے بہت زیادہ عمر میں بڑی ہیں۔ زید اپنی ان پھوپھی کی اپنی ماں کے برابر
عزت کرتا ہے اور اسی طرح سے پھوپھی بھی زید کو اپنے بڑے کی طرح سمجھتی ہیں زید کی پھوپھی کی
ایک لڑکی کا زید کے ایک سگے بڑے بھائی کے ساتھ نکاح ہوا تھا مگر عرصہ تین چار سال کا
ہوا کہ زید کے بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا اب زید کی یہ بھانج بیوہ ہیں اور زید کے بھائی
مرحوم کی اولاد زید کی نگرانی و زیر پرورش ہیں زید اور زید کی بیوہ بھانج اور اس کی اولاد وغیرہ
ایک ہی گھر میں رہتے سمیت ہیں اور سبہوں کا ایک گھر میں کمانا پینا ہے زید کے دوست و احباب
عزیز و اقارب کی یہ دلی خواہش ہے اور بہت کوشاں ہیں کہ زید کا نکاح زید کی اس بھانج بیوہ
کے ساتھ ہو جائے تاکہ یہ بیوہ زید کے گھر ہی میں رہے اور گھر کا شیرازہ نہ بکھرنے پائے اور زید کے
بھائی مرحوم کی اولاد جو اس بیوہ سے پیدا ہو ہیں ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور بدستور زید
کی زیر نگرانی رہیں۔ اعزہ کا یہ خیال ہے کہ اس بیوہ کا نکاح اگر کسی غیر جگہ ہو گا تو گھر کا یہ سارا
انتظام منتشر ہو جائیگا اور بچوں کو بھی تکلیف ہوگی نیز بیوہ کا ایسی صورتوں میں کسی دوسری
جگہ نکاح ہونا بھی ایک امر محال سمجھا جاتا ہے۔ اگر اس بیوہ کا نکاح زید کے ساتھ نہ ہوا تو پھر یہ
بیوہ ہمیشہ کے لئے نکاح کرنے سے محروم رہے گی اور ساری زندگی اس کی یوں ہی گزر جائے گی۔
بیوہ بیچاری ابھی نوجوان ہے اور اندازے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بھی یہ خواہش ہے کہ
گھر ہی میں نکاح زید (دیور) کے ساتھ ہو جائے تو بہتر ہے۔ عزیز و اقارب، دوست و احباب
کے مجبور کرنے پر زید بھی راضی ہو گیا ہے کہ وہ اپنی اس بیوہ بھانج کے ساتھ جو کہ کسی غیر جگہ مذکورہ
بالا جو ہمت کی بناء پر نکاح کرنے سے مجبور ہوا ہی ہے نکاح کر کے خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل
کرے مگر افسوس ہے کہ زید چند خاص وجوہات و مشکلات کی بناء پر جو کہ اس سے نادانستگی

اور غلطی سے عرصہ ہوا سرزد ہو گئی تھیں کہ جس کے باعث اس نکاح سے تاہل کر رہا ہے
تا وقتیکہ کوئی شرعی حکم صادر نہ ہو اور اطمینان نہ ہو جائے۔

پہلی غلطی یہ سرزد ہوئی کہ ایک مرتبہ زید کے سینہ میں درد ہونے لگا زید کی پھوپھی
مذکورہ نے جو (زید کی بیوہ بھانج کی ماں ہیں) ازراہ شفقت فرمایا کہ لاؤ میں تمہارے سینہ
میں دو یا تیل مالش کروں تاکہ درد موقوف ہو جائے۔ چنانچہ زید چپ لیٹ گیا اور زید کی
پھوپھی نے زید کے کمر کی دونوں طرف اپنے دونوں پیروں کو ڈال کر ٹھکے ہوئے زید کے سینہ پر
مالش شروع کر دی۔ اس سہینت کذائی میں مالش ہونے کی وجہ سے زید کے عضو مخصوص میں
خود بخود ایک خفیف سا انتشار پیدا ہو گیا یعنی عضو میں خفیف استادگی پیدا ہو گئی اور
مالش برابر ہوتی رہی۔ اس وقت زید اپنی طبیعت اور اپنے خیال کو دفع کرنے اور دوسری
طرف متوجہ کرنے کی برابر کوشش کرتا رہا۔ اس مالش ہونے کے وقت نہ زید کی کوئی نیت خراب
تھی اور نہ زید کی پھوپھی کی۔ اور نہ اس قسم کا خیال طرفین میں کبھی پیدا ہوا اور نہ ایسا ہو سکتا
تھا اس لئے کہ زید ہمیشہ سے اپنی پھوپھی کو بزرگوں کی طرح سمجھتا ہے۔ مگر اس مالش کے
دوران محض کمر میں پیروں کے حامل کر دینے اور اس خاص صورت سے ایک عورت ذات
کے ہاتھ سے مالش ہونے کی وجہ سے خود بخود زید کے دل میں کسی خفیف خیال کے گزرنے
سے یہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

دوسری غلطی یہ ہوئی کہ زید کی پھوپھی غفلت کر رہی تھیں یا خانہ میں تھیں زید بے
احتیاطی سے بغیر آواز دئے ہوئے اندر مکان کے چلا آیا یا بغیر کھانے ہوئے پاخانہ کے
اندر چلا گیا۔ ایسی حالت میں زید نے اپنی پھوپھی کو برہنہ دیکھ لیا مگر زید نے اپنی نگاہ کو جھپٹ
نہیں دیا بلکہ فوراً نظر ہٹا لیا اور اُلٹے پیروں فوراً واپس ہوا جبکہ زید کو یہ معلوم ہو گیا
کہ پاخانہ کے اندر کوئی شخص موجود ہے زید کی نگاہ خاص حصہ جسم یعنی شرمگاہ پر نہیں
پڑی بلکہ دیگر حصہ جسم برہنہ پر پڑی۔

تیسری غلطی یہ ہوئی۔ ایک مرتبہ زید کی پھوپھی کو اپنے پیروں یا ہاتھوں کے کڑے اتروانا
مقصود تھا چونکہ کڑے کسی قدر سخت تھے لہذا زید سے یہ کہا کہ بھیا! میرے یہ کڑے اپنے

ہاتھ سے ذرا پھیلا دو تاکہ آسانی سے اتر جائیں۔ زید نے اس کی تعمیل کی مگر کڑے آثار سے وقت زید نے اپنی پھوپھی کی پنڈلی کھلی ہوئی دیکھی مگر کوئی شہوانی خیال طرفین میں قطعی نہیں تھا اور نہ اس کا گمان ہو سکتا ہے لہذا زید ان مذکورہ بالا وجوہات کے واقع ہو جانے سے یہ خیال کرتا ہے کہ شاید سسرالی رشتہ قائم ہو گیا ہو اب اپنی ان پھوپھی کی اولاد یعنی بیوہ بھواج سے نکاح کرنا ناجائز ہو۔ لہذا حضور والا ازراہ کرم اس مسئلہ پر توجہ فرمائیں اور مفصل جواب جلد ارشاد فرمائیں تاکہ زید اس پر کاربند ہو جائے۔ اور اگر خدا نخواستہ اب اس کے لئے یہ نکاح از روئے مذہب حنفیہ ناجائز ہے تو مذہب شافعیہ سے اجازت مل سکتی ہے یا نہیں۔ اور کوئی حنفی امام شافعی کے کسی مسئلہ پر عامل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فقط والسلام۔ خادم فضل حق صدیقی

معلم گورنمنٹ ہائی اسکول بہار (اودھ) درجہ نہم سکشن (ب)

تنقیحات

- ① پاؤں کس جگہ رکھے اور زید کے بدن سے اس عورت کا کون کون جسم لگا ہوا تھا؟
- ② آخر کچھ نہ کچھ خیال تو دل میں اس وقت ہوگا خواہ اس عورت کا یا کسی اور عورت کا؟
- ③ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً خود بخود اسی کی طرف خیال ہوا تھا بعد میں دوسری طرف متوجہ کیلئے جو واقعہ ہو مفصل لکھا جائے۔
- ④ کیا یہ اندازے سے لکھا ہے یا اس سے دریافت کر کے لکھا ہے؟
- ⑤ اس خیال کی تشریح کی جائے جب مسئلہ لکھا جا سکتا ہے۔

جواب تنقیح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مسئلہ دریافت طلب میں جو خاص باتیں دریافت فرمائی گئی ہیں اس کے متعلق عرض ہے :

- ① زید اپنے سینہ پر مالش کرانے کے لئے زمین پر ایک چٹائی پر سرسیدھا کر کے چت لیٹ گیا اور زید کی پھوپھی نے اپنا ایک پاؤں زید کے ایک کولے کے قریب اور دوسرا پاؤں دوسرے کولے کے قریب رکھا اور گھٹنے اور سرین اٹھائے ہوئے کمر سے خمیدہ ہو کر جس طرح زمین پر سے کوئی چیز جھک کر اٹھاتے ہیں زید کے سینہ پر ہاتھوں سے مالش کرنے لگیں یعنی زید عورت کے دونوں پیروں کے درمیان لیٹا ہوا تھا اور عورت کے دونوں

پاؤں زمین پر تھے صرف دونوں ہاتھ زید کے سینہ پر مالش کر رہے تھے اس کے سوا کوئی اور حصہ جسم زید کے بدن سے نہیں لگا ہوا تھا۔

② چونکہ اس واقعہ کو ہونے بہت عرصہ ہو چکا ہے تاہم زید اپنی یادداشت اور ذہن پر زور دیکر یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ اس وقت دل میں کسی عورت کا خیال نہیں ہوا تھا نہ اس عورت کا اور نہ کسی دوسری عورت کا لیکن جس طرح کسی شہوت انگیز خیال سے کسی حیوان یا انسان کی شہوت انگیز کوئی حرکت کی طرف دیکھنے سے یا عضو مخصوص میں کسی کا ہاتھ لگ جانے سے اند خود یہ کیفیت پیدا ہو جایا کرتی ہے حالانکہ اس وقت دیکھنے والے کی یہ نیت نہیں ہوتی کہ جس کی طرف دیکھا ہے یا عضو میں جس کا ہاتھ چھو گیا ہے اس سے کوئی ناجائز فعل کرے اگر عورت زید کے سر ہانے بیٹھ کر سینہ پر مالش کرتی تو یہ کیفیت ہرگز پیدا نہ ہوتی لیکن چونکہ عورت اس خاص شکل سے زید کے جسم کے مقابل کھڑی ہو گئی اس لئے زید نے اس وقت اپنے دل میں یہ محسوس کیا کہ جس طرح ایک عورت ایک مرد کے اوپر آتی ہے اسی طرح مرد بھی عورت کے جسم کے اوپر آیا کرتا ہے بس ان وسوسات نے زید کے خیال کو منتشر کر دیا اور اسی وجہ سے زید میں یہ کیفیت خود بخود پیدا ہوئی اور اسی پیدا شدہ خیال کو دفع کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر جو باتیں خاص جوش و شہوت کی حالت میں پیدا ہو کر تھیں یعنی کامل ایستادگی یا بے خودی وغیرہ وہ قطعی نہیں تھیں۔ زید شروع سے آخر تک بے حس و حرکت زمین پر لیٹا رہا چونکہ زید کی پھوپھی ایک دیندار اور پابند صوم و صلوٰۃ عورت ہیں حج بھی کر چکی ہیں سن رسیدہ ہیں اور گھر میں مثل بزرگوں کے سمجھی جاتی ہیں۔ مگر جاہل ہیں۔ انہوں نے محض اپنی سادہ لوحی سے اور زید کو اپنا چھوٹا بیٹا خیال کر کے اس کے سینہ پر اس طرح بے احتیاطی سے مالش کرنے لگیں۔ بتقاضائے سن اور ان کی خدا ترسی کی وجہ سے ان کی نیت و ارادہ پر یہ کسی طرح شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے دل میں ذرہ برابر بھی کوئی برا خیال پیدا ہوا ہوگا اور نہ کبھی اس قسم کی کوئی حرکت ان سے ظہور میں آئی۔ اس لئے ان کا خیال دریافت کر کے نہیں لکھا گیا۔ بلکہ یقینی طور پر اندازہ کر کے لکھا گیا۔ زید اپنی پھوپھی سے اس قسم کی شرمناک بات کو بسبب ان کی بزرگی کے دریافت بھی نہیں کر سکتا ہے۔ فقط والسلام۔ خادم فضل حق صدیقی

الجواب

صورتِ مسئلہ میں حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔

بدلیل مافی الشامیۃ : فتمنی جاریۃ مثلها فوقعت الشهوة علی من تمنّاها فلا اھ (ص ۵۹۹)

پس سائل کو اس پھوپھی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ اور سوال اول کے واقعہ سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی

وأيضا فإن حد الشهوة في حق الشاب ان ينتشر عضو أو يزداد انتشارا ومعنى الانتشار الانفاظ كما في القاموس ونفط ذكره أي قام والفظ الرجل علاه الشبق ولم يوجد في الصورة المسئول عنها الانتشار وإنما وجدت حركة خفيفة من غير شبق وقيام فقط

وفی قاضی خان : ودلیل الشهوة علی قول أبي الحسن القمي انتشار الآلة عند ذلك ان لم يكن منتشرا قبل ذلك وان كانت منتشرة قبل ذلك فعلامة الشهوة زيادة الانتشار والشدة ثم ذكر معنى الشهوة في حق الشيخ والعين ثم قال ، وقال عامة العلماء : الشهوة أن يميل قلبه إليها ويشتهي أن يواقعها اھ (ص ۱۶۸) والله تعالى اعلم

ظفر احمد عفا عنه از تہانہ بھون

۵ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

تنبیہ : جواب مذکور لکھنے کے بعد حضرت حکیم الامت دام مجدہم کی خدمت میں بغرضِ ملاحظہ پیش کیا گیا تو فرمایا کہ جواب کا مدار دو باتوں پر ہے :

ایک یہ کہ شہوتِ محرمہ میں انتشار بمعنی نفوط تام شرط ہے مجھے اس میں کلام ہے۔

دوسریہ کہ : انتشار کے ساتھ عورتِ مملوسہ یا منظورہ الی فرجہا کی طرف رغبتِ جماع و خواہشِ مواقعت شرط ہے۔ مجھے اس میں بھی کلام ہے بلکہ صرف لمس و نظر سے دل میں ہیجان ہو جانا اور عضو میں حرکت پیدا ہو جانا شہوتِ محرمہ کے لئے کافی ہے گو مملوسہ و منظورہ کے جماع سے ذہن خالی ہو۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ ہیجان

۲۴

غیر مملوسہ و غیر منظورہ کی طرف منصرف نہ ہوا ہو اگر لمس ہوا اور خواہشِ جماع غیر مملوسہ سے ہوئی تو حرمت نہ ہوگی اور اگر کسی سے بھی خواہشِ جماع نہ ہوئی مگر لمس سے دل میں ہیجان اور عضو میں حرکت پیدا ہوئی تو حرمت ہو جائیگی ، احقر نے عرض کیا کہ قاضی خان کی عبارت اس باب میں صریح ہے کہ مملوسہ و منظورہ کے ساتھ شہوتِ جماع شرط ہے فرمایا ، ممکن ہے کہ دیشتمی ان یواقعہا بطور تمثیل کے لکھ دیا ہو۔ اس کے بعد رائے ہوئی کہ اس سوال کو دوسرے علماء کے پاس بھیجا جائے تو یہ سوال بعبارتِ ذیل مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے علماء کے پاس بھیجا گیا جو مع ان کے جوابات کے درج کیا جاتا ہے۔

سوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کیا فرماتے ہیں حضرات علماء دین اس مسئلہ میں کہ حرمتِ مصاہرت کیلئے جو مس بالمشہوة حنفیہ کے نزدیک کافی ہے اس میں شہوت کی حقیقت کیا ہے۔ یعنی جن علماء نے صرف اشتہاء قلب و میلانِ قلب کو کافی نہیں سمجھا بلکہ انتشارِ عضو یا زیادتِ انتشارِ عضو کو شرط قرار دیا ہے ان کے نزدیک انتشار سے کیا مراد ہے ؟ آیا عضو میں کسی قدر حرکت پیدا ہو جانا جو پہلے نہ تھی کافی ہے یا پوری طرح عضو کا قائم ہو جانا شرط ہے اور از زیادتِ انتشار کے یہ معنی ہیں کہ حرکتِ سابقہ کے بعد عضو کو قیام ہو جائے یا یہ مراد ہے کہ قیام کے بعد عضو میں شدت آجائے۔

دوسری بات قابلِ تحقیق یہ ہے کہ کیا شہوت کے یہ معنی ہیں کہ جس عورت کو پھولے اس کی طرف میلان ہو اور اس سے محامعت کی خواہش ہو ؟ یا پھولنے کے بعد گویہ خیال پیدا نہ ہوا ہو مگر اس سے لذتِ حاصل ہوئی اور اس سے عضو میں انتشار پیدا ہو گیا۔ یہ بھی حرمت کے لئے کافی ہے ؟ کیونکہ بعض دفعہ مس کرنے والے کو مملوسہ کی طرف کسی قسم کا خیال نہیں ہوتا مگر جوانی کی وجہ سے خود مس کی لذت سے عضو میں انتشار ہو جاتا ہے جیسا کہ دو جانوروں کو محامعت کرتے ہوئے دیکھ کر جوان کو انتشار ہو جاتا ہے حالانکہ ان میں کسی کے ساتھ محامعت کا خیال اس کو نہیں ہوتا۔ عباراتِ فقہیہ اس باب میں مختلف ہیں اس لئے تردد ہو گیا۔

عالمگیری میں ہے : وحد الشهوة انتشار الآلة او از زیادہ ان کانت منتشرة قاضی خان میں ہے : ودلیل الشهوة انتشار الآلة عند ذلك ان لم يكن منتشرا وان کانت منتشرا فعلامة الشهوة زیادة الانتشار والشدة (ص ۱۶۸) اور قاموس میں ہے : انتشار الرجل الفط ذکرہ اور نفوط کے معنی لکھا ہے نفط ذکرہ

قام و افط الرجل والمرأة علاها الشبق - شبق اشتدت غلمته - اور غلمہ میں لکھا ہے
غلم و اغتم غلب شہوتہ غلم البعیر حاج -

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہوت کی تفسیر انتشار ہے اور انتشار لغت میں قیام ذکر کو کہتے ہیں اور قاضی خان نے از دیار انتشار کی تفسیر شدت سے کی ہے۔ اس کا مقتضا یہ ہے کہ اگر مس بال شہوت ہو مگر عضو میں قیام پورا نہ ہو بلکہ کسی قدر حرکت ہو تو حرمت مصاہرت نہ ہوگی۔ مگر درمختار میں ہے: الشہوة تحرك الآلة او از دیارہ - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عضو میں حرکت پیدا ہو جانا شہوت محرمہ کے لئے کافی ہے

اب دریافت طلب یہ ہے کہ درمختار کی عبارت میں تحرک سے مراد انتشار کا درجہ مذکورہ ہے یا عالمگیری و قاضی خان کی عبارت میں انتشار سے مراد تحرک ہے۔ نیز یہ کہ فقہاء کی عبارت میں انتشار سے وہی مراد ہے جو لغت میں مذکور ہے۔ یا ان کے نزدیک انتشار کلی مشکل ہے کہ قیام کامل سے کم درجہ پر بھی صادق آسکتا ہے۔

نیز شامی میں ہے: قلت: ويشترط وقوع الشهوة عليها لا على غيرها لما في الفيص: لو نظر الى فرج ابنته بلا شهوة فتمت جارية مثلها فوقع له الشهوة على البنت ثبتت الحرمة وإن وقعت على من تمتاها (مع بقاء النظر الى فرج البنت كما في قاضی خان) فلا اھ (ص ۵۹۹) وقاضی خان ص ۱۶۸ میں ہے: وقال عامة العلماء: الشهوة ان يميل قلبه اليها ويستهي أن يواقعها اھ۔ قاضی خان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہوت محرمہ میں عورت لموسہ کی طرف قصد جماع کے ساتھ میلان ضروری ہے۔ شامی کی عبارت بھی بظاہر اس کی مؤید ہے۔ مگر شامی کی عبارت میں یہ احتمال جاری ہو سکتا ہے کہ وقوع الشهوة علیہا اس وقت شرط ہے جبکہ خلودہن نہ ہو بلکہ دوسری طرف ذہن کو منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ اگر مس و نظر سے شہوت پیدا ہونے کے وقت ذہن خالی ہو کہ نہ منظورہ و لموسہ سے مجامعت کا خیال ہو نہ غیر سے مگر مس و نظر سے شہوت پیدا ہو گئی اس کے حکم سے عبارت شامیہ ساکت ہے۔ امید ہے کہ ہر دو سوال مراجعت کتب کے بعد واضح طور سے حل کئے جائیں کہ اس میں خلجان ہے۔ فقط

المستفتی: ظفر احمد عفا عنہ خادم دارالافتاء

بالتفاه الاملاویہ تھانہ بھون

۹ ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

الجواب

حامداً وصلياً وسلماً۔ مس اور نظریں شہوت کی حد جو کہ درمختار میں لکھی ہے

”وحدھا فيما تحرك آلتہ او زیادتہ یفنی“ علامہ شامی اس کے تحت لکھتے ہیں ”قولہ او زیادتہ ائی زیادة التحرك ان كان موجوداً قبلهما على هذا“ عالمگیری کی عبارت

”وحدھا الشهوة انتشار الآلة او از دیارہ ان كانت منتشرة“ اور اس کے بعد قاضی خان کی عبارت ”ودلیل الشهوة انتشار الآلة عند ذلك ان لم يكن منتشراً وإن كان منتشراً

فعلامه الشهوة زیادة الانتشار والشدّة“ ہر سہ کتب مذکورہ بالا کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر پہلے شہوت بالکل نہ ہو تو ابتدائے حد شہوت یہ ہوگی کہ انتشار پیدا ہو جائے۔ چنانچہ عالمگیری و قاضی خان کی عبارتوں میں صریح انتشار کا لفظ واقع ہے۔ صاحب

درمختار نے انتشار کی بجائے ”تحرك الآلة“ اور ”زیادتہ“ بولا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انتشار سے اس موقع میں تحرك الآلة ہی مراد ہے اور چونکہ تحرك الآلة کے بعد دو درجہ اور

باقی ہیں ایک قیام ذکر دوسرا شدت پس تحرك الآلة کے بعد زیادہ التحرك یا زیادہ انتشار سے یقیناً قیام ذکر مراد ہوگا یعنی اگر تحرك آلتہ پہلے سے ہو تو حرمت کے تحقق کے لئے یہ ضروری

ہوگا کہ نظر اور مس کی وجہ سے قیام ذکر ہو جائے اور اگر قیام ذکر پہلے سے موجود ہے تو اب تحقق حرمت کے لئے شدت ضروری ہوگی۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ مس اور نظر سے پہلے جو حالت

تھی اگر بعد المس والنظر وہی حالت رہی تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی اور اگر اس میں تغیر ہو کر ترقی ہو گئی تو حرمت ثابت ہو جائے گی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انتشار عرف میں عام

ہے شہوت کی تینوں حالتوں پر انتشار کا اطلاق ہوتا ہے اس لئے فقہاء کے کلام میں دوسری مرتبہ کو زیادہ الانتشار کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اگر انتشار ایک حالت کے ساتھ مخصوص ہوتا تو اس کے

اعلیٰ مرتبہ کو زیادہ الانتشار کے ساتھ تعبیر نہ کرتے بلکہ شدت یا کسی اور لفظ سے تعبیر کرتے دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر انتشار کو قیام ذکر کے ساتھ خاص کیا جائے اور زیادت انتشار سے

شدت مراد لی جائے تو انتشار کے اول مرتبہ یعنی تحرك آلتہ کا کوئی حکم نہیں نکلتا اس وجہ سے کہ شہوت معتبرہ کے مقابل جو قول ذکر کیا ہے وہ یہ ہے

فی الشامی: وقيل حدھا ان يشتهي بقلبه ان لم يكن مشتهياً أو يزاد ان كان مشتهياً ولا يشترط تحرك الآلة (ص ۲۸۱)

كان مشتهياً ولا يشترط تحرك الآلة (ص ۲۸۱)

پس جبکہ شہوت غیر معتبرہ کی تعریف میں صرف اشتہاء قلب کو لیا گیا ہے اگر شہوت معتبرہ میں تحرک آلہ معتبر نہ ہوتا تو وہ یقیناً غیر معتبرہ میں داخل کیا جاتا۔ پس شہوت غیر معتبرہ میں اس کو داخل نہ کرنا خود اس امر کا قرینہ ہے کہ ابتدائی مرتبہ شہوت معتبرہ کا تحرک آلہ ہے۔ اس توجیہ پر یہ شبہ البتہ ہوتا ہے کہ فقہاء کی عبارت سے شہوت معتبرہ کے دو بیج معلوم ہوتے ہیں تحرک آلہ یا زیادت تحرک یا یہ کہا جائے کہ انتشار اور زیادت انتشار اور مذکورہ بالا توجیہ کی بناء پر تین درجے ہو گئے ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ تحقق حرمت کے لئے چونکہ ایک جبکہ پہلے سے شہوت نہ ہو یا شہوت قلبی ہو یا دو کا وجود (اس صورت میں جبکہ پہلے سے تحرک آلہ یا قیام ذکر ہو) کافی ہے۔ اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے اسی لئے صرف دو لفظوں پر اکتفا کیا ہے۔ اور چونکہ ہر دوسری حالت پہلی حالت سے اور کچھ زیادتی پر مشتمل ہوتی ہے اس لئے فقہاء کے کلام میں زیادہ کے ساتھ دوسری حالت کو تعبیر کیا گیا ہے پس اگر پہلے سے تحرک نہ ہو تو زیادت سے مراد قیام ہوگا اور اگر پہلے سے قیام ہو تو زیادت سے مراد شدت ہوگی جیسا کہ قاضی خان کی عبارت سے واضح ہے۔

امرتانی کے متعلق درمختار کا یہ قول: «والعبارة للشهوة عند المس والنظر لا بعد» کافی ہے۔ علامہ شامی اس کے تحت لکھتے ہیں:

عن الفتح: وقوله بشهوة في موضع الحال ليفيد اشتراط الشهوة حال المس ولومس بغير شهوة ثم اشتهى عن ذلك المس لا تحرم عليه اه وكذا في النظر كما في البحر: لو اشتهى بعد ما غصص بصره لا تحرم قلت: ويشترط وقوع الشهوة عليها الخ

پس اگر ابتداء شہوت بالکل نہ ہو اور مس اور نظر کے وقت شہوت پیدا ہوئی، یعنی حالت مس اور حالت نظر موجود ہے اور اس سے تحرک آلہ پیدا ہو گیا تو حرمت ثابت ہو جائے گی اور اگر مس کے بعد ہاتھ علیحدہ کر دیا یا نظر دوسری طرف کر لی اور پھر تحرک آلہ ہوا تو اب حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ جس عورت کو ہاتھ لگایا ہے میلان اسی کی طرف ہو اگر دوسرے کی طرف ہوگا تو حرمت ثابت نہ ہوگی جیسا کہ مثال کی مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے۔ پس ثبوت حرمت کے لئے دو شرطوں کا وجود ضروری ہے ایک شہوت معتبرہ کا وجود عند المس اور عند النظر دو مملوسہ اور منظورہ کی طرف

میلان اور مجامعت کی خواہش دونوں میں سے اگر کوئی شرط فوت ہو جائے گی حرمت ثابت نہ ہوگی اور مثال کا مقصود اس جزئیہ کے ذکر کرنے سے «ویشترط وقوع الشهوة عليها لا على غيرها» کا اثبات ہے جو عام ہے کہ خلوص ہن ہو یا نہ ہو جیسا کہ مثال سے ظاہر ہے کیوں کہ نظر الی فرج البنت مطلقاً موجب حرمت نہیں جب تک خاص اسی کی طرف میلان نہ ہو اگر میلان دوسری طرف ہو تو حرمت نہ یہاں ثابت ہوگی اور نہ اس کے حق میں جس کی طرف میلان ہے کیوں کہ جس کی طرف نظر ہے اس کی طرف میلان نہیں اور جس کی طرف میلان ہے اس کی طرف نظر نہیں۔ پس اگر مس اور نظر سے شہوت پیدا ہونے کے وقت ذہن غالی ہو اور حالت مس اور نظر کی بقاء کے وقت ہی مملوسہ اور منظورہ سے مجامعت کا خیال پیدا ہو جائے تو حرمت ثابت ہو جائے گی اور اگر مملوسہ اور منظورہ سے مجامعت کا خیال نہیں ہو خواہ غیبی ہو ہو یا نہ ہو ہو تو حسب تصریح «وقوع الشهوة عليها» اس شرط کے فوت ہونے کی وجہ سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔ کیا هو الظاهر۔ واللہ اعلم

رقمہ ضیاء احمد عفی عنہ

۱۵ ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

الجواب الثاني

از مولانا عبد الرحمن صاحب صدر المدرسين مظاهر العلوم سہارنپور
① بظاہر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی خان کی عبارت میں انتشار سے مراد تحرک عضو ہے۔ چنانچہ بدائع الصنائع (ص ۲۶۰ ج ۲) کی عبارت میں انتشار کو بطور عطف تفسیر کے ذکر کیا ہے «وتحرك الآلة وانتشارها هل هو شرط تحقق الشهوة اختلف المشايخ فيه الخ» صاحب بحر کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے (ص ۱۰۱ ج ۳) ولم يذكر المصنف حد الشهوة للاختلاف فقيل لا بد أن تنتشر آله إذا لم تكن منتشرة أو تزداد انتشاراً إن كانت منتشرة - وقيل حدّها أن يشتهى بقلبه إن لم يكن مشتھياً أو يزداد إن كان مشتھياً ولا يشترط تحريك الآلة وصححه في المحيط الخ ہر دو قولین کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قول میں انتشار سے مراد تحرک ہے ورنہ دوسرے قول میں بمقتضائے تقابل ولا يشترط انتشار الآلة کہنا چاہئے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء کے کلام میں

انتشار سے مراد تحرک ہے جو کلی مشکلک ہے استرخاء عضو کے بعد شدت قیام تک کے جتنے مراتب ہیں سب پر صادق ہے یعنی استرخاء کے بعد تشنج اور اس کے مابعد کے سب مراتب تحرک کے افراد ہوں گے اور جمیع مراتب پر انفراد اور اجتماعاً حرمت مصاہرت مرتب ہوگی اور انتشار مراد وہ نہیں جو لغوین نے لکھا ہے۔ یعنی قیام عضو۔

۲ شامی اور قاضی خان دونوں اشتراط وقوع الشهوة علیہا لا علی غیرہا میں متفق الیہا ہیں بلکہ لا علی غیرہا سے نفی وقوع الشهوة علی غیرہا کی طرف قاضی خان نے تعرض نہیں کیا جس سے قاضی خان کی عبارت مشعر عموم ہو گئی "ای میل قلبہ الیہا ویشتہی ان یواقہا اہ اعم من ان یکون قلبہ فی ہذہ الحالة مائلًا الی غیرہا ام لا" شامی کی عبارت میں صرف ایک ہی احتمال ہے "یمیل قلبہ الیہا ولا یمیل الی غیرہا" البتہ شامی نے جو استدلال میں فیض کی عبارت پیش کی ہے اس عبارت میں وہ احتمال جاری ہو سکتا ہے جس کے متعلق مولانا ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں مگر علامہ شامی کا عبارت فیض کے نقل کرنے کے بعد قید عدم خلوا الذہن عند حدوث الشهوة کی طرف تعرض نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ علامہ شامی کے نزدیک اس قید کا اعتبار نہیں (کما ہودابہ فی أمثال ہذہ العبارة من ذکر مفہیم العبارات) ورنہ نقل عبارت کے بعد اس کی طرف حسب عادت تعرض فرماتے۔ نیز شامی کا "قلت: ویشتراط الخ" در مختار کی اس عبارت کے ذیل میں "والعبارة للشهوة عند المستلخ" کہنا بظاہر اسی غرض کے لئے ہے کہ مصنف کی عبارت میں شہوت کا لفظ عام تھا یعنی شہوت منظورہ و مملوسہ وغیرہ دونوں کو شامل تھا شامی صرف اس اطلاق کی تفسیر کے لئے "قلت الخ" فرما رہے ہیں جس سے بظاہر مقصود صرف عموم کا ابطال ہے اور تفسیر ہے۔ باقی عدم خلوا الذہن عند حدوث الشهوة او عند عدم اس کی طرف در مختار کی عبارت میں اشارہ نہ شامی کا مقصود ہے بلکہ اس کے لحاظ سے تعلیم ہی شامی کا مقصود ہے کما مر و اللہ اعلم

نوٹ: اس کے بعد یہ سب تحریرات مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی کو دی گئیں کہ وہ بھی ان کو دیکھ کر اپنی رائے لکھیں۔ انہوں نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ بھی درج کیا جاتا ہے۔ ظفر احمد عفا عنہ

الجواب الثالث: من مولانا حبیب احمد کیرانوی

تحقیق متعلق بہ حرمت مصاہرہ باللمس والمظر:

خواہش جماع کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے خواہش اکل اور شہوت کی مثال ایسی ہے

جیسے بھوک۔ پس جس طرح کبھی کسی شے کو بے بھوک کھانا چاہتا ہے یوں ہی کبھی آدمی بلا شہوت جماع کی خواہش کرتا ہے۔ پس شہوت نام ہے جماع تقاضائے طبعی کا۔ جیسے بھوک نام ہے خواہش غذا کی تقاضائے طبعی کا۔ اور خواہش جماع نام ہے تقاضائے نفس اور اس کی رغبت الی الجماع کا اور نہ ثبوت کے لئے رغبت الی الجماع لازم ہے اور رغبت جماع کیلئے شہوت ضروری ہے۔ کبھی یہ دونوں جمع ہوتے ہیں اور کبھی ایک دوسرے سے منفک۔ پھر چونکہ جماع ایک ایسا فعل ہے جو کہ طیفین کے ساتھ قائم ہے اس لئے رغبت جماع میں خیال طرف آخر ضروری ہے اور یہ خیال کبھی علی وجہ التعین ہوتا ہے جیسے یوں کہ فلاں عورت کے ساتھ میں ایسا کروں اور کبھی لا علی وجہ التعین۔ مثلاً یوں کہ اسوقت کوئی عورت ہو جس سے میں ایسا کروں۔ جب یہ تفصیل معلوم ہو گئی تو اب سمجھنا چاہئے کہ اگر مس و نظر فی حال الشہوة ہے تو اس کی چند صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ وہاں شہوت کے ساتھ رغبت جماع نہ ہو۔

دوسری یہ کہ رغبت جماع ہو مگر طرف آخر متعین نہ ہو۔

تیسری یہ کہ طرف آخر متعین ہو مگر مملوسہ و منظورہ نہ ہو۔ بلکہ غیر مملوسہ و منظورہ ہو۔

چوتھی یہ کہ وہ خاص مملوسہ و منظورہ ہو۔ پہلی تین صورتوں میں بالا اتفاق حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی اور چوتھی صورت میں بالاتفاق حرمت مصاہرت ثابت ہوگی کیونکہ یہاں شہوت و رغبت دونوں جمع ہیں "و تحرك الآلة لا تنفك عن الشهوة فی حال صحة المزاج و فی حال فساد المزاج کالعتین أو عدم الآلة کالمرأة والمحبوب" ہو غیر ضروری اور اگر مس فی حال الرغبة الی الجماع بلا شہوت ہے تو اس میں اختلاف ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک تو اصلاً حرمت نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک رغبت کے ساتھ شہوت شرط ہے اور بعض کے نزدیک اس میں تفصیل مذکور ہے۔ یعنی اگر خاص مملوسہ و منظورہ سے جماع کی خواہش ہو اور اسی حالت میں لمس و نظر ہو تو حرمت ثابت ہوگی ورنہ نہیں۔ قائلین بالشہوة والا انتشار کا قول: "ویشتراط وقوع الشهوة علیہا" اور قائلین بالرغبة کا قول: "وحد الشہوة أن یمیل قلبہ الیہا ویشتہی جماعہا" اس کی کافی دلیل ہیں۔ خلاصہ یہ کہ لمس و نظر عن شہوة میں مملوسہ و منظورہ کا متعین الجماع ہونا بالاتفاق ضروری ہے اور اختلاف صرف تفسیر شہوت میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شہوت صرف خواہش جماع کا نام ہے خواہ

تحرک آلہ یا تحرک قلب یا از دیاد تحرک آلہ یا قلب یا یا جائے یا نہ یا یا جائے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ شہوت میں میلان قلب و رغبت نفس کافی نہیں ہے بلکہ شہوت ایسی میلان و رغبت جماع کا نام ہے جس کے ساتھ ہیجان و جوش ہو جس کے لئے بحالت موجودگی آلہ و صحت مزاج تحرک آلہ اور بحالت عدم احد الشیئین تحرک قلب ضروری ہے۔ یہ دو مشہور قول ہیں۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ شہوت صرف اس خواہش جماع کا نام ہے جس کے ساتھ تحرک آلہ ہو اور تحرک قلب اس کے لئے کافی نہیں۔

» ذهب إليه محمد بن مقاتل الرازي وقال في العناية هو أقرب إلى الفقه والظاهر انه ليس بقول ثالث بل هو داخل في القول الثاني لأن عدم تحريك الآلة إما أن يكون بسبب انعدامها كما في المحبوب والمرأة أو يكون بسبب فساد مزاج الآلة مع صحة مزاج المرأة كما في المجلوق أو يكون بسبب فساد مزاج المرأة كما في الشيخ الكبير والعنينة الأصلي والذي صار مثله لخلية المرض وهو يقول بانتفاء الحرمة في الصورة الثالثة فقط لا في الصورتين الأولىين فيكون قوله مثل قول الآخرين لا غيره ثم أقول ومن جملة ما يدل على اشتراط وقوع الشهوة عليها انه صرح في فتح القدير : بانه لو استيقظ فطلب امرأته فأولج بين فخذي بنتها خطأ لا تحرم عليه الأم ما لم يزداد الانتشار اه لأن هذه الشهوة لم تكن واقعة عليها ولما ازداد الانتشار بالايلاج وقع الشهوة عليها وإن كان مخطئاً في ظنه أنها امرأته وقال أيضاً : لو أيقظ زوجته ليجماعها فوصلت بيده إلى بنته منها ففرصها بشهوة وهي لمن نشتهي بظن أنها امرأته حرمت عليه الأم حرمة مؤبدة ومعناه أنه إن كان الشهوة موجودة قبل وقوع اليد فلا تحرم له لمجرد وقوع اليد لأن الشهوة لم تكن عليها حينئذ بل تحرم بالفرص بالشهوة بوقوع الشهوة عليها اذ ذاك وإن لم تكن الشهوة موجودة اذ ذاك فعدم الحرمة بوقوع اليد والحرمة بالقرص ظاهر بوقوع الشهوة عليها حين القرص لا قبلها.

(۱) قال في البدائع : وثبت باللمس فيهما عن شهوة وبالنظر إلى فرجها عن شهوة ولا تثبت بالنظر إلى سائر الأعضاء بشهوة ولا بمس سائر الأعضاء إلا عن شهوة بلا خلاف - وتفسير الشهوة هي أن يشتهي بقلبه ويعرف ذلك باقراره

لانه باطن لا وقوف عليه لغيره وتحرك الآلة وانتشارها هل هو شرط تحقق الشهوة اختلف المشائخ فيه قال بعضهم : شرط ، وقال بعضهم : ليس بشرط هو الصحيح لأن المس واللمس عن شهوة يتحقق بدون ذلك كالعنيتين والمحجوب ونحو ذلك اه وقال أيضاً : لأن الحرمة انما تثبت عن النكاح لكونه سبباً داعياً إلى الجماع اقامة للسبب مقام المسبب في موضع الاحتياط والقبلة والمباشرة أولى بالتسبب والدعوة من النكاح فكان أولى باثبات الحرمة اه

ان عبارتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نظر و لمس وہی موجب حرمت ہیں جو کہ مسبب عن الشهوة ہوں » واللمس في حال الشهوة مسبب عن الشهوة » نہیں ویدل علیہ قول اللمس عن شهوة والنظر عن شهوة فان معناه كون اللمس مسبباً عن شهوة والنظر مسبباً عن شهوة قوله : والقبلة والمباشرة في التسبب والدعوة أبلغ من النكاح - پھر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبلہ و لمس جو محرم ہیں تو وہ اس لئے محرم ہیں کہ وہ داعی الی الجماع ہیں اور لمس فی حال الشهوة من غیر میلان القلب الی الملموسۃ داعی الی جماع الملموسۃ نہیں لہذا وہ محرم ملموسہ بھی نہیں۔ اور عبارت شامی : » ویشرط وقوع الشهوة علیہا لا علی غیرہا « میرے نزدیک اس باب میں نص ہے اور یہ احتمال ہے کہ یہ اس وقت شرط ہے جبکہ حدوث شہوت کے وقت خلوص ذہن نہ ہو بلکہ دوسری طرف ذہن کے منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہو اور اگر لمس و نظر سے شہوت پیدا ہونے کے وقت ذہن خالی ہو نہ منظورہ و ملموسہ سے مجامعت کا خیال ہو نہ غیر سے اس میں خلجان ہے اھ ضیح نہیں کیونکہ اس صورت میں اگر شہوت علی غیرہا متحقق نہیں تو شہوت علیہا بھی تو متحقق نہیں و یشرط وقوع الشهوة علیہا مصرح ہے ولا فرق بین ان یکون متعلق الشهوة غیرہا أو لم یکن هناك متعلق الشهوة اصلاً بعد ان لم یکن متعلق الشهوة ہی الملموسۃ او المنظورۃ لانه لا دخل لمتعلق الشهوة بغير الملموسۃ والمنظورۃ و عدمہ فی حرمة الملموسۃ والمنظورۃ کما لا یخفی .

(۲) قال في رد المختار : أما الشيخ والعنيتين فحدها تحرك قلبه أو زيادته ان كان متحركاً لا مجرد ميلان النفس فانه يوجد فيمن لا شهوة له أصلاً كالشيخ الفاني اه

اس سے معلوم ہوا کہ شہوت اور میلان نفس میں فرق ہے اور مدار حرمت شہوت ہے نہ کہ میلان قلب اور چونکہ عادت شہوت تحرک آلہ سے منفک نہیں ہو سکتی اسلئے انہوں نے شہوت اور میلان قلب میں امتیاز کے لئے تحرک آلہ کی شرط لگائی ہے اور کہا کہ اگر تحرک آلہ ہو تو سمجھا جائیگا کہ شہوت ہے ورنہ سمجھا جائیگا کہ شہوت نہیں بلکہ صرف میلان نفس ہے جو کہ بلا شہوت کے بھی ہوتا ہے۔ جب یہ حقیقت معلوم ہو گئی تو معلوم ہوا کہ قیام شرط نہیں بلکہ تحرک کافی ہے وقال فی خلاصة الفتاویٰ : قال فی المحيط : إن کان شیخاً أو عتیناً أخذ الشهوة أن يتحرك قلبه بالاشتهاء ان لم يتحرك وان تحرك زاد الاشتهاء وان كان شاباً ان ينشأ آتته ويزداد ان كان متحرکاً حکاه العی عن أصحابنا۔ وإلیہ مال الامام خواهر زاده والامام السرخسی وکثیر من أصحابنا وهم يشترطون الانتشار وجعلوا الحد أن يشتهي جماعها اه (ج- ۲ ص ۸) والظاهر من قوله : أن المشتريين للانتشار جعلوا الحد الانتشار أن يشتهي جماعها وقال في فتح القدير وما ذكر في حد الشهوة من أن الصحيح أن تنتشر الآلة أو تزدد الانتشار هو قول السرخسی وشیخ الاسلام وکثیر من المشائخ لم يشترطوا سوى أن يميل قلبه اليها ويشتهي جماعها اه وهذه العبارة أن ما وقع في الخلاصة عن قوله : وکثیر من المشائخ وهم يشترطون الحد من خطأ الكاتب والصحيح أن کثیراً من المشائخ لا يشترطون الانتشار وجعلوا الحد أن يشتهي جماعها وبالجملة ظهر من عبارة فتح القدير أن المشائخ متفقون على أنه يشترط أن يميل قلبه اليها ويشتهي جماعها وإنما الاختلاف في اشتراط الانتشار وعدمه ويظهر منه أمران : أحدهما : اشتراط وقوع الشهوة على الملموسة والمنظورة ، والثاني : عدم اشتراط النغوط التام لان اشتراط الانتشار إنما هو للتمييز من ميلان القلب وتمتئ الجماع والشهوة۔ والله أعلم

وقوله : ما قال ابن همام : انه فرع عليه ما لو انتشر وطلب امرأته فأولج بين فخذي بنتها خطأ لا تحرم أمها ما لم يزدد الانتشار اه فلا يصح عندی هذا التفريع على مذهب من المذهبين لأنه إذا أولج بين فخذيها بالشهوة ظاناً أنها أمها فقد وقع الشهوة على البنت حقيقة ولا يؤثر الخطأ في الظن لأنه قصد جماعها مع وجود الشهوة والانتشار فينبغي أن تحرم أمها على كلا القولين ،

والذين شرطوا زيادة الشهوة عند اللمس والنظر وقت وجود الشهوة قبلهما فمقصودهم انه يشترط ذلك إذا لم تكن الملموسة والمنظورة مقصودة بالجماع إذ ذلك وإن كانت هي المقصودة بالجماع كما في مسألة البنت فلا يشترط فيه الزيادة بل الشهوة الموجودة عند اللمس والنظر كاف في التحريم لوقوع الشهوة عليها في الواقع بعد ما كانت واقعة على غيرها في الخيال وح يبغي أن يقيد المسئلة الذي طلب امرأته للجماع فوق يده على بنته فقرصها بالشهوة بانه لم يكن مشتتاً عند الطلب والا تحرم عليها أمها بمجرد وقوع اليد عليها لوجود وقوع الشهوة عليها في الواقع وإن كانت واقعة على أمها في الخيال أو يقال هذا إذا كان يعلم أمها بنته لم يكن قصد لمسها ولكن وقع يده عليها خطأ فانه لا تحرم عليه أمها بمجرد وقوع اليد لعدم وقوع الشهوة على البنت لا في الواقع ولا في الخيال والظن لكن لما قرصها بالشهوة وقع الشهوة عليها حقيقة فح تحرم عليه أمها فتدبر فيه۔

وليعلم أنه إذا هيئت امرأة نفس رجل بحسنها أو كلاهما أو لوجه من الوجوه بحيث انتشر آتته وظهرت فيه آثار الشهوة ثم دعاه ذلك الهيجان إلى تقبيلها فقبيلها تثبت الحرمة سواء أراد الجماع أولاً لأن قصد الجماع وإرادته ليس بشرط في الحرمة وإنما الشرط هو الانبعاث الطبيعي إلى جماعها وقد وجد ذلك لانه لا شك في أنه وجد ههنا شهوة لوجود آثارها ولا شك أيضاً في أن معنى الشهوة هو الاقتضاء الطبيعي للجماع وإيضاً في أن هذه الشهوة عليها لا على غيرها ولا شك أيضاً في أن هذه الشهوة دعت إلى التقبيل فلا شك في ثبوت الحرمة لتحقيق سببها وهو اللمس بالشهوة ولا تلتفت إلى قوله أي لم أشته جماعها وإنما اشتهيت تقبيلها فقط لأنه إن أراد أنه لم يشته جماعها طبعاً فوجود الشهوة عليها مكذب له لأن الشهوة إنما هو لا اقتضاء الطبيعي للجماع وهي لا تنفك عن اقتضاء الجماع كما لا ينفك الجوع عن اقتضاء الغذاء وإن أراد أنه لم يرد اختياراً ولم يحس بذلك الاقتضاء الطبيعي فلا يفيد ههنا شيئاً لأنه ليس من شرط الحرمة إرادته وفصده للجماع ولا شعوره بالاقتضاء الطبيعي ، نعم إن كانت الشهوة وقعت على

غیرہا ثم قبلها من غیر ان تدعوه هذه الشهوة الى التقبيل لا تثبت الحرمة بهذا التقبيل لان هذا التقبيل ليست بالشهوة بل في حالة الشهوة ومع الشهوة و فرق بينهما فاحفظ
ينفعك ان شاء الله تعالى . انتہی

خلاصہ یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی صرف علت میں گفتگو ہے۔ احقر نے دو علتیں بیان کی تھیں ایک نفوط تام نہ ہونا۔ دوسری عورت لایمسہ پر شہوت واقع نہ ہونا۔ علماء ثلاثہ نے پہلی علت کو تسلیم نہیں کیا دوسری علت کو تسلیم کیا۔ احقر بھی اس معاملہ میں ان کے ساتھ اتفاق کر کے پہلی علت سے رجوع کرتا ہے اور پہلے میں بھی نفوط تام کو شرط نہ سمجھتا تھا جیسا احقر کا فتویٰ مندرجہ امداد الاحکام جلد ۲ ص ۲۸۱ سے ظاہر ہے جس میں مفتی صاحب دیوبند کے اس امر کو رد کیا گیا ہے کہ حرمت مصاہرت کے لئے شہوت مع نفوط تام شرط ہے مگر بعد میں مجھے مفتی صاحب دیوبند کی رائے کی طرف میلان ہو گیا مگر علماء ثلاثہ کے بیان سے اپنی پہلی رائے کی صحت و نچستگی واضح ہو گئی فالحمد للہ علی ذلک

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۳۰ ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ

(۱) مور تنقیح طلب در حرمت مصاہرت

- ۱۔ شہوت مس سے پہلے ہوئی یا مس کے ساتھ یا مس کے بعد؟
- ۲۔ اگر شہوت مس سے پہلے تھی تو مس سے حالت اولیٰ پر رہی یا زیادہ ہو گئی؟
- ۳۔ عضو میں شہوت سے حرکت ہوئی یا نہیں؟
- ۴۔ شہوت ملموسہ یا لامسہ پر واقع ہوئی یا نہیں یا اس سے جماع کی خواہش ہوئی یا نہیں یا اس کو چھو کر کسی دوسری عورت سے خواہش جماع ہوئی؟
- ۵۔ مجلس میں انزال تو نہیں ہوا۔ یا مجلس کے بعد کون شہوت سے پہلے تو انزال نہیں ہوا
- ۶۔ لمس و مس کن مواقع پر ہوا کیونکہ بعض مواقع کے مس میں دعویٰ عدم شہوت قضاء مسموع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۰ ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ

حکم حرمت مصاہرت از تقبیل فم و معانقہ سوال : ایک عورت دعویٰ کرتی ہے کہ اس کے خسر نے اس کے لب کا بوسہ لیا اور سینہ سے لگایا اور ایک مرتبہ ٹھٹھائی بھی اس کے قبل زبردستی دبا کر سینہ سے لپٹا کر کھلائی تھی جو اس نے باہر حجرہ سے اگل دی۔ عورت ان واقعات کو شہوت نفسانہ سے بتلاتی ہے اور خسران کا منشا محبت و شفقت پدری بتلاتا ہے مگر خسر کی ایک تحریر جو خفیہ طور سے بہو کے نام آئی ہے یہ بتلاتی ہے کہ ان واقعات کا منشا شہوت نفسانہ ہے۔ پس صورت مسئلہ میں حرمت مصاہرت ثابت ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

- ۱۔ قال فی الدر : تزوج بکراً فوجدھا ثیتاً وقالت ابوک فضنی ان صدقھا بابت بلامھر اھ (ص ۴۵۹) والعبرة للشهوة عند المس والنظر لا بعدھا وحدها فیما تحرك آلتہ او زیادتہ بہ یفتی اھ (ص ۴۵۹)
- ۲۔ قبل امراتہ فی ائی موضع کان علی الصحیح جوہرۃ حرمت علیہ امراتہ ما لم یظهر عدم الشهوة ولو علی الفم كما فهمہ فی الذخیرۃ وفی المس لا تحرم ما لم تعلم الشهوة لان الاصل فی التقبیل الشهوة بخلاف المس والمعاانقہ کالتقبیل وكذا القرص والعنق بشهوة (ص ۴۶۲)

قال الشامی : وفی بیوم العیون خلاف هذا اذا اشتری جاریۃ علی انہ بالخیار وقبلھا او نظر الی فرجھا ثم قال لم یکن عن شهوة واراد ردھا صدق ولو كانت مباشرة لم یصدق ولو قبل ولم تنتشر آلتہ وقال کان عن غیر شهوة یصدق وقیل لا یصدق ولو قبلھا علی الفم وبہ یفتی۔ فہذا کما تری صریح فی ترجیح التفصیل واما تصحیح الاطلاق الذی ذکرہ الشارح فلما رآہ بغیرہ ثم ذکر الشامی عن القہستانی ما یدل علی الحرمة فی التقبیل مطلقاً واستواء فی الفم والخذ والذق والرأس وقیل ان قبل الفم یفتی بہا وان قبل غیرہ لا یفتی بہا الا اذا ثبتت الشهوة اھ

قال الشامی : وظاہرہ ترجیح الاطلاق فی التقبیل لکن علمت التصریح بترجیح التفصیل تامل اھ (ص ۴۶۲)

اقول وباللہ التوفیق : صورت مسئلہ میں احقر کے نزدیک حرمت مصاہرت اس وقت ثابت ہوگی جبکہ عورت یہ دعویٰ بھی کرے کہ جس وقت خسر نے اس کا بوسہ لیا

یا گلے سے لگایا یا سینہ سے لپٹا کر مٹھائی کھلائی اس وقت خیر کے عضو خاص میں انتشار پیدا ہو گیا تھا یا اگر پہلے سے انتشار تھا تو بوسہ لینے اور لپٹانے اور گلے لگانے کے وقت انتشار زیادہ ہو گیا تھا اگر عورت یہ دعویٰ نہیں کرتی تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ اگر وہ انتشار یا زیادت انتشار کا دعویٰ کرے اور شوہر کا دل قبول کرے کہ یہ سچی ہے تو شوہر پر یہ عورت حرام ہو گئی۔ للجزیۃ الاولى۔ اور اگر وہ یہ سب دعویٰ کرے اور شوہر کا دل اس کے صدق کو قبول نہ کرے تو مرد پر عورت حرام نہیں۔ مگر اس صورت میں خود عورت کو شوہر سے علیحدگی واجب ہوگی کہ اپنی خوشی سے شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ دے۔ لان المرأة کا لقاضی لا یسع لها الا الحكم بعلمها اور گو بعض فقہاء نے تقبیل و معانقہ میں مطلقاً فتویٰ حرمت کا دیا ہے مگر واقعات پر نظر کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گو بعض دفعہ تقبیل و معانقہ بالمحارم کا داعیہ شہوت سے پیدا ہوتا ہے مگر بعض دفعہ وقت تقبیل و معانقہ کے شہوت باقی نہیں رہتی بوجہ حیا و خوف وغیرہ کے۔ اور شرط حرمت شہوت عند المس والتقبیل ہے نہ شہوت سابقہ نہ لاحقہ ولہذا قید حد الشهوة بزيادة الانتشار اذا كان منتشرًا قبل المستی (جزئیہ ثانیہ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور اس صورت میں بیٹے کو واجب ہے کہ اپنی بیوی کا باپ سے پردہ کرادے اور خلوت کا کبھی موقع نہ دے اور جس گھر میں بیٹا اور اس کی بیوی رہتے ہیں وہ گھر اگر باپ کی ملک ہے تو اس گھر میں آنے سے باپ کو روکنے کا حق نہیں بلکہ بیٹے پر واجب ہے کہ دوسرا مکان کرایہ پر لے کر رہے یا بیوی کو اس کے باپ کے یہاں رکھے۔ نیز بیٹے کو باپ کا ادب و تعظیم لازم ہے اس میں کوتاہی عملاً نہ کرے گو دل کو نفرت ہو کہ طبعی نفرت معاف ہے۔ واللہ اعلم۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

۱۵ ذی قعدہ ۱۲۹۹ھ

فصل فی ارتداد الزوجین واحدهما

عورت کا "من شریعت تو نخواستیم" سوال : چہ می فرمایند علماء دین و مفتیان کہنے کا حکم۔ نیز زوجین کے بت پرستی کرنے اور تین طلاقوں کے بعد ارتداد کا حکم و گفت تو تماشائیں میں زیر کہ تماشائیں در شریعت مانا مشترع است زوجہ گفت من تماشائیں دیدم و آئندہ نیز بنیم، شریعت تو نخواستیم حتی کہ زبیدہ بتقریب تماشائیں نیروز کفار ہمدان رون از شوہر شپہان گشتہ تماشائیں گاہ شامل گردیدہ علانیہ تماشائیں بدید درین متنازعہ زبیدہ وطن اقامتش کہ ملک برہما است فروہشتہ بوطن اصلی خود کہ ملک بنگالہ است ہفت۔ و بوقت نکاح ثانی افواہ افتاد کہ زبیدہ زوجہ اولی را ہر کہ مسماۃ زبیدہ است سہ طلاق داد اما گاہے او انکار کند و گاہے اقرار حالانکہ شاید برآن طلاق یافتہ نشود بعد از ان بملک برہما آمدہ زبیدہ زناشوی آغاز نہاد و اہل محنت گرفت نمودند زبیدہ بتعلیم کلام چل بمصاحبت زبیدہ بیت خانہ بر مارفتہ پیش بت سجدہ نمودند و بعد توبہ ہر دو تجدید نکاح ساختہ زناشوی می نمایند و بعد مروری ایام تخریر والات سہ گانہ آئندہ نزدیک مفتی بنگالہ خط نوشت۔

۱۔ استخفاف و انکار شریعت زبیدہ۔

۲۔ بت پرستی زوجین۔

۳۔ سہ طلاق دادن زبیدہ را۔ مفتی سوال اول را بالکل ترک ساختہ سوال دوم و سوم تحریر نمودہ جواب داد کہ سہ طلاق یک طلاق رجعی واقع گردد فقط و مفتی ثانی ہر سہ سوال تحریر ساختہ جواب داد کہ شریعت شدن زبیدہ بتماشائیں نیروز کفار و انکار شریعت ہر دو کفر اند۔ و بمجرد وقوع این افعال نکاح ایشان باطل گردید و بعد از ان بر تقدیر رستی طلاق زبیدہ واقع نشود۔ دلیلش قول رد المحتار است و محملہ المنکوحۃ ای لو معتدۃ عن طلاق رجعی او بائن غیر ثلاث فی حرۃ و ثنتین فی امة او عن فسخ لتفریق لأبناء احدهما عن الاسلام او بارتداد احدهما الخ و زبیدہ انکار شریعت و تماشائیں خود را اقرار کند و گواہ نیز موجود است اما بعضی از مخالفان

باعث عدم بشمول سوال اول در فتویٰ اول سوال اول رادرغ میگویند اما دلیل شان بیچ نیست اکنون برزید مذکور چه حکم مترتب شود بینوا باللیل۔

الجواب

اگر زبیدہ کی حالت مجموعی بے پابندی شرع ظاہر ہوتی ہے اور غالب گمان یہ ہو کہ اس کے قلب میں شریعت کا استخفاف و بے حرمتی نہیں ہے تو اس کے قول «شریعت تو نخواہم» کا مطلب یہ ہوگا کہ زبیدہ کو شوہر کے قول پر اطمینان اور کامل وثوق نہیں ہو کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے یہی حکم شرعی ہے اس لئے اس نے جواب دیا کہ میں تیری شریعت کو نہیں جانتی اصل شریعت کی تحقیر مراد نہیں اور اگر پہلے سے اس کے افعال سے شریعت کے ساتھ لاپرواہی اور بے اعتنائی آشکارا ہو تو سوال دوبارہ کیا جائے اور ہنود کے میلہ کی شرکت سے کافر ہونا تخلیظاً فقہاء نے لکھا ہے پس جو لوگ اس کو کفر جانتے ہیں پھر ایسا کرتے ہوں وہ کافر ہیں اور جو جاہل ایسا کرتے ہیں ان کو کافر کہنے میں جلدی نہ کی جائے۔

۲ جیسا زید کے تین طلاق دینے پر گواہ نہیں ہیں تو اس کے اقرار پر بھی گواہ ہیں یا نہیں۔ اگر اس کے اقرار پر دو گواہ ہوں تو ان کو گواہوں کو زید کی زوجہ کو مطلع کر دینا واجب ہے کہ زید نے ہمارے سامنے تین طلاق کا اقرار کیا ہے اس صورت میں زبیدہ پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ جو شخص تین طلاق سے واحدہ رجعی کا وقوع بتلاتا ہے وہ غیر مقلد گمراہ ہے اور اگر اقرار پر بھی دو گواہ نہ ہوں اور اقرار زبیدہ کے سامنے بھی نہیں ہوا تو اس صورت میں زبیدہ پر تین طلاق واقع ہونے کا کوئی ثبوت نہیں زبیدہ کو زید کے پاس رہنا جائز ہے۔ لیکن اگر زید نے واقع میں تین طلاق دی ہیں تو اس کو زبیدہ کے ساتھ شوہر کی طرح رہنا حرام ہے

۳ اس کے بعد جو زید اور زبیدہ نے بت کے سامنے سجدہ کیا ہے اس سے دونوں مرتد ہو گئے ان پر توبہ و استغفار و تجدید ایمان لازم ہے۔ وفقہا اللہ لہ و ثبتنا علیہ الی یوم الممات۔ آمین۔ اس صورت میں حکم یہ ہے کہ اگر تین طلاق کا ثبوت پہلے ہو چکا ہے یعنی اقرار زید پر کم از کم دو گواہ موجود ہوں تو اس ار تداد سے حلالہ سا نہ ہوگا حلالہ پھر بھی کرنا پڑے گا بدون حلالہ کے تین طلاق کے بعد کسی حال میں نکاح نہیں ہو سکتا۔

قال فی الدر: اوحرة بعد ثلاث وردة ۱۱

قال الشامی : ای لو طلقها ثنتين وهي امة ثم ملكها او ثلاثا وهي حرة فارتدت ولحقت بد ار الحرب ثم سبيت. وملكها لا يحل له وطؤها بملك اليمين حتى يزقجها فيدخل بها الزوج فيطلقها اھ (جلد ۸۸۶)

ظفر احمد عفا عنه

حکم نکاح مرتدہ کہ بعد از اسلام آوردہ سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ اور اس سے متعلق مزید چند سوالات

زید مسلمان نے ہمراہ مسماۃ زینب مسلمہ نکاح کیا چند سال کے بعد زینب نے رابطہ ناجائز دوستی کا ہمراہ خالد مسلمان پیدا کر لیا اور زینب خالد کے گھر بارادہ بد آنے جانے لگی ایک دن زید نے زینب کو کہا کہ چونکہ خالد تمہارا نامحرم ہے اس کے گھر مت جایا کرو اس پر زینب نے اس کو جواب دیا کہ میں جایا کروں گی اور ہرگز خالد سے باز نہ آؤں گی اس بات کو سن کر خالد کو بھی غصہ آیا اس لئے خالد نے زینب کو کہا کہ تو مذہب نصرانیت (عیسیٰ) اختیار کر لے پھر مذہب عیسائیت اختیار کر لینے کے بعد حکام وقت کے محکمہ میں دعویٰ منسوخی نکاح کا کر لینا جب تمہارا نکاح کو حکام وقت توڑ دیں گے تو بعدہ پھر تم مسلمان ہو جانا پھر تو (یعنی زینب) اور میں (یعنی خالد) آپس میں نکاح شرعی کر لیں گے۔ الغرض خالد نے یہ حیلہ مسماۃ زینب کو سکھلایا بعدہ زینب نے خالد کے کہنے پر مذہب عیسائیوں کے گرجا گھر میں جا کر مذہب عیسائیت اختیار کر لیا اور بعدہ حکام وقت کی عدالت میں بدین مضمون دعویٰ دائر کر دیا کہ میں نے مذہب عیسائیت اختیار کر لیا ہے میرا نکاح زید سے قانوناً توڑ دیا جائے۔ اب التماس ہے کہ براہ نوازش و کرم مندرجہ ذیل مسائل کے جواب سے مشکور و ممنون فرمایا جائے۔

۱ جبکہ زینب نے مذہب عیسائیت اختیار کر لیا ہے کیا بروئے شرع محمدی کے زید اور زینب کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہ؟ فقہاء تو فرماتے ہیں کہ ہاں کتاب کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اور مرتدہ کا نکاح نہیں ٹوٹتا بطور مفتی یہ کہے۔

۲ جبکہ خالد نے مسماۃ زینب کو مذہب عیسائیت اختیار کرنے کے لئے کہا اور اس کے کہنے پر زینب نے مذہب عیسائیت اختیار کر لیا تو خالد بروئے شرع محمدی کے کافر ہو جاتا ہے یا نہ؟ اگر نہیں ہوتا تو رضا با لکفر، کفر کا مطلب کیا ہے؟

۳ صورت متذکرہ میں علاوہ خالد کے جو شخص مسلمان مسماۃ زینب کی امداد دربارۃ فسخ نکاح کے کر رہے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے کیا ان کو مسماۃ زینب کی امداد کرنی چاہئے یا کہ نہ؟

۴ اگر حکام وقت زید اور زینب کے نکاح کو توڑ دیں اور بعدہ پھر زینب مسلمان ہو جائے تو کیا زینب بروئے شرع محمدی کے خالد ترغیب دہندہ متذکرہ کے نکاح میں آسکے گی یا نہ؟

۵ کیا اگر زینب کسی وقت مذہب عیسائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے تو کیا اس کی توبہ منظور ہوگی یا نہ؟ اور بصورت توبہ منظور ہونے کے اگر زینب مسیحی زید کو نکاح کرنا چاہے تو تجدید نکاح کی جائے گی یا کہ نہ؟

۶ اگر بالفرض زینب نے عمداً زباناً تو مذہب عیسائیت اختیار کر لیا ہو لیکن اس کا اعتقاد مذہب اسلام کا ہو تو پھر زینب کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ فقہاء تو فرماتے ہیں کہ اعتقاد کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا کما فی البحر: من تکلم بکلمۃ الکفر ہالذاً اولاً عیاً کھر عند الکل ولا اعتبار باعتقاده الخ بیتوا بالصحة وبالکتاب توجروا۔

الجواب

۱ نکاح تو ٹوٹ گیا مگر زینب کو زید کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے کا حق نہیں بلکہ زید جبر و قہر سے اُس کو اپنے قبضہ میں باندی بنا کر رکھے مگر اس سے مقاربت نہ کرے۔ کیونکہ اس میں روایات مختلف ہیں اس لئے احتیاط کے خلاف ہے اور اس عورت کو مجبور کیا جائے کہ مذہب اسلام کی طرف رجوع کرے اگر وہ اسلام کی طرف رجوع کر لے تو پھر زید اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرے۔ والمسئلة فی الدر مع الشامیة ص ۶۶۶ والعالمگیریہ (ص ۵۱۱)۔

۲ خالد صورت مسئلہ میں کافر ہو گیا۔ تلقین کفر کفر ہے صیح بہ فی العالمگیریہ ص ۵۱۱۔

۳ نکاح تو فسخ ہو گیا لیکن جو لوگ زینب کو زید سے الگ کرنے کی سعی کر رہے ہیں وہ گناہگار ہیں اور اگر وہ زینب کے کفر سے راضی ہیں تو ان کا بھی وہی حکم ہے جو خالد کا اوپر گزرا۔

۴ زینب کو زید کے سوا کسی سے بھی نکاح کرنے کا حق نہیں اس کو زید ہی کے پاس

رہنے پر مجبور کیا جائیگا۔ اگر وہ مرتد نہ ہوتی بلکہ طلاق یا خلع سے الگ ہوتی تو پھر کسی دوسرے سے نکاح کرنے کا حق تھا اب یہ حق ہرگز نہیں۔

۵ ہاں۔ توبہ ہر وقت قبول ہے اور وہ زید سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر دیا جائے بلکہ زینب کو اسی پر مجبور کیا جائے

۶ زبان کا اعتبار اکراہ میں نہیں ہوتا اور جو شخص بدون اکراہ کے محض نفس کی خواہش یا لعب کے طور پر زبان سے کلمہ کفر نکالے وہ کافر ہے اس وقت اعتقاد کا اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ دین کے ساتھ لعب اور گھیل کرنا خود کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

حمرہ الاحقر ظفر احمد عفی عنہ از تھا بھون۔ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ

عورتوں کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ سوال: ایک عورت کافرہ کو ایک مجمع عام میں مسلمان بنایا گیا بعد از مسلمان بنانے کے ایک شخص زید اہل اسلام سے اسی مجمع میں نکاح کر دیا گیا یہ عورت بحالت کفر کافر کے نکاح میں تھی یعنی شادی شدہ تھی مگر اسلام سے قبل چھ ماہ اس عورت کی باقاعدہ ان کی جماعت میں فارغ خطی یعنی ان کے قواعد کے موجب طلاق ہو گئی تھی عین وقت اسلام وہ کسی کے نکاح میں نہ تھی اسلام سے مشرف کر کے اسی مجمع میں نکاح شرعی باقاعدہ پڑھایا گیا یہ عورت تخمیناً ۴۴ سال شوہر اسلامی کے ہمراہ رہی اولاد بھی ہوئیں۔ گردشِ زمن سے ایک اسلامی نے اس سے ناجائز تعلق پیدا کرنے کی غرض سے اس کی بہن کافرہ کو ورغلا یا اس نو مسلمہ کو اس کی بہن کافرہ کی معرفت و وساطت سے بہکا ورغلا کر نکلوا یا۔ زید نکاح نو مسلمہ نے اس شخص پر بھگا کر لیجانے کا مقدمہ دائر کیا اور ناجائز تعلق کرنے کا عورت کو ملزم چھوٹے بچوں کی وجہ سے نہیں بنایا صرف گواہی کے لئے بچا لیا تھا۔ بھگا کر لیجانے والے کو سخت جرم کی سزا میں مبتلا کر دیا جاتا مگر عورت نے اس کو بچانے کی خاطر مصلحت وقت دیکھ کر کورٹ میں کہہ دیا کہ مجھے یہ بھگا کر نہیں لے گیا۔ مجھ سے بد فعلی نہیں کی۔ اور میں تو اس کے نکاح میں نہیں ہوں اور نہ ہی مسلمان ہوئی ہوں اس کے اسلام کا کورٹ کو ثبوت پہنچایا گیا مگر چونکہ مقدمہ دوسرے پر تھا اس کے بھگانے سے انکار پر اس کو رہا کر دیا۔ اس شخص نے موقع پا کر چند اشخاص کے ہمراہ اس عورت کو نائب قاضی کے پاس لیکر پہنچا، کہا کہ اس کو مسلمان کر کے نکاح پڑھا دیجئے۔ نائب قاضی نے دریافت کیا عورت سے کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام سکینہ ہے قاضی کو شبہ ہوا کہ یہ لوگ تو مسلمان کر کے

نکاح کرنے کو کہتے تھے اور یہ تو مسلمان معلوم ہوتی ہے۔ نائب قاضی نے نکاح سے انکار کر دیا وہ لوگ قاضی شہر کے پاس گئے وہاں سے رقعہ لکھوا کر لائے کہ ان کا سر دست نکاح پڑھا دو تب قاضی نے نکاح پڑھایا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ دوسرا نکاح شرعاً صحیح ہو گا یا نہیں؟
 (۲) اگر کوئی عورت مسلمان یا نو مسلمہ کسی اور مسلمان سے نکاح کرنا چاہے اور خاوند نہ چھوڑے تو مسلمان عورت سند میں چلی جائے یا کفر کا کام کر لے اسی طرح نو مسلمہ اپنے اسلام کا انکار کرے آیا یہ عورتیں اپنے یا ربہکانے والے سے شرعاً نکاح کر سکتی ہیں یا نہیں؟ اور اسی طرح اسلام سے انکار کرنے سے ان کی مراد پوری ہوگی یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا

الجواب

(۱) اس عورت کا پہلا نکاح تو صحیح ہو گیا کیونکہ وہ اسلام لانے سے پہلے کافر مرد کے نکاح سے علیحدہ ہو چکی تھی اور دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا بلکہ یہ عورت بدستور زید کے نکاح میں ہے بوجہین الاول التردد فی ارتدادھا بقولھا «اور نہ ہی مسلمان ہوئی ہوں» فان الظاهر انما نفت عنها الاسلام کا ذبہ لمصلحة ولم ترد بذلك الخروج عن الاسلام۔ والثانی ما فی رد المحتار (جلد ۱) من فتویٰ الدبوسی والصغار وغیرھا بعدم وقوع الفرقة بارتداد الزوجة عن زوجها والله تعالیٰ اعلم۔ غرض دوسرے شخص سے اس کا نکاح باقی نہیں رکھا جاسکتا مگر احتیاط یہ ہے کہ دوسرے خاوند سے جبراً طلاق لیکر بعد عدت کے زید سے دوبارہ نکاح کر دیا جائے بشرطیکہ وہ اس عورت کو اب بھی رکھنا چاہتا ہو اور اگر نہ رکھنا چاہتا ہو تو سوال دوبارہ لکھا جائے وھذا اکله بالقواعد ولم نره صریحاً۔

(۲) جو عورت اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے کے لئے مرتد ہو اس کا نکاح دوسرے شخص سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کو جبر کر کے پہلے ہی خاوند سے نکاح کرنے پر مجبور کیا جائیگا وافقی الدبوسی والصغار بعدم وقوع الفرقة رداً علیہا بارتدائہ کما تقدم۔ والله اعلم۔

ظفر احمد عفاعنہ۔ از تھانہ بھون

خافقہ امدادیہ

لہ ہدایہ باب الاکراہ اور عالمگیری میں اخبار عن الکفر کا ذب سے مرتد ہو جائے گی تصریح موجود ہے۔
 لہ انما ذکرنا ھذا القول تأییداً واعتضاداً للتردد فی ارتداد المرأة ولا نفی بہ فیما اذا كانت الارتداد قلعنا۔ ظفر

فصل فی الظہار والایلاء واللعان

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت سے جھگڑا کرتے ہوئے عین جھگڑے میں یہ کہا کہ «اگر میں تیرے

شوہر نے کہا» اگر تیرے ساتھ جینا کروں تو تیرے پیٹ سے پیدا ہوئے سریکا کر کے

ساتھ جینا کروں تو تیرے پیٹ سے پیدا ہوئے سریکا کر کے» یہ قول اس کا کیسا ہے؟ اس قول سے نکاح فاسد ہوتا ہے یا طلاق واقع ہوتی ہے یا ظہار واقع ہوتا ہے یا لغو ہے؟ بیٹنوا توجروا

تنجاور کیل واسل کوچہ عطاران متصل مسجد

مدرس حافظ محمد عبد الجبار علاقہ مدراس

الجواب

یہ قول لغو ہے مگر ایسا کہنا مکروہ ہے اس سے گناہ ہوتا ہے باقی ظہار یا طلاق کچھ نہیں ہوا۔

قال فی الھندیۃ : لو قال : ان و طنتک و طنت اتمی فلا شئ علیہ اھ (مک ۱۲ ج ۲)

سوال : عرض یہ ہے کہ ایک آدمی نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو کہا کہ میں اگر تمہارے گھر میں جاؤں تو اپنی ماں کے گھر جاؤں۔ اور مخفی نہ رہے کہ میں نے بھی اس کے جواب میں کہا کہ میں اگر تم کو بلاؤں تو اپنے باپ کو بلاؤں۔ اس مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ امید ہے کہ بالتوضیح و مدلل بیان کرنے سے غایت درجہ کی مسرت ہوگی۔

سائل : محمد عبد الباری

۵ گوراجاندین مسجد کلکتہ

الجواب

اس لفظ سے کچھ نہیں ہوا نہ ظہار نہ طلاق کیونکہ عورت کے گھر کو ماں کے گھر سے تشبیہ

دینانہ الفاظ ظہار سے ہے نہ الفاظ طلاق سے

قال فی الدر: وان نوى بانث على مثل اتي او كاتى وكذا الوحدف على خانية، برا او ظهارة او طلاقاً صحت نيته ووقع مانواه لانه كناية والاينو شيئاً او حذف الكان (بان قال: انت اتي يدل عليه ما ذكره عن النسخ من انه لا بد من التصريح بالاداة (شامى) لغا ويكره قوله: انت اتي يا ابنتي ويا اختي ونحوه اه (منه) قلت: وقوله: ان دخلت بيتك دخلت بيت اتي اهون من قوله: انت اتي فلما لغا هذا عدم اداة التشبيه فالغاء ذلك اولى والسرفيه ان يحذف اداة التشبيه لا يغيده اللفظ معنى التحريم شرعاً وهو المدار لصحة الظهار والطلاق - والله اعلم -

حرره الاحقر ظفر احمد عفاعنه - ازقانه بهون

۲۱ رجب ۱۳۲۶ھ

بَابُ الْعِدَّةِ

نومسلمہ کی عدت کا حکم | سوال: ایک ہندو عورت مسلمان ہوئی اور وہ کسی شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے دور روز ہوئے ہیں مسلمان ہوئی تو اس کا نکاح پڑھایا جائے یا کہ نہیں؟ اور اگر پڑھایا جائے تو کب؟ کیا اس کے لئے بھی عدت ہے۔ جو حکم ہو اطلاق بخشش - فقط

محمد حسین معنی عنہ بہاٹا پارہ

الجواب

جب کوئی ہندو عورت مسلمان ہو جائے تو اگر وہ پہلے سے کسی ہندو کے نکاح میں نہ تھی تب تو مسلمان ہوتے ہی اس کا نکاح ہو سکتا ہے اور اگر کسی ہندو کے نکاح میں تھی تو تین حیض گزرنے کے بعد اس کا نکاح پہلے شوھر سے ٹوٹ گیا اس سے پہلے وہ اسی کافر کے نکاح میں ہے لہذا اس مدت میں اس کا نکاح کسی مسلمان سے بالکل درست نہ ہوگا۔ پھر تین حیض گزرنے کے بعد جب نکاح ٹوٹ گیا تو اگر کافر نے اس سے صحبت نہ کی تھی صرف نکاح ہی ہوا تھا تو اب دوسری عدت کی ضرورت نہیں اور

اگر صحبت بھی کی تھی تو صاحبین کے نزدیک دوسری عدت کی اور ضرورت ہے اور امام صاحب کے نزدیک ضرورت نہیں۔

قال فی العالمگیریۃ: واذا اسلم احد الزوجین فی دار الحرب ولم یكونا من اهل الکتاب او کانا والمرأة هی التي اسلمت فانه یتوقف الفطاع النکاح بینہما علی معنی ثلاث حیض سواء دخل بها او لم یدخل بها کذا فی الکافی - (الی ان قال) وهذه الحيض لا تكون عدة ولهذا یستوی فیها المدخول بها و غیر المدخول بها ثم اذا وقعت الفرقة قبل الدخول بذلك فلا عدة علیہا وان کان بعد الدخول والمرأة حربیة فکذلك وان کانت هی المسلمة فکذلك الجواب عند ابی حنیفة رھ

ظفر احمد

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کی بدفعلی دیکھ کر عرصہ تین سال کا ہوا چھوڑ کر پر دیس چلا گیا۔ معلوم ہوا کہ اپنے ملک سے تھوڑے فاصلہ پر ہی ہندہ کے رشتہ دار وہاں جا کر زید کو لے آئے ہندہ نے اپنا مہر جو زید نے دیا تھا بخش کر خلع کر لیا۔ ہندہ مذکورہ فعل زنا سے حاملہ بھی ہے آیا اب پہلے شوھر کی عدت کے اندر جس سے وہ زنا کے سبب حاملہ ہوئی ہے اس کے ساتھ نکاح کر دینا جائز ہے۔ یا بعد گزرنے عدت کے؟ اس کا جواب بحوالہ کتب جلد از جلد عنایت فرمائیں

راقم پیش امام عبد الحفیظ عفی عنہ کلیندر

پوسٹ ضلع شمالی ارکاٹ

الجواب

صورت مسئلہ میں وضع حمل سے پہلے اس عورت کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا کیونکہ

لہ قوله فی دار الحرب وكذلك فی دار الاسلام فالعقد اتفاق

لہ قوله والمرأة هی التي اسلمت الخ اما اذا اسلم الزوج فقط لا یقطع النکاح بعد معنی ثلاث حیض ایضاً لصحة النکاح بالکتابیة بخلاف المشاركة فان زوجها اذا اسلم یقع بینہما فرقة بعد ثلاث حیض

وضع حمل سے پہلے وہ عدت کے اندر ہے اور عدت میں شوہر سابق کا نکاح مرتفع نہیں ہوتا
قال فی الدر: والحامل مطلقاً ولو امة او كتابية او من زنا تعتد بالوضع
قال الشامي عن الحاوي الزاهدي: اذا حبلت المعتدة وولدت تنقضي به
العدة سواء كان من المطلق او من زنا اه (ص ۹۹۴ ج ۲)
اور اس حمل کو حمل زنا اور اس کے پیدا ہونے کے بعد بچہ کو ولد الزنا نہیں کہہ سکتے۔
اگر شوہر اول اس کو حمل زنا نہیں کہتا جب تو ظاہر ہے اور اگر وہ اس کو حمل زنا کہتا ہے
تو اس کا حکم لعان ہے۔ قاضی شرعی کے سامنے لعان ہو کر جب متفرق ہو جائے اس
وقت یہ حمل اور ولد زوج اول سے منقطع النسب ہوگا اور بدون اس کے شوہر اول ہی
کا شمار ہوگا۔

فتی الحدیث المشہور: الولد للفراش وللعاهر الحجر۔ واللہ اعلم
حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۱۸ محرم ۱۳۵۵ھ

عشیں کی زوجہ مطلقہ غیر مدخولہ پر
خلوت صحیحہ کی وجہ سے عدت لازم ہے
سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان
شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا نکاح
اس کے ماں باپ نے ایک مادر زاد نامرد کے ساتھ کر دیا اس نے کئی سال تک اس
کے ساتھ نباہ کیا۔ خواہش نے مجبور کیا۔ طلاق لے لی۔ اب اس عورت کو نکاح ثانی کی
بہت عجلت ہے اور خواہش نے مجبور کر رکھا ہے۔ وہ عدت پورا کرنے کو نہیں مانتی،
وہ کہتی ہے کہ جب میں اس کے ساتھ کبھی ہم بستر نہیں ہوتی تو پھر عدت کو کیوں پورا کروں
کاندھلہ ضلع مظفر نگر شمشیر جنگ

الجواب

قال فی الدر: والخلوة بلا مانع حتی وطبعی وشرعی کالوطی ولو کانت
الزوج محبوباً او عتیناً او خصیاً او خنثیاً ان ظہر حالہ فی ثبوت النسب وتاکد
المهر والنفقة والسکنی والعدة اه (ص ۵۵۹ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ عشیں کی بیوی پر بھی عدت واجب ہے جبکہ وہ تنہا مکان
میں ایک بار شوہر کے پاس رہ چکی ہو گو ہم بستر نہ ہوئی ہو۔ حرره الاحقر ظفر احمد۔
۱۲ صفر ۱۳۵۵ھ

مسئلہ ممتدة الطهر | سوال: کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی پس اس حالت میں ایک
سال گزرا حیض نہیں آیا عمر اس کی ۲۵ سال ہے اب اس عورت نے دوسرے سے نکاح کر لیا۔ نکاح
کرنے کے بعد اس مرد کے گھر میں دو حیض آیا اور ایک قبل نکاح کے آیا تھا پھر حیض نہ آنے لگا اب
اس نے بھی طلاق دیدی پس اس حالت میں چھ یا سات ماہ گزرا حیض نہیں آیا اب اس عورت
مرد اول نے نکاح کر لیا۔ نکاح اس کا صحیح ہوا یا نہیں؟ حکم صادر فرمائیں۔
تنقیح: اس سوال میں امور ذیل دریافت طلب ہیں ان کا مفصل جواب آنے پر جواب
دیا جائیگا۔

① مرد اول نے کتنی طلاق دی ایک یا دو یا تین؟

② اس عورت کو حیض طلاق دینے سے قبل کبھی آیا تھا یا نہیں؟

③ طلاق کے کتنے روز بعد وہ حیض آیا جو نکاح ثانی سے قبل لکھا ہے۔

نوٹ: اول تو یہ لکھا ہے کہ ایک سال گزرا حیض نہیں آیا اب دوسرے نے نکاح کر لیا
پھر لکھا کہ ایک حیض قبل نکاح کے آیا۔ اس میں صریح تعارض ہے۔ لہذا صاف طور پر صحیح واقعہ
لکھنا لازم ہے۔

عبد الکرم عفی عنہ۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

۱۵ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ

جواب تنقیح

① مرد اول نے تین طلاق دی۔

② اس عورت کو حیض طلاق دینے کے قبل کبھی نہیں آیا۔

③ طلاق کے ایک سال بعد ایک حیض آیا پس دوسرے نے نکاح کر لیا پھر نکاح کے

بعد اور دو حیض آیا۔ اب مرد ثانی نے تین طلاق دی پس اس طلاق کے بعد چھ ماہ گزرا بدون
حیض کے مرد اول نے نکاح کر لیا۔

الجواب

مرد اول نے جو نکاح کیا ہے وہ صحیح نہیں ہوا کیونکہ زوج ثانی کی طلاق کے بعد عدت
(یعنی تین حیض) پوری نہیں ہوئی حالانکہ اس عورت کی عدت تین حیض ہے۔

کما فی الدر المختار، (او بلغت بالسن) وخرج بقوله (ولم تحض) الثابة الممتدة

بالطهر بان حاضت ثم امتد طهرها فتعد بالحیض الى ان تبلغ بسن الاياس - جوهرۃ
وقال الثامی : (قوله : بلغت بالسن) ای خمسة عشر سنة عن العناية ومثلها
لو بلغت بالانزال قبل هذه المدة -

یہ توجہ ہے کہ زوج ثانی کا نکاح صحیح ہو گیا ہو ورنہ اس کی طلاق کے بعد تین حیض گزر جانے
پر بھی زوج اول سے نکاح جائز نہیں کیونکہ تحلیل کے لئے نکاح صحیح ہونا شرط ہے -

کما فی الدر المختار مع الثامی ۴۵۸ (لا مطلقة بها) بالثلاث (لوحرة وثنین لو امة حتی
یطأها غیره ولو مراہقاً بنکاح) نافذ خرج الفاسد والموقوف -

اور نکاح زوج ثانی کی صحت اور بطلان کی تحقیق کی ضرورت پڑے تو امور ذیل مفصل
لکھ کر سوال کیا جائے -

- ① جب زوج اول نے طلاق دی تو عورت کی کیا عمر تھی؟
- ② اگر عمر ۱۵ سال سے کم تھی تو کوئی نشانِ بلوغ پایا گیا تھا یا نہیں؟
- ③ جو حیض طلاق سے سال بھر بعد آیا اس سے قبل کیا عمر بھر کبھی حیض نہیں آیا؟ فقط
واللہ اعلم

الجواب صحیح

ظفر احمد عفا عنہ

۱۹ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ

احقر عبد الحکریم عفی عنہ

۱۹ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ

مرضعہ کی عدت کس طرح شمار ہوگی | سوال : مرضعہ (جس کو بوجہ رضاعت حیض بند
جبکہ بوجہ رضاع حیض بند رہتا ہے) کی عدت کس طرح شمار ہوگی بوجہ ارضاع
ولد جو عورت طاہر ہو اس طہر مت میں وطی کے بعد طلاق دی جائے تو کوئی گناہ تو نہیں - آیا
یہ طلاق سنی ہو سکتی ہے؟

محمد امام مدوری مددگار مدرس مدرسہ اسلامیہ
قصبہ مدور تعلقہ چڑیاں ضلع نلگئیڈھ حیدر آباد دکن

الجواب

مرضعہ مطلقہ کی عدت تین حیض ہے چاہے وہ تین حیض تین سال میں آئیں لاق ذوات
الحیض عدتھن ثلاثة قروء اور مرضعہ کو طلاق دینا طلاق فی الطہر ہے - پس اگر مرضعہ سے حالت

ارضاع میں وطی نہ کی ہو تو یہ طلاق سنت ہوگی ورنہ نہیں لان طلاق السنۃ ما کان فی الطہر
لاوطی فیہ ولا یصح قیاسہ علی الحمل فان حبس الحامل لا یتصور ولا كذلك المرضعة -
ولهذا استثنی الفقہاء الآیستہ والصغیرۃ والحامل فقط حیث قالوا بجواز طلاقہن
عقب الوطی لفقد توہم الحبل ولم یستثنوا المرضع کما یشہر من الدر والشمی ۳۶۳
واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون

خافقہ اشرفیہ - ۲۰ شعبان ۱۳۴۴ھ

خلع کی عدت ایک حیض ہے یا تین حیض | سوال : خلع کی عدت کتنی ہے؟ تین حیض
ہے یا ایک حیض؟ زید کہتا ہے کہ خلع کی عدت ایک حیض ہے اور ذیل الاوطار کے مطابق ۱۴۳۱
کا حوالہ بھی دیا ہے - عمرو کہتا ہے کہ خلع کی عدت تین حیض ہوگی کیونکہ خلع سے طلاقِ بائن واقع
ہوتی ہے حکم شرعی کس کے قول کے موافق ہے؟ مع حوالہ کتب حدیث جواب عنایت فرمائیں

الجواب

خلع کی عدت طلاق کی طرح تین حیض ہے جس کی دلیل مؤطا مالک کی یہ روایت ہے
مالک عن نافع ان ربیعۃ بنت معوذ بن عفرہ جاءت ہی وعمتها الی عبد اللہ بن
عمر فاخبرته انھا اختلعت من زوجها فی زمن عثمان فبلغ ذلك عثمان بن عفان فلم ینکرہ
قال عبد اللہ بن عمر : عدتھا عدة المطلقۃ - مالک انه بلغه ان سعید بن المسیب
وسلمان بن یسار وابن شہاب كانوا یقولون عند المختلعة مثل عدة المطلقة ثلاثة قروء (۲۱۵)

اور جن لوگوں نے خلع کی عدت ایک حیض بتلائی ہے وہ ابن ماجہ کی ایک روایت سے
استدلال کرتے ہیں مگر اس کی سند ضعیف ہے - اس میں محمد بن اسحاق عبادۃ بن الولید
بن عبادۃ بن الصامت سے راوی ہے اور وہ مجہول ہیں - دوسرے اس میں یہ مذکور ہے
کہ حضرت عثمان نے ربیعہ بنت معوذ بن عفرہ کو ایک حیض کی عدت بتلائی اور ان کا یہ فیصلہ
ثابت بن قیس کی بیوی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے موافق تھا اور ثابت
بن قیس کے متعلق بخاری میں یہ الفاظ ہیں : " قال له : اقبل الحدیقة وطلقها تطلیقة "
جس سے خلع کا حکم طلاق ہونا صاف ظاہر ہے - واللہ اعلم - حررہ ظفر احمد عفا عنہ
۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ

وجوب عدت ثبوت نسب کے تابع ہے | سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ صغیر سنی میں اس کا نکاح دوسرے شخص سے ہو چکا تھا اور دخول نہ ہوا تھا بلکہ مسکس بھی نہیں ہوا پس شوہر اول کو کچھ مال دیکر طلاق حاصل کی گئی اب زید جو اس سے نکاح کی تجدید کرے تو آیا انقضاء عدت کا انتظار واجب ہے یا نہیں؟ اور عدت واجب ہے یا نہیں؟ شبہ اس سے یہ ہوا کہ لڑکی کا پیدا ہونا حکماً موطوءۃ الاول ہونے کی خلافت ہے یا نہیں؟ - والسلام -

الجواب

صورتِ مسئلہ میں چونکہ نکاح اول کے بعد زوجین میں مقاربت نہیں ہوئی بلکہ اصلاً مسکس نہیں ہوا اور اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح لاغلی میں ہوا اور لڑکی نکاح ثانی سے چھ ماہ بلکہ مدت زائدہ کے بعد پیدا ہوئی جو قول مفتی بہ کے موافق زوج ثانی سے ثابت النسب ہے تو اس لڑکی کا تولد وطی زوج اول کی دلیل نہ ہوگی اور طلاق زوج اول کے بعد عدت بھی واجب نہ ہوگی کیونکہ وجوب عدت ثبوت نسب کے تابع ہے جب اول سے ثبوت نسب نہیں تو عدت بھی واجب نہیں۔ قال فی الدر: غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت اولاداً فالاولاد للثانی علی المذهب (ان اتت به لاكثر من ستة اشهر من عقد الثانی - شامی) وعللہ ابن الملک بانہ المستقرش حقیقۃ فالولد للفراش الحقیقی وان کان فاسداً (۱۳۸) وفي البحر عن الفتح: واذا لم یثبت النسب لم تجب العدة اھ - (۱۳۳) قلت واذا لم تجب العدة لم تجب موطوءۃ للزوج الاول - واللہ اعلم

حرره ظفر احمد عفا عنہ

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ

مطلقة ثلاث بعد انقضاء عدت نکاح ثانی اور صحبت کرانے کے مرتد ہو گئی مسلمان ہونے کے بعد زوج اول کے ساتھ بدون عدت پوری کئے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

ہیں اب بلا عدت پوری کئے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب : عدت پوری کئے بغیر پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی۔

ففی الدر المختار عن کافی الحاکم: وان لحقت المرددة بدار الحرب کان لزوجها ان یتزوج اختها قبل ان تنقض عدتها وان عادت مسلمة کان لها ان تنزوج من ساعتها اھ (۱۳۱) قلت: فقید الحاق یشعر بانہا لا تنزوج من ساعتها بدون الحاق وتباين - واللہ اعلم - ظفر احمد عفا عنہ

۱۳/۱۲/۲۸

زنا کی عدت نہیں ہے | سوال : بے شوہر والی عورت نے زنا کیا کرنے والے کے سوا اور مرد سے بلا عدت پوری کئے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

بدون عدت کے نکاح کر سکتی ہے کیونکہ زنا کی کوئی عدت نہیں مگر زنا کے بعد سے ایک حیض آنے تک شوہر اس کے ساتھ جماع نہ کرے (صریح بہ فی الدر)۔ اور اگر اس کو زانی کا حل رہ گیا ہو تو مجامعت وضع حمل تک جائز نہیں۔ واللہ اعلم

حرره ظفر احمد عفا عنہ

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ

فصل فی الحداد

بغرض دفع غم معتدہ وفات کا گھر سے | سوال : معتدہ وفات جس کو شوہر کی وفات باہر نکلنا درست ہے یا نہیں؟

کابہت صدمہ ہے، تخفیف غم اور دل بہلانے کے لئے صبح سے شام تک کے واسطے اپنے والدین کے مکان پر جا سکتی ہے یا نہیں؟ شب کے وقت شوہر کے مکان پر رہے گی۔ نیز دن میں کسی رشتہ دار بیمار کو دیکھنے یا اس کی تجہیز و تکفین میں شرکت کے لئے جا سکتی ہے یا نہیں؟

محمد کفایت اللہ عنی عنہ

الجواب

قال فی الدر: وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا یخرجان منه الا ان یتخرج او ینھدم المنزل او تتخاف انھد امه او تلف مالھا او لا تجد کراء البیت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ اھ

وفیه ایضاً قبلہ : ومعتدة موت تخرج فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلہا لان نفقتها علیہا فتحتاج للخروج حتی لوکان عندها کفایتها صارت کالمطلقة فلا یحل لہا الخروج "فتح" ۱۲ ج ۲

صورتِ مسئلہ میں اگر طبیب حاذق مسلم یہ تجویز کر دے کہ اس بیوہ کو تخفیفِ غم کے لئے اس گھر سے نکلنا اور دوسرے گھر میں جا کر دل بہلانا ضروری ہے ورنہ یہ بیمار ہو جائے گی یا ہلاکت کا اندیشہ ہے تو خروج من البیت جائز ہے۔ پھر اگر دن میں نکلنا کافی ہو تو رات کو مکانِ زوج پر آنا واجب ہوگا ورنہ جب تک ضرورت ہو اس وقت تک رات اور دن بھی دوسرے مکان میں رہ سکتی ہے کیونکہ ضرورتِ شدیدہ اور حاجت کے وقت خروج جائز ہے۔ واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۲۵ سوال ۱۳۴۲ھ

سوال : کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ میں عرصہ دو ماہ ازخانہ شوہر بعد از حکم خروج معتدہ وفات کا ہو کہ زید کا انتقال ہو گیا۔ ایک زوجہ اور دو خور و سال بچے اور کچھ اثاثہ چھوڑا زوجہ زید عدت میں ہے بچے اس کے پاس ہیں جو کچھ اثاثہ تھا وہ سب بید کے ہن بھائیوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا زید کی زوجہ اس وقت ہر طرح سے تنگ ہے اور زید کے بھائی اس کو ہر طرح کی تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ زید دوسرے شہر میں رہتا تھا چونکہ زید کی زوجہ کے والدین دوسرے شہر میں سکونت پذیر ہیں اس لئے وہ غیر شہر میں کسی طرح سے بھی اپنی دختر (زوجہ زید) کی امداد نہیں کر سکتے۔ اور زوجہ زید کے والدین کے رشتہ داروں میں وہاں کوئی ایسا ہے کہ عدت تمام ہونے تک زوجہ زید اور اس کے بچوں کی خورد و نوش اور ضروری اخراجات کی خبر گیری کر سکے۔ زوجہ زید کے والدین اب یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی دختر (زوجہ زید) کو اپنے شہر میں لا کر اس کی اور اس کے بچوں کی خبر گیری کریں۔ از روئے شرع شریف ایسی حالت میں زوجہ زید اور اس کے بچوں کو وہاں سے اپنے شہر میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

قال فی الدر : وتعتد ان ای معتدہ طلاق وموت فی بیت وحبت فیہ ولا یخرجان منه الا ان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھد امه او تلف مالہا ولا تجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج الی اقرب موضع الیہ

(وحکم ما انتقلت الیہ حکم المسکن الاصلی فلا تخرج منه شامی ص ۱۱۱)

صورتِ مسئلہ میں زوجہ زید اپنے والدین کے شہر میں جا سکتی ہے کیونکہ مجبوری کی حالت ہے پھر اس کو چاہئے کہ والدین کے گھر پہنچ کر عدت پوری کرے اور اس گھر سے قبل اتمامِ عدت بلا ضرورت دن کو بھی نہ نکلے اور رات کو نکلنا تو ضرورت سے بھی نہ چاہئے لیکن اضطراب کی حالت مثل خوف ہدم وغیرہ ہر حال میں مستثنیٰ ہے۔ فقط

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۱۰ محرم ۱۳۴۵ھ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین درین مسئلہ کہ ضرورتِ نفقہ کے علاوہ معتدہ وفات دوسری ضرورت کے لئے گھر سے نکل سکتی ہے یا نہیں ایک عورت عدتِ موت گزار رہی ہے اس کا لڑکا اور بہن بیمار ہیں اور علاج وغیرہ کے لئے کوئی مرد وغیرہ گھر میں ہے نہیں تو وہ حکیم کو مریمینوں کی اطلاع کے لئے اور دوا کے لئے جا سکتی ہے یا نہیں؟ فقط والسلام

حافظ ولی محمد قنوجی

الجواب

ضرورتِ نفقہ کے علاوہ نکلنے میں اختلاف ہے اس سے احتیاط اس میں ہے کہ صورتِ مذکورہ میں مکان سے باہر نہ جائے لیکن جب دوا وغیرہ کا انتظام کوئی اور نہ کرے اور دوا نہ کرنے سے مرض بڑھنے کا اندیشہ ہو یا خود اس عورت کو بدون علاج کے پریشانی ہو تو دوسرے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ سخت ضرورت کی مقدار چلی جائے اگر فنی البحر الرائق (ص ۱۵۱ ج ۲) بعد فقل کلام فتح القدیر (حتی لوکان عندها کفایتها صارت کالمطلقة فلا یحل لہا ان تخرج لزیارۃ ولا لغيرہا لیلًا ولا نہاٹا) فالظاہر من کلامہم جواز خروج المعتدۃ عن وفاة نہارًا ولوکان قاددۃ علی النفقة الخ واللہ اعلم

احقر عبد الکریم عفی عنہ

۱۱ سوال ۱۳۴۳ھ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و دو بیویوں میں سے ایک کے مکان پر شوہر کا انتقال ہو جائے کہ دوسری بیوی بھی بغرضِ میثاق میں مقیم ہو تو وہ عدت کہاں پوری کرے مفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ

حمد اللہ خاں مرحوم کی دو بیویاں ہیں اور دونوں بیویوں کو ان کے شوہر حمد اللہ خاں نے دو مکانات ان کی سکونت کے واسطے علیحدہ علیحدہ بنا دیئے ہیں جن میں وہ رہتی ہیں اور دونوں مکانات میں فاصلہ تقریباً دو سو قدم کا ہے۔ ایک بیوی مرض الموت حمد اللہ خاں میں دوسری بیوی کے مکان میں جس میں حمد اللہ خاں فوت ہوئے تیمار داری کے واسطے گئی تھی کہ حمد اللہ خاں فوت ہو گئے اور دونوں بیویوں میں موافقت بھی نہیں ہے اب جو بیوی دوسری کے مکان میں اپنے مکان سے گئی ہوئی ہیں ان کو اپنے مکان مسکونہ میں آکر عدت پوری کرنی جائز ہے یا نہیں؟ یا اسی مکان میں جس میں حمد اللہ خاں کی فوتی ہوئی عدت پوری کرنی چاہئے۔ بینوا تو جروا۔ فقط

سائل: احسان اللہ ولد حمد اللہ خاں مرحوم
از گڑھی عبداللہ خان، ضلع مظفرنگر

الجواب

صورت مسئلہ میں اس بیوی کو اپنے مکان میں چلا جانا جائز ہے۔

قال في الدر: طلقت او مات وهي زائرة في غير مسكنها عادت اليه فوراً
لوجوبه عليها وتعتد ان اى مطلقة او معتدة الموت في بيت وجبت فيه ولا يخرجها
منه الا ان تخرج الم

قال الشامي: (قوله في بيت وجبت فيه) وما يضاف اليها بالسكنى قبل الفقرة
فيه ايضاً: قبل ذلك تحت قوله (ولا تخرج من بيتها الخ) ما نصته والمراد
ما يضاف اليها بالسكنى حال وقوع الفقرة والموت (هذه اية من ايات) والله اعلم
حرارة الاحقر ظفر احمد عفاعنه از قحانه بھون
، رجمادی الاول ۱۳۸۵ھ

لہ بلکہ واجب ہے، اشرف علی

باب ثبوت النسب مدّة الحمل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین بابت
سندہ صورت ذیل کے وہ یہ کہ زید ہندہ کو
جو کہ باقر کی منکوحہ ہے باقر کے گھر سے پوشیدہ

حکم نکاح زن مطلقہ کہ حاملہ شد و بیان
نسب ولد آن کہ از زوج باشد یا
نہ در صورت اقرار وانکار او۔

نکلوا کر بھگا لایا۔ غالباً عرصہ دو سال سے زید ہی کے پاس ہے اور باقر کو بھی پتہ چل گیا۔ جھگڑا
آپس میں یا شاید قانونی چارہ جوئی کی ہوگی، عرصہ سے چلا آرہا ہے آخر نتیجہ یہ نکلا کہ زید کی جانب
سے باقر کو کچھ روپیہ دے کر اس سے طلاق لے لی ہے۔ اس عرصہ میں (یعنی بحالت نزاع) ہندہ
کو حمل رہا اور ساقط بھی ہو گیا جو کہ نہ معلوم باقر سے تھا یا زید سے وہ تو کہتی ہے کہ زید سے تھا اب
وہ دوبارہ پھر حاملہ ہے بظاہر تو یہی خیال گزرتا ہے کہ یہ حمل ثانی تو ضرور زید ہی سے ہوگا اور چونکہ
خود بھی اقرار کرتی ہے اور نیز دوسرے باقر کا رہنا دور دوسرے شہر میں ہے اور زید کے گھر
میں بلا تکلیف آنا بھی مشکل ہے اب ہندہ اور زید چاہتا ہے کہ ہم دونوں کا نکاح ہو جائے۔

لھذا عرض یہ ہے کہ اس ہندہ کی عدت کیا ہوگی تین حیض یا وضع حمل اور اس صورت میں یہ
حمل ثانی زید کا قرار دیا جائیگا یا باقر کا۔ اور چونکہ ثبوت نسب میں احتیاط مزید ہے جیسا کہ حضرت
مولانا نے ایک دفعہ رسالہ "الامداد" میں تشریح کی تھی کہ میاں کو پردیس میں برسین گزریں
اور گھر میں بچہ پیدا ہو گیا تو اسی کا کہلائیگا اس طرح یہاں بھی یہ احتمال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کہ غیب
نہیں ہندہ کا خاوند کسی طریق سے اس سے ہم بستر ہو گیا ہو اور وہاں ہندہ کے اس
قول کا اعتبار ہوگا یا نہیں کہ یہ موجودہ حمل زید کا ہے۔ یا باقر سے معلوم کرنے کے بعد باقر کے
قول کا اعتبار ہوگا۔ اگر باقر کا قول معتبر ہوگا تو انکار کی صورت میں تہمت کی وجہ سے لعان تو نہ ہوگا
اول تو بایں وجہ کہ چونکہ پیشتر اس تحقیق کے طلاق وہ دے چکا۔ عرضیکہ باقر سے تحقیق کی
ضرورت ہے یا محض زید اور ہندہ کے قول کا اعتبار ہوگا۔ امید کہ ان کے نکاح و عدت
وغیرہ کے متعلق بات شریع مطلع فرمائیں گے اور اگر حضرت مولانا مدظلہم اللہ تعالیٰ کے دستخط
بھی کر دیں تو عوام کے لئے بھی مزید باعث الطمینان ہوگا اور اگر اتفاق سے حضرت سفر میں ہوں
تو آں جناب ہی جواب باصواب سے جلد شرف فرمائیں۔ اور نماں کیا طلاق میں طلاق نامہ تحریر

شدہ مع ثبوت انگوٹھا مہر دستخطوں کے ہو تو محض تحریر کا اعتبار کر لیا جائیگا یا نہیں ؟
بینوا تو جووا۔ فقط

الجواب

صورتِ مسئلہ میں اس عورت کی عدت وضع حمل ہے قبل وضع حمل زید کو اس سے نکاح کرنا جائز نہیں اور اگر وقتِ طلاق سے چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ باقرہ ہی سے ثابت النسب ہوگا خواہ وہ اقرار کرے یا انکار کرے اور اگر وقتِ طلاق سے چھ ماہ کامل یا زیادہ میں پیدا ہوا مگر دو سال کے اندر اندر ہی پیدا ہو گیا اور اس عرصہ میں عورت نے اپنی عدت تمام ہونے کا بھی دعویٰ نہ کیا تھا تو اس صورت میں بھی لڑکا باقرہ ہی کا ہوگا خواہ یہ مطلقہ رجعی ہو یا مطلقہ بانہ۔ اور اگر وقتِ طلاق سے دو سال پورے یا زیادہ میں پیدا ہوا تو مطلقہ بانہ ہونے کی صورت میں بدون اقرار باقرہ ثبوتِ نسب نہ ہوگا اور مطلقہ رجعیہ ہونے کی صورت میں اس وقت بھی نسب زوج سے ثابت ہوگا۔ اور اگر عورت وضع حمل سے پہلے انقضائے عدت کا دعویٰ کر دے دریاں حالیکہ یہ دعویٰ طلاق سے ساٹھ دن یا زیادہ گزر جانے کے بعد ہو تو اگر اس دعویٰ کے بعد چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تب بھی شوہر اول ہی سے ثباتِ نسب ہوگا اور اگر دعویٰ انقضائے عدت کے بعد چھ ماہ کامل یا زیادہ میں بچہ پیدا ہوا تو پھر باقرہ سے ثبوتِ نسب ہوگا۔ باقی اس صورت میں صندھ اور زید کے اس قول کا اعتبار نہ ہوگا کہ یہ حمل باقرہ کا نہیں بلکہ زید کا ہے اور باقرہ سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ وضع حمل سے پہلے صندھ کا نکاح کسی طرح زید سے درست نہیں۔ اور جن صورتوں میں ثبوتِ نسب کا حکم دیا گیا ہے ان میں اگر باقرہ اس حمل کو اپنے سے نفی کرے تو مطلقہ رجعیہ ہونے کی صورت میں لعان کا حکم ہے اور مطلقہ بانہ کی صورت میں لعان بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ لعان کے لئے بقاء زوجیت شرط ہے۔ بلکہ ہندوستان میں مطلقہ رجعیہ سے بھی لعان نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے لئے دارالاسلام اور قاضی شرط ہے۔ وہاں مستفیضانِ ہمنان۔ اور حلیان نہ ہو سکے تو ولد زوج اول سے ہی ثابت النسب ہوتا ہے اب اس کی نفی کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ البتہ جن صورتوں میں ثبوتِ نسب من الباقر کا حکم دیا گیا ہے اگر ولادت کے بعد باقرہ ولادت ہی کا انکار کر دے اور یہ کہہ دے کہ اس عورت نے کچھ نہیں جنا یہ جھوٹ کہتی ہے کہ میں نے بچہ جنا ہے تو ثبوتِ نسب کے لئے اس میں یہ شرط ہے کہ یا تو طلاق کے وقت حمل ظاہر ہو یا ظاہر نہ ہو مگر زوج نے حمل کا اقرار کر لیا ہو یا اقرار نہ کیا ہو مگر مدت کے اندر ولادت واقع ہونے پر شہادت قائم ہو جائے جس میں صرف دایہ کی شہادت کافی نہیں بلکہ

دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ضروری نہیں اور جب وہ حمل یا مدت کے اندر ولادت کا اقرار کرے تو پھر اس کا یہ کہنا کہ یہ بچہ میرا نہیں یا حمل مجھ سے نہ تھا معتبر نہ ہوگا بلکہ لعان کی ضرورت ہوگی مطلقہ رجعیہ میں اور مطلقہ بانہ میں اس کی بھی ضرورت نہیں اور ہم کہہ چکے ہیں کہ ہندوستان میں لعان نہیں ہو سکتا۔ اس لئے نفی ولد کی کوئی صورت نہیں۔

الدلائل

قال فی الدر : فیثبت نسب ولد معتدة الرجعی ولو بالاشہار یا سہا وان ولدت لا کثر من سنتین ما لم تقر ببعضی العدة والمدة تحمله (ای تحتل المضی بان تکون سنتین یوماً علی قول الامام وتسعة وثلاثین علی قولہا ثم جاءت بولد لا یشیت نسبه الا اذا جاءت بہ لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار فانه یشیت نسبه للیقین بقیام الحمل وقت الاقرار فیظہر کذبہا وکذا ہذا فی المطلقۃ البانۃ والسمو فی عنہا اذا ادعت انقضائہا ثم جاءت بولد لتما مر ستة اشهر لا یشیت نسبه ولاقل یشیت (شامی) کما یشیت بلا دعویۃ احتیاطاً فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقته ولم تقر بمضیہا کما مر ولو لتما مہما لا الابدعوتہ لانه التزمہ وان لم تصدقہ المرأة لا فی روایۃ (ای فی ان الولد منہ اھ شامی) وہی الاوجہ اھ (ص ۱۰۲۶ تا ۱۰۲۸ ج ۱-۲)

وفیه ایضاً : ویثبت نسب ولد المعتدة بموت او طلاق ان یحدث ولادتها بحجة تامة واكتفيا بالقابلة قیل وبرجل او حبل ظاہر وهل تکفی الشہادة بكونہ كان ظاہراً فی البحر بحثاً نعم او اقرار الزوج بہ ای بالحبل ولو انکر تعینہ تکفی شہادة القابلة اجماعاً اھ (ص ۱۰۳۰ ج ۲)

وفیه ایضاً : وسیجی فی الاستیلاء ان الفراش علی اربع مراتب (ضعیف) وهو فراش الامة لا یشیت النسب فیہ الا بالدعویۃ ومتوسط، وهو فراش ام الولد فانه یشیت فیہ بلا دعویۃ لکنہ یشیت بالنفی۔ وقوی، وهو فراش المنکوحۃ ومعتدة الرجعی فانه لا یشیت فیہ الا باللعان۔ واقوی، کفراش معتدة البان فان الولد لا یشیت فیہ اصلاً لان فیہ متوقف علی اللعان وشرائط اللعان الزوجیۃ آھ شامی (ص ۱۰۲ ج ۲)

وفي الدر : فمن قذف في دار الاسلام زوجته (اخرج دار الحرب لاقطاع
الولاية اه شامی) العفيفة عن فعل الزنا تهمة او من نفى نسب الولد وطالبته
به لاعن اه - ويسقط اللعان بالطلاق البائن ثم لا يعود وكذا يسقط بزناها
ووطيها بشبهة اه

وفي الدر ايضاً : ومتى سقط اللعان بوجه ما (كعدم صلاح احدى الشهادتين
او عدم الاحصان شامی) لم ينتف نسبها ابداً اه (ص ۹۴ ج ۲ - باب اللعان)
هذا والله اعلم وعلمه انتم واحكم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا الله عنه - از قہانہ بھون

۱۰ رجب ۱۳۲۲ھ

مدت حمل خفگی کے نزدیک زیادہ سے زیادہ سوال : عرض اینکه در میان زنان مشہور
دو سال ہے اس پر شبہ اور اس کا جواب است کہ حمل زن گاہے خشک شود، بعضے
سہ سال خشک باشد، بعضے چار سال بعضے زیادہ از ان ہم خشک باشد باز در شکم تازه
شود و بچہ تولد شود این سخن درست است یا نہ حال آنکہ در کتب مسطور است کہ " اکثر مدۃ
الحمل سنتان " و این ہم مشہور است کہ تا زمانیکہ حمل خشک باشد زن را حیض ہم میشود
این سخن ہم راست است یا نہ ؟ مع آنکہ در کتب مذکور است کہ " ما رأت الحامل من
الدم فهو استحاضة " بتینواتوجروا

السائل : رسول شاہ - ڈاکخانہ نہ و ضلع کوہاٹ
موضع ڈھوڑھ

الجواب

قال الزيلعي : واخرج الدارقطني ومن جهته البيهقي عن الوليد بن مسلم
قال : قلت : لمالك بن انس اى حديث عن عائشة انها قالت : لا تزيد المرأة
في حملها على سنتين قدر ظل المغزل فقال : سبحان الله من يقول هذا هذه
جاءتنا امرأة محمد بن عجلان امرأة صدق وزوجها رجل صدق حملت ثلاثة ابطن
في اثني عشر سنة كل بطن في اربع سنين اه (ص ۱۵ ج ۲ ، نصب الراية)
اس سے معلوم ہوا کہ دو سال سے زیادہ مدت تک حمل کا بطن میں رہنا امام مالک

کے نزدیک بھی ممکن ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ عورتوں میں جو حمل کے خشک ہو جانیکا قصہ مشہور
ہے یہ بھی کسی درجہ میں اصل رکھتا ہو۔ مگر خفگی نے حضرت عائشہؓ کے اثر کی وجہ سے مدت
حمل کو دو سال سے زائد نہیں مانا۔

اخرج البيهقي ثم البيهقي في سننها من طريق ابن المبارك عن داود بن عبد الرحمن
عن ابن جريج عن جميلة بنت سعد عن عائشة قلت : ما تزيد المرأة في الحمل على سنتين قل
ما يتحول ظل عمود المغزل اه (زيلعي ص ۵۱ ج ۲) قلت : سند صحيح رجاله رجال
الصحيح وجميلة بنت سعد صحابية استشهد ابوها يوم احد وهي حمل تزوجت زيد بن
ثابت الامام ذكروها الحافظ في الاصابة في القسم الاول (ص ۴ ج ۱) - وفي حاشية الهداية
والظاهر ان عائشة رضي الله تعالى عنها قالت سمعنا لان العقل لا يهتدى الى معرفة
المقادير اه (ص ۱۳ ج ۲)

پس جس صورت میں عورتیں یہ دعویٰ کریں کہ حمل خشک ہو گیا تھا خفگیہ وہاں یہ
کہیں گے کہ خشک ہونے سے پہلے جس کو تم نے حمل سمجھا تھا وہ حمل ہی نہیں تھا بلکہ نفخ یا پانی
ہو گا جس کو غلطی سے حمل سمجھ لیا گیا پھر اس کو خشک مان کر خواہ مخواہ مدت حمل دو سال
سے بڑھا دی کیونکہ حمل میں نفخ کا احتمال بھی کچھ بعید نہیں۔

قال في الفتح : اذ يحتمل كونه نفخاً او ماءً وقد اخبرني بعض اهلي عن بعض
خواصها انه ظهر بها حمل واستمر الى تسعة اشهر ولم يشككن فيه حتى تهيأت له
بتهيئة ثياب المولود ثم اصابها طلق وجلست الداية تحتها فلم تزل تعصر
العصرة بعد العصرة وفي كل عصرة تصب الماء حتى قامت فارغة من غير
ولد اه (شامی ص ۱ ج ۲) - قلت : وهذا هو جوابنا عن واقعة امرأة محمد بن
عجلان وهو ظاهر التقرير - والله اعلم

سوال : ہمارے اطراف میں ایک منکوحہ کا
حمل چھ یا سات مہینہ کی مدت کے بعد سوکھ گیا
اور تین مہینہ کے بعد اس کے شوہر کا انتقال
ہو گیا پھر تین برس کے بعد جس کے اندر مہینہ دو
مہینہ کے فاصلہ پر کبھی کبھی خون بھی ظاہر ہوا دوسرے ایک مرد سے بغیر طلاع دیئے صورت

صورہ کے ایک قاضی صاحب اور دو گواہ کے مقابل میں نکاح کیا اور نکاح ثانی سے دو مہینہ بعد پھر اگلا حمل ظاہر ہوا خوب احتمال ہے کہ چھ مہینے کے اندر ہی وضع حمل ہوگی۔ اب بحسب شرع شریف کہ اس منکوحہ اور نیک ثانی پر کیا حکم ہے اور وہ ولد جو کہ مدت مذکورہ میں پیدا ہوئے ثابت النسب کس سے ہے اور حالت مذکورہ میں نکاح منعقد ہوایا نہیں اگر نہیں ہوا تو قاضی صاحب پر کیا حکم ہے؟ لوجہ اللہ جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں تو جردا عند اللہ العزیز۔ زیادہ آفتاب ہدایت برسرِ عالمان تابان و درخشان باد۔ بالتون والصاد۔

الجواب

اگر نکاح ثانی کے بعد چھ ماہ سے قبل بچہ پیدا ہوا تو زوج ثانی کا نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ زوج اول کی دنات سے دو سال بعد اس کی پیدائش ہے اس لئے اس کی طرف بھی منسوب نہیں ہو سکتا۔

فی الدر: (واقلم استتہ اشہرا جماعاً ۵۸) (و) یثبت نسب ولد معتدة (الموت لاقل منہما من وقته) ای الموت و قال الشامی تحت قوله لاقل منہما: ای من سنتین (ص ۱۰۲۹ ج ۲)

اور جب عدت وفات ختم ہو چکی کیونکہ تین سال گزر چکے وفات زوج کو اور دو سال سے زائد زوج اول کا حمل نہیں رہ سکتا تو اس کا نکاح ثانی جائز ہو گیا مگر چونکہ محض روایات اس کے خلاف بھی ملی ہیں اس لئے احتیاطاً اس عورت کا نکاح بعد وضع حمل کے دوبارہ پڑھ لینا ضروری ہے اگر وضع حمل زوج ثانی کے دخول سے ۶ ماہ سے پہلے ہو۔ اور یہ جواب قواعد سے دیا گیا ہے جزیئہ نہیں ملا لہذا دوسرے علماء سے بھی دریافت کر لیا جائے۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ

۱۶ محرم ۱۳۳۵ھ

ظفر احمد عفانہ۔ ۱۶ محرم ۱۳۳۵ھ

تفصیل الجواب

قال فی البحر: (ص ۱۴۳ ج ۱) وان کان (الوضع) لا کثر من سنتین منذ طلقها الاول ولاقل من ستة اشهر منذ دخل الثانی لمریلتہ الاول

ولا الثانی بقى مالوجاءت به لاقل من سنتین من طلاق الاول وستة اشهر من دخول الثانی وینبغی الحاقہ بالاول ھ

وفی العالمگیریۃ: عدة الحامل ان تضع حملها کذا فی الکافی سواء کانت حاملاً وقت وجوب العدة او قبلت بعد الوجوب کذا فی قاضی حان وسواء کانت عن طلاق او وفاة او متارکة او وطئ بشبهة کذا فی النهر۔ وسواء کان الحمل ثابت النسب ام لا۔ ویتصور ذلک فیم تزوج حاملاً من الزنا کذا فی السران الوقای ھ (ص ۱۵۹-۱۶۰)

اس سے معلوم ہو کہ ۱ زوج اول کی طلاق یا موت سے دو سال بعد اور زوج ثانی کے دخول سے ۶ ماہ پہلے اگر بچہ پیدا ہوا تو وہ کسی سے ثابت النسب نہ ہوگا ۲ انقضاء عدت حاملہ کے لئے وضع حمل شرط ہے خواہ حمل ثابت النسب ہو یا نہ ہو۔ اب رہا یہ کہ نکاح ثانی بھیج دیا گیا تو چونکہ قبل موت زوج اول یہ عورت حاملہ تھی جو خشک ہو گیا تھا اس لئے اس کی عدت وضع حمل کے سوا کچھ نہ تھی اور اس کا نکاح ثانی عدت میں ہوا اس لئے صحیح نہیں۔ رہا یہ کہ حنفیہ کے یہاں تو اکثر مدت حمل دو سال ہے تو اس صورت مسئلہ میں تین سال تک اس کو مالہ من الاول کیسے مانا جائیگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مدت لزوم نسب کے لئے ہے کہ اس سے زائد میں نسب زوج پر لازم نہ ہوگا باقی انقضاء عدت کے لئے نص سے وضع حمل معین ہے پس خشک حمل کے وضع کے بغیر مقتضاء نص یہ ہے کہ عدت تمام نہ ہوگی

قال ابن عابدین فی حاشیۃ البحر: قال فی النهر: فرع لومات الحمل فی بطنها و مکث مدة بماذا تنقضي عدتها لم ار المسئلة وینبغی ان تبقى معتدة الی ان یترک او تبلیغ مدة الایاس ھ۔ قال بعض الفضلاء قوله او تبلیغ مدة الایاس فیہ انه مناف الآیة فتأمل ھ

وفی حاشیۃ الرملی نقلاً عن کتب الشافعیۃ لا تنقضي مع وجودہ بعموم الآیة قال: ولا مبالاة بتضررها بذلك کما فی شرح المنہاج للرملی۔

وفی حاشیۃ المنہج لابن قاسم: قال شیخنا الطیلاوی رحمہ اللہ: افتی جماعة عصرنا بتوقف انقضاء عدتها علی خروجہ والذی اقولہ عدم التوقف اذا یش من خروجہ لتضررها بمنعها من التزوج ھ ولا شئ من قواعد مذهبنا یدفع ما قالوہ فاعلمو ذلک ھ ملخصاً (ص ۱۳۲ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ وجود حمل خواہ میت ہی مانع انقضاء عدت ہے اور یہ کہ انقضاء عدت میں دو سال کی مدت معتبر نہیں اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حمل میت حمل ہی نہیں کیونکہ جماعت فقہاء نے اس کو عموم آیت «حَتَّى يَضَعَنَّ حَمْلُهَا» کے تحت میں داخل کر کے مانع انقضاء کہا ہے پس حمل خشک بھی اسی کے مثل ہے بلکہ اس کا حمل ہونا بہ نسبت میت کے اظہر ہے اور جب وہ بوجہ حمل ہونے کے مانع ہے تو اس کا مانع ہونا اولیٰ ہے۔ اور علامہ خیر الدین نے فتویٰ شافعیہ کو نقل کر کے کہا ہے کہ یہ ہمارے قواعد کے خلاف نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ

انقضاء عدت کا دو سال سے زائد مدت پر موقوف ہونا ہمارے قواعد کے خلاف نہیں اس سے اس تاویل کی تائید ہوتی ہے جو احقر نے اول میں لکھی ہے کہ یہ تخصیص مدت لزوم نسب کے لئے ہے۔ وقال فی رد المحتار بعد ذکوة الاقوال المذكورة وبه ظہر ان المراد من قوله او تبلى حد الاياس هو الاياس من خروج وجه وهل المراد منه نهاية حد الحمل وهو اربع سنين عند الشافعية وسنتان عندنا واعم من ذلك محتمل والذي ينبغي العمل بما قاله الجماعة لموافقة صريح الآية اه (ص ۹۹ ج ۲)

اس سے بھی ظاہر ہوا کہ علامہ شامی کے نزدیک اجماع یہی ہے کہ صورت مذکورہ میں انقضاء عدت وضع حمل و خروج مافی البطن پر مطلقاً موقوف ہو اس میں نہایت مدت حمل کا اعتبار نہ ہو گا کیونکہ صریح آیت یہی ہے کہ عدت حاملہ وضع حمل ہے

وقد ذكرنا عن العالم كبرى : ان كون الحمل ثابت النسب غير ضروري قلت : وهذا هو الراجح عندى اى ما قاله العلامة الشافعي - البته بجز میں خانیہ سے ایک جزئیہ نقل کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو سال جو مدت حمل مقرر ہے وہ لزوم نسب کے لئے بھی ہے اور انقضاء عدت کے لئے بھی

ونقصه في الخاتمة : المتوفى عنها زوجها اذا ولدت لاكثر من سنتين من وقت الموت يحكم بانقضاء عدتها قبل الولادة بستة اشهر وزيادة فتجعل كانهاتزوجت بزوجة آخر بعد انقضاء عدتها وحلت من الثاني اه (ص ۱۳ ج ۴) ای لانیسی الظن بما بل نجعلها متزوجة سرا كمسئلة الشرق مع المغربية ولا نجعلها حاملًا اكثر من سنتين وهذا اوسع والاوّل احوط۔

اس روایت کا مقتضاء یہ ہے کہ صورت سوال میں مسماہ مذکورہ کا نکاح ثانی صحیح

ہو گیا۔ بہر حال صحت نکاح ثانی مختلف فیہ ہے لہذا دوبارہ نکاح پڑھ لینا خروج عن الخلاف کے لئے ضروری ہے باقی نکاح خوان کو تو کسی صورت میں بھی گناہ نہیں ہوا کیونکہ اس کو صورت حال کی اطلاع ہی نہ تھی۔ والذی قلنا من صحة النکاح وعدمه ظله من القواعد ولم نجد جزئیة صریحة فیہ فلیتحقق و لیحرر من غیرنا ایضاً۔ واللہ اعلم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه۔

از تھانہ بھون۔ ۲۵ محرم ۱۳۳۵ھ

حکم نفی نسب بہتہمت زنا و بیان احکام نسب | سوال : زید نے اپنی بیوی ہندہ حاملہ کو یہ کہہ کر طلاق دیدی کہ یہ حمل حرام کا ہے میرا نہیں۔ ہندہ اپنے میکہ جلی آئی اور وہاں اس کی لڑکی پیدا ہوئی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ لڑکی زید سے ثابت النسب ہوگی یا نہیں؟ زید اور زید کی والدہ اور اس کے دیگر اعزہ سے بطور وراثت کے کچھ پائے گی یا نہیں؟ قول مفتی بہ تحریر فرمائیں۔

الجواب

صورت مسئلہ میں زید پر لعان واجب ہوتا۔ اگر یہ جگہ دار الاسلام میں ہوتی اور یہاں قاضی اسلام موجود ہوتا جب، بوجہ دار الحرب اور قاضی اسلام نہ ہونے کے لعان نہیں ہو سکتا بلکہ اب تو چونکہ زوجہ طلاق کی عدت پوری ہونے سے مطلقہ بائنہ ہو چکی ہے تو دار الاسلام میں بھی لعان نہیں ہو سکتا۔ تو شوہر کے نفی کرنے سے حمل یا ولد مستفی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ لڑکی زید کی لڑکی ہے اور شرعاً وہ زید سے اور زید کے خاندان سے حق وراثت پانے کی کامل مستحق ہے۔

قال فی الدر : الفرائض علی اربع مراتب : (المان قال) وقوی وهو فرائض المنکوحة ومعتدة الرجعی فانه فیہ لا ینتفی الا باللعان - واقوی، کفرائض المعتدة البائن فان الولد لا ینتفی فیہ اصلاً لان نفیہ متوقف علی اللعان ومن شرائط اللعان الزوجية اه (ص ۱۰۲ ج ۲) وفيه ايضاً: متى سقط اللعان بوجه ما (كعدم صلاح احدهما للشهادة او عدم الاحصاء)

لم ينتف نسيه ابداً اه (ص ۹۴ ج ۲، باب اللعان مع الشامي)

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون

۲۷ رجب ۱۳۳۵ھ

ثبوت نسب کی ایک صورت کا حکم | سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے وطن سے پردیس چلا گیا وہ کہتا ہے کہ قبل روانگی میری، میری

اہلیہ ۵-۶ یوم پیشتر حیض سے فارغ ہوئی بعد فراغت مواصلت ہوتی رہی بعد ازاں ۱۵ ذی الحجہ کو میں پر دیس چلا گیا۔ بعد میرے جانے کے ماہ محرم الحرام میں میری زوجہ کو گم ہیضہ ہو گیا زندگی کی امید باقی نہ رہی تین مرتبہ دم رُک گیا لیکن بفضلہ تعالیٰ چھ یوم کے بعد رُوح بصریت ہوئی مگر صحت کلی نہ ہوئی کبھی حالت ان کی اچھی اور کبھی طبیعت ناساز ہو جایا کرتی رہی علاج ابتداء سے ہوتا رہا یعنی قرب وجوار کے حکماء و اطباء کا علاج نہایت سعی و کوشش کے ساتھ ہوتا رہا۔ یہ کیفیت مسلسل ایک سال چھ ماہ تک ہی مرض و باپھر ترقی پذیر ہوا۔

میری زوجہ جیب بالکل لاغر ہو گئی اور نشست و برخاست سے مجبور ہو گئی تو مجھے مطلع کیا اور میری طلبی کے خطوط روانہ کئے۔ میں پر دیس سے پورے ایک سال پانچ ماہ ۲۰ یوم کے بعد اپنے وطن پہنچا اور گرد و نواح کے حکماء سے دربارہ علاج مریضہ تذکرہ و مشورہ کیا مگر چونکہ وہ حضرات علاج کر کے پہلے ہی سے مایوس ہو چکے تھے اس لئے ان لوگوں نے مجبوری ظاہر کی مگر ایک صاحب نے جو کہ فی الحال شہر جوپور کے شفا خانہ میں سولہ سرجن ہیں اور ان کا نام ڈاکٹر محمد حفیظ اللہ ہے مجھے یہ مشورہ دیا کہ تم مریضہ کو اعظم گڑھ کے زنانہ شفا خانہ میں داخل کر دو کیونکہ وہاں ایک تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر اس وقت موجود ہے علاج معقول ہو جائیگا ساتھ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اگر خدا نخواستہ وہاں صحت یاب نہ ہو تو پھر جوپور کے شفا خانہ میں کہ جہاں میں خود موجود ہوں سبکدانا میں وہاں کے زنانہ اسپتال میں داخل کر دوں گا ڈاکٹر موصوف کے مشورہ پر میں نے عمل کیا اور مریضہ کو لیجا کر زنانہ اسپتال شہر اعظم گڑھ میں داخل کر دیا اور بحکم لیڈی ڈاکٹر چند ایام وہیں مریضہ کے قیام کا انتظام کر دیا اور علاج ہونا شروع ہو گیا بعد چند روز کے لیڈی ڈاکٹر نے کہا کہ اب مریضہ کو مکان میں لیجاؤ اور ہر چوتھے روز یہاں سے دوا لیجا کر دو میں نے کچھ مدت تک ایسا بھی کیا اس طرح مریضہ کو رفتہ رفتہ صحت معلوم ہوتی رہی اسی اثنا میں پہلی لیڈی ڈاکٹر کا تبادلہ کسی دوسرے مقام پر ہو گیا اور ان کے قائم مقام دوسری لیڈی ڈاکٹر آئی۔ میں نے مناسب سمجھا کہ مریضہ کو لا کر اس کو بھی معائنہ کر دینا چاہئے۔ چنانچہ پھر دوبارہ چند ایام وہیں قیام کر کے علاج کیا تو بظاہر کافی صحت معلوم ہونے لگی۔ ایک دن جدید لیڈی ڈاکٹر نے کہا کہ وہ بیماری یعنی ورم جگر تو جاتا رہا مگر ابھی اور بیماریاں باقی ہیں اور ان بیماریوں کا علاج بھی ممکن ہے مگر چونکہ مریضہ حمل سے ہے اسلئے تا وضع حمل علاج میں ترددات ہیں۔ ورنہ کچھ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اس وجہ سے میری اہلیہ نے کہا کہ ابھی علاج تا وضع حمل ملتوی رکھا جائے

یہ سوچ کر اہلیہ کو مکان میں لایا اور پھر پر دیس چلا گیا۔ اس عرصہ میں بھی صحبت گاہے گاہے ہوتی اور میرے پر دیس جانے کے ۴-۵ یوم کے بعد دختر تولد ہوئی، میں نے ہر طرح حساب کیا تو میرے سفر کو ایک برس گیارہ ماہ کئی دن ہوئے ہیں اور دوسری مرتبہ مکان جانے پر صرف پانچ ماہ اٹھارہ یوم قیام رہا۔ اب عرض یہ ہے کہ یہ لڑکی حرامی ہے یا حلالی؟ مفصل و مستند طریقہ سے ساتھ دلیل کے ارسال فرمایا جائے۔ کیونکہ اس کا جھگڑا و فساد کی حالت روز بروز خطرناک ہوتی جا رہی ہے اس لئے دلیل طلب ہے اگر کوئی رسالے اس کے متعلق ہوں تو بذریعہ وی۔ پی۔ آر سال فرمائیں ورنہ اس کا نام بھی تحریر میں لایا جائے ممکن ہے کہ فریقین میں صلح قائم ہو جائے لہذا نہایت ادب کے ساتھ عرض خدمت بابرکت ہوں کہ گستاخی معاف فرما کر جواب باصواب میں بہت عجلت فرمائی جائے۔ واجب تھا عرض کیا۔ عورت سے اس کے شوہر کو خاطر ہے کہ یہ عورت فرمان بردار اور پارسا ہے۔

المرقوم: ۱۵ جنوری ۱۳۹۹ھ

الجواب: اس لڑکی کے حرامی ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ حنفیہ کے یہاں اکثریت حمل دو سال ہے۔ ایک حمل دو سال تک پیٹ میں رہ سکتا ہے اور اس کی بہت سی نظائر موجود ہیں اور یہ لڑکی شوہر کی مواصلت سے دو سال کے اندر پیدا ہوئی ہے پس اس کی حلالی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ محض مدت کے زیادہ ہونے سے بلا وجہ شبہ کرنا جائز نہیں چونکہ زوجہ بعد قیام حمل کے سخت بیمار ہو گئی اور اس کی بیماری مسلسل رہی اس لئے بچہ رحم میں جلدی پرورش نہ ہو سکا، دیر میں پرورش ہوئی اس لئے دیر سے پیدا ہوا اور امام شافعی امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک تو چار سال تک بھی حمل پیٹ میں رہ سکتا ہے پس جو لوگ دیر میں بچہ ہونے سے عورتوں پر شبہ کرنے لگتے ہیں اور ان کی اولاد کو حرامی سمجھنے لگتے ہیں وہ سخت جرم و گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔

قال الله تعالى: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ وَقَالَ: إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّئًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۝

وفی الدر المختار ورد المختار والعالمگیریہ وغیرہا من کتب الفقہ: اکثر مدۃ الحمل سنتان بخبر عائشہ رضی اللہ عنہا (ما تزیید المرأۃ فی الحمل علی سنتین)

وعند الأئمة الثلاثة أربع سنين (ص ۱۰۲۵ ج ۲) والله اعلم
حورہ الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون

خانقاہ امدادیہ

۱۰ شعبان ۱۳۵۸ھ

بدون لعن کے نسب **سوال :** کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین
منتفی نہیں ہو سکتا **رحمہم اللہ تعالیٰ** اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ
کو طلاق دیدی بعد ایک سال دو ماہ کے اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن اس نے ایک
شخص کو بوقت حمل تہمت زنا کی لگائی تھی وہ قسم کھا کر بری ہو گیا ہے اب نسب اس لڑکے
کا اس کے شوہر سے ثابت ہو گیا یا نہیں بیتواتوجروا

المستفتی : محمد عبدالغفور۔ مقام خنڈل بہار پارہ

پوسٹ آفس خنڈل نیا پارہ ضلع اکسٹا ملک برما

الجواب

صورت مسئلہ میں لڑکے کا نسب اس طلاق دینے والے سے ثابت ہے کیونکہ
بدون لعان کے نسب منتفی نہیں ہو سکتا اور واقعہ مذکورہ میں لعان ہوا نہیں بلکہ ان دیار میں
بوجہ قاضی نہ ہونے کے لعان ہوتا ہی نہیں (گو حاکم مسلم جو انگریزوں کے مقرر کئے ہوئے
ہیں وہ قاضی کے حکم میں ہیں مگر جہاں تک مجھ کو معلوم ہے کہ گورنمنٹ نے حکام کو لعان
کا حکم نہیں دیا تاہم اگر لعان ہوا ہو تو سوال دوبارہ بھیجا جائے)

فی العالمگیریہ (ص ۱۵۳ ج ۲) وكذلك اذا كان من اهل اللعان فلم
يتلاعنا فانه لا ينتفى النسب كذا في شرح الطحاوی۔

علاوہ ازیں جو علماء کرام اس ملک کو دار الحرب کہتے ہیں ان کے نزدیک نفی ولد
کی کوئی صورت ممکن نہیں کیونکہ دار الحرب میں لعان نہیں ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

مورخہ ۱۲ ربیع الثانی۔

غیر منکوحہ (داشته) کی اولاد کا ثابت النسب ہونا **سوال :** زید متوفی کے ایک لڑکا اور
عورت اور اس کی اولاد کا میراث سے محروم ہونا **لڑکی تو اصلی منکوحہ سے ہیں اور تین لڑکے**

ایک لڑکی عورت داشتہ غیر منکوحہ (بغیر نکاح والی) سے ہیں۔ عورت غیر داشتہ اپنے
اصل خاوند سے جبراً طلاق لے کر اور کسی جگہ غیر مردوں سے حرام کر کے ڈھائی تین ماہ کا
حمل لیکر زید متوفی کے گھر میں رہی اور عورت داشتہ کو جو غیر حرام کا حمل تھا وہ زید
متوفی کے یہاں رہ کر ایک حرام کا لڑکا جنا۔ اور اس عورت داشتہ نے زید متوفی کے یہاں
رہ کر دو لڑکے اور ایک لڑکی زید متوفی کے نطفہ سے جنا۔ یہ تین لڑکے اور ایک لڑکی زید متوفی
کے گھر میں موجود ہیں اور عورت داشتہ کو زید متوفی کے یہاں رہتے ہوئے عرصہ ۳۵ سال
کے قریب ہو گیا اور اس عرصہ تک یہ عورت داشتہ زید متوفی کے یہاں بغیر نکاح کے
رہی اور اب زید متوفی کا انتقال ہوئے چند ماہ گزر گئے بعد انتقال متوفی کے اس کی اولاد
حقیقی اور اولاد عورت داشتہ میں جھگڑا ہوا وراثت پر یہاں تک کہ جھگڑا عدالت
میں چلا گیا۔ یہاں پر نکاح خوانی کا یہ قاعدہ ہے، جتنے بھی جے پور میں نکاح ہوئے وہ سب
شہر قاضی کے رجسٹر میں درج ہوتے ہیں چیف عدالت سے نکاح کا رجسٹر طلب کیا تو
عورت داشتہ کا مرحوم زید متوفی سے کہیں نکاح ثابت نہیں ہوا۔ اب انصاف عدالت
میں یہ ہے کہ شرع محمدی ایک کتاب ہے انگریزی میں، اردو میں اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کوئی
عورت ۳۰ یا ۳۵ سال بغیر نکاح کے رہے تو اس کا نکاح سمجھا جائیگا اور وہ اور
اس کی اولاد ورثہ کی مالک ہوگی۔ اب آپ سے دست بستہ گزارش ہے کہ بحوالہ کتب
مع نام کتب اور صفحہ کے ارشاد فرمائیں کہ ایسا نکاح جائز سمجھا جائے گا یا ناجائز ؟
ورنہ ورثہ کا مالک کون کون ہو سکتا ہے۔ زید متوفی کے ذمہ ایک مہاجن کا کچھ روپیہ
قرض تھا۔ زید متوفی نے بوجہ قبضہ جائیداد مہاجن کے اپنے مکانات کو اس عورت داشتہ
کے مہر میں مصنوعی طور پر لکھ دیا کہ مہاجن قبضہ نہ کر سکے اب جس وقت اولاد زید متوفی
میں جھگڑا ہوا تو صرف اس سند مصنوعی کے علاوہ اور کوئی نکاح کا ثبوت نہیں۔

السائل : محمد بخش بوریہ۔ جے پور

الجواب : خدا کی پناہ ! کس قدر تحریف ہے جو فقرہ کتاب ”شرع محمدی“
کا درج سوال ہے اس کو دیکھتے ہوئے وہ کتاب ”برعکس نہند نام زنگی کا فور“ کی
مصدق ہے۔ یہ قانون صراحتہ شریعت مقدسہ کے خلاف ہے۔ جب تک شرائط کے
موافق نکاح نہ ہوا اس وقت تک وہ حرام کاری رہے گی، ہرگز نسب اور نکاح

ثابت نہ ہوگا زیادہ زمانہ گزرنے سے جرم اشد ہو جائیگا نہ کہ اس میں تخفیف۔ یہ بات تو عقل کے بھی بالکل خلاف ہے۔ اس قانون کا خلاف شرع ہونا ایسا بدیہی ہے کہ اس کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں۔ جملہ اہل اسلام کے نزدیک یہ مسئلہ غلط ہے اور ہر کتاب میں اس کے خلاف مسئلہ موجود ہے۔ حتیٰ کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: **وَاحِلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ** **اَنْ تَبْتَغُوا بِاَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُفْسِدِينَ**۔ غرض یہ کہ یہ عورت اور اس کی اولاد ہرگز وارث نہیں ہو سکتی۔ باقی رہا دوسرا معاملہ یعنی فرضی طور پر مہر میں جائیداد دیدینا سو اس کے متعلق مفصل واقعہ لکھا جائے تو حکم شرعی بتلایا جائیگا۔ یعنی اس کا غذائی نقل اور اس تحریر کا واقعہ مفصل لکھا جائے تب اس کا غذ کے معتبر ہونے نہ ہونے کا مسئلہ بتلایا جائے گا۔ البتہ اتنا ظاہر ہے کہ جب تک نکاح ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک مہر کا ثبوت ممکن نہیں۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبدالکرم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ، تھانہ بھون

۴ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ

تین طلاق ملنے کے بعد ایک عورت نے نکاح ثانی کیا۔ زوج نے قبل دخول طلاق دیدی پھر تیسرے شخص سے نکاح کیا، اس نے دخول کے بعد طلاق دی اور انقضائ عدت سے قبل زوج اول نے اس کے ساتھ وطی کیا اور عورت حاملہ ہو گئی تو یہ حمل کس سے تصور ہوگا۔

سوال: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندر اینکه شخضے زوجہ خود را سه طلاق داده اند باز نکاح خواہد کرد و لهذا نکاح ثانی داده اند با و دخول نیت طلاق داده است چنانچہ بموافقت مذہب ابوحنیفہ درست نشد لهذا نکاح ثالث داده اند با و وطی یافت نشد و آن ناکح ثالث طلاق داد بعد انقضائ یک حیض زوج اول مطلق و طی نمود لفظہ قرار گرفت و عدت زوج ثالث تمام نیافت و آن حمل آیا آن زوج او باشد یا زوج ثالث۔ بیٹو ابدیل الکتاب و توجروا عند اللہ الملک الوہاب

الجواب

در صورت مسؤلہ چونکہ عدت زوج ثالث تمام نشدہ کہ در میان عدت آثار حمل ظاہر گشت لهذا عدت این مطلقہ وضع حمل است قبل از وضع حمل نکاح زوج اول با این مطلقہ صحیح نخواہد شد و این کل از زوج ثالث باشد لان الولد للفراش وللعاهر الحجر۔ واللہ اعلم حرره الاحقر ظفر احمد۔ از تھانہ بھون۔ ۲۶ ذیقعد ۱۳۵۷ھ

کتاب الرضاع

مسئلہ رضاعت کی ایک صورت | سوال: زینب اور رقیہ دو عورتیں ہیں زینب کا ایک لڑکا بعمر دو سال اور رقیہ کی تین لڑکیاں ہیں اور ایک لڑکا ہے۔ رقیہ کے لڑکے نے زینب کا دودھ پیا اب زینب کے لڑکے کا نکاح رقیہ کی لڑکی سے درست ہے یا نہیں؟

الجواب

رقیقے جس لڑکے نے زینب کا دودھ پیا ہے وہ تو زینب کی کسی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا لیکن زینب کا لڑکا رقیہ کی لڑکیوں میں سے جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے کیوں کہ اس نے رقیہ کا دودھ نہیں پیا۔

سوال: اگر ایک لڑکے نے دودھ پیا ہے تو جس نے دودھ پیا ہے وہی حرام ہو گیا سب؟ اگر ایک لڑکے نے دودھ پیا ہے تو جس نے دودھ پیا ہے وہی حرام ہو گیا سب؟

الجواب

جو لڑکا کسی عورت کا دودھ پیتا ہے اس کی اولاد پر وہی حرام ہوتا ہے اس لڑکے کا دوسرا بھائی جس نے دودھ نہیں پیا اس دودھ پلانے والی کی لڑکیوں پر حرام نہ ہوگا۔

سوال: مسماۃ احمدیہ اور مسماۃ کلثوم دو عورتیں ہیں۔ مسماۃ احمدیہ کا ایک لڑکا بنام محمد حسین اور مسماۃ کلثوم کا ایک لڑکا بنام محمد صدیق اور تین لڑکیاں عظیمہ، کلیمہ، فیسحہ مسماۃ کلثوم نے اپنے بیٹے محمد صدیق کو مسماۃ احمدیہ کا دودھ پلایا اس حال میں کہ محمد حسین کی عمر دو ڈھائی سال کی تھی اور محمد صدیق کی عمر چار یا چھ ماہ کی تھی اس صورت میں نکاح محمد حسین کا مسماۃ کلثوم کی کسی لڑکی سے بلا تفصیل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

محمد حسین کا نکاح مسماۃ کلثوم کی کسی ایک لڑکی سے جس کو وہ چاہے جائز ہے کیونکہ محمد حسین نے مسماۃ کلثوم کا دودھ نہیں پیا ہے اس کے لئے مسماۃ کلثوم کی اولاد حرام نہیں

سوال: مسماۃ فاطمہ کی ایک لڑکی بنام سائرہ اور مسماۃ فاخرہ

کا ایک لڑکا بنام عین الحق ہے۔ فاطمہ نے عین الحق کو دودھ پلایا اس حال میں کہ عمر عین الحق کی ۵ ماہ کی تھی اور عمر لڑکی فاطمہ کی چھ سال کی تھی اور ایک لڑکا فاخرہ بعمر دس سال ہے۔ علاوہ عین الحق کے اب نکاح دختر فاطمہ اور لڑکا فاخرہ جو کہ علاوہ عین الحق کے ہے، درست ہے یا نہیں؟ اس لڑکی سے جس کی عمر ۶ سال کی تھی۔ بینوا بسند الکتاب تو جروا عند اللہ الوتخاب۔

عبدالعزیز مدرس مدرسہ اسلامیہ مہرا

بسم اللہ خان۔ ضلع بستی۔ ڈاکٹر بہنڈریار بازار

الجواب

فاخرہ کا جو لڑکا عین الحق کے علاوہ جس نے فاطمہ کا دودھ نہیں پیا اس کا نکاح فاطمہ کی جس لڑکی سے چاہے درست ہے اور عین الحق کا نکاح فاطمہ کی کسی لڑکی سے جائز نہیں۔

قال فی الدت: وتخل اخت اخیه رضاعاً یصح اتصالہ بالمصناف کان یكون له اخ نسبی له اخت رضاعیة وبالمصاف الیه کان یكون لاختیه رضاعاً اخت نسباً وبھا وھو ظاھر ۱ھ (ص ۶۶۹ ج ۲)

۱۳ شعبان ۱۳۸۵ھ

رضاعی خالہ سے نکاح حرام ہے | سوال: بسمہ تعالیٰ، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالہ کا جھوٹا دودھ پیا خالہ بقضائے الہی فوت ہو گئی اس کے سات سال بعد مادر خالہ سے دوسری لڑکی آسیہ متولد ہوئی پس اس سے زید کا عقد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور خالہ مرحومہ سے ایک بڑی بہن ہے اس سے زید کا عقد ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جب زید نے خالہ کا دودھ پیا تو خالہ کی ماں اس کی جدہ رضاعیہ اور خالہ کی بہنیں اس کی رضاعی خالہ ہو گئیں لہذا زید کا نکاح خالہ کی کسی بہن سے نہیں ہو سکتا نہ جھوٹی سے نہ بڑی سے۔ "لا ینہی عن الرضاع ما یحرم من النسب"

تنہا مرضعہ کی شہادت سے | سوال: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت مسئلہ میں کہ زید کی دو خالہ زاد بہنیں ہیں ایک جھوٹی خالہ سے جس کا نام "زکیہ" ہے اور دوسری بڑی خالہ سے جس کا نام "علیہ"

۲

ہے اول زید کی نسبت شادی کا خیال اس کے بزرگوں نے "زکیہ" سے کیا مگر والدہ زید رضامند نہ ہوئی اس زمانہ میں زید کی بڑی خالہ نے زید کی پھوپھی سے کہا کہ میں نے ہر چند والدہ زید کو سمجھایا کہ وہ زید کی شادی "زکیہ" سے کر دیں مگر اس کی حاجت ہے وہ کسی طرح راضی نہیں ہوئی اس کے بعد بزرگان زید نے اس کی دوسری خالہ زاد بہن "علیہ" سے اس کی شادی کرنا چاہا مگر اس کی پھوپھی کو شبہ تھا کہ ایک بار "والدہ علیہ" نے زید کو شیر خوارگی کی حالت میں گود میں لیکر اوپر سے آنچل ڈھک لیا تھا تو شاید دودھ پلایا ہو "والدہ علیہ" سے اس شبہ کو ظاہر کیا تو اس نے صاف انکار کیا کہ میں نے زید کو دودھ نہیں پلایا اور اس وقت میری لڑکی کی عمر ساڑھے تین سال تھی اور میرے پستان میں دودھ مطلق نہ تھا اس بیان کے گواہ تین عورتیں اور ایک مرد ہے اب زید کی والدہ "زکیہ" ہی سے زید کی شادی پر رضامند ہیں۔ اس پر زید کی بڑی خالہ یعنی "والدہ علیہ" نے یہ کہا کہ میں نے زید اور زکیہ دونوں کو دودھ پلایا ہے دونوں کی شادی کیسے ہو سکتی ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ آیا اس صورت میں "والدہ علیہ" پہلے زید اور زکیہ کی شادی میں ساعی تھی اور نیز اپنی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کے لئے وہ زید کو دودھ پلانے سے صراحتاً انکار کر چکی تھی اب ان کا یہ دعویٰ کہ میں نے زید اور زکیہ دونوں کو دودھ پلایا ہے شرعاً معتبر ہوگا حالانکہ زید کو دودھ پلانے کا دعویٰ نہ اس سے پہلے انھوں نے کہیں کیا اور نہ کوئی اس کا گواہ ہے بلکہ خود مدعی اس کے خلاف پہلے صاف صاف کہہ چکی ہے۔ بینوا تو جروا

شریف الحسن عفی عنہ۔ مقیم میرٹھ

مبہلاً وحامداً ومصلیاً

صورت مسئلہ میں زید کا نکاح مسماہ "زکیہ" سے بلاشبہ درست ہے۔

قال فی البحر عن الخانیة: وکمالا یفرق بینہما بعد النکاح ولا تثبت الحرمة بشہادتھن وكذلك قبل النکاح اذا اراد الرجل ان یخطب امرأة فشہدت امرأة قبل النکاح انہا ارضعتها کان فی سعة من تکزب بیہا کما لو شہدت بعد النکاح ۱ھ (ص ۲۳۲ ج ۲) (الی ان قال) فی (ص ۲۳۳ ج ۳) والحاصل ان الروایة قد اختلفت فی اخبار الواحدة قید النکاح وظاھر المتون انه لا یعمل به وکذا الاخبار برضاع طار فلیکن هو المعتمد فی المذهب ۱ھ

وفي تنقيح الفتاوى الحامدية عن التنوير والبحر وغيرهما عن القنية :
امراة كانت تعطى ثديها سبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن في
ثديي لبن حين القتتها ثديي ولا يعلم ذلك الا من جهتها جاز لابنها ان
يتزوج بهذه الصبية اه

وفيه أيضا : حجة الرضاع حجة المال وهو شهادة عدلين أو عدل وعدلتين
ولا تثبت بشهادة النساء وحدهن لكن ان وقع في قلبه صدق المخبر ترك قبل
العقد او بعده كما في البرازية - قال المنقح الشامي : اي ترك احتياطاً اه (ص ۳۳۳)
قلت : ولا احتياط في الصورة المستولة لظهور كذبها وغلبة الظن به لوقوع
التناقض في اقوالها فقد اقدمت أولاً على نكاح زيد بهذه الصبية وسعت
له ثم اقدمت على نكاحه ببنتها - وانكرت صريحاً ان تكون ارضعته ثم ادعت
الارضاع بعد مدة فلا يقبل قولها والحال هذه لانها اقرت بعدم ارضاعها
زيداً ثم ادعت رجوع عن الاقرار والرجوع بعد الاقرار في المعاملات لا يصح وصل
ام فصل كما في حاشية الهداية (ص ۲۲۳ ج ۳)

وفي الدر من باب الاقرار : اذا اقترب بشيء ثم ادعى الخطأ فيه لم يقبل
إلا في مسألة وهذا اقرار الطلاق بناءً على إفتاء المفتي ثم تبين عدم الوقوع
لم يقع ديانته اه (ص ۲۳ ج ۴) لكونها لا يعلمات الرضاع الا من غيرها وليت
المرضعة كذلك فان الارضاع فعلها لا فعله من غيرها فرجوعها عن اقرارها الاول
لا يصح ولا يوجب ايضاً - وفي عدة ارباب الفتوى في نظير هذه المسئلة
ان امراة ادعت الارضاع ثم انكرت ثم اقرت مانقته لا يعمل بالاقرار بعد رجوعها
عنه كما في شرح التنوير للعلائي والرأي له في الاقدم والاجتناب ولا يجب على
الحاكم الشرعي منع بل لو قضى بالتفريق بشهادة امرأين في الرضاع لم ينفذ قضاءه
كما في شرح التنوير اه (ص ۲۲ ج ۱)

حاصل تمام مباحرات کا یہ ہے کہ ایک عورت یا چند عورتوں کے قول سے ثبوت رضاعت
نہیں ہو سکتی۔ پس اگر کوئی شخص کسی لڑکی کو پیغام نکاح دے اور ایک عورت یہ دعویٰ
کرے کہ میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے تو مرد کو جائز ہے کہ اسے جھوٹا سمجھ لے

بحر الرائق نے لکھا ہے کہ حاصل یہ ہے کہ ایک عورت کا قول باب رضاع میں ظاہر روایت
کے موافق معتبر نہیں، یہی معتمد ہے مذہب میں۔ فتاویٰ حامدیہ، بحر اور تنویر وغیرہ نے
نقل کیا ہے کہ ایک عورت کسی لڑکی کے منہ میں اپنی پستان دیتی ہو اور یہ بات مشہور
ہو جائے پھر وہ یہ ہے کہ میری پستان میں دودھ نہ تھا تو اس عورت کے لڑکے کو اس
لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ فتاویٰ حامدیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ رضاع کا ثبوت دو عادل
(نیک) مرد وزن یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں سے ہو سکتا ہے۔ فقط عورتوں
کے قول سے نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر مرد کے دل میں مخبر واحد کا صحیح ہونا غالب ہو تو احتیاط
یہ ہے کہ نکاح نہ کرے۔ میں کہتا ہوں کہ صورت مسئلہ میں احتیاط کی بھی ضرورت نہیں
کیونکہ جو عورت اب دعویٰ ارضاع کرتی ہے وہ اس سے پہلے خود زید اور زکیہ کے
نکاح میں ساعی تھی اور والدہ زید کو اس پر آمادہ کرتی تھی۔ نیز یہی عورت اپنی لڑکی کے
ساتھ زید کے نکاح پر راضی اور آمادہ تھیں اور اس وقت یہ کہہ چکی تھی کہ میں نے زید
کو دودھ نہیں پلایا اور جب اُسے گود میں لیکر آنچل ڈھکالیا اس وقت میری پستان میں
مطلق دودھ نہ تھا کیونکہ اس وقت میرے لڑکی کی عمر ساڑھے تین سال تھی۔ پس جب
پہلے صراحتاً ارضاع زید سے انکار کر چکی ہے تو اب اس کا یہ قول جو پہلے قول کے صریح مناقض
ہے، قابل قبول نہیں، نہ اس سے کچھ شبہ جواز نکاح میں ہو سکتا ہے جیسا کہ درمختار میں
ہے۔ واللہ اعلم

نعم الجواب وهو عين الصواب

اشرف علی

ظاہر احمد عفا عنہ

۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

رضاعت کی ایک صورت | سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین
اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ کا نکاح ہوا سات سال کا عرصہ ہو چکا اب چند ماہ
سے یہ ظاہر ہوا کہ زید اور ہندہ کو حادہ نے جو ہندہ کی بھانج ہے اور زید کے چچا زاد
بھائی کی بیوی ہے ان دونوں کو ایام رضاعت کے اندر دودھ پلایا حادہ کا بھلف
شرعی بیان ہے کہ میں نے ان دونوں کو متواتر دودھ پلایا جبکہ ان دونوں کی عمریں
ایک سال کے اندر تھیں۔ ہندہ کے والدین کے حکم سے اور اس حالت میں کہ مجھے

دودھ کی سخت تکلیف تھی اس کے بعد اپنے شوہر کو بھی دودھ پلانے کی اطلاع دے کر ان سے اجازت حاصل کر لی تھی والدہ زید کا بکلیف شرعی بیان ہے کہ حامدہ کا زید کو ایک بار دودھ پلانا بذریعہ اس کی کہلائی مجھے معلوم ہے مگر ہندہ کے دودھ پینے کی بابت مجھ کو کوئی علم نہیں۔ نہ میں نے کسی سے سنا۔ شوہر حامدہ کا بکلیف بیان ہے کہ حامدہ کا ہندہ کو دودھ پلانا مجھے معلوم ہوا تھا اور مجھ سے اجازت بھی لی گئی تھی لیکن زید کے دودھ پینے کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ اور کوئی شہادت اس رضاعت کے متعلق موجود نہیں ہے پس اس صورت میں رضاعت کے ثبوت یا عدم ثبوت اور اس نکاح کے جواز یا عدم جواز کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور چونکہ یہ مسئلہ علت و حرمت کا ہے لہذا جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں۔

المکرم - دوسرے روز ہندہ نے ایک عورت مسماۃ ظہورن ملازمہ حامدہ کو پیش کیا کہ زید کو ایک بار اور ہندہ کو متعدد بار حامدہ کو دودھ پلاتے ہوئے میں نے اپنی آنکھ سے دیکھی ہے اور اس زمانہ میں بھی میں حامدہ کی ملازمہ تھی۔

الجواب

ثبوت رضاعت کے لئے ایک مرد عادل (نیک پابند شرع) اور دو عورتیں عادلہ (نیک پابند شرع) یا دو مرد عادل ہونے چاہئیں۔ صورت مسئلہ میں حامدہ کے ہندہ اور زید دونوں کو دودھ پلانے پر شرعی شہادت موجود نہیں لہذا زید اور ہندہ کا نکاح فتویٰ شرعی سے جائز ہے اور ان دونوں کو تعلق زوجیت بھی رکھنا جائز ہے لیکن احتیاطاً اس میں ہے کہ زید حالت موجودہ میں ہندہ کو طلاق دیکر الگ کرے۔ یہ احتیاط استحباب کا درجہ ہے زید پر ایسا کرنا واجب و لازم نہیں بشرطیکہ زید و ہندہ حامدہ کے فصل کی تصدیق نہ کرتے ہوں اور اگر دونوں یا فقط زید حامدہ کے قول کی تصدیق کرتا ہو تو نکاح فاسد ہو جائیگا۔ اگر دونوں تکذیب کرتے ہوں یا صرف زید تکذیب کرتا ہو تو اس صورت میں وہ حکم ہے جو مذکور ہوا کہ نکاح مجالہ باقی ہے گوا احتیاطاً پھر بھی علیحدگی میں ہے اور اگر ہندہ تصدیق کرے اور زید تکذیب کرے تب بھی نکاح جائز ہے لیکن اس صورت میں ہندہ زید سے قسم لیگی کہ تو قسم کھا کر کہہ کہ حامدہ نے ہم دونوں کو دودھ نہیں پلایا اگر وہ اس صورت میں قسم کھانے سے انکار کرے تو قاضی شرع ان میں تفریق کر دے۔ اگر قاضی شرع نہ ہو تو مسلمان زید کو طلاق دینے پر مجبور کریں۔ واللہ اعلم

اور اگر وہ قسم کھائے تو پھر اس صورت میں ہندہ کو زید کے پاس رہنا ضروری ہوگا۔ فقط قال فی الدر : و حجتہ حجة المال وھی شهادة عدلین او عدل و عدلتین لکن لا تقع الفرقة الا بتفريق القاضي (ای ان لم توجد المتاركة - شامی) قال فی رد المحتار عن الهندیة : تزوج امرأة فقالت امرأة ارضعتكما فھر علی اربعة اوجه : ان صدقاھا فسد النكاح وان كذباھا وھی عدلة فالتزمت المفارقة ویسعه المقام معها وكذا لو شهد غیر عدول او امرأتان او رجل وامرأة وان صدقا الرجل وكذبتھا فسد النكاح وان بالعكس لا یفسد ولھا ان تحلف ویفرق اذ نكل اھ (ص ۶۷۸ ج ۲) واللہ اعلم

حزرة ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون

۴ ربيع الثاني ۱۳۳۲ھ

تحقیق اختلاف روایات | سوال : ایک عورت مسماۃ زینب کہتی ہے کہ میں نے مسماۃ کریمہ کو بسنِ صغیری اپنا دودھ پلایا ہے اور ایک عورت دوسری بھی گواہی دیتی ہے کہ ہم نے زینب کو کریمہ کو دودھ پلاتے ہوئے دیکھا تھا دوسرا کوئی گواہ نہیں اب اس زینب کے قول اور دوسری عورت کی گواہی سے اخ زینب کو کریمہ کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور رضاعت ثابت ہے یا نہیں اگر نہیں تو ذیل کی عبارت کا کیا مقصد ہے

ففي الفتاوى الهندية والمصرية : و إذا قالت هذا ابني رضاعاً و اصرت عليه جازله ان يتزوجها لان الحرمة ليست اليها قالوا : و به يفتي في جميع الوجوه كذا في البحار الرائق (ص ۳۷۱ ج ۱)

اور فتاویٰ قاضیخان میں ہے : وان اراد الرجل ان يخطب امرأة فشهدت امرأة قبل النكاح انها ارضعتها كان في سعة من تكذيبها كما لو شهدت بعد النكاح اور فتاویٰ بزاز میں ہے : ولا تثبت بشهادة الواحدة سواء كانت اجنبية او امرا احد الزوجين . انتهى -

اگر درست ہے تو زیرین عبارتوں کا کیا مقصد ہے ؟ :

ففي البزازية : صغير وصغيرة بينهما شبهة الرضاع ولا يعلم ذلك حقيقة

لاباس بالنکاح بینہا اذالم یخبر به واحد فان اخبره واحد عدل ثقة یؤخذ بقوله ولا یجوز النکاح بینہما وان اخبر بعد النکاح فالاحوط ان یفارقہما الخ اور رد المحتار میں ہے: لو شهدت به امرأة قبل النکاح فهو فی سعة من تکذیبہا لكن فی محرمات الخانیة ان کان قبله والمخبر عدل ثقة لا یجوز النکاح وان بعده وهما کبیران فالاحوط التنزه انتهى۔ بیتواتوجروا

احقر غلام محمد ملک - قریہ قادربخش سندھ

الجواب

اصل یہ ہے کہ ثبوت رضاع میں روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات سے شہادت عا دل واحدہ کا کافی ہونا بھی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اخیر کی عبارات سے مفہوم ہوتا ہے اور ظاہر روایت جو متون میں مذکور ہے اس کا مقتضایہ ہے کہ بدون دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کے ثبوت رضاع نہیں ہو سکتا اور مذہب میں معتمد بھی یہی ہے۔

قال فی الدر: وجته حجة المال وهي شهادة عدلين او عدل وعدلتين اه قال الشامي: وافاد انه لا یثبت بخبر الواحد امرأة کان اورجلاً قبل العقد او بعده وبه صرح فی الکافی والنہایة تبعاً لما فی رضاع الخانیة الی ان قال بعد نقل الروایات المفیده لثبوتہ بخبر الواحد لكن قال فی البحر بعد ذلك ان ظاهر المتون انه لا یعمل به مطلقاً فلیکن هو المعتمد فی المذهب۔ قلت: وایضاً هو ظاهر کلام الکافی للحاکم الذی جمع کتب ظاہر الروایة وفرق بینہ وبين قول خبر الواحد بنجاسة الماء او اللحم۔ فراجعہ من کتاب الاستحسان اه (ص ۶۷۸ ج ۲)

پس صورت مسئلہ میں فتویٰ کی رو سے ان دونوں میں نکاح درست ہے لیکن تقویٰ اور درعیہ ہے کہ نکاح نہ کیا جائے اور ہو گیا ہے تو مفارقت کر لی جائے

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ از تھانہ بھون

۲۳ رذی الحج ۱۴۲۷ھ

مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانے سے رضاعت کا معتبر نہ ہونا سوال: تین برس کی لڑکی اگر نکاح کے بعد داماد کی ماں یعنی نابالغہ بیٹی نے شوہر کی ماں

کی پستان میں منہ میں ڈال کر طیکہ اس پستان میں مطلقاً دودھ نہیں اب فقط خوش دامن کی پستان میں منہ دینے سے رضاعی بن ہوگی یا نہ اور حرام ہوگی یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئلہ میں رضاع متحقق نہیں ہوگا کیونکہ رضاع مدت رضاع میں دودھ پینے کو کہتے ہیں اور یہاں نہ دودھ پیا گیا اور نہ وہ بچی اتنی عمر کی ہے جو رضاع کے لئے شرط ہے

وفی تنویر الابصار: حولان ونصف عنده وحولان عندها وهو الاصح (شامی ج ۲۶)

وايضاً فيه: ويشيت التحريم في المدة وقال الشامي تحت قوله في المدة فقط

اما بعدها فانه لا یوجب التحريم۔ بحر (ص ۲۶۲ ج ۲)

وقال الشامي تحت قول الدر: (فلو التقم الخ) وفي القنية امرأة كانت تعطى شديها صبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن فی تدیبي لبن حين القمتها فی تدیبي ولم یعلم ذلك الا من جهتها جاز لابنها ان يتزوج بهذه الصبية اه (ص ۶۶۲ ج ۲) واللہ اعلم

الاجوبة صحيحة

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۲۶ رذی قعدہ ۱۴۲۷ھ

مسئلہ رضاعت سوال: کیا رضاعت کے ثبوت کے لئے شہادت اس قدر کافی ہے کہ بچہ کو ایک عرصہ تک گود میں پستان منہ میں لیتے دیکھا ہے یا دودھ کا معاینہ ضروری ہے اگر معاینہ ضروری نہیں تو بعض کا کہنا کہ پستان دوھنے سے رقیق سا پانی نکلتا تھا دودھ نہیں تھا اور بعض کا کہنا ہے کہ کچھ بھی نہیں نکلتا تھا محل فی الشہادة ہے یا نہیں رضاعت کا انتقال ہو گیا ہے

الجواب

اگر رضاع کا دعویٰ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کرتی ہوں (جن میں ایک دایہ بھی ہو سکتی ہے) تو ان کا بیان لکھا جائے کہ وہ کیا کہتی ہیں پھر جواب دیا جائیگا

احقر عبد الحکیم عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ

الاجوبة صحيحة

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ

سوال: ایک عورت ایک شیر خوار لڑکا پھوڑ کر مر گئی وہ لڑکا اپنی بیٹے کی اخت رضاعیہ سے نکاح جائز ہے حقیقی نانی کا دودھ پیا اور لڑکے کی ایک نابالغہ خالہ ہے اس خالہ کے ساتھ لڑکے کے باپ نے نکاح کیا ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

محمد یاسین خان

موضع الکدیہ پوسٹ بوگیہ ضلع جسر

الجواب

فی الدر: (فیجر منه ما یجر من النسب الام اخیه واخته واخت ابنه) وبنته الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص اپنی سالی سے نکاح کر سکتا ہے

صحیح

احقر عبدالکریم

ظفر احمد عفاعنہ

۵ رذی قعدہ ۱۳۵۷ھ

سوال: ایک عورت آٹا گوندھ رہی تھی اور اس کی پستان سے دودھ گر کر آٹے میں مل گیا تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں شوہر اس کو کھا سکتا ہے کو مکروہ ہے اور بچوں کو جائز ہے۔ اس مسئلہ سے تفصیل کے ساتھ مطلع کریں۔ فقط زیادہ حداد ب۔ پٹیالہ خادم فتح محمد

الجواب

آٹے میں دودھ گرنے سے اس آٹے کا کھانا موجب حرمت نکاح نہ ہوگا لائق لیس فی معنی الرضاع لاسیما بعد اقرانه بالخبر اور نہ اس سے رضاع ثابت ہوگا البتہ دودھ جزوانسان ہے جس کا استعمال تصدًا جائز نہیں چاہے کھانے ہی میں ہو پس اس سے احتراز اولیٰ ہے لیکن چونکہ وہ پکتے میں جل جاتیگا اور شئی قلیل ہے اس لئے احتراز واجب نہیں اس کی روٹی سب کو کھانا جائز ہے۔ لما فیہ من الحرج وهو مرفوع عن الامۃ۔ واللہ اعلم

ظفر احمد از تہانہ بھون

۱۶ شعبان ۱۳۵۷ھ

سوال: بخد مت اقدس حضرت مخدومی و مخمدی جناب مولانا اشرف علی صاحب ادام اللہ بقاءکم و رزقنا اللہ لقاءکم۔ السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ مرحومہ عنایت مر بیانہ فرمودہ از ارسال اجوبہ مسئلہ بندہ را مفتخر دمت از فرماید امید کہ در ارسال اجوبہ دیر نہ فرماید۔ اجوبہ مدلل و مؤید بعبارات فقہیہ ارشاد فرماید کہ جمیع علماء و اسئلہ ذیل رجوع بآن حضرت بابرکت نموده اند صرف بہ آدن اجوبہ از آل حضرت نزاع و مخاصمہ دینی ایشان مدفوع و مرفوع خواہد شد۔

حقیقت ہمیں طور است کہ در میان ولی محمد نامی و مسماۃ حوار رضاع شتر شدہ بود از یکی مولوی صاحب پر سیدند مولوی صاحب تقصص نمود نزد مولوی صاحب مادر ولی محمد و خواہر رضاعہ گفتند کہ مارا مسماۃ خواہر رضاعہ اولیٰ کہ اکنون فوت شدہ است گفتہ بود کہ من ولی محمد را شیر خود در مدت رضاع دادہ ام مولوی صاحب گفت چونکہ شاہدان دیگر نیستند لہذا ولی محمد را میرسد کہ با خواہر حوا کہ ہم حوانام دارد نکاح می تواند کرد ہمیں تحریر را ولی محمد نزد مولوی صاحب دیگر برد۔ مولوی صاحب دیگر ولی محمد را گفت تو درین بارہ چہ میگوئی ولی محمد قرآن شریف بہ سر برداشتہ ہمیں اقرار و تصدیق نمود

اقرار و تصدیق ولی محمد و ہو ہذا

مراسماۃ باطل کہ زن برادر من است گفتہ کہ تو طفل شیر خوارہ بودی و گریہ میکردی برائے تلی تو ترا پیش خواہر خود کہ مسماۃ حوا بودی بردم و حوار امی گفتم کہ ولی محمد را پستانہائے خود بدہ پس مرا حوامی گفت کہ اکنون ولی محمد را شیر خود نوشانیدم یعنی پستانہائے خود دادم اورا زیر دار و مرا عام مردمان دیگر ہمسا یگان و خویشان ماہستند ہم گفتہ کہ تو در صغر (مدت رضاع) پستانہای حوا با خان محمد کہ پسر حوا بود نوشیدہ اکنون آن مردمان مردہ اند۔ اکنون من میگویم کہ آن کسان را کہ مرا گفتہ کہ تو پستانہائے مسماۃ حوا نوشیدہ حکایت و شہادت ایشان صدق است تا ہنوز نکاح من با حواتانیہ (خواہر حوا رضاعہ) نشدہ است باقی نامزدگی ہست نشان انگشت چپ ولی محمد □ پس مولوی صاحب دیگر گفت رضاع ثابت است ولی محمد را میرسد کہ با خواہر مسماۃ حوا کہ ہم حوانام دارد نکاح کند حواتانیہ خالہ رضاعیہ ولی محمدی شود ولی محمد اقرار مع الثبات و تصدیق شرعیہ نمودہ است۔ درین اثنا برگفتہ مولوی صاحب اول اعتماد نمودہ و از گفتہ مولوی صاحب دیگر بی اعتنائی

کرده ولی محمد با خواثانیہ کہ خواہر مریضہ اوست نکاح نمود۔ آخر الامر ولی محمد و پدر خواثانیہ برائے فیصلہ شرعیہ محکم گرفتند محکم اولاً از ولی محمد پرسید کہ تو این اقرار و تصدیق نزد مولوی صاحب فلاں (دیگر) کرده و محکم آن اقرار و تصدیق خواند ولی محمد گفت ہرچہ درین بیان مرقوم می باشد مرا ثابتہ نمی شود کہ همان بیان است یا نہ باقی نشان ترا انگشت من پس محکم از حافظ عبد اللہ کہ شاہد بر اقرار و تصدیق او بود پرسید حافظ عبد اللہ دست بر قرآن شریف داشتہ گفت من شاہدے میدہم کہ پیش من ولی محمد نزد مولوی صاحب دیگر ہمین اقرار الخ نموده است و در اقرار خود ولی محمد گفتہ کہ بقسم صدق است و دستخط بر شہادت اقرار من است بعدہ محکم از مولوی شفیع محمد پرسید آن گفت کہ من شاہدے می دہم بقسم کہ نزد من ولی محمد تحریر مولوی صاحب اول بیاورد چونکہ در آن تحریر بیان ولی محمد مرقوم نہ بود از و پرسیدم او قرآن شریف بر سر داشتہ لہذا اقرار و تصدیق نبشتہ الخ بعینہ نمود پس محکم صاحب خدامی داند بہرکہ این دلیل حکم بجا از نکاح نمود ہر چند کہ گفتہ شد محکم صاحب تبیین در حکم نباید تفتیش نموده و با علماء دیگر صفائی کردہ حکم باید کرد مگر محکم صاحب نہ صفائی و تفتیش منظور کرد ورنہ از حکم جواز باز ماند۔ از جوابات مسئلہ ہمیں ہم مرہون منت فرمایند۔

سوال اول : در فتاوی عالمگیریہ است در باب رضاع ولو وجد الاقرار فشہد اثباتاً علی الاقرار فرق بینہما۔ مراد ازین اقرار مطلق اقرار است یا اقرار مع الثبات است ؟ گرفتن شہود عند انکار الاقرار در مطلق اقرار است یا در اقرار مع الثبات ؟ اگر اقرار رضاع بدون ثبات کرد پس در انکار ازین اقرار ہم قاضی را میرسد از گواہان گواہی شرعی گرفت تفریق نماید یا اقرار مع الثبات شرط گرفتن شہود عند انکار است و بدون اقرار مع الثبات در صورت انکار اقرار مطلق شود نمی تواند گرفت ۔

سوال دوم : در رجوع عن اقرار الرضاع و جود عن الاقرار فرق است یا نہ ؟

سوال سوم : چنانچہ تصدیق زوج مریضہ را نکاح را فاسد میگرداند کہ ذلک تصدیق زوج مریضہ و رضاع را نکاح را فاسد نمی گرداند ۔

سوال چہارم : اگر زوج زوجہ خود را گفت ہذا اختی و بعدہ بلا انقطاع نفس گفت و هو صدق اقرار مع الثبات خواہد شد یا نہ یا در اقرار مع الثبات

در میان کلام " ہذا اختی " و میان کلام " هو صدق " مع انقطاع نفس و تاخیر۔ و مجلس دیگر شرط و ضروری است ۔

سوال پنجم : ثبات چنانچہ بالفاظ " هو حق او صدق او کما قلت و نحوہ " متحقق می شود یا نہ ؟۔ در اثباتہ است در باب شہادت " و ہذا مشروط بما اذا المرئیت علی اقرارہ بان قال هو حق او صدق او کما قلت او شہد علیہ بذلك شہود الخ "۔

السائل : بندہ شفیع محمد مسجدی پوسٹ قاضی محمد عارف
تعلقہ میٹر ضلع لاڑکانہ سندھ بمحرفت قاضی عبد الحکیم

الجواب

صورتِ مسئلہ میں چونکہ ولی محمد نے ایک عالم کے سامنے قرآن سر پر رکھ کر اقرار رضاعت کیا ہے اور یوں کہا ہے کہ : " من میگویم کہ آن کسان کہ مرا گفتہ اند کہ تو پستانکاستماة حوا نوشیدہ حکایت و شہادت ایشان صدق است الخ ۔ اور اس اقرار پر دو گواہ موجود ہیں ۔ تو اگر یہ دونوں گواہ عادل ہوں تو مثنوی ولی محمد کا نکاح حوا ثانی سے درست نہیں ہوا دونوں کو ایک دوسرے سے متارکت و تفریق واجب ہے
قال فی البحر : وینبغی ان یکون الفساد فی الرضاع الطاری علی النکاح اما لو تزوج امرأۃ فشہد عدلان انها اختہ ارتفع النکاح بالکلیۃ حتی لو وطئہا یحد و یجوز لہا التزوج بعد العدة من غیر المتارکۃ (منہ ۲۳ ج ۳)
وقال فی رد المحتار : بخلاف ما اذا شہد علی اقرارہ او قال هو حق او نحوہ فانہ یدل علی علمہ بصدق الخبر و انہ جازم بہ فلا یقبل رجوعہ بعدہ (ص ۶۶۷ ج ۲)

سوالات زائدہ کا جواب حسب ذیل ہے

۱ عبارت عالمگیریہ میں اقرار سے مطلق اقرار مراد ہے اگر کوئی شخص اقرار رضاع کا منکر ہو جائے تو مطلق اقرار پر شہادت قبول کی جائیگی مگر مشہود علیہ رجوع کر سکتا ہے

اقرار مع الثبات پر شہادت لینے کی ضرورت نہیں اگر مشہود علیہ رجوع نہ کرے اگر مطلق اقرار پر شہادت مادلہ قائم ہوگئی تو قاضی تفریق کر سکتا ہے کیونکہ حجیت اقرار کے لئے ثبات شرط نہیں اگر مقرر نے رجوع نہ کیا ہو بلکہ ثبات کی شرط صرف عدم صحت رجوع کے لئے ہے۔
لما یظهر من الدر والشامیہ وغیرہا من المتون والشرح۔

۲۔ جحد عن الاقرار اور رجوع عن الاقرار میں فرق ظاہر ہے۔ جحد کے یہ معنی ہیں کہ یوں کہے کہ میں نے اقرار ہی نہیں کیا اور رجوع عن الاقرار میں اقرار کو تسلیم کر کے اس اقرار کی تکذیب و تغلیط کرتا ہے کہ میں نے اس اقرار میں غلطی کی تھی صحت رجوع عن الاقرار میں یہ شرط ہے کہ اقرار سابق مع الثبات نہ ہو اور اگر شہادت مادلہ سے اقرار سابق کا مع الثبات والاصرار ہونا ثابت ہو جائے تو رجوع معتبر نہ ہوگا

۳۔ ہاں تصدیق مرضعہ و تصدیق شہود رضاع دونوں موجب اقرار رضاع و مستلزم فساد نکاح ہیں لا فادتهما اقرار الرضاع واشباتہ واللہ اعلم

۴۔ جب اقرار رضاع کے بعد "هو صدق او حق او هو کما قلت ونحو من الالفاظ المؤکدة استعمال کئے جائیں خواہ متصلاً یا منفصلاً تو یہ اقرار مع الثبات ہوگا

لما فی الدر: ولو ثبت علیہ بان قال بعدہ هو حق کما قلت ونحو ۱۱ (مشکوٰۃ ج ۲) و قوله بعدہ یعم المتصل والمنفصل علیہا وانما یشرط اتحاد المجلس لان التاکید من بیان المقرر و بیان التفسیر والتقریر مجوز موصولاً ومفصلاً کما حققه الاصوليون (مک فی الاصول)

حزرة الاحقر ظفر احمد عفاعنه

۱۹۔ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ

ضمیمہ متعلق سوال بالا

سوال: در حق شخصے ولی محمد نسبت رضاع از حوا مشہور بود ولی محمد از جهت تحقیق نسبت یک مولوی محمد ملوک نامی را گرفتہ آورد کہ شرعی تحقیق کردہ حکم نماید اگر رضاع ثابت بحجت شرعی شود فیہا والا ہمیشہ حوا را نکاح کند مولوی محمد ملوک آمدہ تحقیق کرد و خوبتش نمود معلوم شد کہ مسماۃ ہاتل را خبر است ہاتل را طلبید ہاتل گفت کہ من ولی محمد را در خوردگی نزد حوا بردم کہ در اطفال کند بعدہ وقتیکہ از جہت برداشتن می آمد حوا می گفت کہ من اورا پستان دادہ ام من بچشم خود گاہے ولی محمد را شیر نوشاندہ از حوا ندیدم بنا بر خبر حوا حکایت رضاع مشہور کردم و بجز ہاتل ہیچ

شاید پیدا نشد کہ از رضاع خبر دہد و شہادت ادا کند مولوی صاحب کم کرد رضاع ثابت نیست ولی محمد را میرسد کہ ہمیشہ حوا را نکاح کند و تحریر نوشتہ داد کہ از مولوی صاحب شفیع محمد شفیع کنا نید آید مولوی شفیع محمد ولی محمد را گفت کہ من ترا حلف دادہ می پرسم کہ توجہ میگوئی؟ بعدہ مولوی صاحب اورا بہ مسجد شریف بردہ کلام اللہ شریف بر سرش دادہ پرسید کہ چہ حال هست۔ در جواب مولوی صاحب الفاظیکہ مولوی صاحب در اقرار نامہ نوشتہ از و نشان قبولیت گرفت اقرار نامہ بعینہ در زیر ثبت است بنا برین اقرار مولوی محمد شفیع تحریر کرد کہ رضاع ولی محمد از حوا ثابت است کہ نزد من تصدیق مجبران کردہ و تصدیق اقرار بعدہ ولی محمد بر آن اقرار مستقیم ماند و اصرار نہ کرد بلکہ گفت کہ من اقرار نہ کردہ ام مرا بہ نسبت رضاع شیخ خبر نیست مولوی صاحب بر سر قرآن شریف در مسجد داد از ہیبت کلام اللہ شریف پریشان شد و نہ استم کہ چہ گفت بعدہ از اقرار جحد کردہ ہمیشہ خود را نکاح کرد از جہت تصفیۃ این فیصلہ یک غلطی مقرر کردند محکم از ولی محمد پرسید کہ تو نزد مولوی شفیع محمد تصدیق کردہ گفت نہ، مولوی شفیع محمد شہادت داد کہ ولی محمد نزد من تصدیق کردہ و دیگر یک شاہد عا فظع الشہد نامی گفت کہ من یاد ندارم کہ اقرار رضاع و تصدیق کردیانہ؟ بعدہ چون اقرار نامہ شنید گفت بلکہ این چنین در جواب مولوی شفیع محمد گفت محکم حکم کرد کہ رضاع ثابت نیست آیا درین صورت حکم صحیح است یا نہ؟ و رضاع ولی محمد از حوا ثابت می گردید یا نہ و اقرار و تصدیق کہ ولی محمد کردہ بدون اصرار و دوام مثبت رضاع قابل افتد شہادت میشود یا نہ؟ بلکہ از جہت عدم اصرار و ثبات تحت نیست و اخذ شہادت بی سود۔ بینوا تو حروا

الجواب

در صورت مسئلہ خود اقرار ولی محمد مثبت حکم حرمت رضاع و مفید محرم نیست فضلاً عن التكلف لاثباتہ علیہ، زیرا کہ ولی محمد بر زبان خود نہ گفتہ است کہ من شیر حوا نوشیدہ ام یا خواہر حوا خالہ رضاعیہ ام می باشد بلکہ غایۃ الامر آن است کہ تصدیق گو اہل ان بگفتن مولوی شفیع محمد نمودہ و آن نیز اگر چہ بموجب تفوہ بما لا یفققہ کلامی بود کہ قائل از حقیقت آن آگاہ نبود اما اگر تنزل از ان کردہ تسلیم تصدیق او کنیم تا ہم اقرار رضاع بدان ثابت نمی گردد چہ اقرار بہ تصدیق آن شہود ثبوت می پذیرد کہ شہادت او نشان نیز مثبت رضاع باشد و در صورت مسئلہ شہادت او شان کہ حسب سماع است و فقط بہ اشاعت ہاتل خبر بہ سماع آنان رسیدہ و خود ہاتل نیز مقرر بر دیت خود نیست بلکہ خبر سماع از خواہر خود حوا میکند

چنانکہ فیصلہ مولوی محمد ملوک صاحب و بیان ولی محمد برآن دلالت می دارد لهذا بتصدیق چنین شہود اقرار برضاع ثابت نخواهد شد و اگر ازان ہم تنزل نمایم و فرض کنیم کہ این تصدیق شہود عیانی است و تصدیق شہود اقرار است چنانکہ صاحب در المختار تصدیق شہود اقرار گفته است۔

حيث قال في كتاب الشهادة واما قوله صدقوا او هم عدول صدقة فانه اعتراف بالحق فيقضي باقراره انتهى (ص ۴۱ جلد رابع رد المختار مطبع مصری) تاہم مضید مقصود محرم نیست زیرا کہ بعد اقرار ثبات، مقرب اقرار نیز شرط برائے تفریق بین الزوجین است و آن درین صورت مفقود است۔

قال في الدر المختار (ص ۴۲ جلد ثانی رد المختار مطبع مصری) فی باب الرضاع قال لزوجه هذه رضیعتی ثم رجع عن قوله صدق لان الرضاع ما يخفى فلا يمنع التناقض فيه ولو ثبت عليه بان قال بعده هو حق كما قلت ونحوه هكذا فسر الثبات في الهداية وغيرها فرق بينهما انتهى

و ولی محمد را کہ مولوی شفیع محمد اقرار بہ اجراء کلام کنانیدہ است در آن فقط اقرار است کہ رجعت ازان صحیح است و ثبات بر اقرار کہ بعد از اقرار باشد چنانکہ لفظ بعدہ در عبارت مذکورہ برآن دلالت می دارد یا فتنہ نمی شود پس حکم مولوی شفیع محمد بحرمت رضاع باوجود انکار ولی محمد و گفتن او مرا خبرے از سخن او نیفتاده کہ چہ گفته من فقط الفاظ را حسب گفتن او می گفتم خلاف شریعت است

والحاصل ان الثبات على الاقرار هو ان يقول بعد الاقرار انه حق او هو كما قلت او ما يفيد ذلك المعنى كما تبين من عبارة الدر المختار التي نقلناها سابقا وكما صرح به في فتح المعين حاشية المسكين شرح الكونحيث قال: قال لزوجه هي اتمى واختى وابنتى من الرضاع و اصر على ذلك بان قال بعده هو حق كما قلت فرق بينهما ولم يصح بل قال أخطأت ونسيت لم يفرق انتهى فالبعديّة المصحح بها في هاتين العبارتين تستلزمان ان يكون الاقرار سابقا على الثبات ومن المعلوم ان غاية ما يثبت فيما نحن فيه من كلام ولي محمد هو تصديق الشهود فان ولي محمد قال (ان شهادة الشهود صادقة) فلو جعلتم هذا التصديق اقرارا كما تشهد به عبارة الدر في كتاب الشهادة فاین اللفظ الدال على الثبات الذي يكون بعد الاقرار

وان جعلتموه شاقا على الاقرار فاین الاقرار السابق على الثبات فعلم انه ليس ههنا الا الاقرار المعزى عن الثبات. قد تقدرا انه يجوز الرجوع عنه. هذا ما ظهر لى في هذا الباب والله اعلم بالصواب۔

حذره الفقير محمد ابراهيم الياسينى نجاور الله عنه

هذا هو الحق الصريح والجواب الصحيح وانا المصدق

الفقير محمد قاسم المتوطن في كوهاي ياسين

نشان مهر

بر سر کوش محمد قاسم است

نقل اقرار نامه ولی محمد

مراسمۃ باطل کہ زن برادر من است خبر کرده بود کہ ترا از جهت نظرداری نزد ہمیشہ خود مسامۃ حوامی بردم و حوامی گفتم کہ ولی محمد را پستان بدہ بعدہ مرا می گفت کہ الحال پستان او را داده ام و شیر نوشانیہ ام با خود برداشته بردم و دیگر آدمیان از جوار و اقرباء نیز عامی گفتند کہ تو از حوامی محمد در صغارت پستان نوشیدہ الحال آن آدمیان مردہ اند درین وقت میگویم کہ آن آدمیان کہ مرا گفته اند کہ تو از حوامی نوشیدہ حکایت او شان و شاهدہ راست است، من تا ہنوز بہ حوامیغیرہ (ہمیشہ حوامی کلان کہ از و نسبت رضاع مشہور بود) نکاح نکردہ ام باقی نامزدگی شدہ است۔

الجواب من جامع امداد الاحکام

اس سوال میں او پہلے سوال میں جو مولوی شفیع محمد صاحب نے بھیجا تھا فی الجملہ مخالف ہے۔ پہلے سوال میں مسامۃ باطل کو لکھا ہے کہ مرگئی ہے، اب زندہ نہیں اور اس سوال میں مسامۃ باطل کو زندہ ظاہر کیا ہے اور یہ کہ اس کو طلب کر کے اس سے بیان لیا گیا لیکن بہر حال قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ «المرأ یؤخذ باقراره» مستثنی ولی محمد نے مسامہ باطل کا جو بیان اپنے اقرار میں ظاہر کیا ہے اور اس پر قسم کھائی ہے وہی اس پر حجت ہے۔ بینہ اور شہادت کی ضرورت تو وہاں ہو جہاں مقرر کا اقرار موجود نہ ہو۔ پھر مستثنی ولی محمد نے اپنے اقرار میں صرف مسامہ باطل پر مدار نہیں رکھا بلکہ دوسروں سے بھی سماع رضاع بیان کیا ہے کہ مراد دیگر آدمیان از جوار و اقرباء نیز عام می گفتند کہ تو از حوامی محمد در صغارت پستان نوشیدہ الحال آن آدمیان مردہ اند اور مستثنی ولی محمد اگر اسی بیان پر اکتفا کرتا تو اس سے اقرار رضاع بجو ثبات ہو جاتا کیونکہ ولی محمد نے

یہ سب بیان حلف کے ساتھ دیا ہے مگر اس کے بعد کہتے ہیں «درین وقت من میگویم کہ آن آدمیان کہ مرا گفتند کہ تو از حواشیر نوشیده حکایت او شان و شاهدے راست است» اور یہ ثبات ہے مجیب کا اسی کو اقرار سمجھنا اور یہ کہنا کہ اس کے بعد ثبات کہاں ہے نہایت عجیب ہے اور اگر بالفرض مان لیا جائے کہ یہی اقرار ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ قرار مع الثبات ہے اور اس نے جو در مختار کے قول «ولو ثبت علیہ بان قال بعده الخ» سے یہ سمجھا ہے کہ ثبات کے لئے اقرار کے بعد ہونا ضروری ہے، صحیح نہیں بلکہ بعد کی قید محض تمثیل و توضیح ہے ورنہ ثبات مع الاقرار بھی ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ ابن عابدین علی البحر (ص ۲۳۲ ج ۳)

صریح هذه النقول ومنطوقها مع العلم بوقوع العطف التفسیری فی الكلام الفصیح شاهد بان المراد بالثبات والدوام والامرار واحد - وبان الثبات علیہ لا یحصل الا بالقول بان یشهد علی نفسه بذلك او یقول حق او كما قلت او فی معناه کقولہ هو صدق او صواب او صحیح او لا شک فیہ عندی ولا ریب ان قوله هو صدق اکدم قوله هو كما قلت امر

اس میں صاف بتلایا گیا ہے کہ شہادت علی الرضاع یعنی قسم اور شہادت کے لفظ سے رضاع کا اقرار بھی ثبات میں داخل ہے اور ظاہر ہے کہ قسم و شہادت مقسم بہ سے مقدم ہوتی ہے نہ مؤخر اور محروم و غیرہ میں بھی کسی نے «بعدہ» کی قید بیان نہیں کی۔ پس ہمارے نزدیک تفسیر ثبات کی یہی ہے کہ اقرار ہو کر ہو چنانچہ عبارت بحریں «هو صدق» کو «هو كما قلت» سے مؤکد ہونے کی وجہ سے ثبات میں داخل کیلئے ہے۔ پس اگر اقرار ہو کر ہو گا خواہ یمین سے خواہ اس قول کے ساتھ کہ یہ بیان صحیح ہے تو ثبات کا تحقق ہو جائیگا اور رجوع قبول نہ ہو گا کیونکہ ثبات تاکید ہے اور تاکید مفید مجرم ہے۔

قال الشامی: بخلاف ما اذا شهد علی اقراره او قال هو حق او نحوہ فانه یدل علی علمه بصدق الخبر وانه جائز به فلا یقبل رجوعه بعده الخ (ص ۲۳۲)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ ثبات کے بعد اس لئے رجوع صحیح نہیں کہ وہ علم بصدق خبر اور مجرم بہ پر دال ہے اور یہ فائدہ ہر اس کلام سے حاصل ہو سکتا ہے جس میں تاکید موجود ہو خواہ اقرار کے ساتھ تاکید ہو یا اقرار سے منفصل ہو پس صورت مسئلہ میں اقرار ولی محمد مع الثبات متحقق ہے۔ اب اس کا اس بیان سے رجوع کرنا اور یہ کہنا کہ میں نے قرآن کی دہشت سے

یہ کہا تھا اور بے خبری میں کہا تھا سب لغو ہے۔ واللہ اعلم

ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون

۹ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ

مسئلہ رضاعت | سوال: اگر کسی کے در حق او البتہ نسبت رضاع مشہور ہو اور اس پر سیدہ شد کہ توجہ می گوئی؟ اور قرآن شریف بر سر داشتہ گفت کہ مرا ایک زن خبر کردہ کہ رضاع ہست تصدیق آن قول نہ کرد نہ تکذیب این را اقرار بہ رضاع گفتہ شود یا نہ؟ بلکہ از جهت اقرار تصدیق ضرور است؟

الجواب

اس صورت میں محض اخبار رضاع ہے اقرار ثبوت رضاع نہیں۔ کیونکہ قائل نے یہ نہیں کہا کہ میں اس کے قول کی تصدیق کرتا ہوں اور محض ایک عورت کا بیان ثبوت رضاع میں حجت نہیں اور قرآن سر پر رکھنا بدون لفظ قسم کے قسم نہیں اور ہو بھی تو اس سے محض اخبار مرآۃ پر جزم کا اظہار ہوا اس کی تصدیق پر توجہ نہیں ہوا۔ ہذا ما علمتہ واللہ اعلم

حزقہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون خافہ امدادیہ

۸ شعبان ۱۳۵۷ھ

رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو آپس میں ایک دوسرے کے علی الترتیب حقیقی ماموں بھانجے ہیں عمرو نے ایام طفولیت میں زید کی والدہ یعنی اپنی حقیقی نانی کا دودھ پیا ہے اس وقت نانی کی عمر ۳۵ سال کی تھی اور جس زمانے میں عمرو نے اپنی حقیقی نانی کا دودھ پیا اس زمانے میں زید کی عمر دو سال کی تھی اب تجویز یہ ہے کہ زید کی جو ایک ہندہ نامی لڑکی ہے اس کو عمرو کی زوجیت میں دیا جائے لہذا اس مسئلہ کا جواب باصواب مع حوالہ کتب مستند تحریر فرما کر ارسال کریں فقط یتینوا توجروا۔ المستفتی: محمد حشمت اللہ ایاضی چوک برہانپور

الجواب

عمرو کا نکاح زید کی کسی لڑکی سے بھی جائز نہیں کیونکہ زید و عمرو رضاعاً بھائی ہو گئے پس زید کی لڑکی عمرو کی بھتیجی ہوتی اور بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب «متفق علیہ»

والمسئلة مصرحة في سائر كتب الفقه والله اعلم

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

۲۴ سوال

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ تنہا مرضعہ کی شہادت ثبوت رضاعت کے لئے کافی نہیں ہے

میں دانت بھی دودھ موجود تھے ایسے بچہ کو عام طور پر مخوس خیال کیا جاتا ہے اس لڑکی کے ماموں مستی زید کی منشا اپنے بیٹے کے ساتھ اس لڑکی کو منسوب کرنے کی تھی ہندہ بھی رہنا مند تھی مگر عام طور پر یہ مشہور ہو گیا کہ زید کی بیوی نے ہندہ کی بیٹی کو دودھ اپنا پلا دیا ہے۔ ہندہ فوت ہو گئی ہے اور اس کا خاوند بھی فوت ہو گیا ہو یا عام خیال کے مطابق اس لڑکی کا منسوب ہونا بھی مسلم ہو گیا مگر زید اپنے خیال پر قائم ہے اور ان خیالات کو لغو قرار دینا ہے چنانچہ اپنے لڑکے کے ساتھ ہندہ کی لڑکی کا عقد کرنے کا سبب انتظام زید نے درست کر لیا۔ بات موجود ہوئی مگر چونکہ سب میں یہ بات متہور ہو چکی تھی کہ اس لڑکی کو زید کی بیوی نے دودھ پلایا ہے۔ پس ناکح نے عدم جواز کا فتویٰ دیکر نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا زید اور دیگر معتر اشخاص کہتے تھے کہ دراصل دودھ نہیں پلایا گیا۔ یہ صرف اس لڑکی کی نحوست سے بچنے کے لئے زنا نہ وہم کی بنا پر ایک چال کی گئی لوگ کہتے تھے کہ خود زید کی عورت کہہ چکی ہے کہ میں نے دودھ پلایا ہے۔ آخر زید کی بیوی سے دریافت کیا گیا۔ پہلے تو وہ کچھ بھلیاں بھراں بھرے مجلس میں یہ اس الفاظ اقرار کیا کہ ہندہ کی اس لڑکی کو جبکہ وہ بیس یوم کی تھی ضرور گود میں لیکر اپنی چھاتی اس کے منہ میں دی تھی صرف اس بنا پر کہ مخوس لڑکی میرے بیٹے سے منسوب نہ ہو سکے اور میں نے یہ بات اس غرض سے عام لوگوں میں مشہور کر دی تھی لیکن درحقیقت نہ اس لڑکی نے میری چھاتی دہائی نہ کوئی گھونٹ دودھ کا اس نے پیا۔ فوراً ہی میں نے گود سے ہٹا کر الگ لٹا دیا بعد ازاں ہرگز نہ گزرتا کہ میری چھاتی بھی اس کے منہ میں نہیں دی۔

زید کی بیوی نے علفیہ برسر مجلس مذکورہ بیان دیا جب اس کو عذاب الہی سے ڈرایا گیا اور ایمان جاتے رہنے کا خوف دلایا گیا جب بھی اس نے مذکورہ بیان کی تائید کی اور یہ بھی کہا کہ یہ بیان میرا اگر غلط ہو تو میرا منہ کالا ہو اور جہنم نصیب ہو اس پر ناکح نے ہندہ کی لڑکی کا نکاح زید کے بیٹے کے ساتھ پڑھا دیا کہ از روئے فقہ تین گھونٹ دودھ کے پی لینے

سے بھی مانع نکاح نہیں چہ جائیکہ مرضعہ کے قول کے موافق مطلق کوئی گھونٹ دودھ کا پیسا ہی نہیں۔ اگر یہ جھوٹ کہتی ہے تو اس کا وبال اس کی گردن پر ہوگا ہم نے تحت تمام کردی پس کیا یہ نکاح صحیح ہو گیا یا نہیں؟ نیز کیا یہ بات ٹھیک ہے کہ تین گھونٹ تک مانع یا حرمت نکاح جتنی نہیں؟

الجواب

بہ نکاح صحیح ہو گیا کیونکہ ثبوت رضاع کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے اور صورت مسئلہ میں صرف ہندہ کی شہادت بیان کی جاتی ہے جو ناکافی ہے پھر ہندہ نے بھی صرف چھاتی کا منہ میں دینا بیان کیا ہے، دبانے اور دودھ نکلنے کا اور بچی کے دودھ پینے سے وہ حلف کے ساتھ منکر ہے لہذا رضاع کا ثبوت کسی درجہ میں نہیں ہوا اور افواہی شہرت قابل اعتبار نہیں۔ اسی طرح اس لڑکی کو مخوس سمجھنا ہی جائز نہیں۔ شریعت میں اس نحوست کی کوئی اصل نہیں اور جو لوگ ایسے اصل باتوں کے معتقد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کبھی بطور سزا کے دنیا میں ان پر کوئی وبال واقع کر دیتے ہیں پس اس عقیدے سے توبہ کرنا چاہئے۔ حضرات تابعین و تبع تابعین میں بعض بچے ماں کے پیٹ سے دانت نکالے ہوئے پیدا ہوتے اور بڑے درجہ کے عالم ہوتے جن سے آج تک کبوتیں پھیل رہی ہیں (منہم الضحاک والرافع عن ابن عباس روی عنه التفسیر والحديث والقراءة) نیز ناکح کا یہ قول بھی غلط ہے کہ تین گھونٹ سے حرمت رضاع نہیں ہوتی۔ حقیقہ اس کے قائل نہیں۔ ہمارے مذہب میں ایک گھونٹ سے بھی حرمت رضاع ثابت ہو جاتی ہے۔ جبکہ بتینہ سے ثبوت ہو جائے۔ والمسئلة مشہورۃ فی الفقه۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون

۱۶ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ

رضاعت کا ایک مسئلہ : دو سگی بہنیں ہیں جن دونوں کا نکاح دو سگے بھائیوں سے ہوا ان میں سے ایک کا لڑکا ہے اور دوسری کی ایک لڑکی ہے ان کا ارادہ تھا کہ آپس میں ہی اپنی اولاد کی شادی کریں ان کی نند ہے جس کے تعلقات دونوں بھاء و جوں سے کشیدہ ہیں۔ وہ گوارا نہیں کرتی کہ ان کی آپس میں رشتہ داری ہو کر اتحاد بڑھے۔ ایک روز لڑکا والی عورت (بڑی بہن) اپنے بچہ کو سوتا چھوڑ کر کسی کے یہاں چلی گئی بعد میں لڑکا جاگ اٹھا۔ چھوٹی

بہن اور نند مذکورہ اس کے پاس تھی نند نے باصرار ادھر ادھر کی باتیں ملا کر لڑکے کو اس کی خالہ سے (جو لڑکی کی ماں ہے) دودھ پلوا دیا جو اپنی لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں دینا چاہتی تھی۔ دودھ پلاتے وقت اس کو بالکل یاد نہ رہا کہ مجھے تو اس لڑکے یا اس کے بھائی سے اپنی لڑکی کا رشتہ کرنا ہے۔ بعد میں دوسری بہن نے آکر یاد دلایا۔ مگر لڑکا دودھ پی چکا ہے اور نند اپنا کام کر چکی تھی۔ اب توی درکار ہے کہ جیسے روزہ میں بھولے سے کھانا کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیا یہ بھول شرعاً معاف ہو کر اب بھی ان دونوں بہنوں کے بچوں کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ والسلام

السائل: عبد المتین۔ از تھانیر ضلع کرنال

الجواب

صورتِ مسئلہ میں حرمتِ رضاع ثابت ہو گئی۔ اب اس لڑکے کا اس خالہ کی کسی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، قطعاً حرام ہے۔ بھول چوک کا اول تو اس قصہ میں کچھ لگاؤ ہی نہیں ہے بلکہ قصداً پلایا ہے۔ بھول چوک تو اس کو کہتے ہیں کہ مثلاً اپنا بچہ سمجھ کر اندھیکر وغیرہ کی وجہ سے دوسرے بچہ کو دودھ پلادیا جائے۔ دوسرے اس بارے میں بھول چوک معاف نہیں ہوتی۔ البتہ جس لڑکے نے دودھ پیا ہے اس کے بھائی کا اس لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ۔

۲۷ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ

الجواب صحیح

وما تفتنہ کلام السائل من ان الحرام لا یباح الا لامر واجب غیر مسلم فان الفطر فی رمضان حرام ومع ذلك فیباح لامر جائز کسفر۔ کذا فی فتح الباری (۱-۲۹۱) قلت: والاصل فی ما قالہ فقہائنا قد یفتقر ضمناً ما لا یفتقر قصداً (الاشباہ ۹۷) واللہ اعلم

ظفر احمد عفا عنہ

۲۷ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ

مسئلہ رضاعت | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہندہ اور صابرہ دونوں حقیقی بہنیں ہیں اور رشید و قادر دو حقیقی برادر۔ صابرہ نے قادر

کی والدہ کا دودھ پیا جبکہ اس کی والدہ بیمار تھی یہاں پر قادر کو صابرہ کی ماں کا دودھ انہیں ایام میں جبکہ اس کا سینہ پکا ہوا تھا کھینچنے کی غرض سے ایک دن دیا گیا کہ قادر ہوشیار ہو گیا تھا طاقت دودھ نکالنے کی رکھتا تھا ممکن ہے کہ پیا بھی ہو لیکن دوسرے دن علیحدہ کر لیا گیا ۱ کیا یہ دونوں (صابرہ و قادر) بھائی بہن ہوئے جبکہ صورتِ شک کی ہے ۲ اور نیز کیا ہندہ اور رشید بھی رضاعی بھائی بہن ہوئے جنہوں نے دودھ بالکل ایک دوسرے کی ماں کا نہیں پیا؟ صورتِ مسئلہ میں عقدِ ہندہ و رشید کا جو چکا ہے ایک کچی بھی موجود ہے یہ عقد جائز ہو یا نہیں اولاد کا کیا حکم ہے؟ اگر یہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہوئے تو کیا اب طلاق کی ضرورت بھی ہوگی؟ بینوا تو جروا۔ خادم محمد نور عفی عنہ

الجواب

ہندہ سے رشید کا نکاح جائز ہے گو قادر کا دودھ پینا متیقن یا مظنون بھی ہو۔

کشافی الشامی (ص ۴۱۹ ج ۲) فرع فی البحر عن آخر الميسوط لو كانت ام البنات ارضعت احدا البنين وام البنين ارضعت احدا البنات لم يكن للابن المرتضع من ام البنات ان يتزوج واحدة منهم وكان لاختهم ان يتزوجوا بنات الاخرى الا الابنة التي ارضعتها اضم وحدها لانها اختهم من الرضاة فقط واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ

دو برس سے زائد کی بچہ کو دودھ پلانے سے حرمتِ رضاع ثابت نہیں ہوتی | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماہ ولیما اور رسول بخش دونوں حقیقی بہن و بھائی ہیں مسماہ ولیما کا ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شمس الحق رکھا گیا جب شمس الحق کی عمر تین سال کی ہوئی اس وقت شمس الحق کی ماں کا انتقال ہو گیا۔ اسی دوران رسول بخش کی بیوی سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور ضائع ہو گیا اس وقت رسول بخش کی بیوی نے شمس الحق کو دودھ پلایا جس وقت رسول بخش کی بیوی نے دودھ پلایا اس وقت شمس الحق کی عمر تین سال کی تھی بعد ازاں رسول بخش کی بیوی کے دو تین لڑکے پیدا ہو کر ضائع ہو گئے اس کے بعد رسول بخش کی بیوی سے لڑکی پیدا ہوئی۔ اب دونوں میں عقد شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ فقط رسول بخش ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ

الجواب

اگر یہ بات صحیح ہے کہ رسول بخش کی بیوی نے جس وقت شمس الحق کو دودھ پلایا تھا اس وقت شمس الحق کی عمر تین سال کی تھی تو اس صورت میں شمس الحق کا نکاح رسول بخش کی لڑکی سے درست ہے کیونکہ دو برس سے زائد کی بچہ کو دودھ پلانا جائز نہیں اور نہ اس سے حرمت رضاع ثابت ہوتی ہے۔ فلنه لارضاع بعد الحولين وانما الرضاة من المجاعة مخرج به اصحاب المتون من اهل المذهب۔ واللہ اعلم

ظفر احمد عفا عنہ ارتحانہ بھون خاتقاہ امدادیہ

۲۶ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ

باب الحضانة

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ محمد اختر نابالغ پسر منظور حق مرحوم کے عزیز بھائی ہیں کون مقدم ہے

۱۔ مستاء شمس النساء حقیقی دادی۔ ۲۔ مستاء حسینہ۔ حقیقی ہمیشہ ۳۔ انوار احمد۔ حقیقی بہنوئی اور محمد اختر کا پھوپھی زاد بھائی۔ ان میں شرعاً محمد اختر کا ولی فی النکاح یا ولی فی المال کون ہے اور اس ولی کو کیا اختیارات حاصل ہیں۔ ولی فی النکاح اور ولی فی المال دونوں کے متعلق شرعاً جو کچھ حکم ہو مفصل بیان فرمائیں۔

الجواب

صورت مسئلہ میں محمد اختر کا ولی فی النکاح اس کی حقیقی دادی ہے۔

قال فی الدر : فان لم یکن عصبة فالولاية للام ثم لام الاب وفي القنية عکسہ اھ (ص ۵۱۲ ج ۲)

اور ولی فی النکاح کے اختیارات یہ ہیں کہ بلوغ سے پہلے بدون اس کی اجازت کے بچہ کا نکاح صحیح نہیں ہو سکتا اور ولی فی المال ان ورثاء مذکورین میں سے کوئی نہیں۔

قال فی الشامی : فان اولى فيه الاب ووصیه والجدة ووصیه والقاضی و نائبہ فقط اھ (ص ۵۰۹ ج ۲)

پس اگر نابالغ کے باپ نے کسی شخص کو وصی بنایا ہو خواہ انہی درشتہ میں سے یا کسی اور کو وہ ولی فی المال ہوگا ورنہ پھر ولایت مال اس کو ہوگی جس کو حق حضانت حاصل ہو اور صورت مسئلہ میں حق حضانت بھی دادی ہی کو حاصل ہے۔

لما فی الدر : ثم ای بعد الام ام الامر ثم ام الاب اھ (ص ۱۵۰ ج ۲)
وقال فی الکفایة : وان لم یکن احد من هؤلاء الاربعة (ای الأب ووصیه والجدة ووصیه) جاز قبض من كان الصبی فی عیالہ وحجرہ ولم یجز قبض من لم یکن فی عیالہ لانه اذا کان فی عیالہ فله علیہ ضرب ولایة الخ (ص ۲۹۲ ج ۴۔ مع الفتح) وفي الهدایة : ونوع آخر ما کان من ضرورة حال الصغار وهو شراء مال ابنة للصغیر منه وبعه واجارة الاطوار وذلك جائز ممن یعولہ وینفق علیہ کالآخ والعمر والامر والملقط اذا کان فی حجرهم (ج ۲ ص ۴۶۰)

وفي الحامدية : قولهم : ان عائل الیتیم یملک بیع مال ابنة منه خاص بغير العقار من نحو المنقولات اما العقار فلیس له بیعه اھ (ص ۲۹۶ ج ۲)
ولی فی المال کے اختیارات یہ ہیں کہ یتیم کو کوئی شخص کچھ عہد کرے تو اس پر قبضہ کر کے اس کی حفاظت کرے یتیم کی جائیداد وغیرہ کی حفاظت کرے۔ خود یا بواسطہ وکیل کے اور جس چیز کی اس کے لئے خریدنے کی ضرورت ہو خریدے اور اس کی اشیاء منقولہ ہیں جس چیز کا بیع کرنا مصلحت ہو اس کی بیع کر دے لیکن جائیداد و مکانات غیر منقولہ کی بیع نہیں کر سکتا واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ ارتحانہ بھون

۱۶ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ

اس صورت میں حق حضانت حقیقی خالہ کو سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلم سنی حنفی نے تین نابالغ لڑکیاں

اور ولایت نکاح نانا حقیقی کو حاصل ہے (۱۰ سال، ۸ سال، ۵ سال) اور ایک نابالغ لڑکا (۶ سال) بوقت انتقال چھوڑا۔ اور پھر شخص مذکور کی موت کے چھ ماہ بعد ان کی اہلیہ یعنی ان چار بچوں کی ماں بھی گذر گئیں۔ فی الحال ان نابالغ بچوں کے قرابت داروں میں ایک حقیقی پھوپھی نانا حقیقی ایک حقیقی خالہ ہیں۔ حقیقی نانا کے بہت سے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں بچوں کی حقیقی نانی ۲۵ سال قبل گذر گئیں سوتیلی نانی موجود ہیں اور سوتیلی نانی ہی کے سارے بچے حقیقی نانا کے ساتھ ہیں۔ خالہ حقیقی

کے شوہر جو پیشہ سرکاری ملازمت میں ہیں شہر بشہر بدلتے رہتے ہیں ایک شہر میں دو تین سال بھی مستقل طور پر قیام نہیں کر سکتا۔ بھوپتی نانا لے بچوں کے ساتھ ہمیشہ بیوہ ہو کر رہ رہی ہیں اور ہمیشہ اپنے بھائی مرحوم (بچوں کے والد) کے ساتھ رہی ہیں اور ایک شہر ہی میں مستقل رہنے والی ہیں، لا ولد ہیں خالہ کے بچے متغدد پھوٹے چھوٹے ہیں لہذا صورت مذکورہ بالا میں بچوں کا ولی شرعاً کون مقرر ہو سکتا ہے اور حق وراثت اور حق حضانت کس کو حاصل ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اگر خالہ حقیقی کے شوہر ان لڑکیوں کے محرم ہوں اور خالہ حقیقی باوجود ایسی ملازمت کے بھی حضانت پر راضی ہو تو خالہ حقیقی حق حضانت میں مقدم ہے ورنہ بھوپتی کو حق حضانت حاصل ہوگا۔

قال فی الدر: ثم الحالات كذلك ای لا بوین لام ثم لاب ثم العات كذلك (ص ۱۰۵۰ ج ۲ مع الشامی)

وفیه: والحافنة یسقط حقها بنکاح غیر محرمه ای الصغیر ولذا بسکناها عند المبعضین له اه (ص ۱۰۵۲ ج ۲) اور حق ولایت نکاح نانا حقیقی کو ہے۔

قال الشامی بعد کلام طویل عن فتح القدر و قیاس ما صحیح فی الجدة والایخ من تقدم الجدة تقدم الجد الفاسد علی الاخت اه مثبت بهذا ان المذهب ان الجدة الفاسد بعد الام قبل الاخت اه کلام البحر (ج ۲ ص ۵۱۳) باب الولی واللہ اعلم حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه از تھانہ بھون ۱۶ محرم ۱۳۵۵ھ

احکام حضانت اور یتیم کے مال وزمین میں حاضنہ کے تصرف حکم سوال محمد اسماعیل زوجہ: ابنین صغیرین عم وصہر عم۔ ابن العم عبد المجید شفات اللہ عبد الغفور

اب سوال یہ ہے کہ محمد اسماعیل مرحوم کی زوجہ ان کے نابالغ دونوں لڑکوں کی ماں ہے اب ان دونوں لڑکوں کی پرورش کے ولی صورت مرقومہ بالا میں سے کون ہوں گے اور نکاح کے کون اور مال و جائیداد کے انتظام و حفاظت

کے ولی کون ہوں گے تحریر فرما کر مندا اللہ ثواب حاصل فرمائیں۔

الجواب هو الموفق للصدق والصواب

من بعض علماء بنگال

محمد اسماعیل مرحوم کے نابالغ دونوں لڑکوں کی پرورش کے ولی لڑکوں کی ماں ہے۔ کذا فی کتاب الحضانت۔ اور نکاح کے واسطے مرحوم کے دونوں چچے شفاعت اللہ و عبد المجید ولی ہیں مگر عبد المجید ذوالقربابتین ہونے کی وجہ سے اقرب ہے۔

در مختار باب الولی میں ہے: الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ وهو من یتصل بالمیت بلا توسط انشی علی ترتیب الارث والمحب۔

اور مال و جائیداد کے انتظام و حفاظت کے بارے میں رد المحتار باب الولی میں مذکور ہے: الولی فیہ الاب ووصیہ والمجد ووصیہ والقاضی ونائبہ وقال الطحاوی فی باب الولی تحت قول صاحب رد المحتار (لا المال) اما الولی فیہ فالاب ووصیہ ووصی ووصیہ والمجد كذلك والقاضی ووصیہ كما ذکره المصنف متناً كما سیأتی۔ پس صورت مسئولہ میں بوجہ فقدان وصی اب و جد کے مال کے انتظام و حفاظت قاضی یا نائب قاضی کے ساتھ متعلق رہیگا۔

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ: محمد اسماعیل مرحوم کی اولاد صغار ریاست پٹنہ غیر مسلم راجہ کے عملداری میں رہنے والے ہیں اور یہاں مسلمان حاکم یا قاضی وغیرہ کچھ نہیں ہیں اب مرحوم کے ترکہ کس کے حوالہ کیا جائے۔

الجواب

مرحوم کے کنبہ والے و محلہ دار سب ملکر کسی کو حکم مقرر کر کے ترکہ کو حکم کی ذمہ داری میں رکھیں کیونکہ حکم اموال کے بارے میں مثل قاضی کے ہے۔ رد مختار باب التحکیم میں ہے: والحاصل انه كالقاضي الا فی مسائل۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ: عبد المجید محمد اسماعیل مرحوم کے چچا اور سر ذوالقربابتین ہے اور کنبہ اور محلہ کے معتد لوگوں میں سے بھی ہے لہذا ان کو نابالغوں کے مال و جائیداد کی حفاظت و انتظام کے لئے حکم منانے میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر عبد المجید واقعی اوصاف مذکورہ فی السؤال کے ساتھ مشفق ہے

تو محلہ والوں کے مشورہ سے مرحوم کی اولادِ صغار عاقل بالغ ہونے تک ان کے مال و جائیداد کی حفاظت و انتظام کے لئے عبد المجیدی کو حکم بنانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ افضل معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم

راقم سید واجد علی عفا اللہ عنہ ساکن اسلام آباد

ڈاک خانہ کھوالی ضلع ٹبرہ اسٹیٹ

۳۰ / ۱ / ۲۵ھ

تفصیل الجواب من جامع امداد الاحکام

قال في الهداية : و اذا وهب للیتیم هبة فقبضها وليه وهو الاب ووصی الاب او جد الیتیم او وصيته جاز لان لهؤلاء ولاية عليه لقيامهم مقام الاب وان كان في حجر أمه فقبضها له جائز لان لها الولاية فيما يرجع الى حفظه وحفظ ماله وهذا من بابہ لانه لا يبقى الا بالمال فلا بد من ولاية التحصيل. وقال صاحب الكفاية تحت قوله " لان لهؤلاء الم" وان لم يكن من هؤلاء اربعة جاز قبض من كان الصبي في حجره وعياله ولم يجز قبض من لم يكن في عياله لانه اذا كان في عياله فله عليه ضرب ولاية الم (مع فتح القدير ص ۴۹۲ ج ۲)

وفي الهداية ايضاً : ونوع آخر ما كان من ضرورة حال الصغار وهو شراء ما لا بد للصغير منه وبيعه واجارة الآطوار وذلك جائز من يعوله وينفق عليه كالاخ والعمة والام والمملوك الملتقط اذا كان في حجرهم واما المملوك الملتقط هذا النوع فالولي اولى به الا انه لا يشترط في الولي ان يكون الصبي المذكور في الفرع الاول (فتاوى) وفي الفتاوى الحامدية : نعم ويجوز شراء ما لا بد للطفل منه وبيعه لاختيه وعمته وامه ومملوكة ان هو في حجرهم دفعاً للضرر عنه وتوجراً منه فقط وكذا مملوكة على الاصح (الى ان قال) وجاز ايضاً شراء ما لا بد للصغير منه كالنفقة والكسوة واستيجار الظئر ونحو ذلك وبيعه اي بيع ما لا بد منه ايضاً للصغير لاخت وعمة وام هو اي الصغير في حجرهم دفعاً للضرر عنه اه (ص ۲۹۵ ج ۲)

وفيه ايضاً : ثم ان ما مر من ان عائل الیتیم يملك بيع ما لا بد منه خاص بغير العقار من نحو المنقولات فليس له بيعه ولو مع وجود المسوغات لما في الدر المختار

وهذا اي بيع العقار للمسوق لو البالغ وصياً لامن قبل ام و اخ فانهما لا يملكان بيع العقار مطلقاً ولا شراء غير طعام وكسوة الم (ص ۲۹۶ ج ۲)

محبب اول کا یہ جواب تو بالکل صحیح ہے کہ ان صغیرین غیر بالغین کا حق حضانت ماں کو حاصل ہے البتہ اس میں اتنی تفصیل ہے کہ اگر یہ صغیرین دونوں لڑکے ہیں تو ماں کو حق حضانت سات برس کی عمر تک ہے۔ جب یہ لڑکے سات سال کے ہو جائیں اس کے بعد حق حضانت ولی اقرب عصبر کو ہے اور اگر ان میں سے کوئی لڑکی بھی ہے تو حق حضانت لڑکی کے بالغ ہونے تک ہے

قال في الدر : والحاضنة اما او غيرها احق به اي بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقد ربيع وبه يفتي الامر والحجة احق بها اي بالصغيرة حتى تحيض اي تبلى في ظاهرها رواية اه (ص ۱۰۵۴ ج ۲)

نیز محبب اول کا یہ جواب بھی صحیح ہے کہ ولایت نکاح صغیرین میت کے دونوں چچا کو حاصل ہے مگر محبب نے ایک چچا کو بوجہ ذوالقربتین ہونے کے جو ترجیح دی ہے اس ترجیح کی کوئی دلیل بیان نہیں کی اور قواعد سے یہ ترجیح صحیح نہیں کیونکہ علانہ مصاہرت کو ولایت نکاح میں کچھ دخل نہیں اسکی وجہ سے ایک عصبہ کو دوسرے عصبہ پر کوئی ترجیح ہو سکتا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان صغیرین کا ولی ہر چچا بدرجہ مساوی ہے ان میں سے جو بھی صغیرین کا نکاح اول کرے گا نافذ و معتبر ہوگا بشرطیکہ کفو سے کرے اگر یہ صغیر لڑکی ہو اور صغار ذکور میں رعایت کفادت مختلف فیہ ہے۔

قال في الدر : ولو تزوجها وليان مستويان (كأخوين شقيقين) قدم السابقت فان لم يدر اد وقعاً بطلا اه (ص ۵۱۵ ج ۲)

قال الشامي تحت قول الدر وان كان المزوج غيرهما لا يصح النكاح من غير كفوء مثل قول الكنز ولو زوج طفله غير كفوء او بغين فاحش صح ولم يجز ذلك لغير الاب والجد ومقتضاه ان الاخ لو زوج اخاه الصغير امرأة ادنى منه لا يصح وفيه ما مر عن الشرنبلالی من ان الكفاءة لا تقتبر للزوج اه (ص ۵۰۰ ج ۲)

اور محبب اول نے ولایت مال و حفظ جائیداد کے متعلق جو تکلف کیا ہے اس کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ بر تقدیر فقدان اب و جد و وصی ایشان ولایت حفظ مال و انتظام جائیداد اس ولی کو حاصل ہے جس کو حق حضانت حاصل ہے جیسا کہ جزئیات مذکورہ سے

مستفاد ہوتا ہے پس صورتِ مسئلہ میں ولایتِ حفظِ مال و انتظامِ جائیداد بھی صغیرین کی ماں کو حاصل ہے جب تک کہ اس کو حقِ حضانت حاصل ہے جس کی حد اور مذکور ہو چکی خواہ وہ خود انتظام کرے یا کسی معتبر شخص کو وکیل بنا کر اس کے ذریعہ انتظام کرائے اللہ تعالیٰ ماں کو صغیرین کی جائیداد کی بیع کا حق حاصل نہیں اور منقولات میں سے بھی بلا ضرورت شدیدہ کسی شئی کو بیع نہیں کر سکتی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ

۸ صفر ۱۳۵۵ھ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین رحمہم اللہ اس مسئلہ میں کہ دو لڑکیاں نابالغ یتیم ہیں ماں باپ کا انتقال ہو گیا ہے بچے کے غیر محرم سے حاضنہ کا نکاح مسقط حق حضانت ہے نانی، دادی بھی زندہ نہیں ہیں لیکن خالائیں اور پھوپھیاں، نین چچا بھی ہیں اور ماموں بھی ابتداء سے ان لڑکیوں کی مجلسِ خالہ نے ان کو پالا ہے ان کی والدہ مرحومہ کی زندگی میں بھی اور ڈھائی تین مہینہ تک بعد انتقال کے بھی۔ مرتے وقت ان کی والدہ نے اسی خالہ کے حوالہ بھی ان کو کیا تھا۔ یہ مجلسِ خالہ ان لڑکیوں کی والدہ مرحومہ سے عمر میں بھی بڑی ہے اور شادی بھی مرحومہ کی شادی سے ۵/۶ سال قبل ہوئی ہے۔ اس خالہ کی کوئی اولاد نہیں ہے، لا ولد ہے۔ اب ان لڑکیوں کو ان کی والدہ مرحومہ کے انتقال کے ڈھائی تین مہینہ کے بعد ان کی پھوپھیوں نے اپنے یہاں بلا کر روک لیا ہے اور خالہ کے پاس بالکل آنے نہیں دیتیں خالہ ان کے فراق میں بہت بے قرار ہے۔ اس نے مثل اولاد کے بچپن سے اب تک پالا ہے محبت کے باعث آب دیدہ رہا کرتی ہے۔ یہ لڑکیاں اپنی والدہ مرحومہ کے ساتھ اور خالائیں سب ایک ہی مکان میں جو ان کے نانا کے اب تک رہتی تھیں اور خالائیں اب بھی اس مکان میں بدستور ہیں، خالہ دعویٰ دار ہے کہ میرا حق سب سے زیادہ ہے یہ لڑکیاں مجھ کو بغرض پرورش ملنی چاہئیں ایک پھوپھی جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے اور دوسری پھوپھیوں سے چھوٹی ہے اس کے پاس یہ لڑکیاں اب ہیں وہ پھوپھی بھی اب دعویٰ دار ہوئی ہے کہ لڑکیوں کی پرورش میں کروں گی میرا سب سے زیادہ حق ہے اس واسطے کہ جو خالہ دعویٰ دار ہے و نیز دیگر خالہ پھوپھیاں سب شادی شدہ ہیں اور سب کے شوہر لڑکیوں کے غیر محرم ہیں لہذا سب کے حقوق جاتے رہے صرف اب میں معتد امر ہوں جو خالہ دعویٰ دار ہے اس نے بھی شادی کر لی ہے اس کا سوہرہ بھی لڑکیوں کا محرم نہیں ہے۔ خالہ یہ جواب

ہے کہ میں نے اب دوسرا شوہر نہیں کیا۔ میری شادی کو سولہ برس ہو چکے ہیں پہلے شوہر ہونے سے گو وہ لڑکیوں کا نا محرم ہی ہو حق پرورش نہیں جاسکتا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو ان کی خالہ کے سپرد فرمایا تھا جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں پیشتر سے تھیں۔ اور فرمایا تھا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ اگر پہلے کے شوہر غیر محرم ہونے سے حق جاتا رہتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کیسے اس خالہ کو حوالہ فرماتے حالانکہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے غیر محرم اور پھوپھی بھائی تھے۔ حضرت شاہ اہل اللہ صاحب برادر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی کنز الدقائق کے ترجمے میں جس کا نام "احسن المسائل" کا مل ترجمہ کنز الدقائق ہے اور جو مطبع مجیدی کا پور میں ۱۹۱۹ء کو چھپی ہے اس بات کو خوب صاف فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: پھر اسی (سگی سوتیلی کے) ترتیب خالائیں۔ اگر خالائیں بھی نہ ہوں تو اس ترتیب سے پھوپھیاں اور جو عورت بچہ کے غیر محرم سے نکاح کرے تو اس کا حق جاتا رہے گا۔ (ف) یعنی جس سے اب اس عورت نے دوسرا نکاح کیا ہے وہ اس بچہ کا قریبی رشتہ دار نہیں ہے تو اب اس بچہ کی پرورش کرنے میں اس عورت کا حق نہ رہا۔ ص ۱۶

تو سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں لڑکیاں کس کو بغرض پرورش ملنی چاہئیں۔ کس کا حق ہے؟ اور خالہ اور پھوپھی میں کس کی بات صحیح اور شرع کے موافق ہے؟ جواب مدلل، مشرح اور مفصل درکار ہے۔ بیتنا و توجروا

حسین محمد صالح مچلا از مولین پوسٹ بکس ۱۷۱

الحواب

چھوٹی پھوپھی کا یہ قول صحیح ہے کہ خالہ کا شوہر چونکہ یتیم لڑکیوں کا محرم نہیں ہے اس لئے خالہ کا حق حضانت ساقط ہو گیا۔

قال في الدر: ثبت للام الا ان تكون مرتدة أو فاجرة أو متزوجة بغير محرم الصغير اه

قال في الشامي: ومثله (في سقوط حق الحضانة) لو تزوجت باجنبي وصارت الحضانة لغيرها كالاخت فانه لا يلزمها ان تربيته او ترضعه عند الام (مكمل ج ۲) اور خالہ نے جو دلیل بیان کی ہے اس کی صحت اس پر موقوف ہے کہ اول یہ ثابت کر دے کہ بنت حمزہ کی کوئی پھوپھی بغیر نکاح کے اس وقت موجود تھی اور جب خالہ اور پھوپھی

سب کے سب صغیر یتیم کے نامحرم کے نکاح میں ہوں تو اس صورت میں خالہ مقدم ہوگی پس بصورت موجودہ چھوٹی بھوٹی ان یتیم لڑکیوں کی پرورش کا زیادہ حق رکھتی ہے بشرطیکہ وہ بالغ ہو اور پرورش کے قابل ہو اگر اس چھوٹی بھوٹی نے کسی وقت ان یتیم لڑکیوں کے نامحرم سے نکاح کر لیا تو حق حضانت پھر چچا کی طرف عود کرے گا اگر اس وقت بھی یہ لڑکیاں نابالغ ہوں۔

قال فی الدر: ثم الحالات ثم العات ثم العصات بتتیب الارث الخ (۲ ج ۱۰۵)

حرره الاحقر ظفر احمد عفا عنه

۲ رجب ۱۳۵۵ھ

سوال: عبد الغفور ایک شخص ہے چچا اپنے حقیقی چچا کے پاس رہتا تھا بعد انتقال چچا کے عبد الغفور کی چچی نے دوسرے شخص سے شادی کر لی جو کہ عبد الغفور کی مرضی کے خلاف ہوئی۔ لیکن یہ عقہہ ہونے پر کیا کر سکتا تھا چچا کے صرف دو لڑکے ہیں جو نابالغ ہیں ایک کی عمر دس برس ہے اور دوسرے کی عمر بارہ یا تیرہ برس ہے۔ اب عبد الغفور لڑکوں کی پرورش خود کرنا چاہتا ہے اور جس شخص سے عبد الغفور کی چچی نے عقد کیا ہے اس کے ذریعہ سے وہ پرورش کرنا نہیں چاہتا اور یہ ہی عدالت میں عبد الغفور بھتیجا قرار دیا گیا ہے سوائے اس ایک بھتیجے کے اور کوئی حقیقی رشتہ دار نہیں ہے۔ اب عدالت نے فتویٰ طلب کیا ہے کہ تم فتویٰ پیش کرو کہ آیا تم اپنے چچا کے لڑکوں کے اور کل مال جائیداد وغیرہ کے شرعی حقدار ہو یا نہیں؟ لہذا براہ کرم جواب فوراً مطلع فرمائیں کہ یہ شخص یعنی عبد الغفور اپنے چچا کے لڑکوں کو شرعاً ان کی والدہ سے لیکر خود پرورش کر سکتا ہے یا نہیں؟ عبد الغفور کے چچا کو مرے ہوئے تین برس ہو گئے ہیں اور لڑکے دونوں اپنی والدہ کے پاس ہیں بعد انتقال والدان کی پرورش آج تک ان کی والدہ ہی نے کی ہے اور جو کچھ مال اسٹا جائیداد چچا کا ہے اس کا مالک کون ہے؟ اور کس کے تحت میں وہ رہے جب تک لڑکے بالغ نہ ہوں۔

عبد الغفور تھانوی بیرون جالوری دروازہ حوبلی جوشی

ابنا داس جی۔ جو دھ پور

الجواب

قال فی الدر: والحاضنة اما او غيرها احق به ای بالغلام حتی يستغنى عن النساء وقد ربيع وبه یفتی لانه الغالب اه

قال الشامی: وفشرح المجمع: واذا استغنى الغلام عن الخدمة الاب او الوصى او الولی علی أخذه لانه اقدر علوقا دیبه وتعلیمه اه

وفالخلاصة وغيرها: واذا استغنى الغلام وبلغت الجارية فالعصبة اولى یقدم الاقرب فالاقرب اه (ص ۱۰۵۲ ج ۲)

ان نصوص سے معلوم ہوا کہ صورت موجودہ میں جب نابالغ بچوں کی عمر ۷ سال سے زیادہ ہے تو اب ماں کو ان کی پرورش کا حق نہیں بلکہ ان بچوں کے ولی عصبہ کو یعنی میت کے بھتیجے عبد الغفور کو ان کی پرورش کا حق ہے اور وہی میت کی جائیداد کی حفاظت و انتظام کا حقدار ہے باقی ملکیت کا اس جائیداد میں اس کو کوئی حق نہیں کیونکہ جب میت کے لڑکے موجود ہیں تو ان کے سامنے بھتیجے کو میراث کچھ نہیں مل سکتی۔ ہاں وہ ان کے بلوغ تک جائیداد وغیرہ کا انتظام کر سکتا ہے اور اس انتظام کا معاوضہ حاکم کی رائے میں جتنا مناسب ہو وہ پاسکتا ہے اس سے زیادہ اس کو اور کچھ حق نہیں سب میت کے لڑکوں کا ہے جو فریض شرعی سے معلوم ہو سکتا ہے۔

از خانقاہ امدادیہ اشرفیہ دہلی

۱۳ شعبان ۱۳۵۵ھ

سوال: جناب مولانا صاحب السلام علیکم بالغ ہونے تک لڑکیوں کی پرورش کا حق ماں کو ہے۔

طلاق دی ہوئی عورت کے پاس لڑکیاں جن میں ایک کی عمر چھ سال اور دو کی عمر تین سال ہے رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور طلاق دی ہوئی عورت اپنے میکے یعنی اپنی ماں کے گھر رہتی ہے مرد کے مکان سے کوئی نسبت نہیں اور نہ کبھی آئندہ رہ سکتی ہے دونوں لڑکیوں کی نانی وغیرہ کہتی ہیں کہ ابھی بالکل بچہ ہے یہیں رہیں گی۔ مرد اس وجہ سے دریافت کرنا چاہتا ہے کہ طلاق دی ہوئی عورت کی بڑی بہن جس کی بیوہ ہونے کو آٹھ دس برس ہو اس نے ابھی تک دوسرا نکاح نہیں کیا اس وجہ سے اس کی ساس و سرسربہت کرتے ہیں اور محبت سے پہلے کی طرح رکھ رہے ہیں اسی وجہ سے وہ دوسرا نکاح کرتی ہے اسی خیال سے اگر مرد لڑکیوں کو طلاق دی ہوئی عورت کے پاس رکھے اور وہیں خرچ بھیجے تو فرج کی بدولت اور بچوں کی محبت کی وجہ سے دوسرا نکاح نہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے لڑکیوں کو طلاق دی ہوئی عورت کے پاس رکھے یا اپنے ماں باپ یعنی لڑکیوں کے دادا، دادی کے گھر رکھے اور مرد کو پورا یقین ہے کہ اگر خرچ طلاق دی

ہوئی عورت کے پاس گھر جائیگا بچوں کے واسطے تو وہ ہرگز ہرگز دوسرا نکاح نہیں کر سکتی ہے فقط۔ خاک محمد عزیز خطوط نویس آباد سٹی پوسٹ آفس آباد
۱۶ اپریل ۱۹۳۰ء یوم چہار شنبہ

الجواب

جب تک زوجہ مطلقہ دوسرا نکاح نہ کرے اس وقت تک وہ ان لڑکیوں کے بالغ ہونے تک ان کی پرورش کا حق رکھتی ہے۔ باپ کو لازم ہے کہ اس سے لڑکیوں کو بلا وجہ انگ نہ کرے بلکہ لڑکیوں کا خرچ ان کی ماں ہی کے پاس بھیجتا رہے اور جو وجہ شبہ کی سائل نے بیان کی ہے اس سے ماں کا حق پرورش باطل نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ اپنی اولاد کی محبت اور پرورش کی وجہ سے دوسرا نکاح نہ کرے تو اس میں حرج کیا ہے بلکہ اس کو صبر کا اجر ملیگا نکاح ثانی اس عورت پر لازم ہے جو رسم و رواج کی وجہ سے اس سے رکتی ہو حالانکہ اس کو اپنی عفت محفوظ نہ رہنے کا خطرہ ہو اور جس کو یہ خطرہ نہ ہو بلکہ اپنی اولاد کی پرورش کرنے کے لئے اپنے کو خاک میں ملادے اس پر نکاح ثانی لازم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

۱۹ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ

سوال: ایک عورت سات برس کی لڑکی چھوڑ کر اور میں کون احق بالحضانہ ہے؟ اس کو اپنی خالہ کے سپرد کر کے مرگئی اور اس لڑکی کے حسب ذیل اقارب ہیں: ایک ماں کی خالہ مذکورہ جو لڑکی کو خوشی سے پرورش کر رہی ہے اور باپ جو اس مذکورہ کی پرورش پر راضی ہے اور دادا، دادی جو کہ لڑکی کو اس مذکورہ پرورش کنندہ سے لینا چاہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا صورت مذکورہ میں دادا۔ دادی اس لڑکی کو جبراً اس مذکورہ پرورش کنندہ سے شرعاً لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بتیو تو جروا

الجواب

فی الدر: فی باب الحضانة ثم بعد الامر أم الأم ثم أم الأب وان علت ثم الاخت ثم الخالات ثم العمات ثم خالة الأم ثم خالة الأب ثم عمات الأم ثم العصباء بترتيب الارث اه (ص ۱۰۵ ج ۲)

پس صورت مسئلہ میں اس لڑکی کا حق حضانت دادی کو ہے ماں کی خالہ اور باپ کو نہیں

ہے وہ اگر بچہ کی پرورش کرنا چاہیں تو دادی کی اجازت سے کر سکتے ہیں بدون اس کے نہیں فان لمن له حق الحضانة له اسقاط هذا الحق ايضا۔ واللہ اعلم

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

۲۳ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ

سوال: فاطمہ مرحومہ کے تعلقات آخر میں خراب ہو گئے تھے کیونکہ اس کا شوہر باوجود بلانے کے نہیں آیا تھا۔ چنانچہ مرتے وقت فاطمہ مرحومہ نے اپنی والدہ کو یہ وصیت کی تھی کہ میرا تمام سامان اور روپیہ پیسہ اور میرا لڑکا ان سب کو اپنے پاس رکھنا اپنے شوہر کے متعلق یہ کہا تھا کہ اس کو کچھ نہ دینا جب لڑکا جوان ہو جائے تو سب کچھ اس لڑکے کو دیدینا۔ مرحومہ کی ماں یعنی بچہ کی نانی نے پرورش کرتے وقت یہ نیت کی تھی کہ اگر لڑکے کے باپ نے مجھ سے اچھے تعلقات نہ رکھے تو میں اس سے پرورش کا پورا صرفہ لوں گی۔ چنانچہ بچے کے باپ نے تعلقات خراب کر لئے، ملنا جلنا ترک کر دیا، بچے کو جب دس سال کا ہو گیا تو زبردستی بذریعہ عدالت بچے کی نانی سے لے لیا بچے کی نانی نے صرفہ پرورش کا مطالبہ بچے کے باپ سے کیا تو بچے کے باپ نے انکار کر دیا۔ بچہ کی نانی نے پرورش میں اور تعلیم میں اور عقیقہ و عنتہ کی تقریب میں کافی رقم صرف کی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بچے کی نانی زہر مہر اور مرحومہ کے دیگر ترکہ سے مذکورہ بالا رقم سے لے سکتی ہے یا نہیں؟

خادم عبد المجید

الجواب

چونکہ نانی کو اس صورت میں حق حضانت حاصل تھا اس لئے اس نے جب قدر رقم بچے کے کھانے کپڑے میں اور تعلیم میں صرف کی ہو وہ بچہ کے حصہ میں سے جو اس کو اپنی ماں کے ترکہ میں سے ملا ہو لے سکتی ہے اور جو رقم تقریبات میں خرچ کی ہے وہ نہیں لے سکتی اور شوہر کے حصے میں سے اس وقت لے سکتی ہے جبکہ بچہ کا حصہ نفقہ کے لئے کافی نہ ہو۔

والمسئلة فی الشامیة ص ۱۴۵ ج ۲۔ واللہ اعلم۔ از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

۲۶ محرم ۱۳۴۹ھ

کتاب النفقات

فصل فی نفقة الزوجة وسکناها

زوجہ شوہر کی اجازت کے بغیر
اس کا مال خرچ نہیں کر سکتی۔

سوال :

ہندہ زوجہ زیدہ ہے اور زید پچاس روپیہ
ماہوار پیدا کرتا ہے تو کیا پورا پچاس روپیہ ماہوار

ہندہ کا نفقہ زید کے ذمہ واجب ہیں یا کس قدر؟ اور اگر اس کی پوری آمدنی
پچاس روپیہ کی ہندہ کے پاس امانت رہتی ہو تو کیا وہ ان سب سے صرف کر دینے کی بلا
رصاصہ دی شوہر خود مالک و مختار ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر ہندہ کو سب سے تم خرچ کرنے کی زید نے اجازت دیدی ہو تو وہ سب صرف کر سکتی
ہے ورنہ نہیں اور اجازت دینے کی صورت میں زید کو اپنے باپ کی حق تلفی کا گناہ ہوگا اور
اگر ہندہ زید کو اغوا کرتی ہے کہ تو اپنے باپ کی خدمت نہ کر تو اس کو بھی گناہ ہوگا اور
بھائی بہن اگر اپنا ہج نہیں ہیں تو زید کے ذمہ ان کا نفقہ نہیں ہے واللہ اعلم

۲۷ ربیع الثانی

عورت کے ناشزہ ہونے کی صورت میں
اس کا نان نفقہ اور مہر کا مطالبہ کرنا

سوال :

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان
شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ

سے نکاح کیا بعد چار پانچ ماہ کے ہندہ نے اپنے والدین کے گھر جانے کی غرض سے
زید سے دور و نکی مہلت چاہی زید نے دور و نکی کے بعد آنے کے اقرار پر ہندہ کو اس کے
والدین کے گھر روانہ کیا۔ ہندہ اپنے ماں باپ کے گھر جاتے وقت زیورات وغیرہ جو نکاح
کے وقت ڈالے گئے تھے ہمراہ لے کر گئی لیکن ہندہ اپنے اقرار کے موافق دور و نکی کے بعد
نہیں آئی۔ یہاں تک کہ چار پانچ مہینہ تک آئی نہیں۔ زید بھی ہندہ کے اقرار پر نہ آنے کی وجہ
سے خفا ہو کر خاموش ہو گیا بعد دو چار ماہ کے زید نے کسی کو یوں کہلا بھیجا کہ اس وقت تیری
مرضی کیا ہے کہ اس طرح اپنے والدین کے گھر بیٹھی ہوئی ہے تو اس کے جواب میں ہندہ یوں کہتی

سوال : ایک شخص اپنے صغیر لڑکے کا حاضن ہے
اور صغیر مالدار ہے اور صغیر کے مال سے صغیر کے
لئے باپ اپنا ایندھن لکڑی وغیرہ جلا کر کھانا
پکاتا ہے تو کیا باپ کے لئے جائز ہے کہ اس کھانے میں سے اپنی مؤنت اور ایندھن کے عوض
میں کچھ کھالیا کرے یا نہیں؟

الجواب

وَمَنْ كَانَ - نَبِيًّا فَلْيَسْتَغْفِرْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ
اگر باپ غنی ہے تو اس کو صغیر کے مال میں سے نہ کھانا چاہئے ہاں ایندھن کا عوض نقد
لے سکتا ہے جبکہ ایندھن کی مقدار معین صغیر کے لئے جلانے سے پہلے الگ کر دی جائے
باقی مؤنت کے عوض نہیں لے سکتا لعدم تحقق الاجارة۔ اور فقیر ہے تو مؤنت کا عوض بھی
لے سکتا ہے لا لکونہ ائجرة بل لکون الاب تحت جبا الى مالہ۔ اور بدون مؤنت کے بھی
حاجت کے وقت بقدر ضرورت کھا سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۷ رذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

ہے کہ میں زید سے ناراض ہوں، میرا اس کے پاس آنا نہ ہو سکے گا، مجھے نان نفقہ اور مہر ادا کرنا چاہئے اور زیورات وغیرہ جو بوقت رواجی ہمراہ لے گئی تھی اس سے انکار کرتی ہے کہ میں کچھ نہیں لایا۔ تمام زیورات وغیرہ زید کے گھر میں ہیں وہ بھی مجھے دینا چاہئے۔ تو زید کہتا ہے کہ ہندہ تو اپنے اقرار پر ثابت نہیں ہے کہ دور وز کے بعد آنے کے اقرار پر ماں باپ کے گھر بیٹھ گئی۔ دوسرے بلوانے پر بے باکانہ طور پر نان و نفقہ اور مہر چاہنا۔ زیورات وغیرہ ہمراہ لیا کر اس سے انکار کرنا اور پھر زیورات کا چاہنا لہذا یہ نان و نفقہ اور مہر کی حجت دار نہیں اور کوئی حق اس کا میرے پاس ثابت نہیں پس دریں صورت زید کا قول صحیح ہے یا ہندہ کا؟

بتینوا بالتفصیل تو صبروا بالآخرۃ۔

الجواب

اگر مہر کل موجد ہے تب تو عورت کو قبل از موت زوج یا طلاق، مطالبہ مہر کا کوئی حق نہیں اور اگر بعض معجل ہے تو مہر معجل کے مطالبہ کا ہندہ کو حق حاصل ہے۔ اور نفقہ حکم یہ ہے کہ اگر مہر کل موجد ہے تو اس کے وصول کرنے کے لئے ہندہ کو زوج سے رکنے کا حق نہیں اس صورت میں وہ ناشزہ ہے جس کے لئے نفقہ نہیں۔ اور اگر کل مہر یا بعض معجل ہے اور ہنوز ہندہ کو وصول نہیں ہوا تو اس کے وصول کرنے کے لئے شوہر سے رکنے کا اُسے حق حاصل ہے اس صورت میں وہ ناشزہ نہ ہوگی اس کو نفقہ بھی ملیگا۔ اور اگر مہر معجل اس کو مل چکا ہے تو اب اس کو رکنے کا حق حاصل نہیں ہے وہ ناشزہ ہے جس کے لئے نفقہ نہیں۔

قال فی الخلاصۃ: ولو کان المہر الى أجل لیس لها ان تمنع نفسها لاستيفائه لا قبل حلول الاجل ولا بعده وكذا لو کان البعض عاجلاً والبعض آجلاً فاستوفى العاجل (ص ۳۳ ج ۲) واللہ اعلم

۱۸۔ جمادی الاول ۱۲۸۵ھ

اگر عورت شوہر کے ساتھ سفر میں جانے سے انکار کر دے تب بھی اس کے لئے نفقہ واجب ہے اس نے انکار کر دیا اور ساتھ نہیں آئی۔ اس صورت میں زوجہ کے لئے نفقہ ہے یا نہیں؟

سوال: زید "گیا" کا رہنے والا ہے۔ اب اس کو تھانہ بھون میں مدت طویلہ قیام کرنے کا ارادہ ہے۔ اس نے اپنی زوجہ کو بھی ساتھ لانا چاہا اس نے انکار کر دیا اور ساتھ نہیں آئی۔ اس صورت میں زوجہ کے لئے نفقہ ہے یا نہیں؟

سائل۔ اکرام الحق گیلادی

الجواب

صورت مسئلہ میں زوجہ کے لئے نفقہ ہے۔

قال فی الدر: ویسافر بھا بعد اداء کلمہ مؤجلاً ومجلاً اذا کان ماموناً علیہا والا یؤدکله او لعلیکن ماموناً لایسافر بھا وبہ یفتی کما فی شرح المجمع واختاره فی ملتقى الابحر ومجمع الفتاوی واعتمده المصنف وبہ افقی شیخنا الرملی لکن فی النهر والذی علیہ العمل فی دیارنا انه لایسافر بھا جبراً علیہا وجرماً بہ البرازی وغیرہ وفی المختار وعلیہ الفتوی اه

قال فی الشامیۃ ومثلہ فی الابحر: ذکر اولاً انه اذا اوفاه المعجل فالفتوی علی انه یسافر بھا کما فی جامع الفصولین۔ وفی الخانیۃ: وفی الولوالجیۃ انه ظاہر الروایۃ ثم ذکر عن الفقیہین ابی القاسم الصغار و ابی الیث انه لیس له السفر مطلقاً بل لارضاء لفساد الزمان لانہا لا تأمن علی نفسها فی منزلها فکیف اذا خرجت وانه مترج فی المختار بان علیہ الفتوی۔ وفی المحيط: انه المختار۔ وفی الولوالجیۃ: ان جواب ظاہر الروایۃ کان فی زمانہم اما فی زماننا فلا وقال فجعله من باب اختلاف الحكم باختلاف العصر والزمان ثم قال فقد اختلف الافتاء والاحسن الافتاء بقول الفقیہین من غیر تفصیل واختاره کثیر من مشائخنا کما فی الکافی وعلیہ عمل الفقہاء فی زماننا۔ کما فی النفع الوسائل اه ولا یقال انه اذا اختلف الافتاء لایعدل من ظاہر الروایۃ لان ذلك فی ما لایکون مبنیاً علی اختلاف الزمان۔ کما افاده کلام الولوالجیۃ۔ وقول البحر فجعله اه

وفیہ: وبعد ایفاء المہر اذا اراد ان یخرجها الى بلاد الغربۃ یمنع من ذلك لان الغریب یؤذی ویتضرر لفساد الزمان۔

۵۔ ما اذن الغریب ما اسقاه: کل یوم یحییہ من یراہ

کذا اختاره الفقیہ وبہ یفتی۔ قال القاضی: قول اللہ تعالیٰ: اسکنوہن من حیث سکنتم من قول الفقیہ۔ قیل: قوله تعالیٰ: ولا تضاروهن فی آخرہ دلیل قول الفقیہ لانا قد علمنا من عادیۃ زماننا مضارۃ قطعۃ فی الاعترا ب

بھا اه (ص ۵۹۰ و ۵۹۱ ج ۲)

وفی الدر فی باب النفقة : بخلاف ما اذا خرجت من بیت الغصب ورابت
الذهاب الیه والسفر معه او مع اجنبی بعته لينقلها فلها النفقة الخ
قال الشامی : قوله : او السفر معه ای بناءً علی المفتی به من انه ليس له السفر
بها لفساد الزمان فامتناعها بحق قوله او مع اجنبی الخ هذا مفهوم بالاولی لانها
اذا استحققت النفقة عند امتناعها عن السفر معه فمع الاجنبی بالاولی الخ والله اعلم
(ص ۱۰۶ ج ۲)

۲۶ صفر ۱۳۸۵ھ

ناشزہ مطلقہ کے نان و نفقہ کا سوال : بکر نے اپنی زوجہ ہندہ کو اپنے
شوہر کے ذمہ واجب نہ ہونا گھر سے اپنی خوشی سے اپنے حقیقی بھائی بڑے زید
کے گھر بھجوا۔ جب بکر لینے گیا تو ہندہ نے بکر کے ساتھ چلنے سے انکار کیا اور ہندہ خلاف
مرضی بکر اپنے شوہر کے، زید کے ساتھ جو ہندہ کا نامحرم ہے اور پردہ ضروری ہے رہنا
چاہتی ہے بکر نے حسب حکم شرعی ہندہ کو بذریعہ نوٹس اطلاع دیدی کہ زید تیرا نامحرم
ہے، پردہ کیا جائے اور ہندہ کا زید کے ساتھ رہنا ناجائز ہے اور جب تک ہندہ
زید کے گھر رہیگی خلاف مرضی شوہر ہے اور شرعاً ناجائز ہے، نان و نفقہ نہیں دیا جائیگا
اس نوٹس بکر کی ہندہ نے کچھ پرواہ نہ کی اور نہ حکم شرعی کی تعمیل میں پردہ کیا بدستور
زید کے ساتھ ہندہ رہتی ہے اور زید اس کو رکھا ہوا ہے لائے نہیں دیتا۔ بکر سے جھگڑا
کرنے کو تیار ہے جبکہ شرعاً زید کو ہندہ کے رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے اور جس کی اطلاع
زید کو دی گئی ہے مگر زید حکم شرعی کی کچھ پرواہ نہیں کرتا یہ گمان غالب ہے کہ زید اور ہندہ کا
ناجائز تعلق ہو گیا ہے اسی وجہ سے ہندہ خلاف مرضی شوہر و خلاف حکم شرعی نامحرم کے
ساتھ رہنا چاہتی ہے تو ایسی صورت میں اگر بکر ہندہ کو طلاق دیدے تو آیا مدت طلاق
کا نان و نفقہ دینا ہوگا یا نہیں؟ سید محمد عابد حسین - از آگرہ

الجواب

نفقہ واجب نہ ہوگا البتہ اگر وہ طلاق کے بعد شوہر کے گھر میں چلی آئے تو پھر عدت
کا بھی واجب ہوگا۔

قال فی الدر : بخلاف حرة نشزت فطلقت فعاتت .

وفی رد المحتار : ای ان المرأة اذا نشزت فطلقتها زوجها فلها النفقة والسكنی
اذا عادت الى بیت زوجها (الی ان قال) ونکاح الحرة حال الطلاق سبب لوجوب
النفقة الا انها فوتت بالنشوز فاذا عادت وجبت اه (ص ۱۰۶ ج ۲) والله اعلم
۱۸ جمادی الاولی ۱۳۸۵ھ

زوجہ اور والدین میں نا اتفاقی کی صورت سوال : والدین اور زوجہ کے درمیان
میں اگر زوجہ علیحدہ گھر کا مطالبہ کرے نا اتفاقی کی صورت میں کیا شوہر اس امر کا
مجاز رکھتا ہے کہ والدین سے علیحدگی اختیار کرے ؟

الجواب

قال فی الدر، وفی البحر، عن الخانیة : یشرط ان لا یكون احد من احماء الزوج
یؤذیها اه - قال الشامی و ذکر الخصاص ان لها ان تقول لا اسکن مع والدیک
واقربائک فی الدار فافرد لی داراً - قال صاحب الملتقط هذه الروایة محمولة علی
الموسرة الشریفة وما ذکرنا قبله ان افراد بیت فی الدار کان انما هو فی المرأة الوسط
اعتباراً فی السکنی بالمعروف اه (ص ۱۰۹ ج ۲)

اگر زوجہ غنیہ اور شریفہ ہے اور وہ والدین زوج کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی ان
سے الگ رہنا چاہتی ہے تو شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ اس کو الگ مکان میں رکھے اور اگر زوجہ
متوسط الحال ہے تو شوہر پر اس کو جدا گھر میں رکھنا واجب نہیں لیکن اگر وہ اپنی راحت
کے لئے جدا رہنا چاہے تو جائز ہے بلکہ اگر ساتھ رہنے میں والدین کے حقوق تعظیم وغیرہ
ضائع ہوںیکا اندیشہ ہو یا نزاعات کی وجہ سے قطع رحم کا خوف ہو تو الگ ہو جانا ضروری ہے
واللہ اعلم

۱۸ شعبان ۱۳۸۵ھ

حکم نفقہ زوجہ ناشزہ اور کن امور سوال : کوئی امر خواہ بروئے شریعت
میں زوج کی اطاعت زوجہ پر واجب ہو یا خلاف شریعت وہ قول علماء ہو، جو کچھ
شوہر بیوی کو حکم کرے وہ حکم بیوی کو ضرور اس پر حق بجانب عمل کرنا چاہئے ورنہ اس کی
حکم عدولی پر شوہر کو حق ہے کہ وہ اس عورت کا نان و نفقہ ضرور بند کر دے۔
اس لئے بہ امید طلب جواب شافی درین امور مرقومہ بالاستدعی خدمت عالی

ہوں کہ تردید فتویٰ اس کے مقلی دستخط و مع حوالہ آیت قرآنی وحدیث صحیح وقول علماء سے ضرور پتہ مرحمت فرما کر احقر کو مشکور فرمائیں گے۔

الجواب

عورت کو شوہر کی اطاعت انہی امور میں واجب ہے جو شرعاً مباح ہوں اور اگر وہ نافہ بانی کرے تو صرف نافہ بانی اور عدول علمی سے شوہر کو نان و نفقہ بند کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ جب وہ بلا اجازت شوہر کے اس کے گھر سے چلی جائے جب ناشزہ ہوگی۔

قال العلامة عبدالحی ففتاواه ناقلاً عن شرعة الاسلام وعليها ان قطعها في الامور الشرعية ولو امر ان تنقل الحجر من جبل وان لا تخرج من بيته الا باذنه اه (ص ۲۳ ج ۲ مع الخلاصة)

قلت: ولكن لو خرجت الى ابويها والى محارمها في المدة التي لها الخروج فيها وقد ذكرناها في الجواب الثاني فلا تكون ناشزة في الاثم نعم لا تكون لها نفقة حينئذ والله اعلم

یکم رجب ۱۳۴۵ھ

سوال: اور یہ بھی تحریر فرمائیں گے کہ شوہر کی رضامندی پر عورت اپنے خویش واقارب خصوصاً اپنی خالہ کے یہاں اور اپنے حقیقی بھائی کے یہاں جاسکتی ہے یا وہ لوگ مرقوم بالا اس کے یہاں آمد و رفت کر سکتے ہیں یا نہیں و یا خط و کتابت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر وہ لوگ طرفین میں سے یہ تعلقات بروئے شریعت رکھ سکتے ہیں تو آمد و رفت کتنے کتنے عرصہ پر کر سکتے ہیں۔ سال بھر میں ایک بار یا دو بار یا مہینہ میں ایک بار یا ہر ہفتہ میں۔ امید کہ شافی جواب سے مطلع فرمائیں گے۔

فقیر حاجی محمد عبداللطیف القادری عفا عنہ

از کلکتہ۔ از ضمیمہ ۵۲

الجواب

والدین سے ایک شہر میں ہفتہ میں ایک بار اور شہر سے باہر ہر مہینہ میں ایک بار عورت کو ملنے کا حق ہے اگر والدین نہ آسکتیں تو وہ خود جاسکتی ہے اور وہ آسکیں تو ہر ہفتہ بخود وہی کر

۳۰

مل جائیں ہاں سال میں دو چار دفعہ جس طرح عرف و دستور ہے خود بھی جاسکتی ہے اور محارم غیر والدین سے شہر کے اندر اور شہر سے باہر سال بھر میں ایک بار ملنے کا عورت کو حق ہے اور محارم کو خط و کتابت کا بھی حق ہے اور وہ عورت کے پاس خود بھی آسکتے ہیں اور شوہر کو یہ حق البتہ ہے کہ ان کو اپنے گھر کے اندر رہنے سے روک دے پس وہ اگر اس سے مل لیں اور بات چیت کر لیں اور کچھ دیر بات کر کے واپس چلے جائیں اگر رات کو بھی رہنا چاہیں تو زوج سے اجازت لینے کی ضرورت ہے۔

قال في الدر: ولا يمنعها من الخروج الى الوالدين في كل جمعة ان لم يقدر اعلی اتيا نهما على ما اختاره في الاختيار ولو كان ابوها زناً فاحتاجا فاعلها تعاھده ولو كافراً وان ابی الزوج اه

قال الشامي: وهل لها النفقة الظاهر لا وان كانت خارجة من بيته بحق كما لو خرجت لفرض الحج اه (ص ۱۹۴ ج ۲)

وقال الشامي: فقوله المختار مقابلته القول بالشهر في دخول المحارم كما افاده في الدر والفتح الى ان قال بعد كلام طويل عن البحر ان الصحيح المفتی به من أنها تخرج للوالدين في كل جمعة باذنه وبدونه وللمحارم في كل سنة مرة باذنه وبدونه اه - وقال قبل ذلك وقد اختار بعض المشائخ منعها من الخروج اليها واشار الى نقله في شرح المختار والحق الاخذ بقول ابی يوسف اذا كان الابوان بالصفة التي ذكرت (اي لا يقدران على اتيانها) ولا ينبغي ان يأذن لهما في زيارتها في الحين بعد الحين على قدر متعارف اما في كل جمعة فهو بعيد اه (ص ۱۹۳ ج ۲) وجمعت بين روايتي الشهر والجمعة بكونهما في بلد الزوج او خارجه ولعله جمع حسن۔

لیکن اگر عورت بلا اذن زوج کے جائے گی تو ظاہر یہ ہے کہ نفقہ کی مستحق

عہ قال في الدر ولا يمنعها من الدخول عليها في كل جمعة وفي غيرها من المحارم في كل سنة۔

(قلت: صححه الشامي خلافاً لمن قال له المنع من الدخول) لها الخروج ولهما الدخول يزيلي ويمنعهم من الكينونة وفي نسخة من التبوية ولفظ مسكين من القرار۔

نہ ہوگی اگرچہ وہ حق جانے کا رکھتی ہے۔ واللہ اعلم

از تھانہ بھون ۲۹ جمادی الثانی

سوال: فیض گنج، فیض رساں حضرت مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ احقر کی دو زوجہ ہیں ایک زوجہ سے ایک لڑکی ہوئی اور دوسری زوجہ سے پانچ لڑکیاں ہیں۔ یہ دریافت کرتا ہوں کہ لڑکوں میں بڑا لڑکا تقریباً ۱۴ سال ہے اور سب اس سے چھوٹے ہیں۔ میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ میری جو کمائی ہے اس میں سے دونوں زوجہ کو کس طرح سے دوں اور دونوں زوجہ علیحدہ علیحدہ مکان میں رہتی ہیں اور جو لڑکے لڑکیاں ہیں ان کے رشتہ و شادی وغیرہ کا جو خرچ ہوئے دونوں گھروں میں سے کیا جائے یا کہ جن بیوی کی اولاد ہو اس گھر سے خرچ کیا جائے اور زمینداروں میں عام رواج ہے کہ کپاس وغیرہ کھیتوں میں سے چُن کر لاتی ہیں دونوں زوجہ اپنی چنی ہوئی علیحدہ علیحدہ رکھیں یا کہ کس طرح تقسیم کیا جائے۔ تحریر فرمائیں۔ فقط والسلام

مرسلہ احقر میاں چتن الدین از مقام موئہ ڈیوڈر
بھلا چوہدری محمد حیات خان صاحب ضلع گجرات

الجواب

جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور دونوں صاحب کی اولاد ہوں ان کو زوجین میں مساوات اس طرح کرنا چاہئے کہ ہر زوجہ کا نفقہ الگ مقرر کرے اور اس میں دونوں بیویوں کو برابر رکھے اور اولاد کا نفقہ علیحدہ مقرر کرے اور دونوں کی اولاد کو ذرا احتیاج کے لحاظ سے برابر رکھے یعنی ایک کی ضرورت دس روپے میں مہیا ہو سکتی ہوں اس کے دس روپیہ اور ایک کی ضروریات پانچ روپیہ میں مہیا ہوں اس کے پانچ روپیہ مہیا کرے گو مجموعہ ایک کی طرف زیادہ ہو مثلاً ہر بیوی کا ماہوار پندرہ روپیہ مقرر کر دے اور ہر لڑکے لڑکی کا دس روپیہ ماہوار۔ اس

عہ اور اگر عورت شوہر کی اجازت سے جائے چاہے کہیں جائے تو ظاہر ہے کہ عورت مستحقہ نفقہ ہے مگر یہ کہ شوہر شرط کرے کہ میں نفقہ نہ دوں گا۔ قال فی العالمگیریۃ: البکیرۃ اذا طلبت النفقة وهی لم تزف الی بیت الزوج فلها اذا لم یطالبها الزوج بالنقلۃ فان کان الزوج طالبها بالنقلۃ فان لم تمتنع عن الانتقال۔

صورت میں زیادہ اولاد والی کی طرف جو زیادہ رقم جائے گی وہ بیوی کے نفقہ میں زیادتی نہیں بلکہ یہ زیادتی اولاد کی وجہ سے ہے اس پر دوسری بیوی اگر اعتراض کرے تو لغو ہے اور متفرق اخراجات شادی وغیرہ کے اس صابطہ سے علیحدہ ہیں جن میں یہ شخص مختار ہے۔ اس جواب سے سائل کے سب سوالات کا جواب نکل آیا۔ واللہ اعلم

از تھانہ بھون۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

۳ رجب ۱۲۶۶ھ

فصل فی نفقة الاولاد والاباء والامهات

دوسرے شوہر پر بیوی کی پہلی اولاد کا (سوال) ہندہ کہتی ہے کہ زوجہ کی اولاد خود دوسرے نفقہ شرعاً واجب نہیں۔ خاوند رافضی ہے وہ شوہر حال اہل سنت کی اولاد سے اور شوہر

اہل سنت کو مثل اولاد خود زوجہ کی خدمت واجب ہے۔

الجواب :- دوسرے شوہر پر بیوی کی پہلی اولاد کی خدمت شرعاً واجب نہیں واللہ اعلم

۲۴ ربیع الثانی

باپ اگر عاجم ہو تو اس کا نفقہ (سوال) شوہر کے باپ بھائی اہل سنت جو زوجہ کی اولاد غنی اولاد کے ذمہ واجب ہے وغیری بالغہ منکوحہ والدہ مستطیعہ سے ہر طرح زیادہ حاجت مند ہیں غیر مستحق بتلاق ہے۔

الجواب :- جب ماں باپ حاجت مند ہوں تو اس کا نفقہ غنی اولاد کے ذمہ واجب ہے

واللہ اعلم

۲۴ ربیع الثانی

رسالہ "خیال در مشاغل العدل بین الاولاد" (سوال) (۱) اولاد کے ساتھ برابری یعنی اولاد میں برابری اور مساوات کی تحقیق کرنا کس کس امر میں اور کس حد تک شرعاً ضروری ہے

اور کس درجہ کی ضروری ہے؟ اگر نابالغ اور بالغ لڑکی اور لڑکے کے حکم میں فرق ہو تو اسکو بھی ظاہر فرمادیا جائے۔ اور آیا یہ برابری ماں کے ذمہ بھی، یا صرف باپ کے ذمہ ہے؟ اور صرف اولاد کے حق میں ہے یا دیگر دارثان شرعی کے حق میں بھی ہے؟

(۲) تبرعات اور نفقات میں برابری کے احکام جدا جدا تحریر فرمائے جائیں۔

(۳) اس قسم کی برابری بوجہ اولاد کے مختلف الحال ہونے کے بظاہر بہت دشوار ہے، مثلاً ایک کی کم عمر ہے ایک کی زیادہ عمر ہے ایک اپنے پاس ہے ایک دور ہے ایک غنی ہے ایک محتاج ہے ایک کی ضروریات زیادہ ہیں، مثلاً کالج میں پڑھتا ہے ایک کی کم ہیں، مثلاً مکتب میں پڑھتا ہے ایک کی شادی میں کم خرچ ہوتا ہے، ایک کی شادی میں زیادہ، ایک لڑکی ہے جس کو جہیز اور

نیوہر کی ضرورت پڑتی ہے ایک لڑکا ہے جسکی شادی میں ان اخراجات کی ضرورت نہیں، ایک کی شادی آج ہے ایک کی دس برس یا کم و بیش مدت کے بعد ہے غرض حاجات اور حالات استقدر متخالف ہوتے ہیں کہ عطا میں برابری کرنا نہایت دشواری ہے، اگر واجب ہو تو اسکی سہل صورت تجویز فرمائی جائے، اگر ایک بچہ کو اسکی ضد پر ایک پیسہ یا چیز دی تو کیا سب بچوں کو خواہ حاضر ہوں یا غائب ایک ایک پیسہ تقسیم کیا جائے؟

(۴) نانی نانا یا دادی، دادا وغیرہ کے ذمہ تو اس قسم کی برابری ضروری نہیں؟

(۵) اوپر تو صرف چند جزئیات کا حوالہ ہے، دیگر صدہا جزئیات اس معاملہ میں ہو سکتی ہیں علاوہ جواب کلی کے جہاں تک ممکن ہو سکے جزئیات کے متعلق بھی احکام تحریر فرمائے جائیں تاکہ عمل کے وقت دشواری یا خلط نہ ہو چونکہ اس معاملہ میں عام طور پر غفلت ہے اسلئے مفصل اور اگر ضرورت ہو تو مدلل احکام قلمبند فرمادینے کی بظاہر ضرورت معلوم ہوتی ہے تاکہ ہر عاملین کو اس طرف توجہ ہو اور عاملین کو ادائے حقوق میں سہولت ہو۔ بیسوا تو جروا۔

السائل: خواجہ عزیز الحسن صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر

مدارس اسلامیہ لکھنؤ، فرنگی محل۔

الجواب :- قال فی الدر، عن الخانیة: ولا بأس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبة لانها عمل القلب وكذا فی العطایا ان لم یقصد به الا ضرار وان قصدہ یسوی بینہم یعطى البنت كالابن عند الثاني وعليه الفتوى ولو وهب فی صحته كل المال للولد جاز واتوا (ص ۴۵ ج ۳) وفي البدائع: وینبغی للرجل ان یعدل بین اولاده فی النحلی بقوله سبحانه وتعالى: اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ، ولما روى ان بشیراً ابا النعمان اتى بالنعمان الى رسول الله صلى الله عليه وسلم الحديث وهذا اشارة الى العدل بین الاولاد فی النحلة وهو التسوية بینهم ولان فی التسوية تالیف القلوب والتفضیل یورث الوحشة بینهم فكانت التسوية اولی ولو نخل بعضاً وحرّم بعضاً جاز من طریق الحكم لانه تصرف فی خالص مملكه لاحق لاحد فيه الا انه لا یكون عدلاً سواء كان المحرّم فقیهاً تقيّاً او جاهلاً فاسقاً علی قول المتقدمین من مثلاً نحنا واما علی قول المتأخرین

منہم لا یأس ان یعطى المتأدین والمتفقہین دون الفسقة الفجوة (ص ۱۲۷ ج ۶)
 و فی البحر: بکرمه تفضیل بعض الاولاد علی البعض فی الہبة حالۃ
 الصحة الا لزیادة فضل له فی الدین وان وهب مالہ کلہ لواحد جاز
 قضاء وهو اکثر کذا فی المحيط، و فی الخلاصة: المختار التسوية بین الذکر
 والانتثی فی الہبة ولو کان ولده فاسقاً فاراد ان یصرف مالہ الی وجوہ
 الخیر ویحرمہ عن المیراث هذا خیر من ترکہ لان فیہ اعانة علی المصیبة
 ولو کان ولده فاسقاً لا یعطى له اکثر من قوت يومہ ولو اتخذ لولده ثیباً
 ثم اراد ان یدفع الی آخریس لہ ذالک الا ان یبین وقت الا تخاذلہ عاریة
 اھ و قال محشیہ: قال الرملی: و فی الحاوی الزاہدی دفع لولده الصغیر
 قرضاً فاکل نصفہ ثم اخذہ منہ ودفعہ لآخر یضمنہ اذا کان دفعہ لولده
 علی وجہ التملیک و اذا دفعہ علی وجہ الاباحۃ لا یضمن قال عرف بہ ان
 مجرد الدفع من الاب الی الصغیر لا یكون تملیکاً وانہ حسن اھ (ص ۲۸۸ ج ۷)
 و فی الخلاصة: رجل له ابن و بنت اراد ان یهب لہما شیئاً فالفضل
 ان یجعل للذکر مثل حظ الانثیین عند محمد وعند ابی یوسف بینہما سواء
 هو المختار لورود الآثار و لو اعطى بعض ولده شیئاً دون البعض لزیادة
 رُشدہ لا بأس بہ و ان کان سواہ لا ینبغی ان یفضل اھ (ص ۳۰۰ ج ۴ کتاب الہبة)
 قلت: ویلحق بالرشد فقرہ ایضاً کما لا یخفى۔

وقال العینی فی شرح البخاری: وقال المہلب: و فی الحدیث دلالة علی
 انه لا تلزم المعدلة فیما یحبہ غیر الاب لولد غیرہ اھ (ص ۲۷۱ ج ۶)
 و فیہ ایضاً: احتج بہ ای بحدیث النعمان بن بشیر من اوجب التسوية
 فی عطیة الاولاد و بہ صرح البخاری وهو قول طائفت من الثوری و احمد و
 اسحاق وقال بہ بعض المالکية ثم المشہور عندہم لا، انها باطلۃ وعن
 احمد یصح ویجب علیہ ان یرجع وعنه یجوز التفاضل ان کان لہ سبب
 کاحتیاج الولد لزمانتہ اودینتہ او نحو ذالک وقال ابو یوسف: تجب
 التسوية ان قصد بالتفضیل الاضرار و ذهب الجمهور الی ان التسوية مستحبة

فان فضل بعضاً صح وکرہ و حملوا الامر علی السند والنہی علی التنزیة و اجاب
 عن حدیث النعمان من حمل الامر بالتسوية علی السند بوجوہ فذکرہا بالتفضیل
 الی ان قال الخامس ان عمل الخلیفتین ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما بعد البنی
 صلی اللہ علیہ وسلم علی عدم التسوية قرینة ظاهرة فی ان الامر للسند
 اما اثر ابی بکر فاخرجه الطحاوی (بسنده صحیح) عن عائشة زوج البنی
 صلی اللہ علیہ و ان ابابکر الصدیق نحلها جاد عشرين و سقاً من مالہ
 بالغابة فلما حضرته الوفاة قال: واللہ یا بنیة اما من احد من الناس
 احب الی غنی بعدی منك ولا اخر علی فقرا بعدی منك وانی کنت نخلتک جاد
 عشرين و سقاً فلو کنت جد دنتہ و احرزتہ کان لک و انما هو الیوم مال
 الوارث الحدیث قال الشافعی و فضل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عاصماً بشئ
 و فضل ابن عوف و لد امر کلثوم اما اثر عمر فذکرہ الطحاوی ایضاً کما
 ذکرہ البیہقی عن الشافعی و اخرج عبد اللہ بن و هب فی مسنده قال بلغنی
 عن عمرو بن دینار ان عبد الرحمن بن عوف نخل ابنتہ من امر کلثوم بنت
 بنت عقبة اربعة آلاف درہم و لد من غیرہا اھ (ص ۲۷۶ ج ۶)
ان نصوص سے امور ذیل مستفاد ہو

(۱) تسوية بین الاولاد عطایا اور ہبات میں ہے نفقات میں نہیں کیونکہ احادیث و
 اقوال فقہاء لفظ عطیہ و ہبہ سے مقید ہیں نفقات میں کسی نے وجوب یا استحباب عدل کی تصریح
 نہیں کی دفیود الفقہ احرار نیز تسوية فی النفقة زوجات میں واجبہ اولاد کے متعلق اسکی کوئی
 تصریح نہیں ملی باوجود تتبع کثیر کے۔

(۲) تسوية بین الاولاد عطایا میں بھی حنفیہ و جمهورائے کے نزدیک واجب نہیں بلکہ مستحب
 ہے اور ترک تسوية مکروہ تنزیہی ہے اور اگر قصید اضرار ہو تو مکروہ تحریمی ہے و علیہ یحمل
 قول المحيط اثر فیجتمع مع قول العینی و حملوا النہی علی التنزیہ۔

(۳) اگر ایک لڑکے یا لڑکی کو کسی خاص وجہ سے ہبہ کیا جائے یا زائد دیا جائے اور دوسرا
 کو نہ کیا جائے اور اضرار آخرین کا قصد نہ ہو تو جائز ہے۔

(۴) اگر ایک لڑکے یا لڑکی کو اسکی دینداری یا طلب علم دین وغیرہ کی وجہ سے زیادہ

دیا جائے تو مضائقہ نہیں اسی طرح ایک کو بوجہ فقر کے زیادہ دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔
(۵) فاسق اولاد کو صالح کے برابر دینا لازم نہیں بلکہ فاسق کو قوت سے زیادہ نہ دیا جائے

اب سوالات کے جوابات معروض ہیں

(۱) اولاد کے ساتھ برابر کرنا ان عطایا و صیبات میں مستحب ہے جو ان کی ملک کر دی جائیں باقی نفقہ یعنی ماکول و مشرب و ملبوس میں بقدر حاجت متفق علیہ جو کہ مقدار واجب نفقہ کی ہے تسویہ واجب و مستحب نہیں اگرچہ تملیک کا ہو اور قدر واجب قدر کفایت ہے یعنی مایضرب بالنقص منہ اور قدر واجب سے زائد نفقہ میں بھی اگر وہ بطور ہبہ کے نہ ہو بلکہ بطریق اباحت و عاریت کے ہو تسویہ نہ لازم ہے نہ مستحب بلکہ باپ کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے کھلائے اور جیسا چاہے پہنائے البتہ اگر بطور ہبہ کے قدر واجب سے زائد نفقہ دیا جائے تو رعایت تسویہ مستحب ہے اور قدر واجب سے زائد نفقہ کی اباحت و عاریت میں بھی اگر تفصیل سے اولاد میرے وحشت و کراہت کا اندیشہ ہو تو اس میں بھی تسویہ مستحب ہوگا " لان علة التسوية في العطايا هي الاحتراز عن الوحشة بينهم والحكم بدور مع علتهم "

اور یہ تسویہ ماں باپ دونوں کے حق میں ہے دیگر وارثان شرعی کے حق میں نہیں۔ دوسروں کو بلا کراہت جائز ہے کہ ایک شخص کے ایک لڑکے کو دیں یا زائد دیں اور دوسروں کو نہ دیں۔

(۲) اس کا جواب نمبر ایک کے جواب سے معلوم ہو گیا۔

(۳) اس سوال میں نفقات و تبرعات کو خلط کیا گیا ہے سوا و پر گذر چکا کہ نفقات میں تسویہ ضروری نہیں نہ وجوہاً نہ استحباباً پس اگر ایک لڑکا کم عمر ہے دوسرا بڑا ہے تو ان دونوں میں نفقہ واجبہ کے اندر کمی و زیادتی بلا کراہت جائز ہے اسبطر ح ایک اپنے پاس ہے ایک دور ہے ان میں بھی نفقہ واجبہ کے اندر کمی و زیادتی جائز ہے کیونکہ نفقہ واجبہ ہر بیٹے کی قدر کفایت سے مقدر ہے اور اس صورت میں قدر کفایت ہر ایک کی جدا ہے پس رعایت تسویہ ضروری نہیں نہ مستحب۔ رہا یہ کہ ایک غنی ہے، ایک محتاج ہے تو نفقہ واجبہ میں تو تسویہ ضروری نہیں جبکہ نفقہ واجبہ ہر ایک کا متفاوت ہوتا ہو اگر نفقہ واجبہ متفاوت نہ ہو تو جب بھی محتاج کو نفقہ واجبہ سے زائد دینا جائز ہے جبکہ مقصود اسکو نفع پہنچانا ہے اور دوسرے کا اضرار مقصود نہیں اور اگر ایک کالج میں پڑھتا ہے اور ایک مکتب میں تو اگر ان دونوں کا نفقہ واجبہ بھی متفاوت ہو تو اس میں کمی و زیادتی کا مضائقہ نہیں اور اگر نفقہ واجبہ متفاوت نہ ہو تو محض کالج میں پڑھنا

زیادت استحقاق کا سبب نہیں کیونکہ یہ طلب دین یا رشد و احتیاج سے خارج ہے اس صورت میں مستحب ہے کہ دونوں کو نفقہ واجبہ سے زائد میں برابر رکھا جائے جسکی سہل صورت یہ ہے کہ جتنی رقم کالج والے کو زائد دی جاتی ہے اسی کے برابر دوسرے کیلئے بعد تملیک کے رقم جمع کر دی جائے یا اسکو محفوظ رکھ کر آئندہ برابر ہی کا قصد رکھا جائے اور شادی میں جو خرچ ہوتا ہے وہ محض تبرع و ہبہ ہے اس میں اولیٰ یہ ہے کہ اسکی رعایت رکھی جائے کہ ایک لڑکے کی شادی میں جتنا خرچ ہوا اتنا ہی دوسرے لڑکے کی شادی میں کیا جائے اور جتنا ایک لڑکی کو جہیز دیا جائے اتنا ہی دوسری کو دیا جائے یعنی ذکر و مذکور کے برابر اور اناث کو اناث کے برابر رکھا جائے اور یہ رعایت اس خرچ میں مستحب ہے جو والد اپنے اختیار سے کرتا ہے اضطرابی میں نہیں؛ مثلاً ایک کی شادی قریب جگہ ہوئی۔ دوسرے کی دور جگہ ہوئی جسکی وجہ سے کرایہ آمد و رفت میں تفاوت ہو گیا باقی اس کا مضائقہ نہیں کہ لڑکی کی شادی میں بوجہ جہیز دینے کے لڑکے کی شادی سے زیادہ خرچ ہو جائے کیونکہ یہ تفاوت بھی مثل اضطرابی کے ہے لڑکیوں کو بوجہ انکی احتیاج کے کہ وہ کسب سے عاجز ہیں جہیز دیا جاتا ہے اور لڑکوں کو اسکی ضرورت نہیں ہوتی اور عموماً لڑکوں کو اس سے اعتراض بھی نہیں پیدا ہوتا البتہ اگر کسی جگہ لڑکوں کو اسپر اعتراض ہوتا ہو وہاں مستحب ہے کہ ذکر و اناث کی شادی میں بھی تسویہ کیا جائے، بہر حال مدار تسویہ خوف و وحشت و عدم خوف پر ہے اگر کہیں زیادت سے باہم وحشت کا خطرہ ہو وہاں تسویہ مستحب ہے ورنہ زیادت بلا کراہت تنزیہیہ جائز ہے جبکہ قصد اضرار نہ ہو اور ایک کو کسی خاص وجہ سے جو شرعاً وجہ معتبر ہو مثلاً رشد و علم و تقویٰ و احتیاج وغیرہ ہو، زیادہ دیا جائے پس اگر ایک بچہ کو اسکی ضد پر پیسہ دیا جائے تو دوسرے چھوٹے بچوں کو بھی دیا جائے جو حاضر ہوں باقی بڑوں کو دینا یا صغار غائبین کو دینا ضروری نہیں کیونکہ ان کو نہ دینے سے تو وحش وغیرہ کا خطرہ نہیں۔

(۴) نانا، نانی، یا دادا، دادی کے ذمہ باپ کی موجودگی میں یہ تسویہ ضروری نہیں اور باپ کی عدم موجودگی میں جسکی پرورش میں یہ لڑکے ہوں وہ بمنزلہ باپ کے ہوں اسکو تسویہ مستحب ہے بالتفصیل الذی قدم اور جس کی پرورش میں نہ ہوں ان پر تسویہ لازم نہیں، و هذا بالقياس ولما اراه صريحاً لان العائل كالأب في كثير من

الاحکام، البنت اگر نانا، نانی، یا دادا، دادی ایک لڑکی یا لڑکے کی اولاد کو زائد دیں دوسرے کی اولاد کو کم یا دوسرے کی اولاد کو بالکل نہ دیں اور اس تفصیل سے باہم خود نانا، نانی، یا دادا، دادی کی اولاد میں نوحش و نفرت پیدا ہونیکا اندیشہ ہو تو قیاس کا مقتضی یہ ہے کہ رعایت نسو یہ ان پر بھی لازم ہے یعنی استنباباً اسلئے کہ عرفاً نواسوں اور پوتوں کو دینا اپنی بیٹی یا بیٹے کو دینا شمار ہوتا ہے فرجع الی تفصیل بعض ولده علی الآخر۔

(۵) چونکہ یہ تسو یہ حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے جبکہ قصد اضرار نہ ہو اسلئے جتنی سہولت سے رعایت ہو سکے کی جائے اور زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم
از تھانہ بھون خالقہ اشرفیہ
۱۴ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ

فصل فی نفقة ذوی الارحام

بہن کا نفقہ اور اس کے مصارف نکاح (سوال) ہندہ کا شوہر تقریباً پچاس روپیہ بھائی کے ذمہ ہیں یا نہیں
ماہوار پیدا کرتا ہے اور سوائے اسکی زوجہ اور زوجہ کی اولاد کے باپ بھائی حاجتمندوں کو کچھ نہیں دیتا۔ اب شوہر ہندہ نے اپنی بہن کی شادی اپنے باپ اور اپنی رائے سے بلا شرکت دیگر برادران مفلوک کر دی ہے۔ اب وہ اس شادی کا صرفہ باپ بھائی سے لینا چاہتا ہے تو کیا باپ بھائی اسکے ذمہ دار ہیں یا نہیں؟

الجواب :- اگر اس نے یہ کہہ کر خرچ کیا تھا کہ میں باپ اور بھائیوں سے یہ رقم وصول کر لوں گا اور انہوں نے بھی اسکو قبول کر لیا تھا تب تو ان سے لینے کا حقدار ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ واللہ اعلم

چچا کے ذمہ بھتیجے کے نفقہ کا حکم (سوال) زید کی بیوی کا نواسہ جو اسکے ماں باپ رافضی سے ہے اور جسکو بعد پرورش ہونے کے وہ ماں باپ اپنے پاس رکھیں گے

اور زید کے برادر زادہ حقیقی ہے تو زید کی بیوی اپنے نواسہ کو مقبض بنلا کر اپنے شوہر کی آمدنی سے اس کی تعلیم دلاتی ہے اور اگر اہل سنت زید کا بھائی چاہے کہ میرے بچہ کو بھی تعلیم دی جائے تو زوجہ زید خارج و مانع ہے تو کیا ایسی صورت میں زید کی زوجہ کا نواسہ، زید کی آمدنی سے تعلیم پانیکا مستحق ہے؟ یا برادر زادہ زید مستحق ہے؟ یا دونوں نہیں؟ بیدنوا تو جروا

المستفتی: ظہور الحق لیسری ڈاکخانہ ترون ضلع سہارنپور

الجواب :- زید کے ذمہ اسکی بیوی کے نواسہ کا کوئی حق نہیں اور اگر برادر زادہ کا باپ زندہ ہے تو اس کا بھی کچھ حق نہیں اور اگر اس کا باپ زندہ نہیں اور اس کی خبر لینے والا زید کے سوا کوئی نہیں تو زید کے ذمہ اپنے برادر زادہ کی خبر گیری لازم ہوگی واللہ اعلم
۲۴ ربیع الثانی

یتیم کے مال سے اس کے معلم کو تنخواہ (سوال) عرض یہ ہے کہ مسئلہ ذیل کے حکم سے اور ضیافت کرنا جائز ہے یا نہیں۔
واقف فرما کر مسرور فرمادیں وہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں محلہ کے سب لوگ ملکر بچوں کی تعلیم کیلئے معلم رکھتے ہیں اس میں یتامی بھی شامل رہتے ہیں اس میں دریافت یہ ہے کہ جو یتیم کا مال علیحدہ ہے اُس سے اس کے وارث بالغ چچا یا بھائی کیلئے اس یتیم کے مال سے معلم کی تنخواہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو یتیم اپنے بھائی یا چچا کے ساتھ مخلوط ہیں وہ بھائی یا چچا کیلئے یتیم کے مال مخلوط سے معلم کی تنخواہ اور خورد و نوش دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- قال فی الدر: له ان ینفق فی تعلیم القرآن والادب ان تأهل لذلك والا فلینفق علیہ بقدر ما یستعملو الفراءة الواجبة فی الصلوة محبتی اھ

قال الشامی: وفي الخلاصة وغیرھا: ان كان صالحاً لذلك جاز و صار لوصی ما جوراً والا فعليه ان يتكلف في تعلیم قدر ما یقرأ فی صلاتہ اھ فلم یقتیدہ بالقراءة الواجبة تأمل۔

وفي القنیة: ولا یضمن ما انفق فی المصاھرات بین الیتیم والیتیمہ وغیرھا فی خلع الخاطب او الخطیبة وفي الضیافات المقادة والهدایا

المعہودۃ، وفي الاعیاد ان كان له منه بد وفي اتخاذ ضیافۃ لختہ للاقارب
والجيران ما لم یسرف فیہ وكذا المؤدبہ ومن عنده من الصبیان وكذا
العیدین وقال بعضهم: فی ضیافۃ المؤدب والعیدین اھ (ص ۱۰ ج ۵)
اگر یتیم بزرگ کا تعلیم قرآن وادب کے قابل ہو یعنی جو پڑھایا جاتا ہے اسکو پڑھ سکتا ہو یا
پڑھ سکنے کی امید بظن غالب ہو تو اسکی تعلیم میں اس کے مال سے معلم کی تنخواہ دینا ولی
کو جائز ہے اور معلم کو تنخواہ لینا بھی جائز ہے اور اگر اس میں تعلیم حاصل کرنے کی قابلیت
نہ ہو تو صرف اتنی مقدار کی تعلیم دی جائے جس سے اسکو نماز پڑھنا آجائے اور اس مقدار
میں اس کے مال سے ولی کو تنخواہ دینا جائز اور معلم کو لینا جائز ہے اسکے بعد جائز نہیں
اور اس میں یتیم مختلط و غیر مختلط دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ واللہ اعلم

۲۹ ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ

حکم نفقة ذوی الارحام (سوال) میری ایک خیاں بہن گیارہ بارہ برس کی ہے اسکی
والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ شادی ہو گئی ہے خاوند چھوٹا ہے اور لڑکی بھی بالغ نہیں ہوئی
اور اس کے چار بھائی حقیقی ہیں بڑا بھائی میں ہوں اور حقیقی بھائی میں سے جو بڑا ہے اسکی
شادی ابھی ہوئی ہے معمولی کاروبار کر کے بچوں کا گزارہ کرتا ہے۔ اور بہن اسکے ہمراہ رہتی
ہے مگر بھائی سے جنگ و جدال ہوتی ہے اور بھائی مارتی رہتی ہے اور خدمت بھی زیادہ لیتی ہے
اس لئے بہن پریشان غمگین رہا کرتی ہے اور احقر کو یاد کرتی رہتی ہے اور حقیقی بھائی میں سے
دوسرا بھائی ڈاہیل فارسی وغیرہ پڑھتا ہے بیس برس کی عمر ہے اور اس سے چھوٹا ملازمت
کرتا ہے اور فضول خرچی کرتا ہے ان صورتوں میں ہر ایک پر اس کا نان و نفقة وغیرہا اور
نگہ رانی وغیرہ ضروری اور فرض ہے یا کسی پر زیادہ ہے؟ اور میں آئندہ سال تعلیم وغیرہ کی غرض
سے رہنا چاہتا ہوں اور اسے طرح دوسرا بھائی جو ڈاہیل پڑھتا ہے تعلیم کیلئے رہے تو بہن
کا کوئی حق آنکی وجہ سگنا ہگار تو نہ ہونگے؟ بینوا توجروا

عبدالرحمن انا واطی غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی، رجب

الجواب :- والنفقة لكل ذي رحم محرم (القول) ويجب ذاك على الميراث (ہدایہ ص ۲۱)

مسئلہ نمبر ۲۴

ہندہ

اَخِ لَهَا اَخِ لَهَا اَخِ لَهَا اَخِ لَهَا

صورت مسئلہ میں اس بہن کے نان و نفقة کے چھ سہام میں سے پانچ حصہ اسکے حقیقی
بھائیوں کے ذمہ ہیں اور ایک حصہ اسکے خیاں بھائی کے ذمہ ہے یعنی جو ان میں سے
غنی ہو یا غنی نہ ہو لیکن کمانے والا ہو اگر کوئی حقیقی بھائی اس کا نان و نفقة نہ دے تو پھر وہ
کا عدم قرار پا کر باقی بھائیوں پر اسی نسبت سے نفقة ہوگا اگر حقیقی بھائی سب کے سب نفقة
نہ دیں تو پھر خیاں بھائی کے ذمہ کل نفقة ہوگا جبکہ وہ غنی یا کمانے والا ہو اور سوال سے معلوم
ہوتا ہے کہ اس بہن کو اس کا حقیقی بھائی ساتھ رکھتا ہے اور نان نفقة دیتا ہے تو اگر وہ تنہا
اسکے کل نفقة کا خوشی سے متحمل ہے تو باقی بھائیوں پر وجوب نفقة نہیں اور اگر وہ تنہا کل
نفقة دینے پر راضی نہ ہو تو بقیہ حقیقی بھائیوں پر چھ سہام میں سے پانچ سہام میں علی السواء
اسکے نفقة میں شرکت واجب ہے اور خیاں بھائی پر چھ حصہ کی شرکت واجب ہے
نیز سب بھائیوں پر اس بہن کو بھوج کے عذاب سے بچانا واجب ہے اور اس میں حقیقی
اور خیاں بھائی سب برابر ہیں انکو چاہیئے کہ بڑے بھائی کو سمجھائیں کہ اپنی بیوی کو
ان افعال سے روکے اور کوشش کے ساتھ اس کا انتظام کریں کہ اگر اس میں کامیابی نہ ہو
تو بہن کو کسی اور معتبر عورت کے پاس رکھیں اور سب بھائی حقیقی چھ سہام میں سے پانچ سہام
میں شرکت کر کے علی السواء اس کا نفقة بھیجتے رہیں اور خیاں بھائی چھٹا حصہ نفقة کا
ادا کرے بشرطیکہ ان میں سے کوئی معسر معذور نہ ہو اور اس وقت غنی ہونے کمانے
پر قدرت رکھتا ہو اور جب تک حقیقی بھائی نفقة میں کوتاہی کریں خیاں بھائی پر کل نفقة
کا وجوب نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

قال فی الحامدیہ: بعد التفصیل فی نفقات الاقارب: القسم
السابع اذا كانوا احوالاً فقط (ومراد نابا لحوالشی من لیس اصلاً
ولا فرعاً) یعتبر فیہ الارث اى اہلیتہ وحقیقتہ (اذلا یتحقق الا
بعد الموت) وعند الاستواء فی المحرمیۃ و اہلیۃ الارث یترجح الوارث
حقیقۃً فی خال وابن عمر علی الخال لانه رحم محرماً اهل للارث
عند عدم ابن العم ولا شئ علی ابن العم وان كان الميراث كله له لانه
غير محرم ولا تجب نفقة علی غیر محرم اصلاً اھ (ص ۱۰ ج ۱)
قلت: وفي الصورة المسئلة الاخوة كلهم سواء في المحرمية

